مختصر

حالات زندگی معصومین (علیہم السلام)

مصنف: آل البیت محققین

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

مختصر حالات زندگی معصومین علیہم السلام

مصنف: آل البیت محققین

اسلام ان اردو ڈاٹ کام

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

آنحضرت کی ولادت باسعادت

آپ کے نوروجود کی خلقت ایک روایت کی بنیاد پر حضرت آدم کی تخلیق سے ۹ لاکھ برس پہلے اور دوسری روایت کی بنیاد پر ۴ - ۵ لاکھ سال قبل ہوئی تھی، آپ کا نور اقدس اصلاب طاہرہ، اور ارحام مطہرہ میں ہوتا ہوا جب صلب جناب عبداللہ بن عبدالمطلب تک پہنچا تو آپ کا ظہور و شہود بشکل انسانی میں بطن جناب "آمنہ بنت وہب" سے مکہ معظمہ میں ہوا۔

آنحضرت کی ولادت کے وقت حیرت انگیز واقعات کا ظہور

آپ کی ولادت سے متعلق بہت سے ایسے امور رونما ہوئے جو حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً آپ کی والدہ ماجدہ کو بار حمل محسوس نہیں ہوا اور وہ تولید کے وقت کثافتوں سے پاک تھیں، آپ مختون اور ناف بریدہ تھے آپ کے ظہور فرماتے ہی آپ کے جسم سے ایک ایسا نور ساطع ہوا جس سے ساری دنیا روشن ہوگئی، آپ نے پیدا ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ خالق ادا کیا۔ پھر آسمان کی طرف سر بلند کرکے تکبیر کہی اور لاالہ الا اللہ انا رسول اللہ زبان پر جاری کیا۔

بروایت ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ھ ء شیطان کو رجم کیا گیا اور اس کا آسمان پر جانا بند ہوگیا، ستارے مسلسل ٹوٹنے لگے تمام دنیا میں ایسا زلزلہ آیا کہ تمام دنیا کے کینسے اور دیگر غیر اللہ کی عبادت کرنے کے مقامات منہدم ہوگئے، جادو اور کہانت کے ماہر اپنی عقلیں کھو بیٹھے اور ان کے موکل محبوس ہوگئے ایسے ستارے آسمان پر نکل آئے جنہیں کسی نے کبھی کسی نے دیکھا نہ تھا۔ ساوہ کی وہ جھیل جس کی پرستش کی جاتی تھی جو کاشان میں ہے وہ خشک ہوگئی۔ وادی سماوہ جو شام میں ہے اور ہزار سال سے خشک پڑی تھی اس میں پانی جاری ہوگیا، دجلہ میں اس قدر طغیانی ہوئی کہ اس کا پانی تمام علاقوں میں پھیل گیا محل کسری میں پانی بھر گیا اور ایسا زلزلہ آیا کہ ایوان کسری کے ۱۴ کنگرے زمین پر گر پڑے اور طاق کسری شگافتہ ہوگیا، اور فارس کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے مسلسل روشن تھی، فوراً بجھ گئی۔ (تاریخ اشاعت اسلام دیوبندی ۲۱۸ طبع لاہور)

اسی رات کو فارس کے عظیم عالم نے جسے (موبذان موبذ) کہتے تھے، خواب میں دیکھا کہ تندو سرکش اور وحشی اونٹ، عربی گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں اور انہیں بلاد فارس میں متفرق کر رہے ہیں، اس نے اس خواب کا بادشاہ سے ذکر کیا۔ بادشاہ نوشیرواں کسری نے ایک قاصد کے ذریعہ سے اپنے حیرہ کے گورنر نعمان بن منذر کو کہلا بھیجا کہ ہمارے عالم نے ایک عجیب وغریب خواب

دیکھا ہے تو کسی ایسے عقلمند اور ہوشیار شخص کو میرے پاس بھیج دے جو اس کی اطمینان بخش تعبیر دے کر مجھے مطمئن کر سکے۔ نعمان بن منذر نے عبدالمسیح بن عمر الغسانی کو جو بہت لائق تھا بادشاہ کے پاس بھیج دیا نوشیروان نے عبدالمسیح سے تمام واقعات بیان کئے اور اس سے تعبیر کی خواہش کی اس نے بڑے غور و خوض کے بعد عرض کی "ائے بادشاہ شام میں میرا ماموں "سطیح کاہی" رہتا ہے وہ اس فن کا بہت بڑا عالم ہے وہ صحیح جواب دے سکتا ہے اور اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے نوشیرواں نے عبدالمسیح کو حکم دیا کہ فوراً شام چلا جائے چنانچہ روانہ ہو کر دمشق پہنچا اور بروایت ابن واضح "باب جابیہ" میں اس سے اس وقت ملا جب کہ وہ عالم احتضار میں تھا، عبدالمسیح نے کان میں چیخ کر اپنا مدعا بیان کیا۔ اس نے کہا کہ ایک عظیم ہستی دنیا میں آچکی ہے جب نوشیرواں کو نسل کے ۱۴ مرد وزن حکمران کنگروں کے عدد کے مطابق حکومت کر چکیں گے تو یہ ملک اس خاندان سے نکل جائے گا ثم "فاضت نفسہ" یہ کہہ کر وہ مرگیا۔

(روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۵۶، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۳، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۶، الیعقوبی ص ۹)۔

آپ کی تاریخ ولادت

آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے بعض مسلمان ۲ ربیع الاول بعض ۶ ربیع الاول اہل تسنن ۱۷ ربیع الاول ۱ عام الفیل مطابق ۵۷۰ کو صحیح سمجھتے ہیں۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ حیات القلوب ج ۲ ص ۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ علماء امامیہ کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ آپ ۱۷ ربیع الاول ۱ عام الفیل یوم جمعہ بوقت شب یا بوقت صبح صادق "شعب ابی طالب" میں پیدا ہوئے ہیں، اس وقت انوشیرواں کسریٰ کی حکومت کا بیالیسواں سال تھا۔

آپ کی پرورش وپرداخت اور آپ کا بچپنا

مورخ ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ بروایتے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے اور بروایتے آپ دو ماہ کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آپ کے والد "عبداللہ" کا انتقال بمقام مدینہ ہوگیا کیونکہ وہیں تجارت کیلئے گئے تھے انھوں نے سوئے پانچ اونٹ اور چند بھیڑوں اور ایک حبشی کنیز برکت (ام ایمن) کے اور کچھ ورثہ میں نہ چھوڑا۔ حضرت آمنہ کو حضرت عبداللہ کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ دودھ خشک ہوگیا۔ چونکہ مکہ کی آب وہوا بچوں کے چنداں موافق نہ تھی اس واسطے نواح کی بدو عورتوں میں سے دودھ پلانے کے واسطے تلاش کی گئی انا کے دستیاب ہونے تک ابو لہب کی کنیزک، ثوبیہ نے آنحضرت کو تین چار مہینے تک دودھ پلایا اقوام بدو کی عادت تھی کہ سال

میں دومرتبہ بہاراورموسم خزاں میں دودھ پلانے اور بچے پالنے کی نوکری کی تلاش میں آیا کرتی تھیں آخر حلیمہ سعدیہ کے نصیبہ نے زور کیا اوروہ آپ کو اپنے گھرلے گئیں اورآپ حلیمہ کے پاس پرورش پانے لگے۔

(تاریخ اسلام ج ۲ ص ۳۲ ، تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص ۲۰) ۔

مجھے اس تحریر کے اس جزء سے کہ رسول خدا کوثوبیہ اور حلیمہ نے دودھ پلایا، اتفاق نہیں ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ آپ میں نموکی قوت اپنے سن کو اعتبار سے بہت زیادہ تھی جب تین ماہ کے ہوئے توکھڑے ہونے لگے اورجب سات ماہ کے ہوئے توچلنے لگے، آٹھویں مہینے اچھی طرح بولنے لگے ،نویں مہینے اس فصاحت سے کلام کرنے لگے کہ سننے والوں کی حیرت ہوتی تھی۔

آپ کی سایہ رحمت مادری سے محرومی

آپ کی عمرجب چھ سال کی ہوئی توسایہ مادرس سے محروم ہوگئے آپ کی والدہ جناب آمنہ بنت وہب حضرت عبداللہ کی قبرکی زیارت کے لئے مدینہ گئی تھیں وہاں انھوں نے ایک ماہ قیام کیا، جب واپس آنے لگیں توبمقام ابواء (جوکہ مدینہ سے ۲۲ میل دورمکہ کی جانب واقع ہے) انتقال فرماگئیں اوروہیں دفن ہوئیں آپ کی خادمہ ام ایمن ، آپ کولے کرمکہ آئیں۔

(روضۃ الاحباب ۱ ص ۶۷) ۔

جب آپ کی عمر ۸ سال کی ہوئی توآپ کے دادا "عبدالمطلب" کا ۱۲۰ سال کی عمرمیں انتقال ہوگیا۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے بڑے چچاجناب ابوطالب اورآپ کی چچی جناب فاطمہ بنت اسدنے فرائض تربیت اپنے اوپرعائدکئے ۔اوراس شان سے تربیت کی کہ دنیانے آپکی ہمدردی اورخلوص کا لوہاان لیا عبدالمطلب کے بعدابوطالب بھی خانہ کعبہ کے محافظ اورمتولی اورسردارقریش تھے حضرت علی فرماتے ہیں کہ کوئی غریب اس شان کاسردارنہیں ہواجس شان وشوکت کی سرداری میرے پدرمحترم کوخدانے دی تھی

(الیعقوبی ج ۲ ص ۱۱) ۔

حضرت ابوطالب کوحضرت عبدالمطلب کی وصیت وہدایت

بعض مؤرخین نے لکھاہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کاوقت وفات قریب پہنچا توانہوں نے آنحضرت کواپنے سینے سے لگایااورسخت گریہ کیا اوراپنے فرزندابوطالب کی طرف متوجہ ہوکرفرمایاکہ " اے ابوطالب یہ تیرے حقیقی بھائی کابیٹاہے اس دریگانہ

کی حفاظت کرنا، اسے اپنا نورنظر اور لخت جگر سمجھنا، اس کے تفقد وخبر گیری میں کوتاہی نہ کرنا اوردست وزبان اورجان ومال سے اس کی اعانت کرتے رہنا" روضۃ الاحباب)

حضرت ابوطالب کے تجارتی سفرشام میں آنحضرت کی ہمراہی اور بحیرئہ راہب کا واقعہ

حضرت ابوطالب جو تجارتی سفرمیں اکثرجایاکرتے تھے جب ایک دن روانہ ہونے لگے، توآنحضرت کوجن کی عمراس وقت بروایت طبری وابن اثیر ۹ سال اوربروایت ابوالفداء وابن خلدون ۱۳ سال کی تھی، اپنے بال بچوں میں چھوڑدیا۔ اورچاہاکہ روانہ ہوجائیں یہ دیکھ کرآنحضرت نے اصرارکیاکہ مجھے اپنے ہمراہ لیتے چلئے آپ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ میر بھتیجہ یتیم ہے انہیں اپنے ہمراہ لے لیا اورچلتے چلتے جب شہربصرہ کے قریہ کفرپہنچے جوکہ شام کی سرحدپر ۶ میل کے فاصلہ پرواقع ہے جواس وقت بہت بڑی منڈی تھی اوروہاں نسطوری عیسائی رہتے تھے وہاں ان کے ایک نسطوری راہبوں کے معبدکے پاس قیام کیا راہبوں نے آنحضرت اورابوطالب کی بڑی خاطرداری کی پھران میں سے ایک نے جس کانام جرجیس اورکنیت "ابوعداس" اور لقب بحیراراہب" تھاآپ کے چہرہ مبارک سے آثارعظمت وجلالت اوراعلی درجے کے کمالات عقلی اورمحامداخلاق نمایاں دیکھ کر اوران صفات سے موصوف پاکرجواس نے توریت اورانجیل اوردیگرکتب سماوی میں پڑھی تھیں، پہچان لیاکہ یہی پیغمبرآخرالزمان ہیں، ابھی اس نے اظہارخیال نہ کیاتھاکہ ناگاہ لکئہ ابرکوسایہ فگنی کرتے ہوئے دیکھا، پھرشانہ کھلواکر مہرنبوت پرنگاہ کی، اس کے بعدفورا مہرنبوت کابوسہ لیااورنبوت کی تصدیق کرکے ابوطالب سے کہاکہ اس فرزندارجمند کادین تمام عرب وعجم میں پھیلے گا اوریہ دنیاکے بہت سے حصے کامالک بن جائے گا یہ اپنے ملک کوآزادکرائے گااوراپنے اہل وطن کونجات دلائے گا ائے ابوطالب اس کی بڑی حفاظت کرنااوراس کواعداء کے شرسے بچانے کی پوری کوشش کرنا، دیکھوکہیں ایسانہ ہوکہ یہ یہودیوں کے ہاتھ لگ جائے پھراس نے کہاکہ میری رائے یہ ہے کہ تم شام نہ جاؤ اوراپنامال یہیں فروخت کرکے مکہ واپس چلے جاؤ چنانچہ ابوطالب نے اپنامال باہرنکالاوہ حضرت کی برکت سے آنافانا بہت زیادہ نفع پرفروخت ہوگیا اورحضرت ابوطالب واپس مکہ چلے گئے۔

(روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۷۱، تنقیدالکلام ص ۳۰) ایرونگ ص ۲۴، تفریح الاذکار وغیرہ۔

جناب خدیجہ کے ساتھ آپ کی شادی خانہ آبادی

جب آپ کی عمرپچس سال کی ہوئی اورآپ کے حسن سیرت، آپ کی راستبازی، صدق اوردیانت کی عام شہرت ہوگئی اورآپ کوصادق وامین کاخطاب دیا جاچکاتوجناب خدیجہ بنت خویلد نے جوانتہائی پاکیزہ نفس، خوش اخلاق اورخاندان قریش میں سب سے زیادہ دولت مند تھیں ایسے حال میں ابنی شادی کاپیغام پہنچایاجب کہ ان کی عمرچالیس سال کی تھی پیغام عقد منظورہوااورحضرت

ابوطالب نے نکاح پڑھا(تلخیص سیرت النبی علامہ شبلی ص ۹۹ طبع لاہور ۱۹۶۵ ءء۔ مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ء کا بیان ہے کہ حضرت ابوطالب نے جوخطبہ نکاح پڑھا تھا اس کی ابتداء اس طرح تھی۔ الحمدللہ الذی جعلنا من زرع ابراھیم وذریتہ اسماعیل الخ تمام تعرفیں اس خدائے واحد کے لئے ہیں جس نے ہمیں نسل ابراھیم اورذریت اسماعیل سے قراردیا ہے

(یعقوبی ج ۲ ص ۱۶ طبع نجف اشرف)

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ کا مہر بارہ اونس سونا اور ۲۵ اونٹ مقرر ہوا جسے حضرت ابوطالب نے اسی وقت اداکردیا۔(مسلمان عالم ص ۳۸ طبع لاہور) تواریخ میں ہے کہ جناب خدیجہ کی طرف سے عقدپڑھنے والے ان کے چچاعمروابن اسداورحضرت رسول خداکی طرف سے جناب ابوطالب تھے۔

(تاریخ اسلام ج ۲ ص ۸۷ طبع لاہور ۱۹۶۲ ء۔

ایک روایت میں ہے کہ شادی کے وقت جناب خدیجہ باکرہ تھیں یہ واقعہ نکاح ۵۹۵ کا ہے۔ مناقب ابن شہرآشوب میں ہے کہ رسول خداکے ساتھ خدیجہ کا یہ پہلاعقد تھا۔ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۱۹ میں ہے کہ جب تک خدیجہ زندہ رہیں رسول کریم نے کوئی عقدنہیں کیا۔

کوہ حرامیں آنحضرت کی عبادت گذاری

تواریخ میں ہے کہ آپ نے ۳۸ سال کی عمرمیں "کوہ حرا" جسے جبل ثوربھی کہتے ہیں کواپنی عبادت گذاری کی منزل قراردیااوراس کے ایک غارمیں بیٹھ کرجس کی لمبائی چارہاتھ اورچوڑائی ڈیڑھ ہاتھ تھی عبادت کرتے تھے اورخانہ کعبہ کودیکھ کرلذت محسوس کرتے تھےیوں تودودو، چارچارشبانہ روزوہاں رہاکرتے تھے لیکن ماہ رمضان سارے کاساراوہیں گزراتے تھے۔

آپ کی بعثت

مورخین کابیان ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی عالم تنہائی میں مشغول عبادت تھے کہ آپ کے کانوں میں آوازآئی "یامحمد" آپ نے ادھرادھر دیکھا کوئی دکھائی نہ دیا۔ پھرآوازآئی پھرآپ نے ادھرادھردیکھاناگاہ آپ کی نظرایک نورانی مخلوق پرپڑی وہ جناب جبرائیل تھے انہوں نے کہاکہ "اقرا" پڑھو، حضورنے ارشادفرمایا "مااقراء۔" کیاپڑھوں انہوں نے عرض کی کہ " اقراء باسم ربک الذی خلق الخ" پھرآپ نے سب کچھ پڑھ دیا۔

کیونکہ آپ کوعلم قرآن پہلے سے حاصل تھا جبرئیل کے اس تحریک اقراء کامقصدیہ تھاکہ نزول قرآن کی ابتداء ہوجائے اس وقت آپ کی عمرچالیس سال ایک یوم تھی اس کے بعدجبرئیل نے وضواورنمازکی طرف اشارہ کیااوراس کی تعدادرکعات کی طرف بھی

حضور کو متوجہ کیا چنانچہ حضور والا نے وضو کیا اور نماز پڑھی آپ نے سب سے پہلے جو نماز پڑھی وہ ظہر کی تھی پھر حضرت وہاں سے اپنے گھر تشریف لائے اور خدیجۃ الکبریٰ اور علی ابن ابی طالب سے واقعہ بیان فرمایا۔ ان دونوں نے اظہار ایمان کیا اور نماز عصر ان دونوں نے بجماعت ادا کی یہ اسلام کی پہلی نماز جماعت تھی جس میں رسول کریم امام اور خدیجہ اور علی ماموم تھے۔

آپ درجہ نبوت پر بدو فطرت ہی سے فائز تھے، ۲۷ رجب کو مبعوث برسالت ہوئے حیات القلوب کتاب المنتقی، مواہب اللدنیہ) اسی تاریخ کو نزول قرآن کی ابتداء ہوئی۔

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اور اعلان رسالت ووزارت

بعثت کے بعد آپ نے تین سال تک نہایت رازداری اور پوشیدگی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی فرمائی اس کے بعد کھلے بندوں تبلیغ کا حکم آگیا "فاصدع بما تومر" جو حکم دیا گیا ہے اس کی تکمیل کرو میں اس مقام پر "تاریخ ابوالفداء کے اس ترجمہ کی لفظ بہ لفظ عبارت نقل کرتا ہوں جسے مولانا کریم الدین حنفی انسپکٹر مدارس پنجاب نے ۱۸۴۶ ء میں کیا تھا۔

"واضح ہو کہ تین برس تک پیغمبر خدا دعوت فطرت اسلام خفیہ کرتے رہے مگر جب کہ یہ آیت نازل ہوئی " وانذر عشیرتک الاقربین" یعنی ڈرا اپنے کنبے والوں کو جو قریب رشتہ کے ہیں اس وقت حضرت نے بموجب حکم خدا کے اظہار کرنا دعوت کا شروع کیا بعد میں نازل ہونے سے اس آیت کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی سے ارشاد فرمایا کہ " اے علی ایک پیمانہ کھانے کا میرے واسطے تیار کرو اور ایک بکری کا پیر اس پر چھوا لے اور ایک بڑا کانسہ دودھ کا میرے واسطے لا اور عبدالمطلب کی اولاد کو میرے پاس بلا کر لا تاکہ میں اس سے کلام کروں اور سناؤں ان کو وہ حکم کہ جس پر جناب باری سے مامور ہوا ہوں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ کھانا ایک پیمانہ بموجب حکم تیار کر کے اولاد عبدالمطلب کو جو قریب چالیس آدمی کے تھے بلایا، ان آدمیوں میں حضرت کے چچا ابوطالب اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس بھی تھے اس وقت حضرت علی نے وہ کھانا جو تیار کیا تھا لا کر حاضر کیا۔

سب کھا پی کر سیر ہو گئے حضرت علی نے ارشاد کیا کہ جو کھانا ان سب آدمیوں نے کھایا ہے وہ ایک آدمی کی بھوک کے موافق تھا اس اثناء میں حضرت چاہتے تھے کہ کچھ ارشاد کریں کہ ابو لہب جلد بول اٹھا اور یہ کہا کہ محمد نے بڑا جادو کیا یہ سنتے ہی تمام آدمی الگ الگ ہو گئے تھے، چلے گئے پیغمبر خدا کچھ کہنے نہ پائے تھے یہ حال دیکھ کر جناب رسالتماب نے ارشاد کیا کہ اے علی دیکھا تو نے اس شخص نے کیسی سبقت کی مجھ کو بولنے ہی نہ دیا اب پھر کل کو تیار کر جیسا کہ آج کیا تھا اور پھر ان کو بلا کر جمع کر۔

چنانچہ حضرت علی نے دوسرے روز پھر موافق ارشاد آنحضرت کے وہ کھانا تیار کر کے سب لوگوں کو جمع کیا، جب وہ کھانے سے فراغت پا چکے اس وقت رسول اللہ نے ارشاد کیا کہ "تم لوگوں کی بہت اچھی قسمت اور نصیب ہے کیونکہ ایسی چیزیں اللہ کی طرف سے لایا ہوں کہ اس سے تم کو فضیلت حاصل ہوتی ہے اور لے آیا ہوں تمہارے پاس دنیا و آخرت میں اچھا۔ خداتعالیٰ نے مجھ

کو تمہاری ہدایت کا حکم فرمایا ہے کوئی شخص تم میں سے اس امر کا اقتداء کر کے میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ بننا چاہتا ہے اس وقت سب موجود تھے اور حضرت پر ایک ہجوم تھا اور حضرت علی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں آپ کے دشمنوں کو نیزہ ماروں گا اور آنکھیں ان کو پھوڑوں گا اور پیٹ چیروں گا اور ٹانگیں کاٹوں گا اور آپ کا وزیر ہوں گا حضرت نے اس وقت علی مرتضی کی گردن پر ہاتھ مبارک رکھ کر ارشاد کیا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے تمہارے درمیان اس کی سنو اور اطاعت قبول کرو۔ یہ سن کر سب قوم کے لوگ ازروئے تمسخرے ہنس کر کھڑے ہوگئے اور ابوطالب سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سن اور اطاعت کر یہ تجھے حکم ہوا ہے الخ ص ۳۳ تا ص ۳۶ طبع لاہور۔

حضرت رسول کریم شعب ابی طالب میں (محرم ۷ء بعثت)

مورخین کا بیان ہے کہ جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز افزوں ترقی کرتا چلا جارہا ہے تو سخت مضطرب ہوئے پہلے تو چند قریش دشمن تھے اب سب کے سب مخالف ہوگئے اور بروایت ابن ہشام و ابن اثیر و طبری ابو جہل بن ہشام، شیبۃ، عتبہ بن ربیعۃ، نصر بن حارث، عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط ایک گروہ کے ساتھ رسول خدا کے قتل پر کمر باندھ کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور صاف لفظوں میں کہا کہ محمد نے ایک نئے مذہب کا اختراع کیا ہے اور وہ ہمارے خداوں کو ہمیشہ برا بھلا کہا کرتے ہیں لہذا انہیں ہمارے حوالے کردو ہم انہیں قتل کردیں یا پھر آمادہ جنگ ہوجاؤ حضرت ابوطالب نے اس وقت انھیں ٹالدیا اور وہ لوگ واپس چلے گئے ورروسول کریم اپنا کام برابر کرتے رہے چند دنوں کے بعد دشمن پھر آئے اور انھوں نے آکر شکایت کی اور حضرت کے قتل پر اصرار کیا حضرت ابوطالب نے آنحضرت سے واقعہ بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ اے چچا میں جو کہتا ہوں، کہتا رہوں گا میں کسی کی دھمکی سے مرعوب نہیں ہوسکتا اور نہ کسی لالچ میں پھنس سکتا ہوں اگر میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسے پر ماہتاب رکھ دیا جائے جب بھی میں تعمیل حکم خداوندی سے باز نہ آوں گا میں جو کرتا ہوں حکم خدا سے کرتا ہوں، وہ میرا محافظ ہے یہ سن کر حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ "بیٹا تم جو کرتے ہو کرتے رہو، میں جب تک زندہ ہوں تمہاری طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھوڑے عرصہ کے بعد بروایت ابن ہشام و ابن اثیر، کفار نے ابوطالب سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردو ہم اسے قتل کردیں اور اس کے بدلے میں ایک نوجوان ہم سے بنی مخزوم میں سے لے لو حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ تم بعید از عقل باتیں کرتے ہو، یہ کبھی نہیں ہوسکتا یہ کیونکہ ممکن ہے کہ میں تمہارے لڑکے کو لے کر اس کی پرورش کروں اور تم ہمارے بیٹے کو لے کر قتل کردو۔ یہ سن کر ان کی آتش غضب اور برافروختہ ہوگئی اور وہ ان کے ستانے پر بھرپور تل گئے حضرت ابوطالب نے اس کے رد عمل میں بنی ہاشم اور بنی مطلب سے امداد چاہی اور دشمنوں سے کہلا بھیجا کہ کعبہ وحرم کی قسم اگر محمد کے پاؤں میں تمہاری طرف سے کانٹا بھی

چھپاتو میں سب کو ہلاک کردوں گا حضرت ابوطالب کے اس کہنے پر دشمن کے دلوں میں آگ لگ گئی اور وہ آنحضرت کے قتل پر پوری طاقت سے تیار ہوگئے۔

حضرت ابوطالب نے جب آنحضرت کی جان کو غیر محفوظ دیکھا تو فورا ان لوگوں کو لے جنہوں نے حمایت کا وعدہ کیا تھا جن کی تعداد بروایت حیات القلوب چالیس تھی۔ محرم ۷ بعثت میں "شعب ابی طالب" کے اندر چلے گئے اور اس کے اطراف کو محفوظ کردیا۔

کفار قریش نے ابوطالب اس عمل سے متاثر ہوکر ایک عہدنامہ مرتب کیا جس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب سے مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ تھا طبری میں ہے کہ اس عہدنامہ کو منصور بن عکرمہ بن ہاشم نے لکھا تھا جس کے بعد ہی اس کا ہاتھ شل ہوگیا تھا۔

تواریخ میں ہے کہ دشمنوں نے شعب کا چاروں طرف سے بھرپور محاصرہ کرلیا تھا اور انھیں مکمل قید میں مقید کردیا تھا اس قید نے اہل شعب پر بڑی مصیبت ڈآلی جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق کی تنگی نے انہیں تباہی کے کنارے پر پہنچادیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ دیندار درختوں کے پتے کھانے لگے ناتے، کنبے والے اگرچوری چھپے کچھ کھانے پینے کی چیز پہنچادیتے اور انہیں معلوم ہوجاتا تو سخت سزائیں دیتے اسی حالت میں تین سال گزر گئے ایک روایت میں ہے کہ جب اہل شعب کے بچے بھوک سے بے چین ہو کر چیختے اور چلاتے تھے تو پڑسیوں کی نیند حرام ہوجاتی تھی اس حالت میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی رہی، اور آپ کار رسالت انجام دیتے رہے۔

تین سال کے بعد ہشام بن عمر بن حرث کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہم اور ہمارے بچے کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں اور بنی ہاشم اور ان کے بچے فاقہ کشی کررہے ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے پھر اس نے اور چند آدمیوں کو ہم خیال بنا کر قریش کے اجتماع میں اس سوال کو اٹھایا۔ ابوجہل اور اسکی بیوی "ام جمیل" جسے بزبان قرآن "حمالۃ الحطب" کہا جاتا ہے نے مخالفت کی لیکن عوام کے دل پسیج اٹھے اسی دوران میں حضرت ابوطالب آگئے اور انہوں نے کہا کہ "محمد" نے بتایا ہے کہ تم نے جو عہدنامہ لکھا ہے اس دیمک چر گئی ہے اور کاغذ کے اس حصہ کے سوا جس پر اللہ کا نام ہے سب ختم ہوگیا ہے اے قریش بس ظلم کی حد ہوچکی تم اپنے عہدنامہ کو دیکھو اگر محمد کا کہنا سچ ہو تو انصاف کرو اور اگر جھوٹ ہو تو جو چاہے کرو۔

حضرت ابوطالب کے اس کہنے پر عہدنامہ منگوایا گیا اور حضرت رسول کریم کا ارشاد اس کے بارے میں من وعن صحیح ثابت ہوا جس کے بعد قریش شرمندہ ہوگئے اور شعب کا حصار ٹوٹ گیا۔

س کے بعد ہشام بن عمر بن حرث اور اس کے چار ساتھی، زبیر بن ابی امیہ مخزومی اور مطعم بن عدی ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد شعب ابی طالب میں گئے اور ان تمام لوگوں کو جو اس میں محصور تھے ان کے گھروں میں

پہنچادیا۔(تاریخ طبری، تاریخ کامل، روضۃ الاحباب)۔

مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ء کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد" اسلم یومسئذ خلق من الناس عظیم" بہت سے کافر مسلم ہوگئے۔ (الیعقوبی ج ۲ ص ۲۵ طبع نجف ۱۳۸۴ ھ ء)۔

آپ کا معجزہ شق القمر(۹ بعثت)

ابن عباس، ابن مسعود، انس بن مالک، حذیفہ بن عمر، جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ شق القمر کا معجزہ کوہ ابو قبیس پر ظاہر ہوا تھا، جب کہ ابو جھل نے بہت سے یہودیوں کو ہمراہ لاکر حضرت سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی یہ واقعہ چودھویں رات کو ہوا تھا جبکہ آپ کو موسم حج میں شعب ابی طالب سے نکلنے کی اجازت مل گئی تھی اہل سیر لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ۹ ء بعثت کا ہے، اس معجزہ کا ذکر "تاریخ فرشتہ میں بھی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "مجب اعتقاد وقوعہ" اس معجزہ کے واقع ہونے پر ایمان واجب ہے۔(سفینۃ البحار ج ۱ ص ۷۰۹) اس معجزہ کا ذکر عزیز لکھنوی مرحوم نے کیا خوب کیا ہے

معجزہ شق القمر کا ہے "مدینہ" سے عیاں
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

آنحضرت صلعم کی معراج جسمانی (۱۲ بعثت)

۲۷/ رجب ۱۲ بعثت کی رات کو خداوند عالم نے جبرئیل کو بھیج کر براق کے ذریعہ آنحضرت صلعم کو "قاب قوسین" کی منزل پر بلایا اور وہاں علی بن ابی طالب کی خلافت و امامت کے متعلق ہدایات دیں (تفسیر قمی) اسی مبارک سفر اور عروج کو "معراج" کہا جاتا ہے یہ سفر ام ہانی کے گھر سے شروع ہوا تھا پہلے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے پھر وہاں سے آسمان پر روانہ ہوئے منازل آسمانی کو طے کرتے ہوئے ایک ایسی منزل پر پہنچے جس کے آگے جبرئیل کا جانا ممکن نہ ہوا جبرئیل نے عرض کی حضور لودنوت لیلۃ لاحترقت" اب اگر ایک انگل بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔

اگر یک سر موئے برتر روم
بنور تجلی بسوزد پرم

پھر آپ براق پر سوار آگے بڑھے ایک منزل پر براق رک گیا اور آپ "رفرف" پر بیٹھ کر آگے روانہ ہوگئے یہ ایک نوری تخت تھا جو نور کے دریا میں جارہا تھا یہاں تک کہ منزل مقصود پر آپ پہنچ گئے آپ جسم سمیت گئے اور فوراواپس آئے قرآن مجید میں "اسری بعبدہ" آیا ہے عبد کا لفظ اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے وہ لوگ جو معراج روحانی کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں (شرح عقائد نسفی ص ۶۸) معراج کا اقرار اور اس کا اعتقاد ضروریات دین میں سے ہے حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو معراج کا منکر ہو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۷۴)

ایک روایت میں ہے کہ پہلے صرف دو نمازیں واجب تھیں معراج کے بعد پانچ وقت کی نمازیں مقرر ہوئیں۔

بیعت عقبہ اولی

اسی ۱۲ بعثت کے موسم حج میں ان چھ آدمیوں میں سے جو سال گذشتہ مسلمان ہو کر مدینہ واپس گئے تھے پانچ آدمیوں کے ساتھ سات آدمی مدینہ والوں میں سے اور آکر مشرف با اسلام ہوئے حضرت کی حمایت کا عہد کیا یہ بیعت بھی اسی مکان عقبہ میں ہوئی جو مکہ سے تھوڑے فاصلہ پر شمال کی جانب واقع ہے، مورخ ابو الفداء لکھتا ہے کہ اس عہد پر بیعت ہوئی کہ خدا کا کوئی شریک نہ کرو چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، جب وہ بیعت کر چکے تو حضرت نے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف ابن عبد العلاء کو تعلیم قرآن اور طریقہ اسلام بتانے کے لیے مامور فرمایا الخ (تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص ۵۲)۔

بیعت عقبہ ثانیہ ۱۳ بعثت

۱۳ بعثت کے ماہ ذی الحجہ میں مصعب بن عمیر، ۷۳ مرد اور دو عورتوں کو مدینہ سے لے کر مکہ آئے اور انہوں نے مقام عقبہ پر رسول کریم کی خدمت میں ان لوگوں کو پیش کیا وہ مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے بھی حضرت کی حمایت کا عہد کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، ان میں اوس اور خزرج دونوں کے افراد شامل تھے۔

ہجرت مدینہ

۱۴ بعثت مطابق ۶۲۲ میں حکم رسول کے مطابق مسلمان چوری چھپے مدینہ کی طرف جانے لگے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اچھی منزل حاصل کر لی قریش کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ میں اسلام زور پکڑ رہا ہے تو "دار الندوہ" میں جمع ہو کر یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے کسی نے کہا کہ محمد کو یہیں قتل کر دیا جائے تاکہ ان کا دین ہی ختم ہو جائے کسی نے کہا کہ جلاوطن کر دیا جائے ابوجہل نے رائے

دی کہ مختلف قبائل کے لوگ جمع ہو کر یک ساعت ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں تاکہ قریش خون بہانہ لے سکیں اسی رائے پر بات ٹھہر گئی، سب نے مل کر آنحضرت کے مکان کا محاصرہ کر لیا پروردگار کی ہدایت کے مطابق جو حضرت جبرئیل کے ذریعہ پہنچی آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور ایک مٹی دھول لے کر گھر سے باہر نکلے اور ان کی آنکھوں میں جھونکتے ہوئے اس طرح نکل گئے جیسے کفر سے ایمان نکل جائے علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ یہ سخت خطرہ کا موقعہ تھا جناب امیر کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہ کا بستر خواب گاہ قتل کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کے لیئے قتل گاہ فرش گل تھا (سیرۃ النبی ومحسن اعظم ص ۱۶۵)۔

صبح ہوتے ہوتے دشمن دروازہ توڑ کر داخل خانہ ہوئے تو علی کو سوتا ہوا پایا پوچھا محمد کہاں ہیں؟ جواب دیا جہاں ہیں خدا کی امان ہیں طبری میں ہے کہ علی تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور سب گھر سے نکل بھاگے احیاء العلوم غزالی میں ہے کہ علی کی حفاظت کے لئے خدا نے جبرئیل اور میکائیل کو بھیج دیا تھا یہ دونوں ساری رات علی کی خواب گاہ کا پہرہ دیتے رہے حضرت علی کا فرمانا ہے کہ مجھے شب ہجرت جیسی نیند ساری عمر نہ آئی تھی۔ تفاسیر میں ہے کہ اس موقع کے لئے آیت " ومن الناس من یشری نفسہ مرضات اللہ" نازل ہوئی ہے الغرض آنحضرت کے روانہ ہوتے ہی حضرت ابوبکر نے ان کا پیچھا کیا آپ نے رات کے اندھیرے میں یہ سمجھ کر کوئی دشمن آرہا ہے اپنے قدم تیز کر دیئے پاؤں میں ٹھوکر لگی خون جاری ہو گیا پھر آپ نے محسوس کیا کہ ابن ابی قحافہ آرہے ہیں آپ کھڑے ہو گئے پاؤں صحیح بخاری ج ۱ حصہ ۳ ص ۶۹ میں ہے کہ رسول خدا نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے یہ قیمت ناقہ خریدا۔ اور مدارج النبوت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے دو سو درہم کی خریدی ہوئی اونٹنی آنحضرت کے ہاتھ نو سو درہم کی فروخت کی اس کے بعد یہ دونوں غار ثور تک پہنچے یہ غار مدینہ کی طرف مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ پر ڈھائی یا تین میل جنوب کی طرف واقع ہے اس پہاڑ کی چوٹی تقریبا ایک میل بلند ہے سمندر وں وہاں سے دکھائی دیتا ہے (تلخیص سیرت النبی ص ۱۶۹ وزرقانی)۔

یہ حضرات غار میں داخل ہو گئے خدا نے ایسا کیا کہ غار کے منہ پر ببول کا درخت اگا دیا مکڑی نے جالا تنا کبوتر نے انڈا دیا، اور غار میں داخلہ کا شبہ نہ رہا، جب دشمن اس غار پر پہنچے تو وہ یہی سب کچھ دیکھ کر واپس ہو گئے (عجائب القصص صفحہ ۲۵۷ میں ہے کہ اسی موقع پر حضرت نے کبوتر کو خانہ کعبہ پر آکر بسنے کی اجازت دی۔ اس سے قبل دیگر پرندوں کی طرح کبوتر بھی اوپر سے گذر نہیں سکتا تھا۔

مختصر یہ کہ یکم ربیع الاول ۱۴ ء بعثت یوم پنجشنبہ بوقت شب قریش نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کیا تھا صبح سے کچھ پہلے ۲/ ربیع الاول یوم جمعہ کو غار ثور میں پہنچے یوم یکشنبہ ۴/ ربیع الاول تک غار میں رہے حضرت علی آپ لوگوں کے لئے رات میں کھانا پہنچاتے رہے اور یہ چاروں اشخاص معمولی راستہ چھوڑ کر بحیرۂ قلزم کے کنارے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کفار مکہ نے انعام مقرر کر دیا تھا کہ جو شخص آپ کو زندہ پکڑ کر لائے گا یا آپ کا سر کاٹ کر لائے گا تو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے اس پر سراقہ بن مالک آپ کی کھوج لگاتا ہوا غار تک پہنچا اسے دیکھ کر حضرت ابوبکر رونے لگے۔ تو حضرت نے فرمایا روتے کیوں ہو" خدا ہمارے ساتھ ہے" سراقہ قریب

پہنچا ہی تھا کہ اس کا گھوڑا بابزانو زمین میں دھنس گیا اس وقت حضرت روانگی کے لیے برآمد ہو چکے تھے اس نے معافی مانگی حضرت نے معافی دیدی گھوڑا زمین سے نکل آیا وہ جان بچا کر بھاگا اور کافروں سے کہہ دیا کہ میں نے بہت تلاش کیا مگر محمد کا سراغ نہیں ملتا اب دو ہی صورتیں ہین ۔"یا زمین میں سما گئے یا آسمان پر اڑ گئے۔"

تحویل قبلہ

ماہ شعبان ۲ ہجری میں بیت المقدس کی طرف سے قبلہ کا رخ کعبہ کی طرف موڑ دیا گیا قبلہ چونکہ عالم نماز میں بدلا گیا اس لئے آنحضرت کا ساتھ حضرت علی کے علاوہ اور کسی نے نہیں دیا کیونکہ وہ آنحضرت کے ہر فعل وقول کو حکم خدا سمجھتے تھے اسی لیے آپ مقام فخر میں فرمایا کرتے تھے انا مصلی القبلتین میں ہی وہ ہوں جس نے ایک نماز یک وقت دو قبلوں کی طرف پڑھی۔

تبلیغی خطوط

حضرت کو ابھی صلح حدیبہ کے ذریعہ سے سکون نصیب ہوا ہی تھا کہ آپ نے ۷ ہجری میں ایک مہر بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ کرایا اس کے بعد شاہان عالم کو خطوط لکھے ان دنوں عرب کے اردگرد چار بڑی سلطنتیں قائم تھیں : ۱ ۔ حکومت ایران جس کا اثر وسط ایشیا سے عراق تک پھیلا ہوا تھا۔

۲ ۔ حکومت روم جس میں ایشیائے کوچک ، فلسطین، شام اور یورپ کے بعض حصے شامل تھے۔ ۳ ۔ مصر۔ ۴ ۔ حکومت حبش جو مصری حکومت کے جنوب سے لے کر بحیرۂ قلزم کے مغربی علاقوں پر تھا۔ حضرت نے بادشاہ حبش نجاشی ، شاہ روم قیصر ہرقل، گورنر مصر جریح ابن بینا قبطی عرف مقوقش ، بادشاہ ایران خسرو پرویز اور گورنر یمن باذان، والی دمشق حارث وغیرہ کے نام خطوط روانہ فرمائے۔

آپ کے خطوط کا مختلف بادشاہوں پر مختلف اثر ہوا، نجاشی نے اسلام قبول کر لیا، شاہ ایران نے آپ کا خط پڑھ کر غیظ و غضب کے تحت خط کے ٹکڑے اڑا دے قاصد کو نکال دیا ، اور گورنر یمن نے لکھا کہ مدینہ کے دیوانہ (آنحضرت) کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجدے اس نے دو سپاہی مدینہ بھیجے تاکہ حضور کو گرفتار کریں حضرت نے فرمایا، جاؤ تم کیا گرفتار کرو گے تمہیں خبر بھی تمہارا بادشاہ انتقال کر گیا، سپاہی جو یمن پہنچے تو سنا کہ شاہ ایران داعی اجل کو لبیک کہہ چکا ہے آپ کی اس خبر دہی سے بہت سے کافر مسلمان ہو گئے۔ قیصر روم نے آپ کے خط کی تعظیم کی گورنر مصر نے آپ کے قاصد کی بڑی مدارات کی اور بہت سے تحفوں سمیت اسے واپس کر دیا۔ ان تحفوں میں ماریہ قبطیہ (زوجہ آنحضرت) اور ان کی ہمشیرہ شیریں (زوجہ حسان بن ثابت) ایک دلدل نامی جانور برائے حضرت علی، یعفور نامی دراز گوش مابور نامی خواجہ سرا شامل تھے۔

اصحاب کا تاریخی اجتماع اور تبلیغ رسالت کی آخری منزل

حضرت علی کی خلافت کا اعلان

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلاق عالم نے انتخاب خلافت کو اپنے لیے مخصوص رکھا ہے اور اس میں لوگوں کا دسترس نہیں ہونے دیا۔ فرماتا ہے: ربک یخلق مایشاء ویختار ماکان لھم الخیرۃ سبحان اللہ تعالی عمایشرکون۔

تمہارا رب ہی پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (نبوت وخلافت) کے لیے منتخب کرتا ہے یاد رہے کہ انسان کو نہ انتخاب کا کوئی حق ہے اور نہ وہ اس میں خدا کے شریک ہوسکتے ہیں (پ ۲۰ رکوع ۱۰) یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے تمام خلفاء آدم سے خاتم تک خود مقرر کئے ہیں اور ان کا اعلان اپنے نبیوں کے ذریعہ سے کرایا ہے۔ (روضۃ الصفا، تاریخ کامل، تاریخ ابن الوری، عرائس ثعلبی وغیرہ) اور اس میں تمام انبیاء کے کردار کی موافقت کا اتنا لحاظ رکھا ہے کہ تاریخ اعلان تک میں فرق نہیں آنے دیا۔ علامہ مجلسی وعلامہ بہائی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء نے خلافت کا اعلان ۱۸/ ذی الحجہ کو کیا ہے (جامع عباسی واختیارات مجلسی) مورخین کا اتفاق ہے کے آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۸/ ذی الحجہ کو بمقام غدیر خم حکم خدا سے حضرت علی کے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

حجۃ الوداع

حضرت رسول کریم صلعم ۲۵/ ذی قعدہ ۱۰ ء ہجری کو حج آخر کے ارادہ سے روانہ ہو کر ۴/ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے آپ کے ہمراہ آپ کی تمام بیبیاں اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا تھیں روانگی کے وقت ہزاروں صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوگئی حضرت علی یمن سے مکہ پہنچے حضور صلعم نے فرمایا کہ تم قربانی اور مناسک حج میں میرے شریک ہو۔ اس حج کے موقع پر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے آنحضرت صلعم کو مناسک حج ادا کرتے ہوئے دیکھا اور معرکۃ الاراء خطبے سنے جن میں بعض باتیں یہ تھیں۔

۱۔ جاہلیت کے زمانہ کے دستور کچل ڈالنے کے قابل ہیں۔ ۲۔ عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ ۳۔ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ۴۔ غلاموں کا خیال ضروری ہے۔ ۵۔ جاہلیت کے تمام خون معاف کردیئے گئے۔ ۶۔ جاہلیت کے تمام واجب الادا سود باطل کردیئے گئے۔

غرضکہ حج سے فراغت کے بعد آپ مدینہ کے ارادہ سے ۱۴/ ذی الحجہ کو روانہ ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب آپ کے ہمراہ تھے جحفہ کے قریب مقام غدیر پر پہنچتے ہی آیہ بلغ کا نزول ہوا آپ نے پالان اشتر کا منبر بنایا اور بلا کو حکم دیا کہ ”حی علی خیر العمل“ کہہ

کمر آوازیں دیں مجمع سمٹ کر نقطہ اعتدال پر آگیا آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا جس میں حمد وثنا کے بعد اپنی افضلیت کا اقرار لیا اور فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن اور دوسرے میرے اہلبیت ۔

اس کے بعد علی کو اپنے نزدیک بلا کر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل ظاہر ہوگئی پھر فرمایا" من کنت مولاہ فھذاعلی مولاہ جس کا میں مولاہ ہوں اس کے یہ علی مولاہیں خدایا علی جدھر مڑیں حق کو اسی طرف موڑ دینا پھر علی کے سر پر سیاہ عمامہ باندھا لوگوں نے مبارکبادیاں دینی شروع کیں سب آپ کی جانشینی سے مسرور ہوئے حضرت عمر نے بھی نمایاں الفاظ میں مبارکباد دی جبرئیل نے بھی بزبان قرآن اکمال دین اور اتمام نعمت کا مژدہ سنایا۔

سیرہ حلبیہ میں ہے کہ یہ جانشینی ۱۸ / ذی الحجہ کو واقع ہوئی ہے نور الابصار صفحہ ۷۸ میں ہے کہ ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے حضرت کے عمل غدیر خم پر اعتراض کیا تو اسی وقت آسمان سے اس پر ایک پتھر گرا اور وہ مرگیا۔

واضح ہو کہ اس واقعہ غدیر کو امام المحدثین حافظ ابن عبدہ نے ایک سو صحابہ سے اس حدیث غدیر کی روایت کی ہے امام جزری وشافعی نے اسی صحابیوں سے امام احمد بن حنبل نے تیس صحابیوں سے اور طبری نے پچھتر صحابیوں سے روایت کی ہے علاوہ اس کے تمام اکابر اسلام مثلاً ذہبی صنعائی اور علی القاری وغیرہ اسے مشہور اور متواتر مانتے ہیں (منہج الوصول صدیق حسن ص ۱۳ تفسیر ثعلبی فتح البیان صدیق حسن جلد ۱ ص ۴۸)۔

واقعہ مباہلہ

نجران یمن میں ایک مقام ہے وہاں عیسائی رہتے تھے اور ہاں ایک بڑا کلیسا تھا آنحضرت صلعم نے انہیں بھی دعوت اسلام بھیجی ، انھوں نے تحقیق حالات کے لئے ایک وفد زیر قیادت عبدالمسیح عاقب مدینہ بھیجا وہ وفد مسجد نبوی کے صحن میں آکر ٹھہرا حضرت سے مباحثہ ہوا مگر وہ قائل نہ ہوئے حکم خدا نازل ہوا " فقل تعالوا ندع ابناء نا " الخ ائے پیغمبران سے کہدو کہ دونوں اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اور اپنے نفسوں کو لاکر مباہلہ کریں ۔ چنانچہ فیصلہ ہوگیا اور ۲۴ / ذی الحجہ ۱۰ کو پنجتن پاک جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لئے نکلے نصاری کے سردار نے جونہی ان کی شکلیں دیکھیں کانپنے لگا اور مباہلہ سے باز آیا۔ خراج دینا منظور کیا جزیہ دے کر رعایا بننا قبول کرلیا (معراج العرفان ص ۱۳۵ ، تفسیر بیضاوی ص ۷۴)۔

سرور کائنات کے آخری لمحات زندگی

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آپ کی وہ علالت جو بروایت مشکواۃ خیبر میں دئے ہوئے زہر کے کروٹ لینے سے ابھرا کرتی تھی مستمر ہوگئی آپ علیل رہنے لگے بیماری کی خبر کے عام ہوتے ہی جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہونے لگے جن میں مسیلمہ کذاب

،اسود عنسی، طلیحہ، سجاح زیادہ نمایاں تھے لیکن خدانے انہیں ذلیل کیا اسی دوران میں آپ کو اطلاع ملی کہ حکومت روم مسلمانوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کررہی ہے آپ نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں وہ حملہ نہ کردیں اسامہ بن زید کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ علی کے علاوہ اعیان مہاجروانصارمیں سے کوئی بھی مدینہ میں نہ رہے اوراس روانگی پر اتنا زور دیا کہ یہ تک فرمایا "لعن اللہ من تخلف عنہا" جو اس جنگ میں نہ جائے گا اس پر خدا کی لعنت ہوگی اس کے بعد آنحضرت نے اسامہ کو اپنے ہاتھوں سے تیار کرکے روانہ کیا انہوں نے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف میں کیمپ لگایا اوراعیان صحابہ کا انتظار کرنے لگے لیکن وہ لوگ نہ آئے۔ مدارج النبوت جلد ۲ ص ۴۸۸ وتاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۰ وطبری جلد ۳ ص ۱۸۸ میں ہے کہ نہ جانے والوں میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر بھی تھے۔ مدارج النبوت جلد ۲ ص ۴۹۴ میں ہے کہ آخر صفر میں جب کہ آپ کو شدید دردسر تھا آپ رات کے وقت اہل بقیع کے لئے دعا کی خاطر تشریف لے گئے حضرت عائشہ نے سمجھا کہ میری باری میں کسی اوربیوی کے وہاں چلے گئے ہیں۔ اس پر وہ تلاش کے لیے نکلیں توآپ کو بقیع میں محو دعا پایا۔

اسی سلسہ میں آپ نے فرمایا کیا اچھا ہوتا اے عائشہ کہ تم مجھ سے پہلے مرجاتیں اورمیں تمہاری اچھی طرح تجہیز وتکفین کرتا انہوں نے جواب دیا کہ آپ چاہتے ہیں میں مرجاؤں توآپ دوسری شادی کرلیں۔ اسی کتاب کے ص ۴۹۵ میں ہے کہ آنحضرت کی تیمارداری آپ کے اہل بیت کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اہل بیت کو تیمارداری میں پیچھے رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

واقعہ قرطاس

حجۃ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیرخم اپنی جانشینی کا اعلان کرچکے تھے اب آخری وقت میں آپ نے یہ ضروری سمجھتے ہوئے کہ اسے دستاویزی شکل دیدوں اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم ودوات اورکاغذ دیدو تاکہ میں تمہارے لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جو تمہیں گمراہی سے ہمیشہ ہمیشہ بچانے کے لیے کافی ہو یہ سن کر اصحاب میں باہمی چہ می گوئیاں ہونے لگیں لوگوں کے رجحانات قلم ودوات دے دینے کی طرف دیکھ کر حضرت عمر نے کہا "ان الرجل لیھجرحسبناکتاب اللہ" یہ مرد ہذیان بک رہاہے ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے صحیح بخاری پ ۳۰ ص ۸۴۲ علامہ شبلی لکھتے ہیں روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں ۔۔۔۔

حضرت عمر نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا (الفاروق ص ۶۱) لغت میں ہذیان کے معنی بیہودہ گفتن یعنی بکواس کے ہیں (صراح جلد ۲ ص ۱۲۳)

شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں "جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انہوں نے تو دھینگا مستی سے منصوبہ ہی چٹکیوں میں اڑادیا اور مزاحمت کی یہ تاویل کی کہ ہمارے ہدایت کے لیے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب کے حواس برجا نہیں ہیں۔

کاغذ، قلم ودوات کالانا کچھ ضروری نہیں خدا جانے کیا کیا لکھوادیں گے۔ (امہات الامۃ صفحہ ۹۲) اس واقعہ سے آنحضرت کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے جھنجلا کر فرمایا قوموا عنی میرے پاس سے ہٹ اٹھ کر چلے جاؤ نبی کے روبرو شوروغل انسانی ادب نہیں ہے علامہ طریحی لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں پانچ افراد نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، ابوعبیدہ، عبدالرحمن، سالم غلام حذیفہ نے متفقہ عہدوپیمان کیا تھا کہ "لانوہذہ الامرفی بنی ہاشم" پیغمبر کے بعد خلافت بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے (مجمع البحرین) میں کہتا ہوں کہ کون یقین کرسکتا ہے کہ جیش اسامہ میں رسول سے سرتابی کرنے والوں جس میں لعنت تک کی گئی ہے اور واقعہ قرطاس میں حکم کو بکواس بتلانے والوں کو رسول خدا نے نماز کی امامت کا حکم دیدیا ہوگا میرے نزدیک امامت نماز کی حدیث ناقابل قبول ہے۔

وصیت اور احتضار

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آخری وقت آپ نے فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے اپنے باپ ابوبکر پھر عمر کو بلایا انہوں نے پھر یہی فرمایا تو میں نے علی کو بلا بھیجا آپ نے علی کو چادر میں لے لیا اور آخر تک سینے سے لپٹائے رہے (ریاض النضرۃ ص ۱۸۰ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جناب سیدہ اور حسنین کو طلب فرمایا اور حضرت علی کو بلا کر وصیت کی اکرہا جیش اسامہ کے لیے میں نے فلاں یہودی سے قرض لیا تھا اسے ادا کردینا اور اے علی تمہیں میرے بعد سخت صدمات پہنچیں گے تم صبر کرنا اور دیکھو جب اہل دنیا دنیا پرستی کریں تو تم دین اختیار کئے رہنا (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۵۵۹، مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۱۵، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۱۹)
۔

رسول کریم کی شہادت

حضرت علی علیہ السلام سے وصیت فرمانے کے بعد آپ کی حالت متغیر ہوگئی حضرت فاطمہ جن کے زانو پر سر مبارک رسالمآب تھا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ انتہائی پریشانی میں تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے اذن حضوری چاہا میں نے داخلہ سے منع کردیا، اور کہا اے شخص یہ وقت ملاقات نہیں ہے اس وقت واپس چلا جا اس نے کہا میری واپسی ناممکن ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہوجاؤں آنحضرت کو جو قدرے افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا اے فاطمہ اجازت دے دو یہ ملک الموت ہیں فاطمہ نے اجازت دیدی اور وہ داخل خانہ ہوئے پیغمبر کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی مولا یہ پہلا دروازہ ہے جس پر میں نے اجازت مانگی ہے اور اب آپ کے

بعد کسی کے دروازے پر اجازت طلب نہ کروں گا (عجائب القصص علامہ عبدالواحد ص ۲۸۲، روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۱۶، انوار القلوب ص ۱۸۸)۔

الغرض ملک الموت نے اپنا کام شروع کیا اور حضور رسول کریم نے بتاریخ ۲۸/ صفر ۱۱ ء ہجری یوم دوشنبہ بوقت دوپہر ظاہری خلعت حیات اتاردیا(مودۃ القربی ص ۴۹ م ۱۴ طبع بمبئی ۳۱۰ ہجری اہلبیت کرام میں رونے کا کہرام مچ گیا حضرت ابوبکر اس وقت اپنے گھر محلہ سخ گئے ہوئے تھے جومدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا حضرت عمر نے واقعہ وفات کونشر ہونے سے روکا اور جب حضرت ابوبکر آگئے تو دونوں سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے جومدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا اور باطل پر مشوروں کے لیے بنایا گیا تھا (غیاث اللغات) اورانہیں کے ساتھ ابوعبیدہ بھی چلے گئے جوغسال تھے غرض کہ اکثر صحابہ رسول خدا کی لاش چھوڑ کر ہنگامہ خلافت میں جاشریک ہوئے اور حضرت علی نے غسل وکفن کا بندوبست کیا حضرت علی غسل دینے میں ، فضل ابن عباس حضرت کا پیراہن اونچا کرنے میں ، عباس اور قثم کروٹ بدلوانے میں اوراسامہ وشقران پانی ڈالنے میں مصروف ہوگئے اورانہیں چھ آدمیوں نے نمازجنازہ پڑھی اوراسی حجرہ میں آپ کے جسم اطہر کودفن کردیا گیا جہاں آپ نے وفات پائی تھی ابوطلحہ نے قبر کھودی۔

حضرت ابوبکر وحضرت عمر آپ کے غسل وکفن اور نماز میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ جب یہ حضرات سقیفہ سے واپس آئے توآنحضرت کی لاش مطہر سپردخاک کی جاچکی تھی

(کنزالعمال جلد ۳ ص ۱۴۰، ارجح المطالب ص ۶۷۰، المرتضی ص ۳۹، فتح الباری جلد ۶ ص ۴)۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی (تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۵۲)۔

وفات اورشہادت کا اثر

سرورکائنات کی وفات کا اثریوں توتمام لوگوں پر ہوا ، اصحاب بھی روئے اور حضرت عائشہ نے بھی ماتم کیا (مسنداحمدبن حنبل جلد ۶ ص ۲۷۴، تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۲، تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۷) لیکن جوصدمہ حضرت فاطمہ کوپہنچا اس میں وہ منفرد تھیں تاریخ سے معلوم ہوتاہے کہ آپ کی وفات سے عالم علوی اورعالم سفلی بھی متاثرہوئے اوران میں جوچیزیں ہیں ان میں بھی اثرات ہویداہوئے علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت نے ام معبدکے وہاں قیام فرمایا آپ کے وضوکے پانی سے ایک درخت اگا، جوبہترین پھل لاتارہا، ایک دن میں نے دیکھاکہ اس کے پتے جھڑ ہوئے ہیں اور میوے گرے ہوئے ہیں میں حیران ہوئی کہ ناگاہ خبروفات سرورعالم پہنچی پھرتیس سال بعددیکھاگیاکہ اس میں تمام کانٹے اگ آئے تھے بعدمیں معلوم ہواکہ حضرت علی نے شہادت پائی پھرمدت مدیدکے بعداس کی جڑسے خون تازہ ابلتاہوادیکھاگیا بعدمیں معلوم ہواکہ حضرت امام حسین نے شہادت پائی ہے اس کے بعد وہ خشک ہوگیا (عجائب القصص ص ۲۵۹ بحوالہ ربیع الابرارزمخشری)۔

آنحضرت کی شہادت کا سبب

یہ ظاہر ہے کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو درجہ شہادت پر فائز نہ ہوا ہو۔ حضرت رسول کریم سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک سب ہی شہید ہوئے ہیں کوئی زہر سے شہید ہوا، کوئی تلوار سے شہید ہوا ان میں ایک خاتون تھیں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ وہ ضرب شدید سے شہید ہوئیں ان چودہ معصوموں میں تقریبا تمام کی شہادت کا سبب واضح ہے لیکن حضرت محمد مصطفی صلعم کی شہادت کے سبب سے اکثر حضرات ناواقف ہیں اس پر روشنی ڈالتا ہوں۔

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد الغزالی کی کتاب سر العالمین کے ص ۷ طبع بمبئی ۱۳۱۴ ھ اور کتاب مشکوٰۃ شریف کے باب ۳ ص ۵۸ سے واضح ہے کہ آپ کی شہادت زہر کے ذریعہ ہوئی ہے اور بخاری شریف کی ج ۳ طبع مصر ۱۳۱۴ ء کے باب اللدود ص ۱۲۷ کتاب الطب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہے کہ "آنحضرت کو دوا میں ملا کر زہر دیا گیا تھا۔

میرے نزدیک رسول کریم کے بستر علالت پر ہونے کے وقت کے واقعات وحالات کے پیش نظر دوا میں زہر ملا کر دیا جانا متوقع نہیں ہے علامہ محسن فیض "کتاب الوافی" کی جلد ۱ کے ۱۶۶ میں بحوالہ تہذیب الاحکام تحریر فرماتے ہیں کہ حضور مدینہ می ں زہر سے شہید ہوئے ہیں ۔ الخ۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں زہر خورانی کی تشہیر اخفائے جرم کے لیے کی گئی ہے۔

ازواج

چند کنیزوں کے علاوہ جنہیں ماریہ اور ریحانہ بھی شامل تھیں آپ کے گیارہ بیویاں تھیں جن میں سے حضرت خدیجۃ اور زینب بنت خزیمہ نے آپ کی زندگی میں وفات پائی تھی اور نو بیویوں نے آپ کی وفات کے بعد انتقال فرمایا آنحضرت کی بیویوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱ ۔ خدیجۃ الکبریٰ ۲ ۔ سودہ ۳ ۔ عائشہ ۴ ۔ حفصہ ۵ ۔ زینب بنت خزیمہ ۶ ۔ ام سلمہ ۷ ۔ زینب بنت جحش ۸ ۔ جزیریہ بنت حارث ۹ ۔ ام حبیبہ ۱۰ ۔ صفیہ ۱۱ ۔ میمونہ

اولاد

آپ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جناب ابراہیم کے علاوہ جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے سب بچے حضرت خدیجۃ کے بطن سے تھے حضور کی اولاد کے نام حسب ذیل ہیں:

۱ ۔ حضرت قاسم طیب : آپ بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اوردوسال کی عمرمیں وفات پا گئے۔

۲ ۔ جناب عبداللہ : جو طاہر کے نام سے مشہور تھے بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

۳ ۔ جناب ابراہیم : ۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰ ہجری میں انتقال کر گئے۔

۴ ۔ حضرت فاطمۃالزہرا : آپ پیغمبر اسلام کی اکلوتی بیٹی تھیں آپ کے شوہر حضرت علی اور بیٹے حضرت امام حسن اورامام حسین تھے آں جناب کی نسل سے گیارہ امام پیدا ہوئے اوران ہی کے ذریعہ سے رسول خدا کی نسل بڑھی اورآپ کی اولادکا سیادت کا شرف نصیب ہوااوروہ قیامت تک ''سید'' کہی جائے گی۔

حضرت رسول کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت میں میرے سلسہ نسب کے علاوہ سارے سلسلے ٹوٹ جائیں گے اورکسی کا رشتہ کسی کے کام نہ آئے گا (صواعق محرقہ ص ۹۳)

علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء کی اولادہمیشہ قابل تعظیم سمجھی جاتی رہی ہے ،ہمارے نبی اس سلسلہ میں سب سے زیادہ حق دارہیں (روضۃ الشہداء ص ۴۰۴) امام المسلمین علامہ جلال الدین فرماتے ہیں کہ حضرات حسنین کی اولاد کے لیے سیادت مخصوص ہے مردہویاعورت جوبھی ان کی نسل سے ہے وہ قیامت تک ''سید'' رہے گا ''ویجب علی اجمع الخلق تعظیمھم ابدا'' اورساری کائنات پرواجب ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ ان کی تعظیم کرتی رہے (لوامع التنزیل ج ۳ ص ۴،۳ ، اسعاف الراغبین برحاشیۂ نوالابصار شبلنجی ص ۱۱۴ طبع مصر)۔

حضرت علی علیہ السّلام

نام

پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کا نام اللہ کے نام پر علی رکھا ۔ حضرت ابو طالب و فاطمہ بنت اسد نے پیغمبر اسلام (ص) سے عرض کیا کہ ہم نے ہاتف غیبی سے یہی نام سنا تھا۔

القاب

آپ کے مشہور القاب امیر المومنین ، مرتضی، اسد اللہ، ید اللہ، نفس اللہ، حیدر، کرار، نفس رسول اور ساقی کوثر ہیں۔

کنیت

حضرت علی علیہ السّلام کی مشہور کنیت ابو الحسن و ابو تراب ہین۔

والدین

حضرت علی (ع) ہاشمی خاندان کے وہ پھلے فرزند ہیں جن کے والد اور والدہ دونوں ہاشمی ہیں ۔ آپ کے والد ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم ہیں اور ماں فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں ۔

ھاشمی خاندان قبیلہ قریش میں اور قریش تمام عربوں میں اخلاقی فضائل کے لحاظ سے مشہور و معروف تھے ۔

جواں مردی ، دلیری ، شجاعت اور بہت سے فضائل بنی ہاشم سے مخصوص تھے اور یہ تمام فضائل حضرت علی (ع) کی ذات مبارک میں بدرجہ اتم موجود تھے ۔

ولادت

جت حضرت علی (ع) کی ولادت کا وقت قریب آیا تو فاطمہ بنت اسد کعبہ کے پاس ائیں اور آپنے جسم کو اس کی دیوار سے مس کر کے عرض کیا:

پروردگارا ! میں تجھ پر، تیرے نبیوں پر، تیری طرف سے نازل شدہ کتابوں پر اور اس مکان کی تعمیر کرنے والے، آپنے جد ابراہیم (ع) کے کلام پر راسخ ایمان رکھتی ہوں ۔

پروردگارا ! تجھے اس ذات کے احترام کا واسطہ جس نے اس مکان مقدس کی تعمیر کی اور اس بچہ کے حق کا واسطہ جو میرے شکم میں موجود ہے، اس کی ولادت کو میرے لئے آسان فرما ۔

ابھی ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کہ کعبہ کی جنوبی مشرقی دیوار ، عباس بن عبد المطلب اوریزید بن تعف کی نظروں کے سامنے شگافتہ ہوئی، فاطمہ بنت اسد کعبہ میں داخل ہوئیں اور دیوار دوبارہ مل گئی ۔ فاطمہ بنت اسد تین دن تک روئے زمین کے اس سب سے مقدس مکان میں اللہ کی مھمان رہیں اور تیرہ رجب سن ۳۰/ عام الفیل کو بچہ کی ولادت ہوئی ۔ ولادت کے بعد جب فاطمہ بنت اسد نے کعبہ سے باہر آنا چاہا تو دیوار دو بارہ شگافتہ ہوئی، آپ کعبہ سے باہر تشریف لائیں اور فرمایا :" میں نے غیب سے یہ پیغام سنا ہے کہ اس بچے کا " نام علی " رکھنا " ۔

بچپن اور تربیت

حضرت علی (ع) تین سال کی عمر تک آپنے والدین کے پاس رہے اور اس کے بعد پیغمبر اسلام (ص) کے پاس آگئے۔ کیون کہ جب آپ تین سال کے تھیاس وقت مکہ میں بہت سخت قحط پڑا ۔ جس کی وجہ سے رسول اللہ (ص) کے چچا ابو طالب کو اقتصادی مشکل کابہت سخت سامنا کرنا پڑا ۔ رسول اللہ (ص) نے آپنے دوسرے چچا عباس سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک، ابو طالب کے ایک ایک بچے کی کفالت آپنے ذمہ لے لے تاکہ ان کی مشکل آسان ہو جائے ۔ اس طرح عباس نے جعفر اور رسول اللہ (ص) نے علی (ع) کی کفالت آپنے ذمہ لے لی ۔

حضرت علی (ع) پوری طرح سے پیغمبر اکرم (ص) کی کفالت میں آگئے اور حضرت علی علیہ السّلام کی پرورش براہِ راست حضرت محمد مصطفیٰ کے زیر نظر ہونے لگی ۔ آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے آپنا پورا وقت، اس چھوٹے بھائی کی علمی اورا خلاقی تربیت میں صرف کیا. کچھ تو حضرت علی (ع) کے ذاتی جوہر اور پھر اس پر رسول جیسے بلند مرتبہ مربیّ کا فیض تربیت ، چنانچہ علی علیہ السّلام دس برس کے سن میں ہی اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ جب پیغمبر اسلام (ص) نے رسالت کا دعوی ک یا، تو آپ نے ان کی تصدیق فرمائ ۔ آپ ہمیشہ رسول اللہ (ص) کے ساتھ رہتے تھے، یہاں تک کہ جب پیغمبر اکرم (ص) شھر سے باہر، کوہ و بیابان کی طرف جاتے تھے تو آپ کو آپنے ساتھ لے جاتے تھے ۔

پیغمبر اکرم (ص) کی بعثت اور حضرت علی (ع)

جب حضرت محمد مصطفٰے (ص) چالیس سال کے ہوئے تو اللہ نے انہیں عملی طور پر آپنا پیغام پہنچانے کے لئے معین فرمایا ۔ اللہ کی طرف سے پیغمبر (ص) کو جو یہ ذمہ داری سونپی گئ ، اسی کو بعثت کہتے ہیں .

حضرت محمد (ص) پر وحی الٰھی کے نزول و پیغمبری کے لئے انتخاب کے بعدکی تین سال کی مخفیانہ دعوت کے بعد بالاٰخر خدا کی طرف سے وحی نازل ہویٔ اور رسول اللہ (ص) کو عمومی طور پر دعوت اسلام کا حکم دیا گیا ۔

اس دوران پیغمبر اکرم (ص) کی الٰھی دعوت کے منصوبوں کو عملی جامہ پھنانے والے تنہا حضرت علی (ع) تھے۔ جب رسول اللہ (ص) نے اپنے اعزاء و اقرباء کے درمیان اسلام کی تبلیغ کے لئے انہیں دعوت دی تو آپ کے ھمدرد و ھمدم، تنہا حضرت علی (ع) تھے ۔

اس دعوت میں پیغمبر خدا (ص) نےحاضرین سے سوال کیا کہ آپ میں سے کون ہے جو اس راہ میں میری مدد کرے اور آپ کے درمیان میرا بھائی، وصی اور جانشین ہو؟

اس سوال کا جواب فقط حضرت علی (ع) نے دیا : " اے پیغمبر خدا ! میں اس راہ میں آپ کی نصرت کروں گا ۔ پیغمبر اکرم (ص) نے تین مرتبہ اسی سوال کی تکرار اورتینوں مرتبہ حضرت علی (ع) کا جواب سننے کے بعد فرمایا :

اے میرے خاندان والوں ! جان لو کہ علی میرا بھائی اور میرے بعد تمھارے درمیان میرا وصی و جانشین ہے ۔

علی (ع) کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ (ع) رسول اللہ (ص) پر ایمان لانے والے سب سے پھلے شخص ہیں ۔ اس سلسلے میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں :

"بزرگ علماء اور گروہ معتزلہ کے متکلمین کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ علی بن ابی طالب (ع) وہ پھلے شخص ہیں جو پیغمبر اسلام پر ایمان لائے اور پیغمبر خدا (ص) کی تصدیق کی " ۔

رسول اسلام کی بعثت، زمانہ , ماحول, شہر اور آپنی قوم و خاندان کے خلاف ایک ایسی مہم تھی، جس میں رسول کا ساتھ دینے والا کوئ نظر نہ ی اتا تھا ۔ بس ایک علی علیہ السّلام تھے کہ جب پیغمبر نے رسالت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان کا اقرارکیا . دوسری ذات جناب خدیج ۃ ال کبریٰ کی تھی، جنھوں نے خواتین کے طبقہ میں سبقتِ اسلام ک ا شرف حاصل کیا۔

پیغمبر کادعوائے رسالت کرنا تھا کہ مکہ کا ہر آدمی رسول کادشمن نظر انے لگا . وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اورامانتداری کادم بھرتے تھے اج آپ کو (معاذ اللہ (یوانہ, جادو گر اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے۔ اللہ کے رسول کے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، انہیں پتھر مارے جاتے اور ان کے سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا. اس مصیبت کے وقت میں رسول ک ے شریک صرفاور صرف حضرت علی علیہ السّلام تھے، جو بھائی کا ساتھ دینے میں کبھی بھی ہمت نہیں ہار تے تھے ۔ وہ ہمیشہ محبت ووفاداری

کادم بھرتے رہیاور ہرموقع پر رسول کے سینہ سپر رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی ایا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کرلیا کہ پیغمبر اور ان کے تمام گھر والوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے. حضرت ابو طالب علیہ السّلام نے آپنے تمام ساتھیوں کو حضرت محمد مصطفیٰ سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کردیا۔ وہان پر تین برس تک قید و بند کی زندگی بسر کرنی پڑی. کیون کہ اس دوران ہر رات یہ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مار دے. اس لئے ابو طالب علیہ السّلام نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسول کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے، بلکہ ک بھی رسول کے بستر پر جعفر کو اور جعفر کے بستر پر رسول کو ک بھی عقیل کے بستر پر رسول کو اور رسول کے بستر پر عقیل کو ک بھی علی کے بستر پر رسول کو اور رسول کے بستر پر علی علیہ السّلام کو لٹا تے رہتے تھے. مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسول کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا کوئ بیٹا قتل ہوجائے مگر رسول کا بال بیکانہ ہونے پائے. اس طرح علی علیہ السّلام بچپن سے ہی فداکاری اور جان نثاری کے سبق کو عملی طور پر دہراتے رہے.

رسول کی ہجرت اور حضرت علی (ع)

حضرت علی (ع) کے دیگر افتخارات میں سے ایک یہ ہے کہ جب شب ہجرت مشرک دشمنوں نے رسول اللہ (ص) کے قتل کی سازش رچی تو آپ (ع) نے پوری شجاعت کے ساتھ رسول اللہ (ص) کے بستر پر سو کر انکی سازش کو ناکام کردیا۔

حضرت ابو طالب علیہ السّلام کی وفات سے پیغمبر کا دل ٹوٹ گیا اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کرلیا۔ دشمنوں نے یہ سازش رچی کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبر کے گھر کو گھیر لیں اور حضرت کو شہید کرڈالیں۔ جب حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے آپنے جاں نثار بھائی علی علیہ السّلام کو بلا کر اس سازش کے بارے میں اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان اس طرح بچ سکتی ہے اگر آج رات آپ میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور میں مخفی طور پر مکہ سے روانہ ہوجاؤں. کوئی دوسرا ہوتاتو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل دہل جاتا، مگر علی علیہ السّلام نے یہ سن کر کہ میرے ذریعہ سے رسول کی جان کی حفاظت ہوگی، خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسول کا فدیہ قرار دیا جارہا ہے۔ یہی ہوا کہ رسالت ماب شب کے وقت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے اور علی بن ابی طالب علیہ ما السّلام رسول کے بستر پر سوئے۔ چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے. بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں داخل ہو کر رسالت ماآب کو شہید کرڈالیں. علی علیہ السّلام اطمینان کے ساتھ بستر پر ارام کرتے رہے اور اپنی جان کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ جب دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمد نہیں ہیں تو انھوں نے آپ پر یہ دباؤ ڈالا کہ آپ بتلادیں کہ رسول کہا نکلئے ہیں ؟ مگر علی علیہ السّلام نے بڑے بہادرانہ انداز میں یہ بتانے سے قطعیطور پر انکار کردیا. اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ (ص) مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی

پریشانی اور رکاوٹ کے تشریف لے جاسکیں. علی علیہ السّلام تین روزتک مکہ میں رہے. جن لوگوں کی امانتیں رسول اللہ کے پاس تھیں ان کے سپرد کر کیخواتین ُبیت ُرسالت کو آپنے ساتھ لے کرمدینہ کی طرف روانہ ہوئے. آپ کئ روزتک رات دن پیدل چلتے کر اس حالت میں رسول کے پاس پہنچے کہ آپ کے پیروں سے خون بہ رہا تھا. اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علی علیہ السّلام پر رسول کو سب سے زیادہ اعتماد تھااور جس وفاداری, ہمت اور دلیری سے علی علیہ السّلام نے اس ذمہ داری کوپورا کیا ہے وہ بھی آپنی آپ میں ایک مثال ہے۔

شادی

جب رسول اکرم (ص) ہجرت کر کے مدینے گئے تو فاطمہ زہرا السّلام اللہ علیہا بالغ ہو چکی تھیں اور پیغمبر(ص) اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا السّلام اللہ علیہا ک ی شادی کی فکر میں تھے.کیوں کہ رسول(ص) اپنی بیٹی س ے بہت محبت کرتے تھے اور انہیں اتنی عزت دیتے تھے کہ جب فاطمہ زہرا السّلام اللہ علیہا ان کے پاس تشریف لاتی تھیں تو رسولاللہ (ص)ان کی تعظیم کے ل ئے کھڑے ہوجاتے تھے.اس لئے ہر شخص رسول کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف حاصل کرنے کی تمنا میں تھا. کچھ لوگوں نے ہمت کر کے سول کو پیغام بھی دیا مگر حضرت نے سب کی خواہشوں کو رد کردیا اور فرمایا کہ فاطمہ کی شادی اللہ کے حکمِ بغیر نہیں ہو سکتی ۔

عمر و ابوبکر قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ سے مشورہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پھونچ چکے تھے کہ علی (ع) کے سوا کوئی بھی زھرا (س) کے ساتھ ازدواج کی لیاقت نہیں رکھتا۔ ایک دن جب حضرت علی (ع) انصار رسول (ص) میں سے کسی کے باغ میں آبیاری کررہے تھیتو انھوں نے اس موضوع کو آپ (ع) کے سامنے چھیڑا اور آپ نے فرمایا :

" میں بھی دختر رسول (ص) سے شادی کا خواہاں ہوں ، یہ کہہ کر آپ رسول اللہ (ص) کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب رسول اللہ (ص) کی خدمت میں پھونچے تو رسول اللہ (ص) کی عظمت اس بات میں مانع ہوئی کہ آپ (ع) کچہ عرض کریں ۔جب رسول اللہ (ص) نے آنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت علی (ع) نے اپنے فضائل، تقویٰ اور اسلام کے لئے آپنے سابقہ کارناموں کی بنیادپر عرض کیا : "آیا آپ فاطمہ کو میرے عقد میں دینا بہتر سمجھتے ہیں ؟"

حضرت زھرا (س) کی رضامندی کے بعد رسول اللہ (ص) نے یہ رشتہ قبول کر لیا۔

ہجرت کا پہلا سال تھاکہ رسول نے علی علیہ السّلام کو اس عزت کے لئے منتخب کیا. یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئ. حضرت فاطمہ (س) کا مہر حضرت علی علیہ السّلام سے لے کر اسی سے ُکچھ گھر کا سامان خریدا گیاجسے جہیز طور پر دیا گیا۔ وہ سامان

بھی کیا تھا؟ کچھ مٹی کے برتن، ضرمے کی چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر، چرخہ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک. حضرت زہرا (س) کا مہر ایک سو سترہ تولے چاندی قرار پایا، جسیحضرت علی علیہ السّلام نے آپنی زرہ فروخت کر کے ادا کیا۔

کتابت وحی

وحی الٰھی کی کتابت اور بہت سے تاریخی و سیاسی اسناد کی تنظیم اور دعوت الٰھی کے تبلیغی خطوط لکھنا، حضرت علی (ع) کے بہت اہم کاموں میں سے ایک ہے۔ آپ (ع) قرآنی آیات کو لکھتے اور منظم و کرتے تھے اسی لئے آپ کو کاتبان وحی اور حافظان قرآن میں شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت علیہ اا سلام، پیغمبر اسلام (ص) کے بھائ

پیغمبر اسلام (ص) نیمدینے پہنچ کر مسلمانوں کے درمیان بھائ کا رشتہ قائم کیا۔ عمر کو ابو بکر کا بھائ بنا یا طلحہ کو زبیر کا بھائ قرار دیا و۔۔۔۔۔ اور حضرت علی (ع) کو رسول اللہ (ص) نے اپنا بھائ بنایا اور حضرت علی (ع) سے فرمایا:

"تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو، اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔۔۔ میں تمھیں آپنی اخوت کے لئے انتخاب کرتا ہوں، ایک ایسی اخوت جو دونوں جھان میں برقرار رہے"۔

حضرت علی علیہ السلام اور اسلامی جہاد

اسلام کے دشمنوں نے پیغمبر اسال (ص) کو مدینہ میں چین سے نہ بیٹھنے دیا. جو مسلمان مکہ میں تھے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں کچھ کو قتل کر دیا گیا، کچھ کو قیدی بنا لیا گیا اور کچھ کو مارا پیٹا گیا.یہی نہیں بلکھانہوں نے اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسول کے خلاف مدینہ پر چڑاہئی کردی۔ اس موقع پر رسول اللہ (ص) کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کریں، کیوں کہ انھوں نے آپ کو پریشانی کے عالم میں پناہ دی تھی اور آپ کی نصرت و مداد کا وعدہ کیا تھا، لہذا آپ نے یہ کسی طرح پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں اور دشمن کو مدینہ کی پر امن ابادی میں داخل ہونے اور عورتوں اور بچوں کو پریشان کرنے کا موقع دیں. آپ کے ساتھیوں تعداد بہت کم تھی۔ آپ کے پاس کل تین سو تیرہ آدمی تھے اور مب کے پاس ہتھیار بھی نہیں تھے، مگر آپ نے یہ طے کیا کہ ہم مدینے سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ یہ اسلام کی پہلی جنگ ہوئ جو آگے چل کر جنگِ بدر کے نام سے مشہور ہوئ. اس جنگ میں رسول اللہ (ص) نے آپنے عزیزوں کو زیادہ آگے رکھا، جس کی وجہ سے آپ کے چچا زاد بھائ عبید ابن حارث ابن عبدالمطلب اس جنگ میں شہید ہوگئے. علی علیہ السّلام ابن ابی طالب کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ

تھا۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۵ برس تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علی علیہ السّلام کے سر ہی بندھا۔ جتنے مشرکین قتل ہوئے ان میں سے ادھیحضرت علی علیہ السّلام کے ہاتھ سے اور ادھے، باقی مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس کے بعد، اُحد، خندق، خیبراور اخرمیں حنین یہ وہ بڑی جنگیں تھیں جن میں حضرت علی علیہ السّلام نے رسول کے ساتھ رہ کر اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ تقریباً ان تمام جنگوں میں علی علیہ السّلام کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا . اس کے علاوہ بہت سی جنگیں ایسی تھیں جن میں رسول نیحضرت علی علیہ السّلام کو تنہا بھیجا اورانھوں نے اکیلے ہی بہادری اورثابت قدمی کے ساتھ فتح حاصل کی اور استقلال، تحمّل اور شرافت ُنفس کا وہ مظاہرہ کیا کہاس کا اقرار خود ان کے دشمن کو بھی کرنا پڑا۔ جب خندق کی جنگ میں دشمن کے سب سے بڑے سورماعمروبن عبدود کو آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لیے اس کے سینے پر سوار ہوئے تو اس نے آپ کے چہرے پر لعب دہن پھینک دیا۔ آپ کو غصہ اگیا اور آپ اس کے سینے سے اتر آئے . صرف اس خیال سے کہ اگراس غصّیکی حالت میں اس کو قتل کیا تو یہ عمل خواہش نفس کے مطابق ہوگا، خدا کی راہ میں نہ ہوگا۔ اسی لئے آپ نے اس کو کچھ دیر کے بعد قتل کیا۔ اس زمانے میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لیے اس کی لاش کو برہنہ کردیتے تھے، مگر حضرت علی علیہ السّلام نے اس کی زرہ نہیں اُتاری جبکہ وہ بہت قیمتی تھی . چناچہجب عمرو کی بہن آپنے بھائ کی لاش پر ائ تو اس نے کہا کہاگر علی کے علاوہ کسی اور نے میرے بھائ کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی، مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر اگیا کہ اس کاقاتل شریف انسان ہے جس نے آپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی۔ آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں یا بچّوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ کیا .

غدیر خم

پیغمبر اکرم (ص) آپنی پر برکت زندگی کے آخری سال میں حج کا فریضہ انجام دینے کے بعدمکہ سیمدینے کی طرف پلٹ رہے تھے، جس وقت آپ کا قافلہ جحفہ کے نزدیک غدیر خم نامی مقام پرپہنچا تو جبرئیل امین یہ آیہ بلغ لیکرنازل ہوئے، پیغمبر اسلام (ص) نے قافلیکو ٹھرنے کا حکم دیا ۔

نماز ظھر کے بعد پیغمبر اکرم (ص) اونٹوں کے کجاوں سے بنے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا :

" ایھا الناس ! وہ وقت قریب ہے کہ میں دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے تمھارے درمیان سے چلا جاؤں ، لہذا بتاو کہ میرے بارے میں تمہاری کیا رای ہے؟ "

سب نے کہا : " ہم گواہی دیتے ہیں آپ نے الٰھی آئین و قوانین کی بہترین طریقے سے تبلیغ کی ہے " رسول اللہ (ص) نے فرمایا " کیا تم گواہی دیتے ہو کہ خدائے واحد کے علاوہ کوئ دوسرا خدا نہیں ہے اور محمد خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے "۔

پھر فرمایا: " ایھا الناس ! مومنوں کے نزدیک خود ان سے بھتر اور سزا وار تر کون ہے ؟"۔

لوگوں نے جواب دیا : " خدا اور اس کا رسول بھتر جانتے ہیں " ۔
پھر رسول اللہ (ص) نے حضرت علی (ع) کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا
: " ایھا الناس ! من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علی مولا ہیں " ۔
رسول اللہ (ص) نے اس جملے کی تین مرتبہ تکرار کی ۔
اس کے بعد لوگوں نے حضرت علی (ع) کو اس منصب ولایت کے لئے مبارک باددی اور آپ (ع) کے ہاتھوں پر بیعت کی ۔

حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر اسلام (ص) کی نظر میں

علی علیہ السّلام کے امتیازی صفات اور خدمات کی بنا پر رسول ان کی بہت عزت کرتے تھے او آپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے کبھی یہ کہتے تھے کہ »علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں« . کبھی یہ کہا کہ »میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے. کبھی یہ کہا »آپ سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علی ہے. کبھی یہ کہا» علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السّلام سے تھی. کبھی یہ کہا» علی مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہوتا ہے.,,
کبھی یہ کہ»وہ خدا اور رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں ,,یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علی علیہ السّلام کو نفسِ رسول کا خطاب ملا. عملی اعزاز یہ تھا کہ جب مسجد کے صحن میں کھلنے والے، سب کے دروازے بند ہوئے تو علی کا دروازہ کھلا رکھا گیا. جب مہاجرین وانصار میں بھائی کا رشتہ قائم کیا گیا تو علی علیہ السّلام کو پیغمبر نے آپنا بھائی قرار دیا۔ اور سب سے اخر میں غدیر خم کے میدان میں مسلمانوں کے مجمع میں علی علیہ السّلام کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے یہ اعلان فرما دیا کہ جس طرح میں تم سب کا حاکم اور سرپرست ہوں اسی طرح علی علیہ السّلام، تم سب کے سرپرست اور حاکم ہیں۔ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ تمام مسلمانوں نے علی علیہ السّلام کو مبارک باددی اور سب نے سمجھ لیا کہ پیغمبر نے علی علیہ السّلام کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کردیا ہے.

رسول اللہ (ص) کی وفات اور حضرت علی علیہ السلام

ہجرت کا دسواں سال تھا کہ پیغمبر خدا (ص) ایک ایسے مرض میں بتلا ہوئے، جو ان کے لئے مرض الموت ثابت ہوا۔ یہ خاندانُ رسول کے لئے بڑی مصیبت کا وقت تھا۔ حضرت علی علیہ السّلام رسول کی بیماری میں آپ کے پاس موجود رہ کر تیمارداری کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اور رسول اللہ (ص) بھی آپنے پاس سے ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت علی علیہ السّلام کا جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے. پیغمبر اسلام (ص) نے علی علیہ السّلام کو آپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور ضروری

وصیتیں فرمائیں. اس گفتگو کے بعد بھی حضرت علی علیہ السّلام کو آپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا. جس وقت رسول اللہ (ص) کی روح جسم سے جدا ہوئی، اس وقت بھی حضرت علی علیہ السّلام کا ہاتھ رسول کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔

جس نے زندگی بھر پیغمبر کا ساتھ دیا ہو، وہ بعد رسول ان کی لاش کو کس طرح چھوڑ سکتا تھا، لہذا رسول کی تجہیز وتکفین اور غسل کا تمام کام علی علیہ السّلام نیاپنے ہاتھوں سے انجام دیا اور رسول اللہ (ص) کواپنے ہاتھوں سے قبر میں رکھ کر دفن کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت

رسول اللہ (ص) کے بعد حضرت علی علیہ السّلام نے پچیس برس خانہ نشینی میں بسر کیئے۔ جب سن ۳۵ ھجری قمری میں مسلمانوں نے خلافت اُسلامی کا منصب حضرت علی علیہ السّلام کے سامنے پیش کیا تو پہلیتو آپ نے انکار کر دیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھا تو آپ نے اس شرط سے منظور کرلیا کہ میں قران اور سنت ُپیغمبر (ص) کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رورعایت سے کام نہ لوں گا۔ جب مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کر لیا تو آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی- مگر زمانہ آپ کی خالص دینی حکومت کو برداشت نہ کرسکا، لہذا بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ، جنھیں آپ کی دینی حکومت کی وجہ سے آپنے اقتدار کے ختم ہوجانے کا خطر ہمحسوس ہو گیا تھا، وہ آپ کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ آپ نے ان سب سے مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا، جس کے نتیجے میں جمل، صفین، اور نہروان کی جنگیں ہوئیں. ان جنگوں میں حضرت علی بن ابی طالب علیہما السّلام نے اس شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر، احد، خندق، وخیبر میں کسی وقت دیکھی جاچکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی. ان جنگوں کی وجہ سے آپ کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ آپ اس طرح اصلاح فرماتے جیسا کہ آپ کا دل چاہتا تھا. پھر بھی آپ نے اس مختصر سی مدّت میں، سادہ اسلامی زندگی، مساوات اور نیک کمائی کے لیے محنت ومزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کردئے۔ آپ شہنشاہ اُسلام ہونے کے باوجود کجھوروں کی دکان پر بیٹھنا اور آپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنا بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھالیتے تھے. جو مال بیت المال میں اتا تھا اسے تمام حقداروں کے درمیان برابر تقسیم کردیتے تھے ۔ یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی عقیل نیجب یہ چاہا کہ انہیں، دوسرے مسلمانوں سے کچھ زیادہ مل جائے، تو آپ نے انکار کردیا اور فرمایا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو یہ ممکن تھا، مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے، لہذا مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے اپنے کسی عزیز کو دوسروں سے زیادہ حصہ دوں۔ انتہا یہ ہے کہ اگر آپ کبھی رات کے وقت بیت المال میں حساب وکتاب میں مصروف ہوتے اور کوئی ملاقات کے لیے آجاتا اور غیر متعلق باتیں کرنے لگتا تو آپ چراغ کو بجھادیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہیں ہونا چاہئے. آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں ائے وہ جلد سے جلد حق داروں تک پہنچ جائے. آپ اسلامی خزانے میں مال کو جمع کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت

جنگ نھروان کے بعد خوارج میں سے کچھ لوگ جیسے عبد الرحمن بن ملجم مرادی ، ومبرک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی ایک رات میں ایک جگہ جمع ہوئیاور نھروان میں مارے گئے اپنیساتھیوں کو یاد کیا کرتے ہوئے ان دنوں کے حالات اور داخلی جنگوں کے بارے میں تبادلہ خیال کرنیلگے۔ بالآخروہ اس نتیجہ پر پھونچے کہ اس قتل و غارت کی وجہ حضرت علی (ع) معاویہ اور عمرو عاص ہیں اور اگر ان تینوں افراد کو قتل کر دیا جائے تو مسلمان اپنے مسائل کو خود حل کر لیں گے۔ لھذا انھوں نے آپس میں طیکیا کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی ان میں سے ایک ایک کو قتل کرے گا۔

ابن ملجم نے حضرت علی (ع) کے قتل کا عھد کیا اور سن ۴۰ ہجری قمری میں انیسویں رمضان المبارک کی شب کو کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد کوفہ میں آکر بیٹھ گیا۔ اس شب حضرت علی (ع) اپنی بیٹی کے گھر مھمان تھے اور صبح کو واقع ہونے والے حادثہ سے با خبر تھے۔ لھذا جب اس مسئلہ کو اپنی بیٹی کے سامنے بیان کیا تو ام کلثوم نے کہا کہ کل صبح آپ ۔۔۔کو مسجد میں بھیج دیجئے۔

حضرت علی (ع) نے فرمایا : قضائے الٰھی سے فرار نہیں کیا جا سکتا۔ پھر آپنے کمر کے پٹکے کو کس کمر باندھا اور اس شعر کو گنگناتیہوئے مسجد کی طرف روانہ ہوگئے۔

" اپنی کمر کو موت کے لئے کس لو ، اس لئے کہ موت تم سے ملاقات کرے گی ۔

اور جب موت تمھاری تلاش میں آئے تو موت کے ڈر سے نالہ و فریاد نہ کرو"۔

حضرت علی (ع) سجدہ میں تھے کہ ابن ملجم نے آپ کے فرق مبارک پر تلوار کا وار کیا۔ آپ کے سر سے خون جاری ہوا آپ کی داڑھی اور محراب خون سے رنگین ہوگئ۔ اس حالت میں حضرت علی (ع) نے فرمایا : " فزت و رب الکعبہ "کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ پھر سورہ طہ کی اس آیت کی تلاوت فرمائی :

"ہم نے تم کو خاک سے پیدا کیا ہے اور اسی خاک میں واپس پلٹا دیں گے اور پھر اسی خاک تمھیں دوبارہ اٹھائیں گے"۔

حضرت علی (ع) اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی لوگوں کی اصلاح و سعادت کی طرف متوجہ تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹوں، عزیزوں اور تمام مسلمانوں سے اس طرح وصیت فرمائی :

" میں تمہیں پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ تم اپنے تمام امور کو منظم کرو اور ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح کی فکر کرتے رھو ۔ یتیموں کو فراموش نہ کرو ۔ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرو ۔ قرآن کو اپنا عملی نصاب قرار دو ،نماز کی بہت زیادہ قدر کرو، کیوں کہ یہ تمھارے دین کا ستون ہے"۔

آپ کے رحم وکرم اور مساوات پسندی کا عالم یہ تھا کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کرکے آپ کے سامنے لایا گیا، اورآپ نے دیکھا کہ اس کاچہرہ زرد ہے اور انکھوں سے انسو جاری ہیں، تو آپ کو اس پر بھی رحم اگیا۔ آپنے اپنے دونوں بیٹوں امام حسن علیہ السّلام وامام حسین علیہ السّلام کوہدایت فرمائی کہ یہ ہمارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا، جو کچھ خود کھانا وہ اسے کھلانا، اگر میں صحتیاب ہوگیا تومجھے اختیار ہے کہ چاہے اسے سزا دوں یا معاف کردوں اور اگر میں دنیا میں نہ رہا اور آپ نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضربت لگاناکیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے ۔ اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کرنا کیوں کہ یہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

حضرت علی علیہ السّلام دو روزتک بستر بیماری پر کرب و بیچینی کے ساتھ کروٹیں بدلتے رہے۔ اخر کار زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱رمضان کو نمازِ صبح کے وقت آپ کی روح جسم سے پرواز کرگئ. حضرت امام حسن و امام حسین علیھما السّلام نے تجہیزو تکفین کے بعد آپ کے جسم اطہر کو نجف میں دفن کر دیا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

نام، القاب و کنیت

نام فاطمہ اور مشہور لقب زہرا ، سیدۃ النساء العلمین ، راضیۃ، مرضیۃ، شافعۃ، صدیقہ ، طاہرہ ، زکیہ، خیر النساء اور بتول ہیں۔ اورآپ کی مشہور کنیت ام الآئمۃ، ام الحسنین، ام السبطین اور اِم ابیہا ہے۔ ان تمام کنیتوں میں سب سے زیادہ حیرت انگیز ام ابیھا ہے، یعنی اپنے باپ کی ماں ، یہ لقب اس بات کا ترجمان ہے کہ آپ اپنے والد بزرگوار کو بے حد چاہتی تھیں اور کمسنی کے باوجود اپنے بابا کی روحی اور معنوی پناہ گاہ تھیں ۔

پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کو ام ابیھا کا لقب اس لئے دیا ۔ کیونکہ عربی میں اس لفظ کے معنی، ماں کے علاوہ اصل اور مبداء کے بھی ہیں یعنی جڑ اور بنیاد ۔ لھذا اس لقب (ام ابیھا) کا ایک مطلب نبوت اور ولایت کی بنیاد اور مبدا بھی ہے۔ کیونکر یہ آپ ہی کا وجود تھا، جس کی برکت سے شجرہ امامت اور ولایت نے رشد پایا ، جس نے نبوت کو نابودی اور نبی خدا کو ابتریت کے طعنہ سے بچایا۔

والدین

آآپ کیوالد ماجد ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفی(ص) اور والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خولدہیں۔ ہم اس باپ کی تعریف میں کیا کھیں، جو ختم المرسلین، حبیب خدا اور منجی بشریت ہو ؟ کیا لکھیں اس باپ کی تعریف میں جسکیتمام اوصاف و کمالات لکھنے سے قلم عاجز ہو؟ فصحاء وبلغاء عالم ،جس کے محاسن کی توصیف سے ششدر ہوں؟ اور آپ کی والدہ ماجدہ، جناب خدیجہ بنت خویلد جو قبل از اسلام قریش کی سب سیزیادہ با عفت اور نیک خاتون تھیں۔ وہ عالم اسلام کی سب سے پھلی خاتون تھیں، جو خورشید اسلام کے طلوع کے بعد حضرت محمد مصطفی(ص) پر ایمان لائیں اور اپنا تمام مال دنیا اسلام کو پروان چڑھانے کیلئے اپنے شوھر کے اختیار میں دے دیا ۔ تاریخ اسلام، حضرت خدیجہ (س)کی پیغمبر اسلام (ص) کے ساتھ وفاداری اور جان و مال کی فداکاری کو ہر گز نہیں بھلا سکتی۔ جیسا کہ خود پیغمبر اسلام (ص) کے کردار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک آپ زندہ تھیں کوئی دوسری شادی نہیں کی اور ہمیشہ آپ کی عظمت کا قصیدہ پڑھا ، عائشہ زوجہ پیغمبر (ص) فرماتی ہیں :

ازواج رسول (ص) میں کوئی بھی حضرت خدیجہ کے مقام و احترام تک نہیں پھونچ پائی۔ پیغمبر اسلام (ص) ہمیشہ انکا ذکر خیر کیا کرتے تھے اور اتنا احترام کہ گویا ازواج میں سے کوئی بھی ان جیسی نہیں تھی ۔

پھر عائشہ کھتی ہیں : میں نیایک دن پیغمبر اسلام (ص) سے کہا : وہ محض ایک بیوہ عورت تھیں، تو یہ سن کر پیغمبر اسلام (ص) اس قدر ناراض ہوئے کہ آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور پھر فرمایا : خدا کی قسم میرے لئے خدیجہ سے بھتر کوئی نہیں تھا ۔
جب سب لوگ کافر تھے تو وہ مجھ پر ایمان لائیں، جب سب لوگ مجھ سے رخ پھیر چکے تھے تو انہون نے اپنی ساری دولت میرے حوالے کردی ۔ خدا نے مجھے اس سے ایک ایسی بیٹی عطا کی کہ جو تقویٰ ، عفت و طھارت کا نمونہ ہے ۔
پھر عائشہ کہتی ہیں : میں یہ بات کہہ کر بہت ارمندہ ہوئی اور میں نے پیغمبر اسلام (ص) سے عرض کیا : اس بات سے میرا کوئی غلط مقصد نہیں تھا ۔
حضرت فاطمہ زھراء (س) ایسی والدہ اور والد کی آغوش پروردہ ہیں ۔

ولادت

حضرت فاطمہ زھرا (ع) کیتاریخ ولادت کے سلسلہ میں علماء اسلام کے درمیان اختیاف ہے۔ لیکن اہج بیت عصمت و طہارت کی روایات کی بنیاد پر آپ کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ۲۰ جمادی الثانی، بروز جمعہ مکہ معظمہ میں ہوئی ۔

بچپن اور تربیت

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پانچ برس تک اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبری کے زیر سایہ رہیں اور جب بعثت کے دسویں برس خدیجۃ الکبریٰ علیہا السّلامکا انتقال ہو گیا ماں کی اغوش سے جدائی کے بعد، ان کا گھوارہ تربیت صرف باپ کا سایہ رحمت تھا اور پیغمبر اسلام کی اخلاقی تربیت کا افتاب تھا جس کی شعاعیں براہِ راست اس بے نظیر گوہر کی اب وتاب میں اضافہ کررہی تھیں.
جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا ک و اپنے بچپن میں بہت سے ناگوار حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ پانچ سال کے سن میں سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا۔ اب باپ کے زیر سایہ زندگی شروع ہوئ تو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے رسول کو دی جانے والی اذیتین سامنے تھیں کبھی اپنے بابا کے جسم مبارک کو پتھرون سے لہو لہان دیکھتیں تو کبھی سنتی کے مشرکوں نے بابا کے س پر کوڑا ڈال دیا۔ کبھی سنتیں کہ دشمن بابا کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ مگر اس کم سنی کے عالم میں بھی سیّدہ عالم نہ ڈریں نہ سہمیں نہ گھبرائیں بلکہ اس ننھی سی عمر میں اپنے بزرگ مرتبہ باپ کی مددگار بنی رہیں

حضرت فاطمہ (س) کی شادی

یہ بات شروع سے ہی سب پر عیاں تھی کہ علی (ع) کے علاوہ کوئی دوسرا دختر رسول (ص) کا کفو و ہمتا نہیں ہے ۔ اس کے باوجود بھی بہت سے ایسے لوگ، جو اپنے آپ کو پیغمبر (ص) سے نزدیک سمجھتے تھے اپنے دلوں میں دختر رسول (ص) سے شادی کی امید لگائے بیٹھے تھے ۔

مورخین نے لکھا ہے : جب سب لوگوں نے قسمت آزمائی کر لی تو حضرت علی (ع) سے کہنا شروع کر دیا : اے علی (ع) آپ دختر پیغمبر (ص) سے شادی کے لئے نسبت کیوں نہیں دیتے ۔ حضرت علی (ع) فرماتے تھے : میرے پاس ایسا کچھ بھی نہیں ہے جس کی بنا پر میں اس راہ میں قدم بڑھاؤں ۔ وہ لوگ کہتے تھے : پیغمبر (ص) تم سے کچھ نہیں مانگیں گے ۔

آخر کار حضرت علی (ع) نے اس پیغام کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کیا ۔ اور ایک دن رسول اکرم (ص) کے بیت الشرف میں تشریف لے گئے لیکن شرم و حیا کی وجہ سے آپ اپنا مقصد ظاہر نہیں کر پا رہے تھے ۔

مورخین لکھتے ہیں کہ :آپ اسی طرح دو تین مرتبہ رسول اکرم (ص) کے گھر گئے لیکن اپنی بات نہ کہہ سکے۔ آخر کار تیسری مرتبہ پیغمبر اکرم (ص) نے پوچھ ہی لیا : اے علی کیا کوئی کام ہے ؟

حضرت امیر (ع) نے جواب دیا : جی ، رسول اکرم (ص) نے فرمایا : شاید زہراء سے شادی کی نسبت لے کر آئے ہو ؟ حضرت علی (ع) نے جواب دیا، جی۔ چونکہ مشیت الٰھی بھی یہی چاہ رہی تھی کہ یہ عظیم رشتہ برقرار ہو لھذا حضرت علی (ع) کے آنے سے پہلیہی رسول اکرم (ص) کو وحی کے ذریعہ اس بات سے آگاہ کیا جا چکا تھا ۔ بہتر تھا کہ پیغمبر (ص) اس نسبت کا تذکرہ زہراء سے بھی کرتے لھذا آپ نے اپنی صاحب زادی سے فرمایا : آپ ، علی (ع) کو بہت اچھی طرح جانتی ہیں ، وہ مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں ، علی (ع) اسلام سابق خدمت گذاروں اور با فضیلت افرادمیں سے ھیں، میں نے خدا سے یہ چاہا تھا کہ وہ تمھارے لئے بھترین شوھر کا انتخاب کرے ۔

اور خدا نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں آپ کی شادی علی (ع) سے کر دوں آپ کی کیا رائے ہے ؟

حضرت زھراء (س) خاموش رہیں ، پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کی خاموشی کو آپ کی رضا مندی سمجھا اور خوشی کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے وھاں سے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ پھر حضرت امیر (ع) کو شادی کی بشارت دی۔ حضرت فاطمہ زھرا (س) کا مھر ۴۰ مثقال چاندی قرار پایا اور اصحاب کے ایک مجمع میں خطبہ نکاح پڑھا دیا گیا ۔قابل غور بات یہ ہے کہ شادی کے وقت حضرت علی (ع) کے پاس ایک تلوار ، ایک ذرہ اور پانی بھرنے کے لئے ایک اونٹ کے علاوہ کچہ بھی نہیں تھا ، پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا : تلوار کو جھاد کے لئے رکھو ، اونٹ کو سفر اور پانی بھرنے کے لئے رکھو لیکن اپنی زرہ کو بیچ ڈالو تاکہ شادی کے وسائل خرید سکو ۔ رسول اکرم (ص) نے جناب سلمان فارسی سے کھا : اس زرہ کو بیچ دو جناب سلمان نے اس زرہ کو پانچ سو درھم میں بیچا ۔ پھر

ایک بھیڑ ذبح کی گئ اور اس شادی کا ولیمہ ہوا ۔ جھیز کا وہ سامان جو دختر رسول اکرم (ص) کے گھر لایا گیا تھا، اس میں چودہ چیزیں تھی ۔

شھزادی عالم، زوجہ علی (ع)، فاطمہ زھراء (ع) کا بس یہی مختصر سا جہیز تھا ۔ رسول اکرم (ص) اپنے چند با وفا مھاجر اور انصار اصحاب کے ساتھ اس شادی کے جشن میں شریک تھے ۔ تکبیروں اور تہلیوں کی آوازوں سے مدینہ کی گلیوں اور کوچوں میں ایک خاص روحانیت پیدا ہو گئی تھی اور دلوں میں سرور و مسرت کی لہریں موج زن تھیں ۔ پیغمبر اسلام (ص) اپنی صاحب زادی کا ہاتھ حضرت علی (ع) کے ہاتھوں میں دے کر اس مبارک جوڑے کے حق میں دعا کی اور انھیں خدا کے حوالے کر دیا ۔ اس طرح کائنات کے سب سے بہتر جوڑے کی شادی کے مراسم نہایت سادگی سے انجام پائے ۔

حضرت فاطمہ (س) کا اخلاق و کردار

حضرت فاطمہ زھرا اپنی والدہ گرامی حضرت خدیجہ کی والا صفات کا واضح نمونہ تھیں جو دو سخا، اعلیٰ فکری اور نیکی میں اپنی والدہ کی وارث اور ملکوتی صفات و اخلاق میں اپنے پدر بزرگوار کی جانشین تھیں۔ وہ اپنے شوھر حضرت علی (ع) کے لئے ایک دلسوز، مھربان اور فدا کار زوجہ تھیں ۔آپ کے قلب مبارک میں اللہ کی عبادت اور پیغمبر کی محبت کے علاوہ اور کوئی تیسرا نقش نہ تھا۔ زمانہ جاہلیت کی بت پرستی سے آپ کو سوں دور تھیں ۔ آپ نیشادی سے پہلے کی ۹ سال کی زندگی کے پانچ سال اپنی والدہ اور والد بزرگوار کے ساتھ اور ۴ سال اپنے بابا کے زیر سایہ بسر کئے اور شادی کے بعد کے دوسرے نو سال اپنے شوھر بزرگوار علی مرتضیٰ (ع) کے شانہ بہ شانہ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت، اجتماعی خدمات اور خانہ داری میں گذارے ۔ آپ کا وقت بچوں کی تربیت گھر کی صفائی اور ذکر و عبادت خدا میں گذرتا تھا ۔ فاطمہ (س) اس خاتون کا نام ہے جس نے اسلام کے مکتب تربیت میں پرورش پائی تھی اور ایمان و تقویٰ آپ کے وجود کے ذرات میں گھل مل چکا تھا ۔

فاطمہ زھرا (س) نے اپنے ماں باپ کی آغوش میں تربیت پائی اور معارف و علوم الٰھی کو، سرچشمہ نبوت سے کسب کیا۔ انہوں نے جو کچھ بھی ازدواجی زندگی سے پھلے سیکھا تھا اسے شادی کے بعد اپنے شوھر کے گھر میں عملی جامہ پھنایا ۔ وہ ایک ایسی مسن و سمجھدار خاتون کی طرح جس نے زندگی کے تمام مراحل طے کر لئے ہوں اپنے اپنے گھر کے امور اور تربیت اولاد سے متعلق مسائل پر توجہ دیتی تھیں اور جو کچھ گھر سے باہر ہوتا تھا اس سے بھی باخبر رہتی تھیں اور اپنے اور اپنے شوھر کے حق کا دفاع کرتی تھیں ۔

حضرت فاطمہ(س) کا نظام عمل

حضرت فاطمہ زہرا نے شادی کے بعد جس نظام زندگی کا نمونہ پیش کیا وہ طبقہ نسواں کے لئے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ گھر کا تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ جھاڑو دینا، کھانا پکانا، چرخہ چلانا، چکی پیسنا اور بچوں کی تربیت کرنا۔ یہ سب کام اور ایک اکیلی سیدہ لیکن نہ تو کبھی تیوریوں پر بل پڑے اور نہ کبھی اپنے شوہر حضرت علی علیہ السّلام سے اپنے لیے کسی مددگار یا خادمہ کے انتظام کی فرمائش کی۔ ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار حضرت رسولِ خدا سے ایک کنیز عطا کرنے کی خواہش کی تو رسول نے بجائے کنیز عطا کرنے کے وہ تسبیح تعلیم فرمائی جو تسبیح فاطمہ زہرا کے نام سے مشہور ہے. ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، 33 مرتبہ الحمد اللہ اور 33 مرتبہ سبحان اللہ۔ حضرت فاطمہ اس تسبیح کی تعلیم سے اتنی خوش ہوئی کہ کنیز کی خواہش ترک کردی۔ بعد میں رسول نے بلاطلب ایک کنیز عطا فرمائی جو فضہ کے نام سے مشہور ہے۔ جناب سیدہ اپنی کنیز فضہ کے ساتھ کنیز جیسا برتاؤ نہیں کرتی تھیں بلکہ اس سے ایک برابر کے دوست جیسا سلوک کرتی تھیں. وہ ایک دن گھر کا کام خود کرتیں اور ایک دن فضہ سے کراتیں۔ اسلام کی تعلیم یقیناً یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں زندگی کے جہاد میں مشترک طور پر حصہ لیں اور کام کریں. بیکار نہ بیٹھیں مگر ان دونوں میں صنف کے اختلاف کے لحاظ سے تقسیم ِعمل ہے. اس تقسیم کار کو علی علیہ السّلام اور فاطمہ نے مکمل طریقہ پر دُنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ گھر سے باہر کے تمام کام اور اپنی قوت بُازو سے اپنے اور اپنے گھر والوں کی زندگی کے حرچ کا سامان مہیا کرنا علی علیہ السّلام کے ذمہ تھے اور گھر کے اندر کے تمام کام حضرت فاطمہ زہرا انجام دیتی تھیں۔

حضرت زہرا سلام اللہ کا پردہ

سیدہ عالم نہ صرف اپنی سیرت زندگی بلکہ اقوال سے بھی خواتین کے لیے پردہ کی اہمیت پر بہت زور دیتی تھیں. آپ کا مکان مسجدِ رسولِ سے بالکل متصل تھا۔ لیکن آپ کبھی برقع وچادر میں نہاں ہو کر بھی اپنے والدِ بزرگوار کے پیچھے نماز جماعت پڑھنے یا اپ کا وعظ سننے کے لیے مسجد میں تشریف نہیں لائیں بلکہ اپنے فرزند امام حسن علیہ السّلام سے جب وہ مسجد سے واپس جاتے تھے اکثر رسول کے خطبے کے مضامین سن لیا کرتی تھیں. ایک مرتبہ پیغمبر نے منبر پر یہ سوال پیش کر دیا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر کیا چیز ہے یہ بات سیدہ کو معلوم ہوئ تو آپ نے جواب دیا عورت کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نہ اس کی نظر کسی غیر مرد پر پڑے اور نہ کسی غیر مرد کی نظر اس پر پڑے. رسول کے سامنے یہ جواب پیش ہوا تو حضرت نے فرمایا. "کیوں نہ ہو فاطمہ میرا ہی ایک ٹکڑا ہے۔"

حضرت زہرا (س) اور جہاد

اسلام میں عورتوں کا جہاد، مردوں کے جہاد سے مختلف ہے۔ لٰہذا حضرت فاطمہ زہرا نے کبھی میدانِ جنگ میں قدم نہیں رکھا۔ لیکن جب کبھی پیغمبر میدان جنگ سے زخمی ہو کر پلٹتے تو سیدہ عالم ان کے زخموں کو دھوتیں تھیں. اور جب علی علیہ السّلام خون آلود تلوار لے کر آتے تو فاطمہ اسے دھو کر پاک کرتی تھیں۔ وہ اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ ان کا جہاد یہی ہے جیسے وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں رہ کے کرتی ہیں. ہاں صرف ایک موقع پر حضرت زہرا نصرت اسلام کے لئے گھر سے باہر آئیں اور وہ تھا مباہلے کا موقع۔ کیوں کہ یہ ایک پر امن مقابلہ تھا اور اس میں صرف روحانی فتح کا سوال تھا۔ یعنی صرف مباہلہ کا میدان ایسا تھا جہاں سیدہ عالم خدا کے حکم سے برقع وچادر میں نہاں ہو کر اپنے باپ اور شوہر کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں جس کا واقعہ یہ تھا کہ یمن سے عیسائ علماء کا ایک وفد رسول کے پاس بحث ومباحثہ کے لیے ایا اورکئ دن تک ان سے بحث ہوتی رہی جس سے حقیقت ان پر روشن تو ہوگئ مگر سخن پروری کی بنا پر وہ قائل نہ ہونا تھے نہ ہوئے. اس وقت قران کی یہ ایت نازل ہوئ کہ اے رسول اتنے سچے دلائل کے بعد بھی یہ نہیں مانتے تو ان سے کہو کہ پھر جاؤ "ہم اپنے بیٹوں کو لائیں تم اپنے بیٹوں کو لاو، ہم اپنی عورتوں کو لائیں تم اپنی عورتوں کو لاو، ہم اپنے نفسوں کو لائیں تم اپنے نفسوں کو اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور اور جھوٹوں کے لیے اللہ کی لعنت یعنی عذاب کی بددعا کریں." عیسائی علماء پہلے تو اس کے لیے تیار ہوگئے مگر جب رسول اللہ اس شان سے تشریف لے گئے کہ حسن علیہ السّلام اور حسین علیہ السّلام جیسے بیٹے فاطمہ زہرا جیسی خاتون اور علی علیہ السّلام جیسے نفس ان کے ساتھ تھے تو عیسائیوں نے مباہلہ سے انکار کردیا اور مخصوص شرائط پر صلح کرکے واپس ہو گئے.

فاطمہ زہرا (س) اور پیغمبر اسلام

حضرت فاطمہ زہرا (س) کے اوصاف وکمالات اتنے بلند تھے کہ ان کی بنا پر رسول(ص) فاطمہ زہرا (س) سے محبت بھی کرتے تھے اور عزت بھی۔ محبت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ جب آپ کسی عزوہ پر تشریف لے جاتے تھے تو سب سے اخر میں فاطمہ زہرا سے رخصت ہونیتھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے فاطمہ زہرا سے ملنے کے لئے جاتے تھے.

اور عزت و احترام کانمونہ یہ ہے کہ جب فاطمہ(س) ان کے پاس اتی تھیں تو اپ تعظیم کو کھڑے ہوجاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے. رسول کا یہ برتاؤ فاطمہ زہرا کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ نہ تھا.

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیغمبر (ص) کی نظر میں

سیدہ عالم کی فضیلت میں پیغمبر کی اتنی حدیثیں وارد ہوئ ہیں کہ جتنی حضرت علی علیہ السّلام کے سوا کسی دوسری شخصیت کے لیے نہیں ملتیں.

ان میں سے اکثر علماء اسلام میں متفقہ حیثیت رکھتی ہیں. مثلاً "اپ بہشت میں جانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔ ۃ ایمان لانے والی عوتوں کی سردار ہیں.,, تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں., »اپ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اپ کی ناراضگی سیااللہ ناراض ہوتا ہے,,»جس نے اپ کو ایذادی اس نے رسول کو ایذا دی,. اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں جو معتبر کتابوں میں درج ہیں.

فاطمہ زہرا (س) پر پڑنے والی مصیبتیں

افسوس ہے کہ وہ فاطمہ (س) جن کی تعظیم کو رسول کھڑے ہوجاتے تھے بعدِ رسول اہل زمانہ کا رخ ان کی طرف سے پھر گیا۔ ان پر طرہ طرہ کے ظلم ہونے لگے ۔علی علیہ السّلام سے خلافت چھین لی گئ۔پھر اپ سے .بیعت کا سوال بھی کیا جانے لگا اور صرف سوال ہی پر اکتفا نہیں بلکہ جبر وتشدّد سے کام لیا جانے لگا. انتہا یہ کہ سیّدہ عالم کے گھر پر لکڑیاں جمع کردیں گئیں اور آگ لگائی جانے لگی . اس وقتآپ کو وہ جسمانی صدمہ پہنچا، جسے آپ برداشت نہ کر سکیں اور وہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔ ان صدموں اور مصیبتوں کا اندازہ سیّدہ عالم کی زبان پر جاری ہونے والے اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے کہ

صُبَّت علیَّ مصائبُ لوانھّا صبتّ علی الایّام صرن لیا لیا

یعنی مجھ پر اتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ دِنوں پر پڑتیں تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔

سیدہ عالم کو جو جسمانی وروحانی صدمے پہنچے ان میں سے ایک، فدک کی جائداد کا چھن جانا بھی ہے جو رسول نے سیدہ عالم کو مرحمت فرمائی تھی۔ جائیداد کا چلاجانا سیدہ کے لئے اتنا تکلیف دہ نہ تھا جتنا صدمہ اپ کو حکومت کی طرف سے آپ کے دعوے کو جھٹلانے کا ہوا. یہ وہ صدمہ تھا جس کا اثر سیّدہ کے دل میں مرتے دم تکباقی رہا .

حضرت فاطمہ زہرا (س) کی وصیتیں

حضرت فاطمہ زہرا (س) نے خواتین کے لیے پردے کی اہمیت کو اس وقت بھی ظاہر کیا جب اپ دنیا سے رخصت ہونے والی تھیں. اس طرح کہ اپ ایک دن غیر معمولی طور رفکر مند نظر ائیں. اپ کی چچی (جعفر طیار (رض) کی بیوہ) اسماء بنتِ عمیس نے سبب دریافت کیاتو آپ نے فرمایا کہ مجھے جنازہ کے اٹھانے کا یہ دستور اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ عورت کی میّت کو بھی تختہ پر اٹھایا جاتا ہے جس سے اس کاقدوقامت نظر اتا ہے. اسما (رض) نے کہا کہ میں نے ملک حبشہ میں ایک طریقہ جنازہ اٹھانے کا دیکھا ہے وہ غالباً اپ کو پسند ہو. اسکے بعد انھوں نے تابوت کی ایک شکل بناکر دکھائی اس پر سیّدہ عالم بہت خوش ہوئیں

اور پیغمبر کے بعد صرف ایک موقع ایسا تھا کہ اپ کے لبوں پر مسکراہٹ اگئی چناچہ اپ نے وصیّت فرمائی کہ اپ کو اسی طرح کے تابوت میں اٹھایا جائے. مورخین تصریح کرتے ہیں کہ سب سے پہلی لاش جو تابوت میں اٹھی ہے وہ حضرت فاطمہ زہرا کی تھی۔ اسکے علاوہ اپ نے یہ وصیت بھی فرمائی تھی کہ اپ کا جنازہ شبکی تاریکی میں اٹھایا جائے اور ان لوگوں کو اطلاع نہ دی جائے جن کے طرزِ عمل نے میرےدل میں زخم پیدا کر دئے ہیں۔ سیدہ ان لوگوں سے انتہائی ناراضگی کے عالم میں اپ اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

شہادت

سیدہ عالم نے اپنے والد بزرگوار رسولِ خدا کی وفات کے 3مہینہ بعد تیسری جمادی الثانی سن ۱۱ ہجری قمری میں وفات پائی. اپ کی وصیّت کے مطابق اپ کا جنازہ رات کو اٹھایا گیا. حضرت علی علیہ السّلام نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا. صرف بنی ہاشم اور سلیمان فارسی (رض)، مقداد(رض) و عمار(رض) جیسے مخلص و وفادار اصحاب کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ کر خاموشی کے ساتھ دفن کردیا. اپ کے دفن کی اطلاع بھی عام طور پر سب لوگوں کو نہیں ہوئی، جس کی بنا پر یہ اختلاف رہ گیا کہ اپ جنت البقیع میں دفن ہیں یا اپنے ہی مکان میں جو بعد میں مسجدرسول کا جزوبن گیا۔ جنت البقیع میں جو آپ کا روضہ تھا وہ بھی باقی نہیں رہا۔ اس مبارک روضہ کو 8شوال سن ۱۳۴۴ ھجری قمری میں ابن سعود لعنتی نے دوسرے مقابر اہلبیت علیہ السّلام کے ساتھ منہدم کرادیا۔

اولاد

حضرت فاطمہ زہرا (س) کو اللہ نے پانچ اولاد عطا فرمائ جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ شادی کے بعد حضرت فاطمہ زہرا صرف نو برس زندہ رہیں۔ اس نو برس میں شادی کے دوسرے سال حضرت امام حسن علیہ السّلام پیدا ہوئے اور تیسرے سال حضرت امام حسین علیہ السّلام. پھر غالباً پانچویں سال حضرت زینب اور ساتویں سال حضرت امِ کلثوم ۔ نویں سال جناب محسن علیہ السلام بطن میں تھے جبھی وہ ناگوار مصائب پیش ائے جن کے سبب سے وہ دنیا میں تشریف نہ لا سکے اور بطن مادر میں ہی شہید ہو گئے۔ اس جسمانی صدمہ سے حضرت سیّدہ بھی جانبر نہ ہوسکیں. لہذا وفات کے وقت آپ نے دو صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السّلام اور دوصاحبزادیوں زینب کبری و امِ کلثوم کو چھوڑا جو اپنے اوصاف کے لحاظ سے طبقہ خواتین میں اپنی ماں کی سچی جانشین ثابت ہوئیں.

حضرت امام حسن علیہ السلام

آپ کی ولادت

آپ ۱۵ / رمضان ۳ ہجری کی شب کومدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ولادت سے قبل ام الفضل نے خواب میں دیکھاکہ رسول اکرم کے جسم مبارک کاایک ٹکڑامیرے گھرمیں آپہنچاہے خواب رسول کریم سے بیان کیاآپ نے فرمایااس کی تعبیریہ ہے کہ میری لخت جگرفاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیداہوگا جس کی پرورش تم کروگی مورخین کاکہناہے کہ رسول کے گھرمیں آپ کی پیدائش اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی آپ کی ولادت نے رسول کے دامن سے مقطوع النسل ہونے کادھبہ صاف کردیا اوردنیاکے سامنے سورئہ کوثرکی ایک عملی اوربنیادی تفسیرپیش کردی۔

آپ کانام نامی

ولادت کے بعداسم گرامی حمزہ تجویزہورہاتھا لیکن سرورکائنات نے بحکم خدا، موسی کے وزیرہارون کے فرزندوں کے شبروشبیرنام پرآپ کانام حسن اوربعدمیں آپ کے بھائی کانام حسین رکھا، بحارالانوارمیں ہے کہ امام حسن کی پیدائش کے بعدجبرئیل امین نے سرورکائنات کی خدمت میں ایک سفیدریشمی رومال پیش کیا جس پرحسن لکھاہواتھا ماہرعلم النسب علامہ ابوالحسین کاکہناہے کہ خداوندعالم نے فاطمہ کے دونوں شاہزادوں کانام انظارعالم سےپوشیدہ رکھاتھا یعنی ان سے پہلے حسن وحسین نام سے کوئی موسوم نہیں ہواتھا۔ کتاب اعلام الوری کے مطابق یہ نام بھی لوح محفوظ میں پہلے سے لکھاہواتھا۔

زبان رسالت دہن امامت میں

علل الشرائع میں ہے کہ جب امام حسن کی ولادت ہوئی اورآپ سرورکائنات کی خدمت میں لائے گئے تورسول کریم بے انتہاخوش ہوئے اوران کے دہن مبارک میں اپنی زبان اقدس دیدی بحارالانورمیں ہے کہ آنحضرت نے نوزائیدہ بچے کوآغوش میں لے کرپیارکیااورداہنے کان میں اذن میں اوربائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعداپنی زبان ان کے منہ میں دیدی، امام حسن اسے چوسنے لگے اس کے بعدآپ نے دعاکی خدایااس کواوراس کی اولادکواپنی پناہ میں رکھنا بعض لوگوں کاکہناہے کہ امام حسن کولعاب دہن رسول کم اورامام حسین کوزیادہ چوسنے کاموقع دستیاب ہواتھا اسی لیے امامت نسل حسین میں مستقرہوگئی۔

آپ کا عقیقہ

آپ کی ولادت کے ساتویں دن سرکارکائنات نے خود اپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی (اسد الغابۃ جلد ۳ ص ۱۳)۔

علامہ کمال الدین کا بیان ہے کہ عقیقہ کے سلسلے میں دنبہ ذبح کیا گیا تھا (مطالب السؤل ص ۲۲۰) کافی کلینی میں ہے کہ سرورکائنات نے عقیقہ کے وقت جودعا پڑھی تھی اس میں یہ عبارت بھی تھی "اللھم عظمھا بعظمہ، لحمھا بلحمہ دمھا بدمہ وشعرہا بشعرہ اللھم اجعلھا وقاء لمحمد والہ" خدایا اس کی ہڈی مولود کی ہڈی کے عوض، اس کا گوشت اس کے گوشت کے عوض، اس کا خون اس کے خون کے عوض، اس کا بال اس کے بال کے عوض قرار دے اور اسے محمد وآل محمد کے لیے ہر بلا سے نجات کا ذریعہ بنا دے۔

امام شافعی کا کہنا ہے کہ آنحضرت نے امام حسن کا عقیقہ کر کے اس کے سنت ہونے کی دائمی بنیاد ڈال دی (مطالب السؤل ص ۲۲۰)۔

بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے آپ کا ختنہ بھی کرایا تھا لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ امامت کی شان سے مختون پیدا ہونا بھی ہے۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت صرف ابو محمد تھی اور آپ کے القاب بہت کثیر ہیں: جن میں طیب، تقی، سبط اور سید زیادہ مشہور ہیں، محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آپ کا "سید" لقب خود سرورکائنات کا عطا کردہ ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۱)۔

زیارت عاشورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا لقب ناصح اور امین بھی تھا۔

امام حسن پیغمبر اسلام کی نظر میں

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام حسن اسلام پیغمبر اسلام کے نواسے تھے لیکن قرآن نے انہیں فرزند رسول کا درجہ دیا ہے اور اپنے دامن میں جا بجا آپ کے تذکرہ کو جگہ دی ہے خود سرورکائنات نے بے شمار احادیث آپ کے متعلق ارشاد فرمائی ہیں:

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں حسنین کو دوست رکھتا ہوں اور جو انہیں دوست رکھے اسے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ ایک کندھے پر امام حسن کو اور ایک کندھے پر امام حسین کو بٹھائے ہوئے لیے جا رہے ہیں اور باری باری دونوں کا منہ چومتے جاتے ہیں ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے اور حسنین آپ کی پشت پر سوار ہو گئے کسی نے روکنا چاہا تو حضرت نے اشارہ سے منع کردیا (اصابہ جلد ۲ ص ۱۲)

۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں اس دن سے امام حسن کو بہت زیادہ دوست رکھنے لگا ہوں جس دن میں نے رسول کی آغوش میں بیٹھ کر انہیں ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا (نور الابصار ص ۱۱۹) ۔

ایک دن سرورکائنات امام حسن کو کاندھے پر سوار کئے ہوئے کہیں لیے جا رہے تھے ایک صحابی نے کہا کہ اے صاحبزادے تمہاری سواری کس قدر اچھی ہے یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا یہ کہو کہ کس قدر اچھا سوار ہے (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۵ بحوالہ ترمذی)۔

امام بخاری اور امام مسلم لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول خدا امام حسن کو کندھے پر بٹھائے ہوئے فرما رہے تھے خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر ۔

حافظ ابو نعیم ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت نماز جماعت پڑھا رہے تھے کہ ناگاہ امام حسن آگئے اور وہ دوڑ کر پشت رسول پر سوار ہو گئے یہ دیکھ کر رسول کریم نے نہایت نرمی کے ساتھ سر اٹھایا، اختتام نماز پر آپ سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا یہ میرا گل امید ہے"۔" ابنی ہذا سید" یہ میرا بیٹا سید ہے اور دیکھو یہ عنقریب دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

امام نسائی عبداللہ ابن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نماز عشاء پڑھانے کے لیے آنحضرت تشریف لائے آپ کی آغوش میں امام حسن تھے آنحضرت نماز میں مشغول ہو گئے، جب سجدہ میں گئے تو اتنا طول دیا کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید آپ پر وحی نازل ہونے لگی ہے اختتام نماز پر آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ میرا فرزند میری پشت پر آگیا تھا میں نے یہ نہ چاہا کہ اسے اس وقت تک پشت سے اتاروں، جب تک کہ وہ خود نہ اتر جائے، اس لیے سجدہ کو طول دینا پڑا۔

حکیم ترمذی، نسائی اور ابو داؤد نے لکھا ہے کہ آنحضرت ایک دن محو خطبہ تھے کہ حسنین آگئے اور حسن کے پاؤں دامن عبا میں اس طرح الجھے کہ زمین پر گر پڑے، یہ دیکھ کر آنحضرت نے خطبہ ترک کردیا اور منبر سے اتر کر انہیں آغوش میں اٹھا لیا اور منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ شروع فرمایا (مطالب السؤل ص ۲۲۳) ۔

امام حسن کی سرداری جنت

آل محمد کی سرداری مسلمات سے ہے علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ سرور کائنات نے ارشاد فرمایا ہے "الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ وابوہما خیر منہما" حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے والد بزرگوار یعنی علی بن ابی طالب ان دونوں سے بہتر ہیں۔

جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت کو ایک دن بہت زیادہ مسرور پا کر عرض کی مولا آج افراط شادمانی کی کیا وجہ ہے ارشاد فرمایا کہ مجھے آج جبرئیل نے یہ بشارت دی ہے کہ میرے دونوں فرزند حسن و حسین جوانان بہشت کے سردار ہیں اور ان کے والد علی ابن ابی طالب ان سے بھی بہتر ہیں (کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۷، صواعق محرقہ ص ۱۱۷) اس حدیث سے اس کی بھی وضاحت ہو گئی کہ حضرت علی صرف سید ہی نہ تھے بلکہ فرزندان سیادت کے باپ تھے۔

جذبہ اسلام کی فراوانی

مؤرخین کا بیان ہے کہ ایک دن ابو سفیان حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ آنحضرت سے سفارش کر کے ایک ایسا معاہدہ لکھوا دیجئے جس کی روسے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں آپ نے فرمایا کہ آنحضرت جو کچھ کہہ چکے ہیں اب اس میں سر موفرق نہ ہوگا اس نے امام حسن سے شفارش کی خواہش کی، آپ کی عمر اگرچہ اس وقت صرف ۱۴ ماہ کی تھی لیکن آپ نے اس وقت ایسی جرائت کا ثبوت دیا جس کا تذکرہ زبان تاریخ پر ہے لکھا ہے کہ ابو سفیان کی طلب سفارش پر آپ نے دوڑ کر اس کی ڈاڑھی پکڑلی اور ناک مروڑ کر کہا کلمہ شہادت زبان پر جاری کرو، تمہارے لیے سب کچھ ہے یہ دیکھ کر امیر المومنین مسرور ہو گئے (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۴۶)۔

امام حسن اور ترجمانی وحی

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسن کا یہ وطیرہ تھا کہ آپ انتہائی کم سنی کے عالم میں اپنے نانا پر نازل ہونے والی وحی من وعن اپنی والدہ ماجدہ کو سنا دیا کرتے تھے ایک دن حضرت علی نے فرمایا کہ اے بنت رسول میرا جی چاہتا ہے کہ میں حسن کو ترجمانی وحی کرتے ہوئے خود دیکھوں، اور سنوں، سیدہ نے امام حسن کے پہنچنے کا وقت بتادیا ایک دن امیر المومنین حسن سے پہلے داخل خانہ ہو گئے اور گوشۂ خانہ میں چھپ کر بیٹھ گئے امام حسن حسب معمول تشریف لائے اور ماں کی آغوش میں بیٹھ کر وحی سنانا شروع کر دی لیکن تھوڑی دیر کے بعد عرض کی "یا اماہ قد تلجلج لسانی وکل بیانی لعل سیدی یرانی" مادر گرامی آج زبان وحی ترجمان میں لکنت اور بیان مقصد میں رکاوٹ ہو رہی ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میرے بزرگ محترم مجھے دیکھ رہے ہیں یہ سن کر حضرت امیر المومنین نے دوڑ کر امام حسن کو آغوش میں اٹھا لیا اور بوسہ دینے لگے (بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۱۹۳)۔

حضرت امام حسن کا بچپن میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرنا

امام بخاری رقمطراز ہیں کہ ایک دن کچھ صدقہ کی کھجوریں ائی ہوئی تھیں امام حسن اور امام حسین اس کے ڈھیر سے کھیل رہے تھے اور کھیل ہی کھیل کے طور پر امام حسن نے ایک کھجور دہن اقدس میں رکھ لی، یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا اے حسن کیا تمہیں معلوم نہیں ہے ؟ کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے (صحیح بخاری پارہ ۶ ص ۵۲) ۔

حضرت حجۃ الاسلام شہید ثالث قاضی نور اللہ شوشتری تحریر فرماتے ہیں کہ "امام پر اگرچہ وحی نازل نہیں ہوتی لیکن اس کو الہام ہوتا ہے اور وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جس پر علامہ ابن حجر عسقلانی کا وہ قول دلالت کرتا ہے جو انہوں نے صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح میں لکھا ہے جس میں آنحضرت نے امام حسن کے شیر خوارگی کے عالم میں صدقہ کی کھجور کے منہ میں رکھ لینے پر اعتراض فرمایا تھا "کخ کخ اما تعلم ان الصدقۃ علینا حرام " تھو کو تھو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے اور جس شخص نے یہ خیال کیا کہ امام حسن اس وقت دودھ پیتے تھے آپ پر ابھی شرعی پابندی نہ تھی آنحضرت نے ان پر کیوں اعتراض کیا اس کا جواب علامہ عسقلانی نے اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں دیا ہے کہ امام حسن اور دوسرے بچے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان الحسن یطالع لوح المحفوظ امام حسن شیر خوارگی کے عالم میں بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے(احقاق الحق ص ۱۲۷) ۔

امام حسن کا بچپن اور مسائل علمیہ

یہ مسلمات سے ہے کہ حضرت آئمہ معصومین علیہم السلام کو علم لدنی ہوا کرتا تھا وہ دنیا میں تحصیل علم کے محتاج نہیں ہوا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ بچپن میں ہی ایسے مسائل علمیہ سے واقف ہوتے تھے جن سے دنیا کے عام علماء اپنی زندگی کے آخری عمر تک بے بہرہ رہتے تھے امام حسن جو خانوادہ رسالت کی ایک فرد اکمل اور سلسلہ عصمت کی ایک مستحکم کڑی تھے، کے بچپن کے حالات و واقعات دیکھے جائیں تو میرے دعوی کا ثبوت مل سکے گا:

۱ ۔ مناقب ابن شہر آشوب میں بحوالہ شرح اخبار قاضی نعمان مرقوم ہے کہ ایک سائل حضرت ابوبکر کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا کہ میں نے حالت احرام میں شترمرغ کے چند انڈے بھون کر کھالیے ہیں بتائیے کہ مجھ پر کفارہ واجب الاداہوا۔ سوال کا جواب چونکہ ان کے بس کا نہ تھا اس لیے عرق ندامت پیشانی خلافت پر آگیا ارشاد ہوا کہ اسے عبد الرحمن بن عوف کے پاس لے جاؤ، جو ان سے سوال دھرایا تو وہ بھی خاموش ہوگئے اور کہا کہ اس کا حل تو امیر المومنین کر سکتے ہیں۔

سائل حضرت علی کی خدمت میں لایا گیا آپ نے سائل سے فرمایا کہ میرے دو چھوٹے بچے جو سامنے نظر آرہے ہیں ان سے دریافت کرلے سائل امام حسن کی طرف متوجہ ہوا اور مسئلہ دہرایا امام حسن نے جواب دیا کہ تو نے جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی عمدہ

اونٹیاں لے کر انہیں حاملہ کرا اوران سے جو بچے پیدا ہوں انہیں راہ خدا میں ہدیہ خانہ کعبہ کردے ۔ امیر المومنین نے ہنس کر فرمایا کہ بیٹا جواب تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ کچھ حمل ضائع ہوجاتے ہیں اور کچھ بچے مرجاتے ہیں عرض کی باباجان بالکل درست ہے مگر ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کچھ انڈے بھی خراب ہاور گندے نکل جاتے ہیں یہ سن کر سائل پکار اٹھا کہ ایک مرتبہ اپنے عہد میں سلیمان بن داؤد نے بھی یہی جواب دیا تھا جیسا کہ میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔

۲ ۔ ایک روز امیر المومنین مقام رحبہ میں تشریف فرماتے تھے اور حسنین بھی وہاں موجود تھے ناگاہ ایک شخص آکر کہنے لگا کہ میں آپ کی رعایا اور اہل بلد(شہری) ہوں حضرت نے فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نہ میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرے شہر کا شہری ہے بلکہ تو بادشاہ روم کا فرستادہ ہے تجھے اس نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس نے میرے پاس بھیجدیا ہے اس نے کہا یا حضرت آپ کا ارشاد بالکل درست ہے مجھے معاویہ نے پوشیدہ طور پر آپ کے پاس بھیجا ہے اور اس کا حال خداوند عالم کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے مگر آپ بہ علم امامت سمجھ گئے، آپ نے فرمایا کہ اچھا اب ان مسائل کے جوابات ان دو بچوں میں سے کسی ایک سے پوچھ لے وہ امام حسن کی طرف متوجہ ہوا چاہتا تھا کہ سوال کرے امام حسن نے فرمایا:

اے شخص تو یہ دریافت کرنے آیا ہے کہ ۱ ۔ حق وباطل کتنا فاصلہ ہے ۲ ۔ زمین وآسمان تک کتنی مسافت ہے ۳ ۔ مشرق ومغرب میں کتنی دوری ہے ۔

۴ ۔ قوس قزح کیا چز ہے ۵ ۔ مخنث کسے کہتے ہیں ۶ ۔ وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو خداوند عالم نے دوسرے سے سخت اور فائق پیدا کیا ہے۔

سن، حق وباطل میں چار انگشت کا فرق وفاصلہ ہے اکثر وبیشتر جو کچھ آنکھ سے دیکھا حق ہے اور جو کان سے سنا باطل ہے(آنکھ سے دیکھا ہوا یقینی ۔ کان سے سنا ہوا محتاج تحقیق)۔

زمین اور آسمان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھ کی روشنی پہنچ جاتی ہے ۔

مشرق ومغرب میں اتنا فاصلہ ہے کہ سورج ایک دن میں طے کرلیتا ہے ۔

اور قوس وقزح اصل میں قوس خدا ہے اس لئے کہ قزح شیطان کا نام ہے ۔ یہ فراوانی رزق اور اہل زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے اس لئے اگر یہ خشکی میں نمودار ہوتی ہے تو بارش کے حالات میں سے سمجھی جاتی ہے اور بارش میں نکلتی ہے تو ختم باران کی علامت میں سے شمار کی جاتی ہے ۔

مخنث وہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اس کے جسم میں دونوں کے اعضاء ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ تا حد بلوغ انتظار کریں اگر محتلم ہو تو مرد اور حائض ہو اور پستان ابھرائیں تو عورت ۔

اگراس سے مسئلہ حل نہ ہوتو دیکھنا چاہئے کہ اس کے پیشاب کی دھاریں سیدھی جاتی ہیں یا نہیں اگر سیدھی جاتی ہیں تو مرد، ورنہ عورت۔

اور وہ دس چیزیں جن میں سے ایک دوسرے پر غالب وقوی ہے وہ یہ ہیں کہ خدا نے سب سے زائد سخت قوی پتھر کو پیدا کیا ہے مگراس سے زیادہ سخت لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے اوراس سے زائد سخت قوی آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت قوی پانی ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے اوراس سے زائد سخت وقوی ابر ہے جو پانی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتا ہے اوراس سے زائد وقوی ہوا ہے جو ابر کو اڑائے پھرتی ہے اور ہوا سے زائد سخت وقوی فرشتہ ہے جس کی ہوا محکوم ہے اوراس سے زائد سخت وقوی ملک الموت ہے جو فرشتہ باد کی بھی روح قبض کرلیں گے اور موت سے زائد سخت وقوی حکم خدا ہے جو موت کو بھی ٹال دیتا ہے۔یہ جوابات سن کر سائل پھڑک اٹھا۔

۳۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہے اوراسی جگہ ایک شخص ذبح کیا ہوا پڑا ہے جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے اسے قتل کیا ہے، تواس نے کہا ہاں، لوگ اسے جسد مقتول سمیت جناب امیرالمومنین کی خدمت میں لے چلے اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا، اور کہنے لگا کہ اسے چھوڑ دو اس مقتول کا قاتل میں ہوں۔ ان لوگوں نے اسے بھی ساتھ لے لیا اور حضرت کے پاس لے گئے سارا قصہ بیان کیا آپ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ جب تو اس کا قاتل نہیں تھا تو کیا وجہ ہے کہ اپنے کو اس کا قاتل بیان کیا، اس نے کہا یا مولا میں قصاب ہوں گوسفند ذبح کر رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی، اس طرح خون آلود چھری میں لیے ہوئے اس خرابہ میں چلا گیا وہاں دیکھا کہ یہ مقتول تازہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے اتنے میں لوگ آگئے اور مجھے پکڑ لیا میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس وقت جبکہ قتل کے سارے قرائن موجود ہیں میرے انکار کو کون باور کرے گا میں نے اقرار کرلیا۔

پھر آپ نے دوسرے سے پوچھا کہ تو اس کا قاتل ہے اس نے کہا جی ہاں، میں ہی اسے قتل کرکے چلا گیا تھا جب دیکھا کہ ایک قصاب کی ناحق جان چلی جائے گی تو حاضر ہو گیا آپ نے فرمایا میرے فرزند حسن کو بلاؤ وہی اس مقدمہ کا فیصلہ سنائیں گے امام حسن آئے اور سارا قصہ سنا، فرمایا دونوں کو چھوڑ دو یہ قصاب بے قصور ہے اور یہ شخص اگرچہ قاتل ہے مگراس نے ایک نفس کو قتل کیا تو دوسرے نفس (قصاب) کو بچا کر اسے حیات دی اور اسکی جان بچالی اور حکم قرآن ہے کہ ''من احیاها فکانما احیا الناس جمیعا'' یعنی جس نے ایک نفس کی جان بچائی اس نے گویا تمام لوگوں کی جان بچائی لہذا اس مقتول کا خون بہا بیت المال سے دیا جائے۔

۴۔علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شاہ روم نے جب حضرت علی کے مقابلہ میں معاویہ کی چیرہ دستیوں سے آگاہی حاصل کی تو دونوں کو لکھا کہ میرے پاس ایک ایک نمائندہ بھیج دیں حضرت علی کی طرف سے امام حسن اور معاویہ کی طرف سے یزید کی روانگی عمل میں ائی یزید نے وہاں پہنچ کر شاہ روم کی دست بوسی کی اور امام حسن نے جاتے ہی کہا کہ خدا کا شکر ہے میں

یہودی ، نصرانی، مجوسی وغیرہ نہیں ہوں بلکہ خالص مسلمان ہوں شاہ روم نے چند تصاویر نکالیں یزید نے کہامیں ان سے ایک کو بھی نہیں پہنچانتا اور نہ بتا سکتاہوں کہ یہ کن حضرات کی شکلیں ہیں امام حسن نے حضرت آدم ،نوح، ابراہیم، اسماعیل، اور شعیب و یحی کی تصویریں دیکھ کر پہچان لیں اور ایک تصویر دیکھ کر آپ رونے لگے بادشاہ نے پوچھا یہ کس کی تصویر ہے فرمایا میرے جدنامدار کی ،

اس کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ وہ کون سے جاندار ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے آپ نے فرمایا اے بادشاہ وہ سات جاندار ہیں :

۱ - ۲ ۔آدم و حوا

۳ ۔ دنبہ ابراہیم

۴ ناقہ صالح

۵ ۔ ابلیس

۶ ۔ موسوی اژدھا

۷ ۔ وہ کوا جس نے قابیل کی دفن ہابیل کی طرف رہبری کی ۔

بادشاہ نے یہ تبحر علمی دیکھ کر آپ کی بڑی عزت کی اور تحائف کے ساتھ واپس کیا۔

امام حسن اور تفسیر قرآن

علامہ ابن طلحہ شافعی بحوالہ تفیر وسیط واحدی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عباس اور ابن عمر سے ایک آیت سے متعلق "شاہد و مشہود" کے معنی دریافت کئے ابن عباس نے شاہد سے یوم جمعہ اور مشہود سے یوم عرفہ بتایا اور ابن عمر نے یوم جمعہ اور یوم النحر کہا اس کے بعد وہ شخص امام حسن کے پاس پہنچا، آپ نے شاہد سے رسول خدا اور مشہود سے یوم قیامت فرمایا اور دلیل میں آیت پڑھی :

۱ ۔ یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہدا و مبشرا و نذیرا ۔ اے نبی ہم نے تم کو شاہد و بشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے ۔

۲ ۔ ذالک یوم مجموع لہ الناس وذالک یوم مشہود۔ قیامت کا وہ دن ہوگا جس میں تمام لوگ ایک مقام پر جمع ہوں کردیے جائیں گے ، اور یہی یوم مشہود ہے ۔ سائل نے سب کا جواب سننے کے بعد کہا "فکان قول الحسن احسن" امام حسن کا جواب دونوں سے کہیں بہتر ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۵) ۔

امام حسن کی عبادت

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام زبردست عابد، بے مثل زاہد، افضل ترین عالم تھے آپ نے جب بھی حج فرمایا پیدل فرمایا، کبھی کبھی پابرہنہ حج کے لیے جاتے تھے آپ اکثر موت، عذاب، قبر، صراط اور بعثت ونشور کو یاد کرکے رویا کرتے تھے جب آپ وضو کرتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہوجایا کرتا تھا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو بید کی مثل کانپنے لگتے تھے آپ کا معمول تھا کہ جب دروازہ مسجد پر پہنچتے تو خدا کو مخاطب کرکے کہتے میرے پالنے والے تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ میں آیا ہے اسے رحمن ورحیم اپنے اچھائیوں کے صدقہ میں مجھ جیسے برائی کرنے والے بندہ کو معاف کردے آپ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تھے تو اس وقت تک خاموش بیٹھے رہتے تھے جب تک سورج طالع نہ ہوجائے (روضۃ الواعظین بحارالانوار)۔

آپ کا زہد

امام شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے اکثر اپنا سارا مال راہ خدا میں تقسیم کردیا ہے اور بعض مرتبہ نصف مال تقسیم فرمایا ہے وہ عظیم وپرہیزگار تھے۔

آپ کی سخاوت

مورخین لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کچھ مانگا دست سوال دراز ہونا تھا کہ آپ نے پچاس ہزار درہم اور پانچ سو اشرفیاں دے دیں اور فرمایا کہ مزدور لا کر اسے اٹھوا لے جا اس کے بعد آپ نے مزدور کی مزدوری میں اپنا چغا بخش دیا (مراۃ الجنان ص ۱۲۳)۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک سائل کو خدا سے دعا کرتے دیکھا خدایا مجھ دس ہزار درہم عطا فرما آپ نے گھر پہنچ کر مطلوبہ رقم بھجوادی (نورالابصار ص ۱۲۲)۔

آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ تو فاقہ کرتے ہیں لیکن سائل کو محروم واپس نہیں فرماتے ارشاد فرمایا کہ میں خدا سے مانگنے والا ہوں اس نے مجھے دینے کی عادت ڈال رکھی ہے اور میں نے لوگوں کو دینے کی عادت ڈالی رکھی ہے میں ڈرتا ہوں کہ اگر اپنی عادت بدل دوں، تو کہیں خدا بھی نہ اپنی عادت بدل دے اور مجھے بھی محروم کردے (ص ۱۲۳)۔

توکل کے متعلق آپ کا ارشاد

امام شافعی کا بیان ہے کہ کسی نے امام حسن سے عرض کی کہ ابوذرغفاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تونگری سے زیادہ ناداری اور صحت سے زیادہ بیماری پسند ہے آپ نے فرمایا کہ خدا ابوذر پر رحم کرے ان کا کہنا درست ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا کے قضاوقدر پر توکل کرے وہ ہمیشہ اسی چیز کو پسند کرے گا جسے خدا اس کے لیے پسند کرے (مراۃ الجنان جلد ۱ ص ۱۲۵) ۔

امام حسن حلم اوراخلاق کے میدان میں

علامہ ابن شہرآشوب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لیے جارہے تھے راستہ میں معاویہ کے طرف داروں کا ایک شامی سامنے آپڑا اس نے حضرت کو گالیاں دینی شروع کردیں آپ نے اس کا مطلقا کوئی جواب نہ دیا جب وہ اپنی جیسی کرچکا تو آپ اس کے قریب گئے اوراس کو سلام کرکے فرمایا کہ بھائی شاید تو مسافر ہے، سن اگر تجھے سواری کی ضرورت ہوتو میں تجھے سوری دیدوں، اگر تو بھوکا ہے تو کھانا کھلادوں ، اگر تجھے کپڑے درکار ہوں تو کپڑے دیدوں ، اگر تجھے رہنے کو جگہ چاہئے تو مکان کا انتظام کردوں، اگردولت کی ضرورت ہے تو تجھے اتنا دیدوں کہ تو خوش حال ہوجائے یہ سن کر شامی بے انتہا شرمندہ ہوا اورکہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین خدا پراس کے خلیفہ ہیں مولا میں تو آپ کو اورآپ کے باپ دادا کو سخت نفرت اورحقارت کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن آج آپ کے اخلاق نے مجھے آپ کا گردیدہ بنادیا اب میں آپ کے قدموں سے دورنہ جاؤں گا اورتاحیات آپ کی خدمت میں رہوں گا (مناقب جلد ۴ ص ۵۳ ،وکامل مبروج جلد ۲ ص ۸۶) ۔

عہد امیرالمومنین میں امام حسن کی اسلامی خدمات

تواریخ میں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو پچیس برس کی خانہ نشینی کے بعد مسلمانوں نے خلیفہ ظاہری کی حیثیت سے تسلیم کیا اوراس کے بعد جمل، صفین، نہروان کی لڑائیاں ہوئیں تو ہرایک جہاد میں امام حسن علیہ السلام اپنے والدبزرگوار کے ساتھ ساتھ ہی نہیں رہے بلکہ بعض موقعوں پر جنگ میں آپ نے کارہائے نمایاں بھی کئے۔ سیرالصحابہ اورروضۃ الصفامیں ہے کہ جنگ صفین کے سلسلہ میں جب ابوموسی اشعری کی ریشہ دوانیاں عریاں ہوچکیں توامیرالمومنین نے امام حسن اورعماریاسر کو کوفہ روانہ فرمایا آپ نے جامع کوفہ میں ابوموسی کے افسون کو اپنی تقریر کرتریاق سے بے اثر بنادیا اور لوگوں کو حضرت علی کے ساتھ جنگ کے لیے جانے پرآمادہ کردیا۔ اخبارالطوال کی روایت کی بنا پر نوہزارچھ سوپچاس افراد کا لشکر تیار ہوگیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جنگ جمل کے بعد جب عائشہ مدینہ جانے پرآمادہ نہ ہوئیں تو حضرت علی نے امام حسن کو بھیجا کہ انھیں سمجھا کر مدینہ روانہ کریں چنانچہ وہ اس سعی میں ممدوح کامیاب ہوگئے بعض تاریخوں میں ہے کہ امام حسن جنگ جمل وصفین میں علمدارلشکر تھے اورآپ نے معاہدہ تحکیم پردستخط بھی فرمائے تھے اورجنگ جمل وصفین اورنہروان میں بھی سعی بلیغ کی تھی۔

فوجی کاموں کے علاوہ آپ کے سپرد سرکاری مہمان خانہ کا انتظام اور شاہی مہمانوں کی مدارات کا کام بھی تھا آپ مقدمات کے فیصلے بھی کرتے تھے اور بیت المال کی نگرانی بھی فرماتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت علی کی شہادت اور امام حسن کی بیعت

مورخین کا بیان ہے کہ امام حسن کے والدبزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے سر مبارک پر بمقام مسجد کوفہ ۱۸/ رمضان ۴۹ ہجری بوقت صبح امیر معاویہ کی سازش سے عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لگائی جس کے صدمہ سے آپ نے ۲۱/ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو بوقت صبح شہادت پائی اس وقت امام حسن کی عمر ۳۷ سال چھ یوم کی تھی۔

حضرت علی کی تکفین وتدفین کے بعد عبداللہ ابن عباس کی تحریک سے بقول ابن اثیر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اور ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کرلی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی یہ واقعہ ۲۱/ رمضان ۴۰ ھ یوم جمعہ کا ہے کفایۃ الاثر علامہ مجلسی میں ہے کہ اس وقت آپ نے ایک فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم میں ہر ایک یا تلوار کے گھاٹ اترے گا یا زہر دغا سے شہید ہوگا اس کے بعد آپ نے عراق، ایران، خراسان، حجاز، یمن اور بصرہ وغیرہ کے اعمال کی طرف توجہ کی اور عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ معاویہ کو جونہی یہ خبر پہنچی کی بصرہ کے حاکم ابن عباس مقرر کردیئے گئے ہیں تو اس نے دو جاسوس روانہ کیے ایک قبیلہ حمیر کا کوفہ کی طرف اور دوسرا قبیلہ قین کا بصرہ کی طرف، اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ امام حسن سے منحرف ہوکر میری طرف آجائیں لیکن وہ دونوں جاسوس گرفتار کرلیے گئے اور بعد میں انہیں قتل کردیا گیا۔

حقیقت ہے کہ جب عنان حکومت امام حسن کے ہاتھوں میں آئی تو زمانہ بڑا پرآشوب تھا حضرت علی جن کی شجاعت کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھے دنیا سے کوچ کرچکے تھے ان کی دفعۃ شہادت نے سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کردیا تھا اور ساری مملکت میں سازشوں کی کھچڑی پک رہی تھی خود کوفہ میں اشعث ابن قیس، عمر بن حریث، شیث ابن ربعی وغیرہ کھلم کھلا برسر عناد اور آمادہ فساد نظر آتے تھے۔۔۔ معاویہ نے جا بجا جاسوس مقرر کردیئے تھے جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتے تھے اور حضرت کے لشکر میں اختلاف وتشتت وافتراق کا بیج بوتے تھے اس نے کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں سے سازشی ملاقات کیں اور بڑی بڑی رشوتیں دے کر انہیں توڑلیا۔

بحارالانوار میں علل الشرائع کے حوالہ سے منقول ہے کہ معاویہ نے عمر بن حریث، اشعث بن قیس، حجر ابن الحجر، شبث ابن ربعی کے پاس علیحدہ علیحدہ یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ہوسکے حسن ابن علی کو قتل کرادو، جو منچلا یہ کام کرگزرے گا اس کو دولاکھ درہم نقد انعام دوں گا فوج کی سرداری عطا کروں گا اور اپنی کسی لڑکی سے اس کی شادی کردوں گا یہ انعام حاصل کرنے کے لیے لوگ شب

وروز موقع کی تاک میں رہنے لگے حضرت کو اطلاع ملی تو آپ نے کپڑوں کے نیچے زرہ پہننی شروع کر دی یہاں تک کہ نماز جماعت پڑھانے کے لیے باہر نکلتے تو زرہ پہن کر نکلتے تھے۔

معاویہ نے ایک طرف تو خفیہ توڑ جوڑ کئے دوسری طرف ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا جب حملہ آور لشکر حدود عراق میں دور تک آگے بڑھ آیا تو حضرت نے اپنے لشکر کو حرکت کرنے کا حکم دیا حجر ابن عدی کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے فرمایا آپ کے لشکر میں بھیڑ بھاڑ تو خاصی نظر آنے لگی تھی مگر سردار جو سپاہیوں کو لڑاتے ہیں کچھ تو معاویہ کے ہاتھ بک چکے تھے کچھ عافیت کوشی میں مصروف تھے حضرت علی کی شہادت نے دوستوں کے حوصلے پست کر دئیے تھے اور دشمنوں کو جرائت وہمت دلادی تھی۔

مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ ۶۰ ہزار کی فوج لے کر مقام مسکن میں جا اترا جو بغداد سے دس فرسخ تکریت کی "جانب اوانا" کے قریب واقع ہے امام حسن علیہ السلام کو جب معاویہ کی پیشقدمی کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کر دیا اور کوفہ سے ساباط میں جا پہنچے اور ۱۲ ہزار کی فوج قیس ابن سعد کی ماتحتی میں معاویہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے روانہ کر دی پھر ساباط سے روانہ ہوتے وقت آپ نے ایک خطبہ پڑھا، جس میں آپ نے فرمایا کہ

"لوگوں! تم نے اس شرط پر مجھ سے بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دو گے" میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض وعداوت نہیں ہے میرے دل میں کسی کو ستانے کا خیال نہیں میں صلح کو جنگ سے اور محبت کو عداوت سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں۔"

لوگوں نے حضرت کے اس خطاب کا مطلب یہ سمجھا کہ حضرت امام حسن، امیر معاویہ سے صلح کرنے کی طرف مائل ہیں اور خلافت سے دستبرداری کا ارادہ دل میں رکھتے ہیں اسی دوران میں معاویہ نے امام حسن کے لشکر کی کثرت سے متاثر ہو کر یہ مشورہ عمرو عاص کچھ لوگوں کو امام حسن کے لشکر والے سازشیوں نے قیس کے لشکر میں بھیج کر ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا کرا دیا۔ امام حسن کے لشکر والے سازشیوں نے قیس کے متعلق یہ شہرت دینی شروع کی کہ اس نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اور قیس بن سعد کے لشکر میں جو سازشی گھسے ہوئے تھے انہوں نے تمام لشکریوں میں یہ چرچا کر دیا کہ امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی ہے۔

امام حسن کے دونوں لشکروں میں اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے بغاوت اور بدگمانی کے جذبات ابھر نکلے امام حسن کے لشکر کا وہ عنصر جسے پہلے ہی سے شبہ تھا کہ یہ مائل بہ صلح ہیں کہ کہنے لگا کہ امام حسن بھی اپنے باپ حضرت علی کی طرح کافر ہو گئے ہیں بالآخر فوجی آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے آپ کا کل اسباب لوٹ لیا آپ کے نیچے سے مصلی تک گھسیٹ لیا، دوش مبارک پر سے ردا بھی اتار لی اور بعض نمایاں قسم کے افراد نے امام حسن کو معاویہ کے حوالے کر دینے کا پلان تیار کیا، آخر کار آپ ان بدبختیوں سے مایوس ہو کر مدائن کے گورنر، سعد یا سعید کی طرف روانہ ہو گئے، راستہ میں ایک خارجی نے جس کا نام بروایت الاخبار الطوال ص ۳۹۳

"جراح بن قیصہ" تھا آپ کی ران پر کمین گاہ سے ایک ایسا خنجر لگایا جس نے ہڈی تک محفوظ نہ رہنے دیا آپ نے مدائن میں مقیم رہ کر علاج کرایا اور اچھے ہو گئے (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۱ ،تاریخ آئمہ ص ۳۳۳ فتح باری)۔

معاویہ نے موقع غنیمت جان کر ۲۰ ہزار کا لشکر عبداللہ ابن عامر کی قیادت وما تحتی میں مدائن بھیج دیا امام حسن اس سے لڑنے کے لیے نکلنے ہی والے تھے کہ اس نے عام شہرت کردی کہ معاویہ بہت بڑا لشکر لیے ہوئے آرہا ہے میں امام حسن اوران کے لشکر سے درخواست کرتا ہوں کہ مفت میں اپنی جان نہ دیں اور صلح کرلیں۔

اس دعوت صلح اور پیغام خوف سے لوگوں کے دل بیٹھ گئے ہمتیں پست ہوگئیں اور امام حسن کی فوج بھاگنے کے لیے راستہ ڈھونڈنے لگی۔

صلح

مورخ معاصر علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ امیر شام کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی فوج کی حالت اور لوگوں کی بے وفائی کا حال معلوم ہو چکا تھا اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ امام حسن کے لیے جنگ ممکن نہیں ہے مگر اس کے ساتھ وہ بھی یقین رکھتے تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کتنے ہی بے بس اور بے کس ہوں، مگر علی وفاطمہ کے بیٹے اور پیغمبر کے نواسے ہیں اس لیے وہ ایسے شرائط پر ہرگز صلح نہ کریں گے جو حق پرستی کے خلاف ہوں اور جن سے باطل کی حمایت ہوتی ہو، اس کو نظر میں رکھتے ہوئے انہوں نے ایک طرف تو آپ کے ساتھیوں کو عبداللہ بن عامر کے ذریعہ پیغام دلوایا کہ اپنی جان کے پیچھے نہ پڑو، اور خون ریزی نہ ہونے دو۔ اس سلسلہ میں کچھ لوگوں کو رشوتیں بھی دی گئیں اور کچھ بزدلوں کو اپنی تعداد کی زیادتی سے خوف زدہ کیا گیا اور دوسری طرف حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ جن شرائط پر کہیں انہیں شرائط پر صلح کے لیے تیار ہوں۔

امام حسن یقینا اپنے ساتھیوں کی غداری کو دیکھتے ہوئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ ضرور پیش نظر تھا کہ ایسی صورت پیدا ہو کہ باطل کی تقویت کا دھبہ میرے دامن پر نہ آنے پائے، اس گھرانے کو حکومت واقتدار کی ہوس تو کبھی تھی ہی نہیں انھیں تو مطلب اس سے تھا کہ مخلوق خدا کی بہتری ہو اور حدود وحقوق الٰہی کا اجرا ہو، اب معاویہ نے جو آپ سے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی تو اب مصالحت سے انکار کرنا شخصی اقتدار کی خواہش کے علاوہ اور کچھ نہیں قرار پا سکتا تھا اور یہ معاویہ صلح کی شرائط پر عمل نہ کریں گے، بعد کی بات تھی جب تک صلح نہ ہوتی یہ انجام سامنے آ کہاں سکتا تھا اور حجت تمام کیونکر ہو سکتی تھی پھر بھی آخری جواب دینے سے قبل آپ نے ساتھ والوں کو جمع کرلیا اور تقریر فرمائی

آگاہ رہو کہ تم میں وہ خون ریز لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے کچھ مقتول صفین میں ہوئے جن کے لیے آج تک رو رہے ہو اور کچھ مقتول نہروان کے جن کا معاوضہ طلب کر رہے ہو، اب اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس پیغام صلح کو قبول نہ

کریں اوران سے اللہ کے بھروسہ پرتلواروں سے فیصلہ کریں اوراگرزندگی کوعزیز رکھتے ہوتوہم اس کوقبول کرلیں اورتمہاری مرضی پرعمل کریں۔

جواب میں لوگوں نے ہرطرف سے پکارناشروع کیاہم زندگی چاہتے ہیں ہم زندگی چاہتے ہیں آپ صلح کرلیجیے ،اسی کانتیجہ تھاکہ آپ نے صلح کی شرائط مرتب کرکے معاویہ کے پاس روانہ کئے (ترجمہ ابن خلدون)۔

شرائط صلح

اس صلح نامہ کے مکمل شرائط حسب ذیل ہیں:

۱۔ معاویہ حکومت اسلام میں ،کتاب خدااورسنت رسول پرعمل کریں گے۔

۲۔ معاویہ کواپنے بعدکسی کوخلیفہ نامزدکرنے کاحق نہ ہوگا۔

۳۔ شام وعراق وحجازویمن سب جگہ کے لوگوں کے لیے امان ہوگی۔

۴۔ حضرت علی کے اصحاب اورشیعہ جہاں بھی ہیں ان کے جان ومال اورناموس اوراولاد محفوظ رہیں گے۔

۵۔ معاویہ، حسن بن علی اوران کے بھائی حسین ابن علی اورخاندان رسول میں سے کسی کوبھی کوئی نقصان پہنچانے یاہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں گے نہ خفیہ طورپراورنہ اعلانیہ ،اوران میں سے کسی کوکسی جگہ دھمکایااورڈرایانہیں جائے گا۔

۶۔ جناب امیرالمومنین کی شان میں کلمات نازیباجواب تک مسجدجامع اورقنوت نمازمیں استعمال ہوتے رہے ہیں وہ ترک کردئیے جائیں، آخری شرط کی منظوری میں معاویہ کوعذرہواتویہ طے پایاکہ کم ازکم جس موقع پرامام حسن علیہ السلام موجودہوں اس جگہ ایسانہ کیاجائے ،یہ معاہدہ ربیع الاول یاجمادی الاول ۴۱ ھ ہجری کوعمل میں آیا۔

صلح نامہ پردستخط

۲۵/ ربیع الاول کوکوفہ کے قریب مقام انبارمیں فریقین کااجتماع ہوا اور صلح نامہ پردونوں کے دستخط ہوئے اورگواہیاں ثبت ہوئیں (نہایۃ الارب فی معرفتہ انساب العرب ص ۸۰)

اس کے بعدمعاویہ نے اپنے لیے عام بیعت کااعلان کردیااوراس سال کانام سنت الجماعت رکھاپھرامام حسن کوخطبہ دینے پرمجبورکیاآپ منبرپرتشریف لے گئے اورارشادفرمایا:

”اے لوگوں خدائے تعالی نے ہم میں سے اول کے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی اورآخرکے ذریعہ سے تمہیں خونریزی سے بچایا معاویہ نے اس امرمیں مجھ سے جھگڑاکیاجس کامیں اس سے زیادہ مستحق ہوں لیکن میں نے لوگوں کی خونریزی کی نسبت اس

امر کو ترک کر دینا بہتر سمجھا تم رنج وملال نہ کرو کہ میں نے حکومت اس کے نااہل کو دے دی اور اس کے حق کو جائے ناحق پر رکھا، میری نیت اس معاملہ میں صرف امت کی بھلائی ہے یہاں تک فرمانے پائے تھے کہ معاویہ نے کہا "بس ائے حضرت زیادہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے" (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲۵)۔

تکمیل صلح کے بعد امام حسن نے صبر و استقلال اور نفس کی بلندی کے ساتھ ان تمام ناخوشگوار حالات کو برداشت کیا اور معاہدہ پر سختی کے ساتھ قائم رہے مگر ادھر یہ ہوا کہ امیر شام نے جنگ کے ختم ہوتے ہی اور سیاسی اقتدار کے مضبوط ہوتے ہی عراق میں داخل ہو کر نخیلہ میں جسے کوفہ کی سرحد سمجھنا چاہئے، قیام کیا اور جمعہ کے خطبہ کے بعد اعلان کیا کہ میرا مقصد جنگ سے یہ نہ تھا کہ تم لوگ نماز پڑھنے لگو روزے رکھنے لگو، حج کرو یا زکواۃ ادا کرو، یہ سب تو تم کرتے ہی ہو میرا مقصد تو یہ تھا کہ میری حکومت تم پر مسلم ہو جائے اور یہ مقصد میرا حسن کے اس معاہدہ کے بعد پورا ہو گیا اور باوجود تم لوگوں کی ناگواری کے میں کامیاب ہو گیا رہ گئے وہ شرائط جو میں نے حسن کے ساتھ کئے ہیں وہ سب میرے پیروں کے نیچےہیں ان کا پورا کرنا یا نہ کرنا میرے ہاتھ کی بات ہے یہ سن کر مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا مگر اب کس میں دم تھا کہ اس کے خلاف زبان کھولتا۔

شرائط صلح کا حشر

مورخین کا اتفاق ہے کہ امیر معاویہ جو میدان سیاست کے کھلاڑی اور مکروزور کی سلطنت کے تاجدار تھے امام حسن سے وعدہ اور معاہدہ کے بعد ہی سب سے مکر گئے "ولم یف لہ معاویۃ لشئی مما عاہد علیہ" تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۶۲ میں ہے کہ معاویہ نے کسی ایک چیز کی بھی پرواہ نہ کی اور کسی پر عمل نہ کیا، امام ابوالحسن علی بن محمد لکھتے ہیں کہ جب معاویہ کے لیے امر سلطنت استوار ہو گیا تو اس نے اپنے حاکموں کو جو مختلف شہروں اور علاقوں میں تھے یہ فرمان بھیجا کہ اگر کوئی شخص ابوتراب اور اس کے اہل بیت کی فضیلت کی روایت کرے گا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں، جب یہ خبر تمام ملکوں میں پھیل گئی اور لوگوں کو معاویہ کا منشاء معلوم ہو گیا تو تمام خطیبوں نے منبروں پر سب و شتم اور منقصت امیر المومنین پر خطبہ دینا شروع کر دیا کوفہ میں زیاد ابن ابیہ جو کئی برس تک حضرت علی علیہ السلام کے عہد میں ان کے عمال میں رہ چکا تھا وہ شیعیان علی کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ مردوں، عورتوں، جوانوں، اور بوڑھوں سے اچھی طرح آگاہ تھا اسے ہر ایک رہائش اور کونوں اور گوشوں میں بسنے والوں کا پتہ تھا اسے کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر بنا دیا گیا تھا۔

اس کے ظلم کی یہ حالت تھی کہ شیعیان علی کو قتل کرتا اور بعضوں کی آنکھوں کو پھوڑ دیتا اور بعضوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیتا تھا اس ظلم عظیم سے سینکڑوں تباہ ہو گئے، ہزاروں جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے، بصرہ میں آٹھ ہزار آدمیوں کا قتل واقع ہوا جن میں بیالیس حافظ اور قاری قرآن تھے ان پر محبت علی کا جرم عاید کیا گیا تھا حکم یہ تھا کہ علی کے بجائے عثمان کے فضائل بیان کئے

جائیں اور علی کے فضائل کے متعلق یہ فرمات تھا کہ ایک ایک فضیلت کے عوض دس دس منقصت ومذمت تصنیف کی جائیں یہ سب کچھ امیرالمومنین سے بدلا لینے اور یزید کے لیے زمین خلافت ہموار کرنے کی خاطر تھا۔

کوفہ سے امام حسن کی مدینہ کو روانگی

صلح کے مراحل طے ہونے کے بعد امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ ابن جعفر اور اپنے اطفال وعیال کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین کی جلد ۱ ص ۳۴ میں ہے کہ جب آپ کوفہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو معاویہ نے راستہ میں ایک پیغام بھیجا اور وہ یہ تھا کہ آپ خوارج سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوجائیں کیونکہ انہوں نے میری بیعت ہوتے ہی پھر سر نکالا ہے امام حسن نے جواب دیا کہ اگر خونریزی مقصود ہوتی تو میں تجھ سے صلح کیوں کرتا۔

جسٹس امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ خوارج حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو مانتے اور حضرت علی علیہ السلام اور عثمان غنی کو نہیں تسلیم کرتے تھے اور بنی امیہ کو مرتد کہتے تھے۔

صلح حسن اور اس کے وجوہ واسباب

استاذی العلام حضرت علامہ سید عدیل اختر اعلی اللہ مقامہ (سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ) اپنی کتاب تسکین الفتن فی صلح الحسن کے ص ۱۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

امام حسن کی پالیسی بلکہ جیسا کہ بار بار لکھا جاچکا ہے کل اہلبیت کی پالیسی ایک اور صرف ایک تھی (دراسات اللبیب ص ۲۴۹) ۔وہ یہ کہ حکم خدا اور حکم رسول کی پابندی انہیں کے احکام کا اجراء چاہئے، اس مطلب کے لیے جو برداشت کرنا پڑے، مذکورہ بالا حالات میں امام حسن کے لیے سوائے صلح کیا چارہ ہوسکتا تھا اس کو خود صاحبان عقل سمجھ سکتے ہیں کسی استدلال کی چنداں ضرورت نہیں ہے یہاں پر علامہ ابن اثیر کی یہ عبارت (جس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے) قابل غور ہے:

"کہا گیا ہے کہ امام حسن نے حکومت معاویہ کو اس لیے سپرد کی کہ جب معاویہ نے خلافت حوالے کرنے کے متعلق آپ کو خط لکھا اس وقت آپنے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ دیکھو ہم کو شام والوں سے اس لیے نہیں دبنا پڑرہا ہے (کہ اپنی حقیقت میں) ہم کو کوئی شک یا ندامت ہے بات تو فقط یہ ہے کہ ہم اہل شام سے سلامت اور صبر کے ساتھ لڑرہے تھے مگر اب سلامت میں عداوت اور صبر میں فریاد مخلوط کردی گئی ہے جب تم لوگ صفین کو جارہے تھے اس وقت تمہارا دین تمہاری دنیا پر مقدم تھا لیکن اب تم ایسے ہوگئے ہو کہ آج تمہاری دنیا تمہارے دین پر مقدم ہوگئی ہے اس وقت تمہارے دونوں طرف دو قسم کے مقتول ہیں ایک صفین کے مقتول جن پر رورہے ہو دوسرے نہروان کے مقتول جن کے خون کا بدلہ لینا چاہ رہے ہو خلاصہ یہ کہ جو باقی ہے وہ ساتھ

چھوڑنے والا ہے اور جورو رہا ہے وہ تو بدلہ لینا ہی چاہتا ہے خوب سمجھ لو کہ معاویہ نے ہم کو جس امر کی دعوت دی ہے نہ اس میں عزت ہے اور نہ انصاف، لہٰذا اگر تم لوگ موت پر آمادہ ہو تو ہم اس کی دعوت کو رد کر دیں اور ہمارا اور اس کا فیصلہ خدا کے نزدیک بھی تلوار کی باڑھ سے ہو جائے اور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو جو اس نے لکھا ہے مان لیا جائے اور جو تمہاری مرضی ہے ویسا ہو جائے، یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے لوگوں نے چلانا شروع کر دیا بقا بقا، صلح صلح، (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۲)۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ کیا اب بھی امام حسن کے لیے یہ رائے ہے کہ صلح نہ کریں ان فوجیوں کے بل بوتے پر (اگر ایسوں کہ فوج اور ان کی قوتوں کو بل بوتا کہا جاسکے) لڑائی زیبا ہے ہرگز نہیں ایسے حالات میں صرف یہی چارہ تھا کہ صلح کر کے اپنی اور ان تمام لوگوں کی زندگی تو محفوظ رکھیں جو دین رسول کے نام لیوا اور حقیقی پیرو پابند تھے، اس کے علاوہ پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی بھی صلح کی راہ میں مشعل کا کام کر رہی تھی (بخاری) علامہ محمد باقر لکھتے ہیں کہ حضرت کو اگرچہ کی وفائے صلح پر اعتماد نہیں تھا لیکن آپ نے حالات کے پیش نظر چاروناچار دعوت صلح منظور کر لی (دمعۂ ساکبہ)۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ امام حسن اگرچہ صلح کے بعد مدینہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے، لیکن امیر معاویہ آپ کے درپئے آزار رہے انہوں نے بار بار کوشش کی کسی طرح امام حسن اس دار فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہو جائیں اور اس سے ان کا مقصد یزید کی خلافت کے لیے زمین ہموار کرنا تھی، چنانچہ انہوں نے ۵/ بار آپ کو زہر دلوایا، لیکن ایام حیات باقی تھے زندگی ختم نہ ہو سکی، بالآخرہ شاہ روم سے ایک زبردست قسم کا زہر منگوا کر محمد ابن اشعث یا مروان کے ذریعہ سے جعدہ بنت اشعث کے پاس امیر معاویہ نے بھیجا اور کہلا دیا کہ جب امام حسن شہید ہو جائیں گے تب ہم تجھے ایک لاکھ درہم دیں گے اور تیرا عقد اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کر دیں گے چنانچہ اس نے امام حسن کو زہر دے کرے ہلاک کر دیا، (تاریخ مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۳۰۳، مقاتل الطالبین ص ۵۱، ابو الفداء ج ۱ ص ۱۸۳، روضۃ الصفاج ۳ ص ۷، حبیب السیر جلد ۲ ص ۱۸، طبری ص ۶۰۴، استیعاب جلد ۱ ص ۱۴۴)۔

مفسر قرآن صاحب تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ امام حسن مصالحہ معاویہ کے بعد مدینہ میں مستقل طور پر فروکش ہو گئے تھے آپ کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں رہنے والے محبان علی کے اوپر چند اوباشوں نے شبخون مار کر ان کے ۳۸ آدمی ہلاک کر دیئے ہیں امام حسن اس خبر سے متاثر ہو کر بصرہ کے لیے روانہ ہو گئے آپ کے ہمراہ عبداللہ ابن عباس بھی تھے، راستے میں بمقام موصلی سعد موصلی جو جناب مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے چچا تھے کے وہاں قیام فرمایا اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر دمشق سے واپسی پر جب آپ موصل پہنچے تو باصرار شدید ایک دوسرے شخص کے ہاں مقیم ہوئے اور وہ شخص معاویہ کے فریب میں آچکا تھا

اورمال ودولت کی وجہ سے امام حسن کوزہردینے کاوعدہ کرچکا تھا چنانچہ دوران قیام میں اس نے تین بار حضرت کوکھانے میں زہردیا، لیکن آپ بچ گئے۔

امام کے محفوظ رہ جانے سے اس شخص نے معاویہ کوخط لکھا کہ تین بارزہردیے چکاہوں مگر امام حسن ہلاک نہیں ہوئے یہ معلوم کرکے معاویہ نے زہرہلاہل ارسال کیا اور لکھا کہ اگر اس کاایک قطرہ بھی تودے سکاتویقینا امام حسن ہلاک ہوجائیں گے نامہ برزہر اورخط لیے ہوئے آرہا تھا کہ راستے میں ایک درخت کے نیچے کھاناکھاکرلیٹ گیا، اس کے پیٹ میں درداٹھا کہ وہ برداشت نہ کرسکاناگاہ ایک بھیڑیابرامد ہوا اوراسے لے کر رفوچکرہوگیا، اتفاقا امام حسن کے ایک ماننے والے کااس طرف سے گزرہوا، اس نے ناقہ، اورزہر سے بھرہوئی بوتل حاصل کرلی اورامام حسن کی خدمت میں پیش کیا، امام علیہ السلام نے اسے ملاحظہ فرماکرجانماز کے نیچے رکھ لیاحاضرین نے واقعہ دریافت کیاامام نے نہ بتایا۔

سعدموصلی نے موقع پاکرجانماز کے نیچے سے وہ خط نکال لیاجومعاویہ کی طرف سے امام کے میزبان کے نام سے بھیجاگیاتھا خط پڑھ کر سعدموصلی آگ بگولہ ہوگئے اورمیزبان سے پوچھاکیامعاملہ ہے، اس نے لاعلمی ظاہرکی مگراس کے عذرکوباورنہ کیاگیا اوراس کی زدوکوب کی گئی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا اس کے بعدآپ روانہ مدینہ ہوگئے۔

مدینہ میں اس وقت مروان بن حکم والی تھا اسے معاویہ کاحکم تھاکہ جس صورت سے ہوسکے امام حسن کوہلاک کردو مروان نے ایک رومی دلالہ جس کانام "الیسونیہ" تھا کوطلب کیااوراس سے کہا کہ توجعدہ بنت اشعث کے پاس جاکراسے میرایہ پیغام پہنچادے کہ اگرتوامام حسن کوکسی صورت سے شہید کردے گی توتجھے معاویہ ایک ہزاردینارسرخ اورپچاس خلعت مصری عطاکرے گا اوراپنے بیٹے یزیدکے ساتھ تیراعقد کردے گا اوراس کے ساتھ ساتھ سودینانقد بھیج دئیے دلالہ نے وعدہ کیااورجعدہ کے پاس جاکراس سے وعدہ لے لیا، امام حسن اس وقت گھرمیں نہ تھے اوربمقام عقیق گئے ہوئے تھے اس لیے دلالہ کوبات چیت کااچھاخاصاموقع مل گیا اوروہ جعدہ کوراضی کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

الغرض مروان نے زہربھیجااورجعدہ نے امام حسن کوشہدمیں ملاکردیدیا امام علیہ السلام نے اسے کھاتے ہی بیمارہوگیے اورفوراروضہ رسول پرجاکر صحت یاب ہوئے زہرتوآپ نے کھالیا لیکن جعدہ سے بدگمان بھی ہوگئے، آپ کوشبہ ہوگیا جس کی بناپرآپ نے اس کے ہاتھ کاکھاناپیناچھوڑدیااوریہ معمول مقررکرلیاکہ حضرت قاسم کی ماں یاحضرت امام حسین کے گھرسے کھانامنگاکرکھانے لگے۔

تھوڑے عرصہ کے بعدآپ جعدہ کے گھرتشریف لے گئے اس نے کہاکہ مولاحوالی مدینہ سے بہت عمدہ خرمے آئے ہیں حکم ہوتوحاضرکروں آپ چونکہ خرمے کوبہت پسندکرتے تھے فرمایالے آ، وہ زہرآلودخرمے لے کرآئی اورپہچانے ہوئے دانے

چھوڑ کر خودساتھ کھانے لگی امام نے ایک طرف سے کھانا شروع کیا اوروہ دانے کھا گئے جن میں زہر تھا اس کے بعد امام حسین کے گھر تشریف لائے اورساری رات تڑپ کر بسر کی، صبح کو روضۂ رسول پر جا کر دعا مانگی اور صحتیاب ہوئے۔

امام حسن نے بار باراس قسم کی تکلیف اٹھانے کے بعد اپنے بھائیوں سے تبدیلی آب وہوا کے لیے موصل جانے کا مشورہ کیا اورموصل کے لیے روانہ ہوگئے، آپ کے ہمراہ حضرت عباس اورچند ہواخواہان بھی گئے، ابھی وہاں چندیوم نہ گزرے تھے کہ شام سے ایک نابینا بھیج دیا گیا اوراسے ایک ایسا عصادیا گیا جس کے نیچے لوہا لگایا ہواتھا جو زہرمیں بجھا ہواتھا اس نابینا نے موصل پہنچ کر امام حسن کے دوستداران میں سے اپنے کو ظاہر کیا اورموقع پاکر ان کے پیرمیں اپنے عصا کی نوک چبھودی زہر جسم میں دوڑ گیا اورآپ علیل ہوگئے، جراح علاج کے لیے بلایا گیا، اس نے علاج شروع کیا، نابینا زخم لگا کر روپوش ہوگیا تھا، چودہ دن کے بعد جب پندرہویں دن وہ نکل کر شام کی طرف روانہ ہواتو حضرت عباس علمدار کی اس پر نظر جا پڑی آپ نے اس سے عصا چھین کر اس کے سرپر اس زور سے مارا کہ سر شگافتہ ہوگیا اوروہ اپنے کیفرو کردار کو پہنچ گیا۔

اس کے بعد جناب مختاراوران کے چچا سعد موصلی نے اس کی لاش جلادی چند دنوں کے بعد حضرت امام حسن مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

مدینہ منورمیں آپ ایام حیات گزاررہے تھے کہ "ایسونیہ" دلالہ نے پھر باشارۂ مروان جعدہ سے سلسلہ جنبائی شروع کردی اورزہرہلاہل اسے دے کر امام حسن کا کام تمام کرنے کی خواہش کی، امام حسن چونکہ اس سے بدگمان ہوچکے تھے اس لیے اس کی آمدورفت بند تھی اس نے ہرچند کوشش کی لیکن موقع نہ پاسکی بالآخر، شب بست وہشتم صفر ۵۰ کووہ اس جگہ جا پہنچی جس مقام پر امام حسن سورہے تھے آپ کے قریب حضرت زینب وام کلثوم سورہی تھیں اورآپ کی پائیتی کنیزیں محوخواب تھیں، جعدہ اس پانی میں زہرہلاہل ملاکر خاموشی سے واپس آئی جوامام حسن کے سرہانے رکھا ہواتھا اس کی واپسی کے تھوڑی دیربعد ہی امام حسن کی آنکھ کھلی آپ نے جناب زینب کوآوازدی اور کہا اے بہن، میں نے ابھی ابھی اپنے نانا اپنے پدربزرگواراوراپنی مادرگرامی کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے تھے کہ اے حسن تم کل رات ہمارے پاس ہوگے، اس کے بعد آپ نے وضو کے لیے پانی مانگا اورخود اپنا ہاتھ بڑھا کر سرہانے سے پانی لیا اورپی کر فرمایا کہ اے بہن زینب "این چہ آپ بودکہ ازسر حلقم تا بناقم پارہ پارہ شد" ہائے یہ کیسا پانی ہے جس نے میرے حلق سے ناف تک ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہے اس کے بعد امام حسین کو اطلاع دی گئی وہ آئے دونوں بھائی بغل گیر ہوکر محوگریہ ہوگئے، اس کے بعد امام حسین نے چاہا کہ ایک کوزہ پانی خودپی کر امام حسن کے ساتھ نانا کے پاس پہنچیں، امام حسن نے پانی کے برتن کوزمین پرپٹک دیا وہ چورچورہوگیا راوی کا بیان ہے کہ جس زمین پرپانی گرا تھا وہ ابلنے لگی تھی۔

الغرض تھوڑی دیر کے بعد امام حسن کوخون کی قے آنے لگی آپ کے جگر کے سترٹکڑے طشت میں آگئے آپ زمین پر تڑپنے لگے، جب دن چڑھا تو آپ نے امام حسین سے پوچھا کہ میرے چہرے کا رنگ کیسا ہے "سبز" ہے آپ نے فرمایا کہ حدیث معراج کا یہی

مقتضی ہے، لوگوں نے پوچھا کہ مولا حدیث معراج کیا ہے فرمایا کہ شب معراج میرے نانا نے آسمان پر دو قصر ایک زمرد کا، ایک یاقوت سرخ کا دیکھا تو پوچھا کہ ائے جبرئیل یہ دونوں قصر کس کے لیے ہیں، انہوں نے عرض کی ایک حسن کے لیے اور دوسرا حسین کے لیے پوچھا دونوں کے رنگ میں فرق کیوں ہے؟ کہا حسن زہر سے شہید ہوں گے اور حسین تلوار سے شہادت پائیں گے یہ کہہ کر آپ سے لپٹ گئے اور دونوں بھائی رونے لگے اور آپ کے ساتھ در و دیوار بھی رونے لگے۔

اس کے بعد آپ نے جعدہ سے کہا افسوس تو نے بڑی بے وفائی کی، لیکن یاد رکھ کہ تو نے جس مقصد کے لیے ایسا کیا ہے اس میں کامیاب نہ ہوگی اس کے بعد آپ نے امام حسین اور بہنوں سے کچھ وصیتیں کیں اور آنکھیں بند فرمالیں پھر تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھول کر فرمایا ائے حسین میرے بال بچے تمہارے سپرد ہیں پھر بند فرما کر نانا کی خدمیں پہنچ گئے "اناللہ وانا الیہ راجعون"۔

امام حسن کی شہادت کے فورا بعد مروان نے جعدہ کو اپنے پاس بلا کر دو عورتوں اور ایک مرد کے ساتھ معاویہ کے پاس بھیج دیا معاویہ نے اسے ہاتھ پاؤں بندھوا کر دریائے نیل میں یہ کہہ کر ڈلوا دیا کہ تو نے جب امام حسن کے ساتھ وفا نہ کی، تو یزید کے ساتھ کیا وفا کرے گی (روضۃ الشہداء ص ۲۲۰ تا ۲۳۵ طبع بمبئی ۱۲۸۵ ء وذکر العباس ص ۵۰ طبع لاہور ۱۹۵۶ ء)۔

امام حسن کی تجہیز و تکفین

الغرض امام حسن کی شہادت کے بعد امام حسین نے غسل و کفن کا انتظام فرمایا اور نماز جنازہ پڑھی گئی امام حسن کی وصیت کے مطابق انہیں سرورکائنات کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے ابھی پہنچے ہی تھے کہ بنی امیہ خصوصا مروان وغیرہ نے آگے بڑھ کر پہلوئے رسول میں دفن ہونے سے روکا اور حضرت عایشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر آپہنچیں ،اور کہنے لگیں یہ گھر میرا ہے میں تو ہرگز حسن کو اپنے گھر میں دفن نہ ہونے دوں گی (تاریخ ابو الفداء جلد ۱ ص ۱۸۳ ، روضۃ المناظر جلد ۱۱ ص ۱۳۳ ، یہ سن کر بعض لوگوں نے کہا اے عائشہ تمہارا کیا حال ہے کبھی اونٹ پر سوار ہو کر داماد رسول سے جنگ کرتی ہو کبھی خچر پر سوار ہو کر فرزند رسول کے دفن میں مزاحمت کرتی ہو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ذکر العباس ص ۵۱)۔

مگر وہ ایک نہ مانیں اور ضد پر اڑی رہیں، یہاں تک کہ بات بڑھ گئی، آپ کے ہوا خواہوں نے آل محمد پر تیر برسائے۔

کتاب روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۷ میں ہے کہ کئی تیر تابوت میں پیوست ہو گئے۔

کتاب ذکر العباس ص ۵۱ میں ہے کہ تابوت میں ستر تیر پیوست ہوئے تھے۔

(تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۸ میں ہے کہ ناچار نعش مبارک کو جنت البقیع میں لا کر دفن کر دیا گیا۔ تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۸۲ میں ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔

آپ کی ازواج اور اولاد

آپ نے مختلف اوقات میں ۹ بیویاں کیں، آپ کی اولادیں ۸ بیٹے اور ۷ بیٹیاں تھیں، یہی تعداد ارشاد مفید ص ۲۰۸، نورالابصار ص ۱۱۲ طبع مصر میں ہے۔

علامہ طلحہ شافعی مطالب السؤل کے ص ۲۳۹ پر لکھتے ہیں کہ امام حسن کی نسل زید اور حسن مثنی سے چلی ہے امام شبلنجی کا کہنا ہے کہ آپ کے تین فرزند، عبداللہ، قاسم، اور عمرو، کربلا میں شہید ہوئے ہیں (نورالابصار ص ۱۱۲)۔

جناب زید بڑے جلیل القدر اور صدقات رسول کے متولی تھے انہوں نے ۱۲۰ ھ میں بعمر ۹۰ سال انتقال فرمایا ہے۔

جناب حسن مثنی نہایت جلیل القدر فاضل متقی اور صدقات امیرالمومنین کے متولی تھے آپ کی شادی امام حسین کی بیٹی جناب فاطمہ سے ہوئی تھی آپ نے کربلا کی جنگ میں شرکت کی تھی اور بے انتہا زخمی ہو کر مقتلوں میں دب گئے تھے جب سر کاٹے جا رہے تھے تب ان کے ماموں ابو احسان نے آپ کو زندہ پا کر عمر سعد سے لے لیا تھا آپ کو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ۹۷ ھ میں زہر دیدیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے ۵۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا آپ کی شہادت کے بعد آپ کی بیوی جناب فاطمہ ایک سال تک قبر پر خیمہ زن رہیں (ارشاد مفید ص ۲۱۱ و نورالابصار ص ۲۶۹)۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

آپ کی ولادت

حضرت امام حسن علیہ لسلام کی ولات کے بعد پچاس راتیں گزریں تھیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا نطفہ وجود بطن مادر میں مستقر ہوا تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ولادت حسن اور استقرار حمل حسین میں ایک طہر کا فاصلہ تھا (اصابہ نزول الابرار واقدی)۔

ابھی آپ کی ولادت نہ ہونے پائی تھی کہ بروایتی ام الفضل بنت حارث نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم کے جسم کا ایک ٹکڑا کاپ کر میری آغوش میں رکھا گیا ہے اس خواب سے وہ بہت گھبرائیں اور دوڑی ہوئی رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئیں کہ حضور آج ایک بہت برا خواب دیکھا ہے، حضرت نے خواب سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ خواب تو نہایت ہی عمدہ ہے اے ام الفضل کی تعبیر یہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری آغوش میں پرورش آئے گا ۔

آپ کے ارشاد فرمانے کو تھوڑی ہی عرصہ گزرا تھا کہ خصوصی مدت حمل صرف چھ ماہ گزر کر نور نظر رسول امام حسین بتاریخ ۳/ شعبان ۴ ء ہجری بمقام مدینہ منورہ بطن مادر سے آغوش مادر میں آ گئے۔ (شواہد النبوت ص ۱۳ ، انوار حسینہ جلد ۳ ص ۴۳ بحوالہ صافی ص ۲۹۸ ، جامع عباسی ص ۵۹ ، بحار الانوار و مصاح طوسی ابن نما ص ۲ وغیرہ)۔

ام الفضل کا بیان ہے کہ میں حسب الحکم ان کی خدمت کرتی رہی، ایک دن میں بچہ کو لے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے آغوش محبت میں لے کر پیار کیا اور آپ رونے لگے میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے وہ بتلا گئے ہیں کہ یہ بچہ امت کے ہاتھوں نہایت ظلم و ستم کے ساتھ شہید ہوگا، اور اے ام الفضل وہ مجھے اس کی قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی دے گئے ہیں (مشکواۃ جلد ۸ ص ۱۴۰ طبع لاہور)۔

اور مسند امام رضا ص ۳۸ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا دیکھو یہ واقعہ فاطمہ سے کوئی نہ بتلائے ورنہ وہ سخت پریشان ہوں گی ،ملا جامی لکھتے ہیں کہ ام سلمہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول خدا میرے گھر اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے سر مبارک کے بال بکھرے ہوئے تھے، اور چہرہ پر گرد پڑی ہوئی تھی، میں نے اس پریشانی کو دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے فرمایا مجھے ابھی ابھی جبرئیل عراق کے مقام کربلا میں لے گئے تھے وہاں میں نے جائے قتل حسین دیکھی ہے اور یہ مٹی لایا ہوں ائے ام سلمہ اسے اپنے پاس محفوظ رکھو جب یہ خون ہو جائے تو سمجھنا کہ میرا حسین شہید ہوگیا ۔ الخ (شواہد النبوت ص ۱۷۴) ۔

آپ کا اسم گرامی

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد سرورکائنات صلعم نے امام حسین کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اوراپنی زبان ان کے منہ میں دے کر بڑی دیرتک چسایا، اس کے بعد داہنے کان میں اذان اوربائیں کان میں اقامت کہی، پھردعائے خیر فرما کر حسین نام رکھا (نورالابصار ص ۱۱۳) ۔

علماء کا بیان ہے کہ یہ نام اسلام سے پہلے کسی کا بھی نہیں تھا، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نام خودخداوندعالم کا رکھاہوا ہے (ارجح المطالب وروضۃ الشہداء ص ۲۳۶) ۔

کتاب اعلام الوری طبرسی میں ہے کہ یہ نام بھی دیگرآئمہ کے ناموں کی طرح لوح محفوظ میں لکھاہوا ہے۔

آپ کا عقیقہ

امام حسین کا نام رکھنے کے بعد سرورکائنات نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ بیٹی جس طرح حسن کا عقیقہ کیا گیا ہے اسی طرح اسی کے عقیقہ کا بھی انتظام کرو، اوراسی طرح بالوں کے ہم وزن چاندی تصدق کرو، جس طرح اس کے بھائی حسن کے لیے کرچکی ہو ، الغرض ایک ینڈھا منگوایا گیا، اوررسم عقیقہ اداکردی گئی (مطالب السؤل ص ۲۴۱) ۔

بعض معاصرین نے عقیقہ کے ساتھ ختنہ کا ذکرکیا ہے جو میرے نزدیک قطعا ناقابل قبول ہے کیونکہ امام کا مختون پیداہونا مسلمات سے ہے۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت صرف ابوعبداللہ تھی ، البتہ القاب آپ کے بے شمار ہیں جن میں سیدوصبط اصغر، شہیداکبر، اورسیدالشہداء زیادہ مشہورہیں۔ علامہ محمدبن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ سبط اورسید خودرسول کریم کے معین کردہ القاب ہیں (مطالب السؤل ص ۳۱۲) ۔

آپ کی رضاعت

اصول کافی باب مولدالحسین ص ۱۱۴ میں ہے کہ امام حسین نے پیداہونے کے بعدنہ حضرت فاطمہ زہرا کا شیرمبارک نوش کیا اورنہ کسی اوردائی کا دودھ پیا، ہوتا یہ تھا کہ جب آپ بھوکے ہوتے تھے توسرورکائنات تشریف لاکرزبان مبارک دہن اقدس میں دے دیتے تھے اورامام حسین اسے چوسنے لگتے تھے ،یہاں تک کہ سیر وسیرآب ہوجاتے تھے ،معلوم ہونا چاہئے کہ اسی سے امام حسین

کا گوشت پوست بنا اور لعاب دہن رسالت سے حسین پرورش پا کر کار رسالت انجام دینے کی صلاحیت کے مالک بنے یہی وجہ ہے کہ آپ رسول کریم سے بہت مشابہ تھے (نور الابصار ص ۱۱۳)۔

خداوند عالم کی طرف سے ولادت امام حسین کی تہنیت اور تعزیت

علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ امام حسین کی ولادت کے بعد خلاق عالم نے جبرئیل کو حکم دیا کہ زمین پر جا کر میرے حبیب محمد مصطفی کو میری طرف سے حسین کی ولادت پر مبارک باد دیدو اور ساتھ ہی ساتھ ان کی شہادت عظمی سے بھی مطلع کر کے تعزیت ادا کردو، جناب جبرئیل بحکم رب جلیل زمین پر وارد ہوئے اور انہوں نے آنحضرت کی خدمت میں شہادت حسینی کی تعزیت بھی منجانب اللہ ادا کی جاتی ہے، یہ سن کر سرور کائنات کا ماتھا ٹھنکا اور آپ نے پوچھا، جبرئیل ماجرا کیا ہے تہنیت کے ساتھ تعزیت کی تفصیل بیان کرو، جبرئیل نے عرض کی کہ مولا ایک وہ دن ہوگا جس دن آپ کے چہیتے فرزند "حسین" کے گلوئے مبارک پر خنجر آبدار رکھا جائے گا اور آپ کا یہ نور نظر بے یار و مددگار میدان کربلا میں یکہ وتنہا تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوگا یہ سن کر سرور عالم محو گریہ ہوگئے آپ کے رونے کی خبر جونہی امیر المومنین کو پہنچی وہ بھی رونے لگے اور عالم گریہ میں داخل خانہ سیدہ ہوگئے۔

جناب سیدہ نے جو حضرت علی کو روتا دیکھا دل بے چین ہوگیا، عرض کی ابو الحسن رونے کا سبب کیا ہے فرمایا بنت رسول ابھی جبرئیل آئے ہیں اور وہ حسین کی تہنیت کے ساتھ ساتھ اس کی شہادت کی بھی خبر دے گئے ہیں حالات سے باخبر ہونے کے بعد فاطمہ کے گریہ گلوگیر ہوگیا، آپ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی باباجان یہ کب ہوگا، فرمایا جب میں نہ ہوں گا نہ تو ہوگی نہ علی ہوں گے نہ حسن ہوں گے فاطمہ نے پوچھا بابا میرا بچہ کس خطا پر شہید ہوگا فرمایا فاطمہ بالکل بے جرم و خطا صرف اسلام کی حمایت میں شہادت ہوگی، فاطمہ نے عرض کی باباجان جب ہم میں سے کوئی نہ ہوگا تو پھر اس پر گریہ کون کرے گا اور اس کی صف ماتم کون بچھائے گا، راوی کا بیان ہے کہ اس سوال کا حضرت رسول کریم ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ ہاتف غیبی کی آواز آئی، اے فاطمہ غم نہ کرو تمہارے اس فرزند کا غم ابد الآباد تک منایا جائے گا اور اس کا ماتم قیامت تک جاری رہے گا ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا نے فاطمہ کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ خدا کچھ لوگوں کو ہمیشہ پیدا کرتا رہے گا جس کے بوڑھے بوڑھوں پر اور جوان جوانوں پر اور بچے بچوں پر اور عورتیں عورتوں پر گریہ وزاری کرتے رہیں گے۔

فطرس کا واقعہ

علامہ مذکور بحوالہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ اسی تہنیت کے سلسلہ میں جناب جبرئیل بے شمار فرشتوں کے ساتھ زمین کی طرف آرہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظر زمین کے ایک غیر معروف طبقہ پر پڑی دیکھا کہ ایک فرشتہ زمین پر پڑا ہوا زار و قطار رو رہا ہے

آپ اس کے قریب گئے اورآپ نے اس سے ماجرا پوچھا اس نے کہا اے جبرئیل میں وہی فرشتہ ہوں جو پہلے آسمان پر سترہزار فرشتوں کی قیادت کرتا تھا میرانام فطرس ہے جبرئیل نے پوچھا تجھے کس جرم کی یہ سزا ملی ہے اس نے عرض کی، مرضی معبود کے سمجھنے میں ایک پل کی دیر کی تھی جس کی یہ سزا بھگت رہاہوں بال وپر جل گئے ہیں یہاں کنج تنہائی میں پڑاہوں۔

ائے جبرئیل خدارا میری کچھ مدد کرو ابھی جبرئیل جواب نہ دینے پائے تھے کہ اس نے سوال کیا ائے روح الامین آپ کہاں جارہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی صلعم کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام حسین ہے میں خدا کی طرف سے اس کی ادائے تہنیت کے لیے جارہاہوں، فطرس نے عرض کی اے جبرئیل خدا کے لیے مجھے اپنے ہمراہ لیتے چلو مجھے اسی در سے شفا اور نجات مل سکتی ہے جبرئیل اسے ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب کہ امام حسین آغوش رسول میں جلوہ فرماتھے جبرئیل نے عرض حال کیا، سرور کائنات نے فرمایا کہ فطرس کے جسم کو حسین کے بدن سے مس کردو ،شفا ہوجائے گی جبرئیل نے ایسا ہی کیا اور فطرس کے بال وپر اسی طرح روئیدہ ہوگیے جس طرح پہلے تھے۔

وہ صحت پانے کے بعد فخر ومباہات کرتا ہوا اپنی منزل "اصلی" آسمان سوم پر جا پہنچا اور مثل سابق سترہزار فرشتوں کی قیادت کرنے لگا ،بعد از شہادت حسین چوں برآں قضیہ مطلع شد" یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا جس میں امام حسین نے شہادت پائی اور اسے حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے بارگاہ احدیت میں عرض کی مالک مجھے اجازت دی جائے کہ مین زمین پر جاکر دشمنان حسین سے جنگ کروں ارشاد ہوا کہ جنگ کی ضرورت نہیں البتہ تو سترہزار فرشتے لے کر زمین پر جا اور ان کی قبر مبارک پر صبح وشام گریہ ماتم کیا کر اور اس کا جو ثواب ہو اسے ان کے رونے والوں کے لیے ہبہ کردے چنانچہ فطرس زمین کربلا پر جا پہنچا اور تا قیام قیامت شب وروز روتا رہے گا (روضۃ الشہدا ازص ۲۳۶ تا ص ۲۳۸ طبع بمبئی ۱۳۸۵ ھ وغنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی)۔

امام حسین سینہ رسول پر

صحابی رسول ابوہریرہ راوی حدیث کا بیان ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہے کہ رسول کریم لیٹے ہوئے اور امام حسین نہایت کمسنی کے عالم میں ان کے سینہ مبارک پر ہیں، ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہوئے فرماتے ہیں اے حسین تو میرے سینے پر کود چنانچہ امام حسین آپ کے سینہ مبارک پر کودنے لگے اس کے بعد حضور صلعم نے امام حسین کا منہ چوم کر خدا کی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پالنے والے میں اسے بے حد چاہتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت امام حسین کا لعاب دہن اور ان کی زبان اس طرح چوستے تھے جس طرح کھجور کوئی چوسے (ارجح المطالب ص ۳۵۹ وص ۳۶۱، استیعاب ج ۱ ص ۱۴۴، اصابہ جلد ۲ ص ۱۱، کنزالعمال جلد ۷ ص ۱۰۴، کنوز الحقائق ص ۵۹)۔

جنت کے کپڑے اور فرزندان رسول کی عید

امام حسن اور امام حسین کا بچپنا ہے عید آنے والی ہیا وران اسخیائے عالم کے گھر میں نئے کپڑے کا کیا ذکر پرانے کپڑے بلکہ نان جویں تک نہیں ہے بچوں نے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں مادر گرامی اطفال مدینہ عید کے دن زرق برق کپڑے پہن کر نکلیں گے اور ہمارے پاس بالکل لباس نو نہیں ہے ہم کس طرح عید منائیں گے ماں نے کہا بچو گھبراؤ نہیں، تمہارے کپڑے درزی لائے گا عید کی رات آئی بچوں نے ماں سے پھر کپڑوں کا تقاضا کیا، ماں نے وہی جواب دے کر نونہالوں کو خاموش کر دیا۔

ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک شخص نے دق الباب کیا، دروازہ کھٹکھٹایا فضہ دروازہ پر گئیں ایک شخص نے ایک بقچہ لباس دیا، فضہ نے سیدۂ عالم کی خدمت میں اسے پیش کیا اب جو کھولا تو اس میں دو چھوٹے چھوٹے عمامے دو قبائیں، دو عبائیں غرضیکہ تمام ضروری کپڑے موجود تھے ماں کا دل باغ باغ ہو گیا وہ تو سمجھ گئیں کہ یہ کپڑے جنت سے آئے ہیں لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا بچوں کو جگایا کپڑے دئیے صبح ہوئی بچوں نے جب کپڑوں کے رنگ کی طرف توجہ کی تو کہا مادر گرامی یہ تو سفید کپڑے ہیں اطفال مدینہ رنگین کپڑے پہنے ہوں گے، امام جان ہمیں رنگین کپڑے چاہئیں۔

حضور انور کو اطلاع ملی، تشریف لائے، فرمایا گھبراؤ نہیں تمہارے کپڑے ابھی ابھی رنگین ہو جائیں گے اتنے میں جبرئیل آفتابہ لیے ہوئے آپہنچے انہوں نے پانی ڈالا محمد مصطفی کے ارادے سے کپڑے سبز اور سرخ ہو گئے سبز جوڑا حسن نے پہنا سرخ جوڑا حسین نے زیب تن کیا، ماں نے گلے لگا لیا باپ نے بوسے دئیے نانا نے اپنی پشت پر سوار کر کے مہار کے بدلے زلفیں ہاتھوں میں دیدیں اور کہا، میرے نونہالو، رسالت کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں ہے جدھر چاہو موڑ دو اور جہاں چاہو لے چلو (روضۃ الشہداء ص ۱۸۹ بحار الانوار)۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ سرور کائنات بچوں کو پشت پر بٹھا کر دونوں ہاتھوں اور پیروں سے چلنے لگے اور بچوں کی فرمائش پر اونٹ کی آواز منہ سے نکالنے لگے (کشف المحجوب)۔

امام حسین ک ا سردار جنت ہونا

پیغمبر اسلام کی یہ حدیث مسلمات اور متواترات سے ہے کہ "الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ وابوہما خیر منہما" حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدر بزرگوار ان دنوں سے بہتر ہیں (ابن ماجہ) صحابی رسول جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سرور کائنات صلعم کو بے انتہا مسرور دیکھ کر پوچھا حضور، افراط مسرت کی کیا وجہ ہے فرمایا اے حذیفہ آج ایک ایسا ملک نازل ہوا ہے جو میرے پاس اس سے قبل کبھی نہیں ایا تھا اس نے مجھے میرے بچوں کی سرداری جنت پر مبارک دی ہے اور کہا ہے کہ "ان فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ وان الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ" فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں

اور حسنین جنت کے مردوں کے سردار ہیں (کنزالعمال جلد ۷ ص ۱۰۷ ، تاریخ الخلفاص ۱۲۳ ، اسد الغابہ ص ۱۲ ، اصابہ جلد ۲ ص ۱۲ ، ترمذی شریف ، مطالب السول ص ۲۴۲ ، صواعق محرقہ ص ۱۱۴)۔

اس حدیث سے سیادت علویہ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا قطع نظر اس سے کہ حضرت علی میں مثل نبی سیادت کاذاتی شرف موجو تھا اور خودسرورکائنات نے باربار آپ کی سیادت کی تصدیق سید العرب ، سید المتقین ، سید المومنین وغیرہ جیسے الفاظ سے فرمائی ہے حضرت علی کا سرداران جنت امام حسن اورامام حسین سے بہتر ہونا واضح کرتا ہے کہ آپ کی سیادت مسلم ہی نہیں بلکہ بہت بلند درجہ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ میرے نزدیک جملہ اولاد علی سید ہیں یہ اور بات ہے کہ بنی فاطمہ کے برابر نہیں ہیں۔

امام حسین عالم نماز میں پشت رسول پر

خدانے جو شرف امام حسن اورامام حسین کو عطا فرمایا ہے وہ اولاد رسول اور فرزندان علی میں آل محمد کے سوا کسی کو نصیب نہیں ان حضرات کا ذکر عبادت اوران کی محبت عبادت، یہ حضرات اگر پشت رسول پر عالم نماز میں سوار ہو جائیں ،تو نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، اکثرایسا ہوتا تھا کہ یہ نونہالان رسالت پشت پر عالم نماز میں سوار ہوجایا کرتے تھے اورجب کوئی منع کرنا چاہتا تھا تو آپ اشارہ سے روک دیا کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ سجدہ میں اس وقت تک مشغول ذکر رہا کرتے تھے جب تک بچے آپ کی پشت سے خودنہ اترآئیں آپ فرمایا کرتے تھے خدایا میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر؟ کبھی ارشاد ہوتا تھا اے دنیا والو! اگرمجھے دوست رکھتے ہو تو میرے بچوں سے بھی محبت کرو(اصابہ ص ۱۲ جلد ۲ ومستدرک امام حاکم ومطالب السؤل ص ۲۲۳)۔

حدیث حسین منی

سرورکائنات نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ارشادفرمایا ہے کہ اے دنیا والو! بس مختصر یہ سمجھ لوکہ "حسین منی وانامن الحسین"حسین مجھ سے ہے اورمیں حسین سے ہوں۔ خدا اسے دوست رکھے جو حسین کودوست رکھے (مطالب السؤل ص ۲۴۲ ، صواعق محرقہ ص ۱۱۴ ، نورالابصار ص ۱۱۳ ، صحیح ترمذی جلد ۶ ص ۳۰۷ ، مستدرک امام حاکم جلد ۳ ص ۱۷۷ ومسنداحمد جلد ۴ ص ۹۷۲ ، اسد الغابہ جلد ۲ ص ۹۱ ، کنزالعمال جلد ۴ ص ۲۲۱)۔

مکتوبات باب جنت

سرورکائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشادفرماتے ہیں کہ شب معراج جب میں سیر آسمانی کرتا ہوا جنت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ باب جنت پر سونے کے حروف میں لکھا ہوا ہے۔

"لاالہ الااللہ مُحَمَّدٌ حبیب اللہ علی ولی اللہ وفاطمۃ امۃاللہ والحسن والحسین صفوۃ اللہ ومن ابغضھم لعنہ اللہ"

ترجمہ: خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں علی، اللہ کے ولی ہیں۔ فاطمہ اللہ کی کنیز ہیں، حسن اور حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں اور ان سے بغض رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے (ارجح المطالب باب ۳ ص ۳۱۳ طبع لاہور ۱۲۵۱)

امام حسین اور صفات حسنہ کی مرکزیت

یہ تو معلوم ہی ہے کہ امام حسین حضرت محمد مصطفی صلی علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، حضرت علی وفاطمہ کے بیٹے اور امام حسن کے بھائی تھے اور انہیں حضرات کو پنتن پاک کہا جاتا ہے اور امام حسین پنجتن کے آخری فرد ہیں یہ ظاہر ہے کہ آخر تک رہنے والے اور ہر دور سے گزرنے والے کے لیے اکتساب صفات حسنہ کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، امام حسین ۳/ شعبان ۴ ہجری کو پیدا ہو کر سرورکائنات کی پرورش وپرداخت اور آغوش مادر میں میں رہے اور کسب صفات کرتے رہے، ۲۸/ صفر ۱۱ ہجری کو جب آنحضرت شہادت پاگئے اور ۳/ جمادی الثانیہ کو ماں کی برکتوں سے محروم ہوگئے تو حضرت علی نے تعلیمات الہیہ اور صفات حسنہ سے بہرہ ور کیا، ۲۱/ رمضان ۴۰ ہجری کو آپ کی شہادت کے بعد امام حسن کے سر پر ذمہ داری عائد ہوئی، امام حسن ہر قسم کی استمداد واستعانت خاندانی اور فیضان باری میں برابر کے شریک رہے، ۲۸/ صفر ۵۰ ہجری کو جب امام حسن شہید ہوگئے تو امام حسین صفات حسنہ کے واحد مرکز بن گئے، یہی وجہ ہے کہ آپ میں جملہ صفات حسنہ موجود تھے اور آپ کے طرز حیات میں محمد وعلی وفاطمہ اور حسن کا کردار نمایاں تھا اور آپ نے جو کچھ کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا، کتب مقاتل میں ہے کہ کربلا میں جب امام حسین رخصت آخری کے لیے خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینب نے فرمایا تھا کہ ائے خامس آل عبا آج تمہاری جدائی کے تصور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفی، علی مرتضی، فاطمۃ الزہراء، حسن مجتبی ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔

حضرت عمر کا اعتراف شرف آل محمد

عہد عمری میں اگرچہ پیغمبر اسلام کی آنکھیں بند ہو چکی تھی اور لوگ محمد مصطفی کی خدمت اور تعلیمات کو پس پشت ڈال چکے تھے لیکن پھر بھی کبھی کبھی "حق برزبان جاری" کے مطابق عوام سچی باتیں سن ہی لیا کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر منبر رسول پر خطبہ فرمارہے تھے ناگاہ حضرت امام حسین کا ادھر سے گزر ہوا آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت عمر کی طرف مخاطب ہو کر بولے "انزل عن منبر ابی" میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے اور جائیے اپنے باپ کے منبر پر بیٹھے آپ نے کہا کہ میرے

باپ کاتوکوئی منبر نہیں ہے اس کے بعد منبر سے اتر کر امام حسین کو اپنے ہمراہ گھر لے گئے اور وہاں پہنچ کر پوچھا کہ صاحب زادے تمہیں یہ بات کس نے سکھائی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے سے کہا ہے، مجھے کسی نے سکھایا نہیں اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، کبھی کبھی آیا کرو آپ نے فرمایا بہتر ہے ایک دن آپ تشریف لے گئے تو حضرت عمر کو معاویہ سے تنہائی میں محو گفتگو پا کو واپس چلے گئے ۔۔۔۔ جب اس کی اطلاع حضرت عمر کو ہوئی تو انہوں نے محسوس کیا اور راستے میں ایک دن ملاقات پر کہا کہ آپ واپس کیوں چلے آئے تھے فرمایا کہ آپ محو گفتگو تھے اس لیے میں نے عبداللہ (ابن عمر) کے ہمراہ واپس آیا حضرت عمر نے کہا کہ "فرزند رسول میرے بیٹے سے زیادہ تمہارا حق ہے" فانما انت ماتری فی روسنا اللہ ثم انتم" اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ میرا وجود تمہارے صدقہ میں ہے اور میرا رواں تمہارے طفیل سے اگا ہے (اصابہ ج ۲ ص ۲۵، کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۷، ازالۃ الخفاء)۔

ابن عمر کا اعتراف شرف حسینی

ابن حریب راوی ہیںکہ ایک دن عبداللہ ابن عمر خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت امام حسین علیہ السلام سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے ابن عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسین اہل آسمان کے نزدیک تمام اہل زمین سے زیادہ محبوب ہیں۔

کرم حسین کی ایک مثال

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں زیر آیۃ "علم آدم الاسماء کلھا" لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی نے خدمت امام حسین میں حاضر ہو کر کچھ مانگا اور کہا کہ میں نے آپ کے جد نامدار سے سنا ہے کہ جب کچھ مانگنا ہو تو چار قسم کے لوگوں سے مانگو : ۱ ۔ شریف عرب سے

۲ ۔ کریم حاکم سے

۳ ۔ حامل قرآن سے ۴ ۔ حسین شکل والے سے ۔

میں آپ آپ میں یہ جملہ صفات پاتا ہوں اس لیے مانگ رہا ہوں آپ شریف عرب ہیں آپ کے نانا عربی ہیں آپ کریم ہیں ،کیونکہ آپ کی سیرت ہی کرم ہے، قرآن پاک آپ کے گھر میں نازل ہوا ہے آپ صبیح و حسین ہیں، رسول خدا کا ارشاد ہے کہ جو مجھے دیکھنا چاہے وہ حسن اور حسین کو دیکھے، لہذا عرض ہے کہ مجھے عطیہ سے سرفراز فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ جد نامدار نے فرمایا ہے کہ "المعروف بقدر المعرفۃ" معرفت کے مطابق عطیہ دینا چاہئے، تو میرے سوالات کا جواب دے ۔ بتا:

سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ پر ایمان لانا۔ ۲ ۔ ہلاکت سے نجات کا ذریعہ ہے؟ اس نے کہا اللہ پر بھروسہ کرنا۔ ۳۔ مرد کی زینت کیا ہے؟ کہا "علم معہ حلم" ایسا علم جس کے ساتھ حلم ہو، آپ نے فرمایا درست ہے اس کے بعد آپ ہنس پڑے۔ ورمی بالصرۃ الیہ اور ایک بڑا کیسہ اس کے سامنے ڈال دیا۔ (فضائل الخمسۃ من الصحاح الستۃ جلد ۳ ص ۲۶۸)۔

امام حسین کی نصرت کے لیے رسول کریم کا حکم

انس بن حارث کا بیان ہے جو کہ صحابی رسول اور اصحاب صفہ میں سے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک دن رسول خدا کی گود میں تھے اور وہ ان کو پیار کر رہے تھے، اسی دوران میں فرمایا، ان ابنی ہذا یقتل بارض یقال لہا کربلاء فمن شہد ذالک منکم فلینصرہ" کہ میرا یہ فرزند حسین اس زمین پر قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے دیکھو تم میں سے اس وقت جو بھی موجود ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مدد کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ اصل راوی اور چشم دید گواہ انس بن حارث جو کہ اس وقت موجود تھے وہ امام حسین کے ہمراہ کربلا میں شہید ہو گئے تھے(اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۲۳ و ۳۴۹، اصابہ جل ۱ ص ۶۸، کنز العمال جلد ۶ ص ۲۲۳، ذخائر العقبی محب طبری ص ۱۴۶)۔

امام حسین علیہ السلام کی عبادت

علماء و مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زبردست عبادت گزار تھے آپ شب و روز میں بے شمار نمازیں پڑھتے تھے اور انواع و اقسام عبادات سے سرفراز ہوتے تھے آپ نے پچیس حج پاپیادہ کئے اور یہ تمام حج زمانہ قیام مدینہ منورہ میں فرمائے تھے، عراق میں قیام کے دوران آپ کو اموی ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے کسی حج کا موقع نہیں مل سکا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۷)۔

امام حسین کی سخاوت

مسند امام رضا ص ۳۵ میں ہے کہ سخی دنیا کے لوگوں کے سردار اور متقی آخرت کے لوگوں کے سردار ہوتے ہیں امام حسین سخی ایسے تھے جن کی نظیر نہیں اور متقی ایسے تھے کہ جن کی مثال نہیں، علماء کا بیان ہے کہ اسامہ ابن زید صحابی رسول علیل تھے امام حسین انھیں دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے محسوس کیا کہ وہ بے حد نجیدہ ہیں، پوچھا، ائے میرے نانا کے صحابی کیا بات

ہے"واغماہ" کیوں کہتے ہو،عرض کی مولا، ساٹھ ہزاردرہم کامقروض ہوں آپ نے فرمایاکہ گھبراو نہیں اسے میں اداکردوں گاچنانچہ آپ نے ان کی زندگی میں ہی انہیں قرضے کے بارسے سبکدوش فرمادیا۔

ایک دفعہ ایک دیہاتی شہرمیں آیا اوراس نے لوگوں سے دریافت کیاکہ یہاں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ لوگوں نے امام حسین کانام لیا، اس نے حاضرخدمت ہوکربذریعہ اشعارسوال کیا،حضرت نے چارہزاراشرفیاں عنایت فرمادیں،اس نے شعیب خزاعی کاکہناہے کہ شہادت امام حسین کے بعدآپ کی پشت پربار برداری کے گھٹے دیکھے گئے جس کی وضاحت امام زین العابدین نے یہ فرمائی تھی کہ آپ اپنی پشت پرلادکراشرفیاں اورغلوں کے گٹھربیواؤں اوریتیموں کے گھرات کے وقت پہنچایاکرتے تھے کتابوں میں ہے کہ آپ کے ایک غیرمعصوم فرزندکوعبدالرحمن سلمی نے سورہ حمدکی تعلیم دی،آپ نے ایک ہزاراشرفیاں اورایک ہزارقیمتی خلعتیں عنایت فرمائیں (مناقب ابن شہرآشوب جلد ۴ ص ۷۴) ۔

امام شلبجی اورعلامہ محمدابن طلحہ شافعی نے نورالابصاراورمطالب السؤل میں ایک اہم واقعہ آپ کی صفت سخاوت کے متعلق تحریرکیاہے جسے ہم امام حسن کے حال میں لکھ آئے ہین کیونکہ اس واقعہ سخاوت میں وہ بھی شریک تھے۔

جنگ صفین میں امام حسین کی جدوجہد

اگرچہ مورخین کاتقریبااس پراتفاق ہے کہ امام حسین عہدامیرالمومنین کے ہرمعرکہ میں موجودرہے، لیکن محض اس خیال سے کہ یہ رسول اکرم کی خاص امانت ہیں انہیں کسی جنگ میں لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی (نورالحسینہ ص ۴۴) ۔

لیکن علامہ شیخ مہدی مازندرانی کی تحقیق کے مطابق آپ نے بندش آپ توڑنے کے لیے مقام صفین میں نبرآزمائی فرمائی تھی(شجرۂ طوبی طبع نجف اشرف ۱۳۵۴ ھ وبحارالانوارجلد ۱۰ ص ۲۵۷ طبع ایران)۔

علامہ باقرخراسانی لکھتے ہیں کہ اس موقع پرامام حسین کے ہمراہ حضرت عباس بھی تھے (کبریت الاحمرص ۲۵ وذکرالعباس ص ۲۶) ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام گرداب مصائب میں

واقعہ کربلاکاآغاز

حضرت امام حسین علیہ السلام جب پیغمبراسلام حضرت محمد مصطفی صلعم کی زندگی کے آخری لمحات سے لے کرامام حسن کی حیات کے آخری ایام تک بحرمصائب وآلام کے ساحل سے کھیلتے ہوئے زندگی کے اس عہدمیں داخل ہوئے جس کے بعدآپ کے

علاوہ پنجتن میں کوئی باقی نہ رہاتوآپ کا سفینہ حیات خود گرداب مصائب میں آگیا امام حسن کی شہادت کے بعد سے معاویہ کی تمام ترجدوجہد یہی رہی کہ کسی طرح امام حسین کا چراغ زندگی بھی اسی طرح گل کردے، جس طرح حضرت علی اورامام حسن کی شمع حیات بجھا چکاہے اوراس کے لیے وہ ہر قسم کا داؤں کرتارہا اوراس سے کا مقصد صرف یہ تھاکہ یزیدکی خلافت کے منصوبہ کوپروان چڑھائے، بالآخراس نے ۵۶ ء میں ایک ہزارکی جمیعت سمیت یزیدکے لیے بیعت لینے کی غرض سے حجازکا سفراختیارکیا اورمدینہ منورہ پہنچا۔

وہاں امام حسین سے ملاقات ہوئی اس نے بیعت یزیدکاذکرکیا،آپ نے صاف لفظوں میں اس کی بدکرداری کا حوالہ دے کرانکارکردیا، معاویہ کوآپ کاانکارکھلاتوبہت زیادہ لیکن چندالٹے سیدھے الفاظ کہنے کے سوااورکچھ کرنہ سکا اس کے بعدمدینہ اورپھرمکہ میں بیعت یزید لے کرشام کوواپس چلاگیا۔ علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ امیرمعاویہ نے جب مدینہ میں بیعت کاسوال اٹھایاتوحسین بن علی، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیرنے بیعت یزید سے انکارکردیا اس نے بڑی کوشش کی لیکن یہ لوگ نہ مانے اوررفع فتنہ کے لیے امام حسین کے علاوہ سب مدینہ سے چلے گئے۔

معاویہ ان کے پیچھے مکہ پہنچا اوروہاں ان پردباؤڈالا لیکن کامیاب نہ ہوا، آخرکار شام واپس چلاگیا (روضۃ الشہداء ص ۲۳۴)۔

معاویہ بڑی تیزی کی ساتھ بیعت لیتارہا اوربقول علامہ ابن قتیبہ اس سلسلہ میں اس نے ٹکوں میں لوگوں کے دین بھی خریدلیے، الغرض رجب ۶۰ ھ میں معاویہ رخت سفرباندھ کردنیا سے چلاگیا،یزیدجواپنے باپ کے مشن کوکامیاب کرناضروری سمجھتاتھا سب سے پہلے مدینہ کی طرف متوجہ ہوگیا اوراس نے وہاں کے والی ولیدبن عقبہ کولکھاکہ امام حسین، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیرسے میری بیعت لے لے، اوراگریہ انکارکریں توان کے سرکاٹ کرمیرے پاس بھیج دے، ابن عقبہ نے مروان سے مشورہ کیااس نے کہاکہ سب بیعت کرلیں گے لیکن امام حسین ہرگزبیعت نہ کریں گے اورتجھے ان کے ساتھ پوری سختی کابرتاؤ کرناپڑے گا۔

صاحب تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ ولیدنے ایک شخص (عبدالرحمن بن عمربن عثمان) کوامام حسین اورابن زبیرکوبلانے کے لیے بھیجا، قاصدجس وقت پہنچادونوں مسجدمیں محوگفتگوتھے آپ نے ارشادفرمایاکہ تم چلوہم آتے ہیں، قاصدواپس چلاگیا اوریہ دونوں آپ میں بلانے کے سبب پرتبادلہ خیالات کرنے لگے امام حسین نے فرمایاکہ میں نے آج ایک خواب دیکھاہے جس سے میں یہ سمجھتاہونکہ معاویہ نے انتقال کیااوریہ ہمیں بیعت یزیدکے لیے بلارہاہے ابھی یہ حضرات جانے نہ پائے تھے کہ قاصدپھرآگیا اوراس نے کہاکہ ولیدآپ حضرات کے انتظارمیں ہے امام حسین نے فرمایاکہ جلدی کیاہے جاکرکہہ دوکہ ہم تھوڑی دیرمیں آجائیں گے۔

اس کے بعد امام حسین دولت سرا میں تشریف لائے اور ۳۰ بہادروں کو ہمراہ لے کر ولید سے ملنے کا قصد فرمایا آپ داخل دربار ہوگئے اور بہادران بنی ہاشم بیرون خانہ درباری حالات کا مطالعہ کرتے رہے ولید نے امام حسین کی مکمل تعظیم کی اور خبر مرگ معاویہ سنانے کے بعد بیعت کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ مسئلہ سوچ بچار کا ہے تم لوگوں کو جمع کرو اور مجھے بھی بلا لو میں "علی روس الاشہاد" یعنی عام مجمع میں اظہار خیال کروں گا۔

ولید نے کہا بہتر ہے، پھر کل تشریف لائیے گا ابھی آپ جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ مروان بول اٹھا اے ولید اگر حسین اس وقت تیرے قبضہ سے نکل گئے تو پھر ہاتھ نہ آئیں گے ان کو اسی وقت مجبور کر دے اور ابھی ابھی بیعت لے لے اور اگر یہ انکار کریں تو حکم یزید کے مطابق سر تن سے اتار لے یہ سننا تھا کہ امام حسین کو جلال آگیا آپ نے فرمایا "یا ابن الزرقا" کس میں دم ہے کہ حسین کو ہاتھ لگا سکے، تجھے نہیں معلوم کہ ہم آل محمد ہیں فرشتے ہمارے گھروں میں آتے رہتے ہیں ہمیں کیونکر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ ہم یزید جیسے فاسق و فاجر اور شرابی کی بیعت کر لیں، امام حسین کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ بہادران بنی ہاشم داخل دربار ہو گئے اور قریب تھا کہ زبردست ہنگامہ برپا کر دیں لیکن امام حسین نے انہیں سمجھا بجھا کر خاموش کر دیا اس کے بعد امام حسین واپس دولت سرا تشریف لے گئے ولید نے سارا واقعہ یزید کو لکھ کر بھیج دیا اس نے جواب میں لکھا کہ اس خط کے جواب میں امام حسین کا سر بھیج دو، ولید نے یزید کا خط امام حسین کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ فرزند رسول، میں یزید کے کہنے پر کسی صورت سے عمل نہیں کر سکتا لیکن آپ کو باخبر کرتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ یزید آپ کے خون بہانے کے در پے ہے۔

امام حسین نے صبر کے ساتھ حالات پر غور کیا اور نانا کے روضہ پر جا کر درد دل بیان فرمایا اور بے انتہا روئے، صبح صادق کے قریب مکان واپس آئے دوسری رات کو پھر روضہ رسول پر تشریف لے گئے اور مناجات کے بعد روتے روتے سو گئے خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ آپ حسین کی پیشانی کا بوسہ لے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے نور نظر عنقریب امت تمہیں شہید کر دے گی بیٹا تم بھوکے پیاسے ہوگے تم فریاد کرتے ہوگے اور کوئی تمہاری فریاد رسی نہ کرے گا امام حسین کی آنکھ کھل گئی آپ دولت سرا واپس تشریف لائے اور اپنے اعزا کو جمع کر کے فرمانے لگے کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ میں مدینہ کو چھوڑ دوں، ترک وطن کا فیصلہ کرنے کے بعد روضہ امام حسن اور مزار جناب سیدہ پر تشریف لے گئے بھائی سے رخصت ہوئے ماں کو سلام کیا قبر سے جواب سلام آیا، نانا کے روضہ پر رخصت آخری کے لیے تشریف لے گئے روتے روتے سو گئے سرور کائنات نے خواب میں صبر کی تلقین کی اور فرمایا بیٹا ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔

علماء کا بیان ہے کہ امام حسین ۲۸/ رجب ۶۰ھ یوم سہ شنبہ کو مدینہ منورہ سے بارادہ مکہ معظمہ روانہ ہوئے علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ "نفر لمکتہ خوفا علی نفسہ" امام حسین جان کے خوف سے مکہ تشریف لے گئے (صواعق محرقہ ص ۴۷)۔

آپ کے ساتھ تمام مخدرات عصمت وطہارت اورچھوٹے چھوٹے بچے تھے البتہ آپ کی ایک صاحبزادی جن کانام فاطمہ صغریٰ تھا اورجن کی عمراس وقت ۷/ سال تھی بوجہ علالت شدیدہ ہمراہ نہ جاسکیں امام حسین نے آپ کی تیمارداری کے لیے حضرت عباس کی ماں جناب ام البنین کومدینہ میں ہی چھوڑدیا تھا اورکچھ فریضہ خدمت ام المومنین جناب ام سلمہ کے سپرد کردیا تھا، آپ ۳/ شعبان ۶۰ ھ یوم جمعہ کومکہ معظمہ پہنچ گئے آپ کے پہنچتے ہی والی مکہ سعیدابن عاص مکہ سے بھاگ کرمدینہ چلاگیا اوروہاں سے یزیدکومکہ کے تمام حالات لکھے اوربتایاکہ لوگوں کارجحان امام حسین کی طرف اس تیزی سے بڑھ رہاہے جس کاجواب نہیں ،یزیدنے یہ خبرپاتے ہی مکہ میں قتل حسین کی سازش پرغورکرناشروع کردیا۔

امام حسین مکہ معظمہ میں چارماہ شعبان، رمضان، شوال،ذیقعدہ مقیم رہے یزیدجوبہرصورت امام حسین کوقتل کرناچاہتا تھا اس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حسین اگرمدینہ سے بچ کرنکل گئے ہیں تومکہ میں قتل ہوجائیں اوراگرمکہ سے بچ نکلیں توکوفہ پہنچ کرشہیدہوسکیں، یہ انتظام کیاکہ کوفے سے ۱۲ ہزارخطوط دوران قیام مکہ میں بھجوائے کیونکہ دشمنوں کویہ یقین تھاکہ حسین کوفہ میں آسانی سے قتل کئے جاسکیں گے ،نہ یہاں کے باشندوں میں عقیدہ کاسوال ہے اورنہ عقیدت کا یہ فوجی لوگ ہیں ان کی عقلیں بھی موٹی ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ شہادت حسین سے قبل جب تک جتنے افسربھیجے گئے وہ محض اس غرض سے بھیجے جاتے رہے کہ حسین کوگرفتارکرکے کوفہ لے جائیں (کشف الغمہ ص ۶۸) ۔

اورایک عظیم لشکرمکہ میں شہیدکئے جانے کے لیے ارسال کیااور ۳۰/ خارجیوں کوحاجیوں کے لباس میں خاص طورپربھجوادیاجس کاقائد عمرابن سعد تھا (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۱ ، منتخب طریحی خلاصۃ المصائب ص ۱۵۰ ،ذکرالعباس ص ۱۲۲) ۔

عبدالحمید خان ایڈیٹر رسالہ مولوی دہلی لکھتے ہیں کہ "اس کے علاوہ ایک سازش یہ بھی کی گئی کہ ایام حج میں تین سوشامیوں کوبھیج دیاگیاکہ وہ گروہ حجاج میں شامل ہوجائیں اورجہاں جس حال میں بھی حضرت امام حسین کوپائیں قتل کرڈالیں (شہیداعظم ص ۷۱) ۔

خطوط جوکوفہ سے آئے تھے انہیں شرعی رنگ دیاگیاتھا اوروہ ایسے لوگوں کے نام سے بھیجے گئے تھے جن سے امام حسین متعارف تھے شاہ عبدالعزیز دہلوی کاکہناہے کہ یہ خطوط "من کل طائفۃ وجماعۃ" ہرطائفہ اورجماعت کی طرف سے بھجوائے گئے تھے (سرالشہادتین ص ۶۷) ۔ علامہ ابن حجرکاکہناہے کہ خطوط بھیجنے والے عام اہل کوفہ تھے (صواعق محرقہ ص ۱۱۷) ابن جریرکابیان ہے کہ اس زمانہ میں کوفہ میں ایک دوگھرکے علاوہ کوئی شیعہ نہ تھا (طبری) حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآہونے کے لیے تفحص حالات کی خاطرجناب مسلم ابن عقیل کوکوفہ روانہ کردیا۔

مکہ معظمہ میں امام حسین کی جان نہ بچ سکی

یہ واقعہ ہے کہ امام حسین مدینہ منورہ سے اس لے عازم مکہ ہوئے تھے کہ یہاں ان کی جان بچ جائے گی لیکن آپ کی جان لینے پر ایسا سفاک دشمن تلاہوا تھا جس نے مکہ معظمہ اورکعبہ محترمہ میں بھی آپ کو محفوظ نہ رہنے دیا اوروہ وقت آگیاکہ امام حسین مقام امن کو محل خوف سمجھ کر مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اورقریب تھاکہ آپ کوعالم حج وطواف میں قتل کردیں۔

امام حسین کو جیسے ہی سازش کا پتہ لگا،آپ نے فوراحج کو عمرہ منفردہ سے بدلا اور ۸/ ذی الحجہ ۶۰ھ کو جناب مسلم کے خط پر بھروسہ کرکے عازم کوفہ ہوگئے ابھی آپ روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ اعزاء واقربانے کمال ہمدردی کے ساتھ التوائے سفر کوفہ کی درخواست کی ،آپ نے فرمایا کہ گرچیونٹی کے بل میں بھی چھپ جاؤں توبھی ضرور قتل کیاجاؤں گا اور سنو میرے نانا نے فرمایاہے کہ حرمت مکہ ایک دنبہ کے قتل سے بربادہوگی میں ڈرتاہوں کہ وہ دنبہ میں ہی نہ قرارپاؤں میری خواہش ہے کہ میں مکہ سے باہرچاہے ایک ہی بالشت پرکیوں نہ ہوں قتل کیاجاوں گا(تاریخ کامل جلد ۴ ص ۲۰ ،ینابع المودۃ ص ۲۳۷ ، صواعق محرقہ ص ۱۱۷) ۔

یہ واقعہ ہے کہ یزیدکاارادہ بہرصورت امام حسین کوقتل کرنا اوراستیصال بنی فاطمہ تھا۔(کشف الغمہ ص ۸۷) ۔

یہی وجہ ہے کہ جب امام حسین کے مکہ معظمہ سے روانہ ہونے کی اطلاع والی مکہ عمربن سعید کوہوئی تواس نے پوری طاقت سے آپ کوواپس لانے کی سعی کی اوراسی سلسلہ میں اسی نے یحی بن سعیدابن العاص کوایک گروہ کے ساتھ آپ کوروکنے کے لیے بھیج دیا“فقالوا لہ انصرف این تذہب” ان لوگوں نے آپ کو روکا اور کہاکہ آپ یہاں سے کہاں نکلے جارہے ہیں فورالوٹیے ،آپ نے فرمایا ایساہرگزنہیں ہوگا،یہ روکنا معمولی نہ تھا بلکہ ایسا تھاجس میں مارپیٹ کی بھی نوبت آئی (دمعۃساکبۃ ص ۳۱۶) مقصدیہ ہے کہ والی مکہ یہ نہیں چاہتاتھاکہ امام حسین اسکے حدوداقتدارسے نکل جائیں اوریزید کے منشاء کوپورانہ کرسکے کیونکہ اس کے پیش نظروالی مدینہ کی برطرفی یاتعطل تھا،وہ دیکھ چکاتھاکہ حسین کے مدینہ سے سالم نکل آنے پروالی مدینہ برطرف کردیاگیاتھا۔

امام حسین کی مکہ سے روانگی

الغرض امام حسین اپنے جملہ اعزاء واقرباء اورانصارجان نثار کوہمراہ لے کرجن کی تعدادبقول امام شبلنجی ۸۲ تھی مکہ سے روانہ ہوگئے آپ جس وقت منزل صفاح پرپہنچے توفرزدق شاعرسے ملاقات ہوئی وہ کوفہ سے آرہاتھا استفساربراس نے بتایاکہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہوں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں آپ نے اپنی روانگی کے وجوہ بیان فرمائے اورآپ وہاں سے آگے بڑھے پھرمنزل حاجزکے ایک چشمہ پراترے وہاں عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی کوفیوں کی بے پروائی کاذکرکیا،اسکے بعدآپ منزل بطن الرمہ پہنچے اوروہاں سے منزل ذات العرق میں ڈیرہ ڈالا،وہاں شخص بشیربن غالب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی کوفیوں کی غداری کاتذکرہ کیا۔

پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے ایک مقام پر ایک خیمہ نصب دیکھا پوچھا اس جگہ کون ٹھہرا ہے معلوم ہوکہ زبیر ابن ایقین، آپ نے انہیں بلوا بھیجا، جب وہ آئے تو آپ نے اپنی حمایت کا ذکر کیا انہوں نے قبول کر کے اپنی بیوی کو بروائتے اپنے بھائی کے ہمراہ گھر روانہ کر دیا اور خود امام حسین کے ساتھ ہو گئے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل "زبالہ" میں پہنچے وہاں آپ کو حضرت مسلم وہانی اور محمد بن کثیر اور عبد اللہ بن یقطر جیسے دلیروں کی شہادت کی خبر ملی آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا اور داخل خیمہ ہو کر حضرت مسلم کی بچیوں کو کمال محبت کے ساتھ پیار کیا اور بے انتہا روئے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرا قتل یقینی ہے، میں تم لوگوں کی گردنوں سے طوق بیعت اتارے لیتا ہوں تمہارا جدھر جی چاہے چلے جاؤ، دنیادار تو واپس ہو گئے، لیکن سب دیندار ہم رکاب ہی رہے۔

پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل قصر بنی مقاتل پر اترے وہاں عبد اللہ ابن حر جعفی سے ملاقات ہوئی آپ کے اصرار کے باوجود وہ بقول واعظ کاشفی آپ کے ہمرکاب نہ ہوا پھر منزل ثعلبیہ پر پہنچے، وہاں جناب زینب کی آغوش میں سر رکھ کے سو گئے خواب میں رسول خدا کو دیکھا کہ وہ بلا رہے ہیں آب رو پڑے، ام کلثوم نے سبب گریہ پوچھا آپ نے خواب کا حوالہ دیا اور خاندان کی تباہی کا تاثر ظاہر فرمایا، علی اکبر نے عرض کی بابا ہم حق پر ہیں ہمیں موت سے ڈر نہیں۔

اس کے بعد آپ نے منزل قطقطانیہ پر خطبہ دیا اور وہاں سے روانہ ہو کر قبیلہ بنی سکون میں ٹھہرے آپ کی یہاں سکونت کی اطلاع ابن زیادہ کو دی گئی اس نے ایک ہزار یا دو ہزار کے لشکر سمیت حر بن یزید ریاحی کو امام حسین کی گرفتاری کے لیے روانہ کر دیا امام حسین اپنی قیام گاہ سے نکل کر کوفہ کی طرف بدستور روانہ ہو گئے راستے میں بنی عکرمہ کا ایک شخص ملا، اس نے کہا قادسیہ سے غدیب تک ساری زمین لشکر سے پٹی پڑی ہے آپ نے اسے دعائے خیر دی اور خود آگے بڑھ کر "منزل شراف" پر قیام کیا وہاں آپ نے محرم ۶۱ ھ کا چاند دیکھا اور آپ رات گذار کر علی الصباح روانہ ہو گئے۔

حر بن یزید ریاحی

صبح کا وقت گزرا دوپہر آئی لشکر حسین بادیہ پیمائی کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک صحابی حسین نے تکبیر کہی لوگوں نے سبب پوچھا، اس نے جواب دیا کہ مجھے کوفہ کی سمت خرمے اور کیلے کے درخت جیسے نظر آ رہے ہیں یہ سن کر لوگ یہ خیال کرتے ہوئے کہ س جنگل میں درخت کہاں، اس طرف غور سے دیکھنے لگے، تھوڑی دیر میں گھوڑوں کی کنوتیاں نظر آئیں امام نے فرمایا کہ دشمن آ رہے ہیں لہذا منزل ذو خشب یا ذو حسم کی طرف مڑ چلو، لشکر حسین نے رخ بدلا اور لشکر حر نے تیز رفتاری اختیار کی بالآخر سامنے آپہنچا اور بروایتے لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا یہ دیکھ کر حضرت عباس آگے بڑھے اور فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے ""ماترید" کیا چاہتا ہے (مائیتین) ص ۱۸۳)۔

مورخین کا بیان ہے کہ چونکہ لشکر حر پیاس سے بے چین تھا اس لے ساقی کوثر کے فرزند نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ حر کے سواروں اور سواری کے جانوروں کو اچھی طرح سیراب کردو، چنانچہ اچھی طرح سیرابی کردی گئی اس کے بعد نماز ظہر کی اذان ہوئی حر نے امام حسین کی قیادت میں نماز ادا کی اور یہ بتایا کہ ہمیں آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ ہم آپ کو ابن زیاد کے دربار میں حاضر کریں، امام حسین نے فرمایا کہ میرے جیتے جی یہ ناممکن ہے کہ میں گرفتار ہو کر خاموشی کے ساتھ کوفہ میں قتل کردیا جاؤں۔

پھر اس نے تنہائی میں رائے دی کہ چپکے سے رات کے وقت کسی طرف نکل جائیے آپ نے اس کی رائے کو پسند کیا اور ایک راستے پر آپ چل پڑے جب صبح ہوئی تو پھر حر کو تعاقب کرتے دیکھے اور پوچھا کہ اب کیا بات ہے اس نے کہا مولا کسی جاسوس نے ابن زیاد سے غمازی کردی ہے چنانچہ اب اس کا حکم یہ آگیا ہے کہ میں آپ کو بے آب وگیاہ جنگل میں روک لوں گفتگو کے ساتھ ساتھ رفتار بھی جاری تھی کہ ناگاہ امام حسین کے گھوڑے نے قدم روکے، آپ نے نے لوگوں سے پوچھا اس زمین کو کیا کہتے ہیں کہا گیا کربلا آپ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ یہیں پر ڈیرے ڈال دو اور یہیں خیمے لگادو کیونکہ قضائے الہی یہیں ہمارے گلے ملے گی (نورالابصار ص ۱۱۷ ، مطالب السؤل ص ۲۵۷ ، طبری جلد ۳ ص ۴۰۷ ،کامل جلد ۴ ص ۲۶ ، ابو الفداء ج ۲ ص ۲۰۱ ،دمعۃ ساکبۃ ص ۳۳۰ اخبار الطوال ص ۲۵۰ ، ابن الوردی جلد ۱ ص ۱۷۲ ،ناسخ جلد ۶ ص ۲۱۹ ، بحارالانوار جلد ۱۰ ص ۲۸۶) ۔

کربلامیں ورود

۲/ محرم الحرام ۶۱ ھ یوم پنجشنبہ کو امام حسین علیہ السلام وارد کربلا ہوگئے نورالعین ص ۴۶ حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۵۱ مطالب السؤل ص ۲۵۰ ، ارشاد مفید، دمعۃ ساکبۃ ص ۳۲۱ ۔

واعظ کاشفی اور علامہ اربلی کا بیان ہے کہ جیسے ہی امام حسین نے زمین کربلا پر قدم رکھا زمین کربلا زرد ہوگئی اور ایک ایسا غبار اٹھا جس سے آپ کے چہرۂ مبارک پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوگئے، یہ دیکھ کر اصحاب ڈر گئے اور جناب ام کلثوم رونے لگیں (کشف الغمہ ص ۶۹ روضۃ الشہداء ص ۳۰۱) ۔

صاحب مخزن البکا لکھتے ہیں کہ کربلا پر ورود کے فورا بعد جناب ام کلثوم نے امام حسین سے عرض کی ،بھائی جان یہ کیسی زمین ہے کہ اس جگہ ہمارے دل دھل رہے ہیں امام حسین نے فرمایا بس یہ وہی مقام ہے جہاں بابا جان نے صفین کے سفر میں خواب دیکھا تھا یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا ،کتاب مائین میں ہے کہ اسی دن ایک صحابی نے ایک بیری کے درخت سے مسواک کے لیے شاخ کاٹی تو اس سے خون تازہ جاری ہوگیا۔

امام حسین کا خط اہل کوفہ کے نام

کربلا پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے اتمام حجت کے لیے اہل کوفہ کے نام قیس ابن مسہر کے ذریعہ سے ایک ارسال فرمایا ،جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تمہاری دعوت پر میں کربلا تک آگیا ہوں ،الخ۔ قیس خط لیے جا رہے تھے کہ راستے میں گرفتار کر لیے گئے اور انہیں ابن زیاد کے سامنے کوفہ لے جا کر پیش کر دیا گیا ،ابن زیاد نے خط مانگا قیس نے بروایتے چاک کر کے پھینک دیا اور بروایتے خط کو کھالیا ابن زیاد نے انہیں بضرب تازیانہ شہید کر دیا (روضۃ الشہداء ص ۳۰۱ ،کشف الغمہ ص ۶۶)۔

عبیداللہ ابن زیاد کا خط امام حسین کے نام

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسین کے کربلا پہنچنے کے بعد حر نے ابن زیاد کو آپ کی رسیدگی کربلا کی خبر دی اس نے امام حسین کو فورا ایک خط ارسال کیا جس میں لکھا کہ مجھے یزید نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اس کے لیے بیعت لے لوں ،یا آپ کو قتل کردوں ،امام حسین نے اس خط کا جواب نہ دیا "القاہ من یدہ" اور اسے زمین پر پھینک دیا (مطالب السؤل ص ۲۵۷ ،نورالابصار ص ۱۱۷)۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن حنفیہ کو اپنے کربلا پہنچنے کی ایک خط کے ذریعہ سے اطلاع دی اور تحریر فرمایا کہ میں نے زندگی سے ہاتھ دھو لیا ہے اور عنقریب عروس موت سے ہم کنار ہو جاؤں گا (جلاء العیون ص ۱۹۶)۔

حضرت امام حسین میدان جنگ میں

جب آپ کے بہتر اصحاب وانصار اور بنی ہاشم قربان گاہ اسلام پر چڑھ چکے تو آپ خود اپنی قربانی پیش کرنے لیے میدان کارزار میں آپہنچے ،لشکر یزید جو ہزاروں کی تعداد میں تھا ،اصحاب باوفا اور بہادران بنی ہاشم کے ہاتھوں واصل جہنم ہو چکا تھا امام حسین جب میدان میں پہنچے تو دشمنوں کے لشکر میں تیس ہزار سوار و پیادے باقی تھے ،یعنی صرف ایک پیاسے کو تیس ہزار دشمنوں سے لڑنا تھا (کشف الغمہ)۔ میدان میں پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے دشمنوں کو مخاطب کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا آپ نے کہا:

"اے ظالمو! میرے قتل سے باز آؤ ،میرے خون سے ہاتھ نہ رنگو ،تم جانتے ہو میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں ،میرے بابا علی سابق الاسلام ہیں ،میری ماں فاطمۃ الزہرا تمہارے نبی کی بیٹی ہیں اور تم جانتے ہو کہ میرے نانا رسول اللہ نے مجھے اور میرے بھائی حسن کو سردار جوانان بہشت فرمایا ہے ،افسوس تم اپنے نبی کی ذریت اور اپنے رسول کی آل کا خون بہاتے ہو اور میرے خون ناحق پر آمادہ ہوتے ہو ،حالانکہ نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے نہ کسی کا مال چھینا ہے کہ جس کے بدلے میں تم مجھ کو قتل کرتے ہو ،میں تو دنیا سے بے

تعلق اپنے نانا رسول کی قبر پر مجاور بیٹھا تھا تم نے مجھے ہدایت کے لیے بلایا اور مجھے نہ نانا کی قبر پر بیٹھنے دیا نہ خدا کے گھر میں رہنے دیا، سنو اب بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس کا موقع دے دو، کہ میں نانا کی قبر پر جا بیٹھوں یا خانہ خدا میں پناہ لے لوں۔

اس کے بعد آپ نے اتمام حجت کے لیے عمر سعد کو بلایا اور اس سے فرمایا تم میرے قتل سے باز آؤ ۲ ۔ مجھے پانی دیدو ۳ ۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر میرے مقابلہ کے لیے ایک ایک شخص کو بھیجو۔

اس نے جواب دیا آپ کی تیسری درخواست منظور کی جاتی ہے اور آپ سے لڑنے کے لیے ایک ایک شخص مقابلہ میں آئے گا۔(روضۃ الشہداء)۔

امام حسین کی نبرد آزمائی

معاہدہ کے مطابق آپ سے لڑنے کے لیے شام سے ایک ایک شخص آنے لگا اور آپ اسے فنا کے گھاٹ اتارنے لگے سب سے پہلے جو شخص مقابلہ کے لیے نکلا وہ تمیم ابن قحطبہ تھا آپ نے اس پر برق خاطف کی طرف حملہ کیا اور اسے تباہ و برباد کر ڈالا، یہ سلسلہ جنگ تھوڑی دیر جاری رہا اور مدت قلیل میں کشتوں کے پشتے الگ گئے اور مقتولین کی تعداد حد شمار سے باہر ہو گئی یہ دیکھ کر عمر سعد نے لشکر والوں کو پکار کر کہا کیا دیکھتے ہو سب مل کر یکبارگی حملہ کر دو، یہ علی کا شیر ہے اس سے انفرادی مقابلہ میں کامیابی قطعا ناممکن ہے ، عمر سعد کی اس آواز نے لشکر کے حوصلے بلند کر دیئے اور سب نے مل کر یکبارگی حملہ کا فیصلہ کیا آپ نے لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کر دیا آپ کے پہلے حملہ میں ایک ہزار نو سو پچاس دشمن قتل ہوئے اور میدان خالی ہو گیا ابھی آپ سکون نہ لینے پائے تھے کہ اٹھائیس ہزار دشمنوں نے پھر حملہ کر دیا، اس تعداد میں چار ہزار کمانڈر تھے اب صورت یہ ہوئی کہ سوار، پیادے اور کمانڈروں نے ہم آہنگ و عمل ہو کر مسلسل اور متواتر حملے شروع کر دیئے اس موقع پر آپ نے جو شجاعت کا جوہر دکھلایا اس کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ سر برسنے لگے دھڑ گرنے لگے ، اور آسمان تھر تھرایا زمین کانپی، صفیں الٹیں، پرے درہم برہم ہو گئے۔

اللہ رے حسین کا وہ آخری جہاد
ہر وار پر علی ولی دے رہے تھے داد

کبھی میسرہ کو الٹتے ہیں، کبھی میمنہ کو توڑتے ہیں ، کبھی قلب لشکر میں در آتے ہیں کبھی جناح لشکر پر حملہ فرماتے ہیں شامی کٹ رہے ہیں کوفی گر رہے ہیں لاشوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں حملے کرتے ہوئے فوجوں کو بھگاتے ہوئے نہر کی طرف پہنچ جاتے ہیںنبھائی کی لاش ترائی میں پڑی نظر آتی ہے آپ پکار کر کہتے ہیں اے عباس تم نیہ حملے نہ دیکھے ، یہ صف آرائی نہ دیکھی افسوس کہ تم نے میری تنہائی نہ

دیکھی علامہ اسفرائنی کا کہنا ہے کہ امام حسین دشمنوں پر حملہ کرتے تھے، تو لشکر اس طرح سے بھاگتا تھا جس طرح ٹڈیاں منتشر ہو جاتی ہیں نور العین میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ امام حسین بہادر شیر کی طرح حملہ فرماتے اور صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے اور دشمنوں کو اس طرح کاٹ کر پھینک دیتے تھے جس طرح تیز دھار آلہ سے کھیتی کٹتی ہے۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ آنحضرت حملہ گراں افگندہر کہ باد کو شید شربت مرگ نوشید و بہر جانب کہ تاخت گرد ہے را بخاک انداخت، کہ آپ عظیم الشان حملہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا جو آپ کے سامنے آتا تھا، شربت مرگ سے سیراب ہوتا تھا اور آپ جس جانب حملہ کرتے تھے گروہ کے گروہ کو خاک میں ملا دیتے تھے (کشف الغمہ ص ۷۸)۔

مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کو یوم عاشورا داہنے اور بائیں دونوں جانب سے گھیر لیا گیا تو آپ نے دائیں جانب حملہ کر کے سب کو بھگا دیا پھر پلٹ کر بائیں جانب حملہ کرتے ہوئے آئے تو سب کو مار کر ہٹا دیا خدا کی قسم حسین سے بڑھ کر کسی شخص کو ایسا قوی دل ثابت قدم، بہادر نہیں دیکھا گیا جو شکستہ دل ہو، صدمہ اٹھائے ہوئے، بیٹوں، عزیزوں اور دوست، احباب کے داغ بھی کھائے ہوئے ہو، اور پھر حسین کی سی ثابت قدمی اور بے جگری سے جنگ کر سکے، بخدا دشمنوں کی فوج کے سوار اور پیادے حسین کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑ بکریوں کے گلے شیر کے حملہ سے بھاگتے ہیں حسین جنگ کر رہے تھے "اذاخرجت زینب" کہ جب جناب زینب خیمہ سے نکل آئیں اور فرمایا کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اے عمر سعد تو دیکھ رہا ہے اور عبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں، یہ سن کر عمر سعد رو پڑا، آنسو ڈاڑھی پر بہنے لگے، اور اس نے منہ پھیر لیا، امام حسین اس وقت خز کا جبہ پہنے ہوئے تھے سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا اور وسمہ کا خضاب لگائے ہوئے تھے، حسین نے گھوڑے سے گر کر بھی اسی طرح جنگ فرمائی جس طرح جنگ جو بہادر سوار جنگ کرتے ہیں تیروں کا مقابلہ کرتے تھے حملوں کو روکتے تھے اور سواروں کے پیروں پر حملہ کرتے تھے اور کہتے تھے، اے ظالمو! میرے قتل پر تم نے ایکا کر لیا ہے قسم خدا کی تم میرے قتل سے ایسا گناہ کر رہے ہو جس کے بعد کسی کے قتل سے بھی اتنے گنہگار نہ ہو گے تم مجھے ذلیل کر رہے ہو اور خدا مجھے عزت دے رہا ہے اور سنو وہ دن دور نہیں کہ میرا خدا تم سے اچانک میرا بدلہ لے گا، تمہیں تباہ کر دے گا تمہارا خون بہائے گا تمہیں سخت عذاب میں بتلا کرے گا۔ (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۰)۔

مسٹر جسٹس کارکرن امام حسین کی بہادری کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ کربلا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گزرے گئے ہیں کہ ان کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں، چنانچہ اول درجہ میں حسین بن علی ہیں کیونکہ میدان کربلا میں گرم ریت پر اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا ایسا کام کیا ہو، اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے کسی کے قلم کو قدرت ہے کہ امام حسین کا حال لکھے کس کی زبان میں طاقت ہے کہ ان بہتر بزرگواروں کی ثبات قدمی اور تہودو شجاعت اور ہزاروں خونخوار سواروں کے جواب دینے اور ایک ایک کے ہلاک ہو جانے کے باب میں ایسی مدح کرے جیسی ہونی چاہئے کس کے بس کی بات ہے جو ان پر واقع ہونے والے حالات کا تصور کر سکے، لشکر میں

گھر جانے کے بعد سے شہادت تک کے حالات عجیب وغریب قسم کی بہادری کو پیش کرتے ہیں، یہ سچ ہے کہ ایک کی دوا، دو مشہور ہے اور مبالغہ کی یہی حد ہے کہ جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ تم نے چار طرف سے گھیر لیا لیکن حسین اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا چار طرف سے یزیدی فوج جو آندھی کی طرح تیر برسا رہی تھی، پانچواں دشمن عرب کی دھوپ ،چھٹا دشمن ریگ گرم جو تنور کے ذرات کی مانند لودے رہی تھی، اور ساتواں اور آٹھواں دشمن بھوک اور پیاس جو دغاباز ہمراہی کے مانند جان لیوا حرکتیں کررہے تھے پس جنھوں نے ایسے معرکہ میں ہزاروں کافروں کا مقابلہ کیا ہو ان پر بہادری کا خاتمہ ہو چکا، ایسے لوگوں سے بہادری میں کوئی فوقیت نہیں رکھتا (تاریخ چین دفتر دوم باب ۱۶ جلد ۲) ۔

امام حسین عرش زین سے فرش زین پر

آپ پر مسلسل وار ہوتے رہے تھے کہ ناگاہ ایک پتھر پیشانی اقدس پر لگا اس کے فوراً بعد ابو الحتوف جعفی ملعون نے جبین مبارک پر تیر مارا آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور پوچھنے کے لیے آپ اپنا دامن اٹھانا ہی چاہتے تھے کہ سینہ اقدس پر ایک تیر سہ شعبہ پیوست ہو گیا، جو زہر میں بجھا ہوا تھا اس کے بعد صالح ابن وہب لعین نے آپ کے پہلو پر اپنی پوری طاقت سے ایک نیزہ مارا جس کی تاب نہ لا کر زمین گرم پر داہنے رخسار کے بل گرے، زمین پر گرنے کے بعد آپ پھر کھڑے ہوئے ورعہ ابن شریک لعین نے آپ کے داہنے شانے پر تلوار لگائی اور دوسرے ملعون نے داہنے طرف وار کیا آپ پھر زمین پر گر پڑے، اتنے میں سنان بن انس نے حضرت کے "ترقوہ" ہنسلی پر نیزہ مارا اور اس کو کھینچ کر دوسری دفعہ سینہ اقدس پر لگایا، پھر اسی نے ایک تیر حضرت کے گلوئے مبارک پر مارا۔

ان پیہم ضربات سے حضرت کمال بے چینی میں اٹھ بیٹھے اور آپ نے تیر کو اپنے ہاتھوں سے کھینچا اور خون ریش مبارک پر ملا، اس کے بعد مالک بن نسر کندی لعین نے سر پر تلوار لگائی اور درعہ ابن شریک نے شانہ پر تلوار کا وار کیا، حصین بن نمیر نے دہن اقدس پر تیر مارا، ابویوب غنوی نے حلق پر حملہ کیا نصر بن حرشہ نے جسم پر تیر لگائی صالح ابن وہب نے سینہ مبارک پر نیزہ مارا۔

یہ دیکھ کر عمر سعد نے آواز دی اب دیر کیا ہے ان کا سر کاٹ لو، سر کاٹنے کے لیے شیث ابن ربیع بڑھا، امام حسین نے اس کے چہرہ پر نظر کی اس نے حسین کی آنکھوں میں رسول اللہ کی تصویر دیکھی اور کانپ اٹھا، پھر سنان ابن انس آگے بڑھا اس کے جسم میں رعشہ پڑ گیا وہ بھی سر مبارک نہ کاٹ سکا یہ دیکھ کر شمر ملعون نے کہا یہ کام صرف مجھ سے ہو سکتا ہے اور وہ خنجر لیے ہوئے امام حسین کے قریب آکر سینہ مبارک پر سوار ہو گیا آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شمر ہوں، فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا، اس نے کہا، "اچھی طرح جانتا ہوں" تم علی وفاطمہ کے بیٹے اور محمد کے نواسے ہو، آپ نے فرمایا پھر مجھے کیوں ذبح کرتا ہے اس نے جواب دیا اس لیے کہ مجھے یزید کی طرف سے مال ودولت ملے گا (کشف الغمہ ص ۷۹) ۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دوستوں کو یاد فرمایا اور سلام آخری کے جملے ادا کئے۔

جب آپ اس کی شقی القلبی کی وجہ سے مایوس ہوگئے تو فرمانے لگے ائے شمر مجھے اجازت دیدے کہ میں اپنے خالق کی آخری نماز عصرادا کرلوں اس نے اجازت دی آپ سجدہ میں تشریف لے گئے (روضۃ الشہداء ص ۳۷۷)

اور شمر نے آپ کے گلو مبارک کو خنجر کے بارہ ضربوں سے قطع کر کے سر اقدس کو نیزہ پر بلند کردیا حضرت زینب خیمہ سے نکل پڑیں ،زمین کانپنے لگی، عالم میں تاریکی چھاگئی ، لوگوں کے بدن میں کپکپی پڑگئی، آسمان خون کے آنسو رونے لگا جو شفق کی صورت سے رہتی دنیا تک قائم رہے گا (صواعق محرقہ ص ۱۱۶) ۔

اس کے بعد عمر سعد نے خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ہاتھوں سر مبارک کربلا سے کوفہ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا (الحسین ازعمر بن نصر ص ۱۵۴) امام حسین کی سربریدگی کے بعد آپ کا لباس لوٹا گیا، اخنس بن مرتد عمامہ لے گیا اسحاق ابن حشوہ قمیص، پیراہن لے گیا ، ابحر بن کعب پائجامہ لے گیا اسود بن خالد نعلین لے گیا عبداللہ ابن اسید کلاہ لے گیا، بجدل بن سلیم انگشتری لے گیا قیس بن اشعث پٹکا لے گیا عمر بن سعد زرہ لے گیا جمیع بن خلق ازدی تلوار لے گیا اللہ رے ظلم ایک کمر بند کے لیے جمال معلون نے ہاتھ قطع کردیا ایک انگوٹھی کے لیے بجدل نے انگلی کاٹ ڈالی۔

اس کے بعد دیگر شہداء کے سر کاٹے گئے اور لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کے لیے عمر سعد نے لشکریوں کو حکم دیا دس افراد اس اہم جرم خدائی کے لیے تیار ہوگئے جن کے نام یہ ہیں کہ اسحاق بن حویہ، اطنس بن مرثد، حکیم بن طفیل، عمرو بن صبیح ،رجا بن منقذ، سالم بن خثیمہ صالح بن وہب، واعظ بن تاغم ،ہانی ثبت، اسید بن مالک ،تواریخ میں ہے کہ ''فداسواالحسین بحوافرخیولھم حتی رضواظھرہ وصدرہ'' امام حسین کی لاش کو اس طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا کہ آپ کا سینہ اور آپ کی پشت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب ان لوگوں نے چاہا کہ جسم کو اس طرح پامال کردیں کہ بالکل ناپید ہوجائے تو جنگل سے ایک شیر نکلا اور اس نے بچالیا (دمعۃ ساکبۃ ص ۳۵۰) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے فوراً بعد وہ مٹی جو رسول خدا مدینہ میں ام سلمہ کو دے گئے تھے خون ہوگئی (صواعق محرقہ ۱۱۵) اور رسول خدا، ام سلمہ کے خواب میں مدینے پہنچے ان کی حالت یہ تھی وہ بال بکھرائے ہوئے خاک سر پر ڈالے ہوئے تھے ام سلمہ نے پوچھا کہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا ''شہدت قتل الحسین انفا'' میں ابھی ابھی حسین کے قتل گاہ میں تھا اور اپنی آنکھوں سے اسے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہے (صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۳۰۶ ،مستدرک حاکم جلد ۴ ص ۱۹ ،تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۵۶ ،ذخائر العقبی ص ۱۴۸) ۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۱۵/ جمادی الثانی ۳۸ھ یوم جمعہ بقولے ۱۵/ جمادی الاول ۳۸ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے (اعلام الوری ص ۱۵۱ ومناقب جلد ۴ ص ۱۳۱)۔

علامہ مجلسی تحریرفرماتے ہیں کہ جب جناب شہربانو ایران سے مدینہ کے لیے روانہ ہورہی تھیں توجناب رسالت مآب نے عالم خواب میں ان کاعقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پڑھ دیا تھا (جلاء العیون ص ۲۵۶)۔ اورجب آپ واردمدینہ ہوئیں توحضرت علی علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کے سپردکرکے فرمایاکہ یہ وہ عصمت پروربی بی ہے کہ جس کے بطن سے تمہارے بعدافضل اوصیاء اورافضل کائنات ہونے والابچہ پیداہوگاچنانچہ حضرت امام زین العابدین متولدہوئے لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پانے کالطف اٹھانہ سکے "ماتت فی نفاسہابہ" آپ کے پیداہوتے ہی "مدت نفاس" میں جناب شہربانوکی وفات ہوگئی (قمقام جلاء العیون)۔عیون اخباررضا دمعۃ ساکبۃ جلد ۱ ص ۴۲۶)۔

کامل مبردمیں ہے کہ جناب شہربانو،بادشاہ ایران یزدجردبن شہریاربن شیرویہ ابن پرویزبن ہرمزبن نوشیرواں عادل "کسری" کی بیٹی تھیں (ارشادمفیدص ۳۹۱ ،فصل الخطاب) علامہ طریحی تحریرفرماتے ہیں کہ حضرت علی نے شہربانو سےپوچھاکہ تمہارانام کیاہے توانھوں نے کہا "شاہ جہاں" حضرت نے فرمایانہیں اب "شہربانو" ہے (مجمع البحرین ص ۵۷۰)

نام، کنیت ،القاب

آپ کااسم گرامی "علی" کنیت ابومحمد۔ ابوالحسن اورابوالقاسم تھی، آپ کے القاب بیشمارتھے جن میں زین العابدین ،سیدالساجدین، ذوالثفنات، اورسجادوعابدزیادہ مشہورہیں (مطالب السؤل ص ۲۶۱ ،شواہدالنبوت ص ۱۷۶ ،نورالابصارص ۱۲۶ ،الفرع النامی نواب صدیق حسن ص ۱۵۸)۔

لقب زین العابدین کی توجیہ

علامہ شبلنجی کا بیان ہے کہ امام مالک کا کہنا ہے کہ آپ کو زین العابدین کثرت عبادت کی وجہ سے کہا جاتا ہے (نور الابصار ص ۱۲۶)۔

علماء فریقین کا ارشاد ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ایک شب نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان اژدھے کی شکل میں آپ کے قریب آگیا اور اس نے آپ کے پائے مبارک کے انگوٹھے کو منہ میں لے کاٹنا شروع کیا، امام جو ہمہ تن مشغول عبادت تھے اور آپ کا رجحان کامل بارگاہ ایزدی کی طرف تھا، وہ ذرا بھی اس کے اس عمل سے متاثر نہ ہوئے اور بدستور نماز میں منہمک و مصروف و مشغول رہے بالآخر وہ عاجز آگیا اور امام نے اپنی نماز بھی تمام کر لی اس کے بعد آپ نے اس شیطان ملعون کو طمانچہ مار کر دور ہٹادیا اس وقت ہاتف غیبی نے انت زین العابدین کی تین بار صدادی اور کہا بے شک تم عبادت گزاروں کی زینت ہو، اسی وقت آپ کا یہ لقب ہوگیا (مطالب السؤل ص ۲۶۲، شواہد النبوت ص ۱۷۷)۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اژدھے کے دس سر تھے اور اس کے دانت بہت تیز اور اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ مصلی کے قریب سے زمین پھاڑ کے نکلا تھا (مناقب جلد ۴ ص ۱۰۸) ایک روایت میں اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قیامت میں آپ کو اسی نام سے پکارا جائے گا (دمعۃ ساکبۃ ص ۴۲۶)۔

لقب سجاد کی توجیہ

ذہبی نے طبقات الحفاظ میں بحوالہ امام محمد باقر علیہ السلام لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو سجاد اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ تقریبا ہر کار خیر پر سجدہ فرمایا کرتے تھے جب آپ خدا کی کسی نعمت کا ذکر کرتے تو سجدہ کرتے جب کلام خدا کی آیت "سجدہ" پڑھتے تو سجدہ کرتے جب دو شخصوں میں صلح کراتے تو سجدہ کرتے اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے مواضع سجود پر اونٹ کے گھٹوں کی گھٹے پڑ جاتے تھے پھر انہیں کٹوانا پڑتا تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی نسبی بلندی

نسب اور نسل باپ اور ماں کی طرف سے دیکھے جاتے ہیں، امام علیہ السلام کے والد ماجد حضرت امام حسین اور دادا حضرت علی اور دادی حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کی والدہ جناب شہربانو بنت یزدجرد ابن شہریار ابن کسری ہیں، یعنی آپ حضرت پیغمبر اسلام علیہ السلام کے پوتے اور نوشیرواں عادل کے نواسے ہیں، یہ وہ بادشاہ ہے جس کے عہد میں پیدا ہونے پر سرور کائنات نے اظہار مسرت فرمایا ہے، اس سلسلہ نسب کے متعلق ابو الاسود دوئلی نے اپنے اشعار میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے بہتر اور سلسلہ ناممکن ہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔

وان غلاما بین کسری وہاشم

لاکرم من ینطت علیہ التمائم

اس فرزند سے بلند نسب کوئی اور نہیں ہوسکتا جونوشیرواں عادل اور فخر کائنات حضرت محمد مصطفی کے داداہاشم کی نسل سے ہو(اصول کافی ص ۲۵۵) ۔

شیخ سلیمان قندوزی اوردیگر علماء اہل اسلام لکھتے ہیں کہ نوشیرواں کے عدل کی برکت تودیکھو کہ اسی کی نسل کوآل محمد کے نور کی حامل قراردیا اورآئمہ طاہرین کی ایک عظیم فردکواس لڑکی سے پیدا کیا جونوشیرواں کی طرف منسوب ہے ،پھر تحریر کرتے ہیں کہ امام حسین کی تمام بیویوں میں یہ شرف صرف جناب شہربانو کو نصیب ہوجوحضرت امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ ہیں (ینابیع المودۃ ص ۳۱۵ ،وفصل الخطاب ص ۲۶۱) ۔

علامہ عبیداللہ بحوالہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جناب شہربانو شاہان فارس کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں اورآپ ہی سے امام زین العابدین متولد ہوئے ہیں جن کو"ابن الخیرتین" کہاجاتاہے کیونکہ حضرت محمد مصطفی فرمایا کرتے تھے کہ خداوندعالم نے اپنے بندوں میں سے دوگروہ عرب اور عجم کوبہترین قراردیاہے اورمیں نے عرب سے قریش اور عجم سے فارس کو منتخب کرلیاہے ،چونکہ عرب اور عجم کا اجتماع امام زین العابدین میں ہے اسی لیے آپ کو"ابن الخیرتین" سے یادکیاجاتاہے (ارجح المطالب ص ۴۳۴) ۔

علاہ ابن شہرآشوب لکھتے ہیں کہ جناب شہربانو کو "سیدۃ النساء" کہاجاتاہے (مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱) ۔

امام زین العابدین کے بچپن کا ایک واقعہ

علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ ایک دن امام زین العابدین جب کہ آپ کا بچپن تھا بیمار ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "بیٹا" اب تمہاری طبیعت کیسی ہے اورتم کوئی چیزچاہتے ہوتو بیان کروتاکہ میں تمہاری خواہش کے مطابق اسے فراہم کرنے کی سعی کروں آپ نے عرض کیا باباجان اب خدا کے فضل سے اچھاہوں میری خواہش صرف یہ ہے کہ خداوندعالم میرا شماران لوگوں میں کرے جوپروردگارعالم کے قضاوقدر کے خلاف کوئی خواہش نہیں رکھتے ،یہ سن کرامام حسین علیہ السلام خوس ومسرورہوگئے اورفرمانے لگے بیٹا،تم نے بڑامسرت افزا اورمعرفت خیزجواب دیاہے تمہاراجواب بالکل حضرت ابراہیم کے جواب سے ملتاجلتاہے ،حضرت ابراہیم کوجب منجیق میں رکھ کرآگ کی طرف پھینکا گیاتھا اورآپ فضامیں ہوتے ہوئے آگ کی طرف جارہے تھے توحضرت جبرئیل نے آپ سے پوچھا"ہل لک حاجۃ" آپ کی کوئی حاجت وخواہش ہے اس وقت انہوں نے جواب

دیا تھا "نعم اما الیک فلا" بیشک مجھے حاجت ہے لیکن تم سے نہیں اپنے پالنے والے سے ہے (بحارالانوار جلد ۱۱ ص ۲۱ طبع ایران)۔

آپ کے عہد حیات کے بادشاہان وقت

آپ کی ولادت بادشاہ دین وایمان حضرت علی علیہ السلام کے عہد عصمت مہد میں ہوئی پھر امام حسن علیہ السلام کا زمانہ رہا پھر بنی امیہ کی خالص دنیاوی حکومت ہوگئی، صلح امام حسن کے بعد سے ۶۰ھ تک معاویہ بن ابی سفیان بادشاہ رہا، اس کے بعد اس کا فاسق وفاجر بیٹا یزید ۶۴ھ تک حکمران رہا ۶۴ھ میں معاویہ بن یزید ابن معاویہ اورمروان بن حکم حاکم رہے ۶۵ھ سے ۸۶ھ تک عبدالملک بن مروان حاکم اوربادشاہ رہا پھر ۸۶ھ سے ۹۶ھ تک ولیدبن عبدالملک نے حکمرانی کی اوراسی نے ۹۵ھء میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کوزہر دغا سے شہید کردیا (تاریخ آئمہ ۳۹۲، وصواعق محرقہ ص ۱۲، نورالابصار ص ۱۲۸)۔

امام زین العابدین کا عہد طفولیت اورحج بیت اللہ

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حج کے لیے جاتا ہوا اقتضائے حاجت کی خاطر قافلہ سے پیچھے رہ گیا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک نوعمر لڑکے کو اس جنگل میں سفر پیما دیکھا اسے دیکھ کر پھر ایسی حالت میں کہ وہ پیدل چل رہا تھا اوراس کے ساتھ کوئی سامان نہ تھا اورنہ اس کا کوئی ساتھی تھا، میں حیران ہوگیا فورا اس کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوا "صاحبزادے" یہ لق ودق صحرا اورتم بالکل تنہا، یہ معاملہ کیا ہے، ذرا مجھے بتاؤ توسہی کہ تمہارا زادراہ اورتمہارا راحلہ کہاں ہے اورتم کہاں جارہے ہو؟ اس نوخیز نے جواب دیا "زادی تقوی وراحلتی رجلاء وقصدی مولای" میرا زادراہ تقوی اورپرہیزگاری ہے اورمیری سواری میرے دونوں پیرہیں اورمیرا مقصد میرا پالنے والا ہے اورمیں حج کے لے جارہا ہوں، میں نے کہا کہ آپ توبالکل کمسن ہیں حج تو ابھی آپ پرواجب نہیں ہے اس نوخیز نے جواب دیا بے شک تمہارا کہنا درست ہے لیکن اے شیخ میں دیکھا کرتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹے بچے بھی مرجاتے ہیں اس لیے حج کو ضروری سمجھتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہوکہ اس فریضہ کی ادائیگی سے پہلے مرجاؤں میں نے پوچھا اے صاحبزادے تم نے کھانے کا کیا انتظام کیا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ساتھ کھانے کا بھی کوئی معقول انتظام نہیں ہے، اس نے جواب دیا اے شیخ کیا جب تم نے کسی کے یہاں مہمان جاتے ہو توکھانا اپنے ہمراہ لے جاتے ہو؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے فرمایا سنو میں توخدا کا مہمان ہوکر جارہا ہوں کھانے کا انتظام اس کے ذمہ ہے میں نے کہا اتنے لمبے سفر کو پیدل کیوں کرطے کروگے اس نے جواب دیا کہ میرا کام کوشش کرنا ہے اورخدا کا کام منزل مقصود پہنچانا ہے۔

ہم ابھی باہمی گفتگو ہی میں مصروف تھے کہ ناگاہ ایک خوبصورت جوان سفید لباس پہنے ہوئے آپہنچا اوراس نے اس نوخیزکو گلے سے لگالیا، یہ دیکھ کرمیں نے اس جوان رعنا سے دریافت کیاکہ یہ نوعمرفرزندکون ہے؟ اس نوجوان نے کہاکہ یہ حضرت امام زین العابدین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، یہ سن کرمیں اس جوان رعناکے پاس سے امام کی خدمت میں حاضرہوا اورمعذرت خواہی کے بعدان سے پوچھاکہ یہ خوبصورت جوان جنہوں نے آپ کوگلے سے لگایا یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایاکہ یہ حضرت خضرنبی ہیں ان کافرض ہے کہ روزانہ ہماری زیارت کے لیے آیاکریں اس کے بعدمیں نے پھرسوال کیااورکہاکہ آخرآپ اس طویل اور عظیم سفرکوبلازاداورراحلہ کیونکہ طے کریں گے توآپ نے فرمایاکہ میں زاداورراحلہ سب کچھ رکھتاہوں اوروہ یہ چارچیزیں ہیں:

۱ ۔ دنیااپنی تمام موجودات سمیت خداکی مملکت ہے۔

۲ ۔ ساری مخلوق اللہ کے بندے اورغلام ہیں۔

۳ ۔ اسباب اورارزاق خداکے ہاتھ میں ہے۔

۴ ۔ قضائے خداہرزمین میں نافذہے ۔

یہ سن کرمیں نے کہاخداکی قسم آپ ہی کازادوراحلہ صحیح طورپرمقدس ہستیوں کاسامان سفرہے (دمعہ ساکبہ جلد۳ ص ۴۳۷) علماء کابیان ہے کہ آپ نے ساری عمرمیں ۲۵ حج پاپیادہ کئے ہیں آپ نے سواری پرجب بھی سفرکیاہے اپنے جانورکوایک کوڑابھی نہیں مار

آپ کاحلیہ مبارک

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ کارنگ گندم گوں (سانولا) اورقدمیانہ تھا آپ نحیف اورلاغرقسم کے انسان تھے (نورالابصار ص ۱۲۶ ، اخبارالاول ص ۱۰۹) ۔

ملامبین تحریرفرماتے ہیں کہ آپ حسن وجمال ،صورت وکمال میں نہایت ہی ممتازتھے، آپ کے چہرہ مبارک پرجب کسی کی نظرپڑتی تھی تووہ آپ کااحترام کرنے اورآپ کی تعظیم کرنے پرمجبورہوجاتاتھا (وسیلۃ النجات ص ۲۱۹) محمدبن طلحہ شافعی رقمطرازہیں کہ آپ صاف کپڑے پہنتے تھے اورجب راستہ چلتے تھے تونہایت خشوع کے ساتھ راہ روی میں آپ کے ہاتھ زانو سے باہرنہیں جاتے تھے (مطالب السؤل ص ۲۶۴،۲۲۶) ۔

حضرت امام زین العابدین کی شان عبادت

جس طرح آپ کی عبادت گزاری میں پیروی ناممکن ہے اسی طرح آپ کی شان عبادت کی رقم طرازی بھی دشوار ہے ایک وہ ہستی جس کا مطمع نظر معبود کی عبادت اور خالق کی معرفت میں استغراق کامل ہو اور جو اپنی حیات کا مقصد اطاعت خداوندی ہی کو سمجھتا ہو اور علم و معرفت میں حد درجہ کمال رکھتا ہو اس کی شان عبادت کی سطح قرطاس پر کیونکر لایا جاسکتا ہے اور زبان قلم میں کس طرح کامیابی حاصل کرسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کی بے انتہا کاہش وکاوش کے باوجود آپ کی شان عبادت کا مظاہرہ نہیں ہوسکا "قدبلغ من العبادۃ مالم یبلغہ احد" آپ عبادت کی اس منزل پر فائز تھے جس پر کوئی بھی فائز نہیں ہوا (دمعہ ساکبہ ص ۴۳۹) ۔

اس سلسلہ میں ارباب علم اور صاحبان قلم جو کچھ کہہ اور لکھ سکے ہیں ان میں سے بعض واقعات وحالات یہ ہیں :

آپ کی حالت وضو کے وقت

وضو نماز کے لیے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور اسی پر نماز کا دارومدار ہوتا ہے، امام زین العابدین علیہ السلام جس وقت مقدمہ نماز یعنی وضو کا ارادہ فرماتے تھے آپ کے رگ و پے میں خوف خدا کے اثرات نمایاں ہوجاتے تھے، علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کا قصد فرماتے تھے اور وضو کے لیے بیٹھتے تھے تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہوجایا کرتا تھا یہ حالت بار بار دیکھنے کے بعد ان کے گھر والوں نے پوچھا کہ بوقت وضو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد کیوں پڑجایا کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرا تصور کامل اپنے خالق و معبود کی طرف ہوتا ہے اس لیے اس کی جلالت کے رعب سے میرا یہ حال ہوجایا کرتا ہے (مطالب السؤل ص ۲۶۲) ۔

عالم نماز میں آپ کی حالت

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کو عبادت گزاری میں امتیاز کامل حاصل تھا رات بھر جاگنے کی وجہ سے آپ کا سارا بدن زرد رہا کرتا تھا اور خوف خدا میں روتے روتے آپ کی آنکھیں پھول جایا کرتی تھیں اور نماز میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے (اعلام الوری ص ۱۵۳) اور پیشانی پر گھٹے رہا کرتے تھے اور آپ کی ناک کا سرا زخمی رہا کرتا تھا (دمعہ ساکبہ ص ۴۳۹) علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ نماز کے لے مصلی پر کھڑے ہوا کرتے تھے تو لرزہ براندام ہوجایا کرتے تھے لوگوں نے بدن میں کپکپی اور جسم میں تھرتھری کا سبب پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت خدا کی بارگاہ میں ہوتا ہوں اور اس کی جلالت مجھے ازخود رفتہ کردیتی ہے اور مجھ پر ایسی حالت طاری کردیتی ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۶) ۔ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپ نماز میں مشغول تھے اہل محلہ اور گھر والوں نے بے حد شور مچایا اور حضرت کو پکارا حضور آگ لگی ہوئی ہے مگر آپ نے

سرنیاز سجدئہ بے نیاز سے نہ اٹھایا، آگ بجھادی گئی اختتام نماز پر لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حضور آگ کا معاملہ تھا ہم نے اتنا شور مچایا لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔

آپ نے ارشاد فرمایا "ہاں "مگر جہنم کی آگ کے ڈر سے نماز توڑ کر اس آگ کی طرف متوجہ نہ ہوسکا (شواہد النبوت ص ۱۷۷) ۔

علامہ شیخ صبان مالکی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کے لیے بیٹھتے تھے تب ہی سے کانپنے لگتے تھے اور جب تیز ہوا چلتی تھی تو آپ خوف خدا سے لاغر ہوجانے کی وجہ سے گر کر بے ہوش ہوجایا کرتے تھے (اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ۲۰۰) ۔

ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت زین العابدین علیہ السلام نماز شب سفر و حضر دونوں میں پڑھا کرتے تھے اور کبھی اسے قضا نہیں ہونے دیتے تھے (مطالب السؤل ص ۲۶۳) ۔

علامہ محمد باقر بحوالہ بحار الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام ایک دن نماز میں مصروف و مشغول تھے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کنوئیں میں گر پڑے بچہ کے گہرے کنویں میں گرنے سے ان کی ماں بے چین ہو کر رونے لگیں اور کنویں کے گرد پیٹ پیٹ کر چکر لگانے لگیں اور کہنے لگیں، ابن رسول اللہ محمد باقر غرق ہوگئے امام زین العابدین نے بچے کے کنویں میں گرنے کی کوئی پرواہ نہ کی اور اطمینان سے نماز تمام فرمائی اس کے بعد آپ کنویں کے قریب آئے اور اگر پانی کی طرف دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر بلا رسی کے گہرے کنوئیں سے بچے کو ونکال لیا بچہ ہنستا ہوا برآمد ہوا، قدرت خداوندی دیکھیے اس وقت بہ بچے کے کپڑے بھیگے تھے اور نہ بدن تر تھا (دمعہ ساکبہ ص ۴۳۰، مناقب جلد ۴ ص ۱۰۹) ۔

امام شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ طاؤس راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب حجر اسود کے قریب جاکر دیکھا کہ امام زین العابدین بارگاہ خالق میں سجدہ ریزی کر رہے ہیں، میں اسی جگہ کھڑا ہوگیا میں نے دیکھا کہ آپ نے ایک سجدہ کو بے حد طول دیدیا ہے یہ دیکھ کر میں نے کان لگایا تو سنا کہ آپ سجدہ میں فرماتے ہیں ''عبدک بفنائک مسکینک بفنائک سائلک بفنائک فقیرک بفنائک '' یہ سن کر میں نے بھی انہیں کلمات کے ذریعہ سے دعا مانگی فوراً قبول ہوئی (نور الابصار ص ۱۲۶ طبع مصر، ارشاد مفید ص ۲۹۶) ۔

امام زین العابدین کی شبانہ روز ایک ہزار رکعتیں

علماء کا بیان ہے کہ آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے (صواعق محرقہ ص ۱۱۹، مطالب السؤل ۲۶۷) ۔

چونکہ آپ کے سجدوں کا کوئی شمار نہ تھا اسی لیے آپ کے اعضائے سجود "ثغنہ بعیر" کے گھٹے کی طرح ہوجایا کرتے تھے اور سال میں کئی مرتبہ کاٹے جاتے تھے (الفرع النامی ص ۱۵۸، دمعہ ساکبہ کشف الغمہ ص ۹۰) ۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کے مقامات سجود کے گھٹے سال میں دوبار کاٹے جاتے تھے اورہرمرتبہ پانچ تہ نکلتی تھی (بحارالانوارجلد ۲ ص ۳) علامہ دمیری مورخ ابن عساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ دمشق میں حضرت امام زین العابدین کے نام سے موسوم ایک مسجدہے جسے "جامع دمشق "کہتے ہیں (حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۲۱) ۔

امام زین العابدین علیہ السلام منصب امامت پرفائزہونے سے پہلے

اگرچہ ہماراعقیدہ ہے کہ امام بطن مادرسے امامت کی تمام صلاحیتیوں سے بھرپورآتاہے تاہم فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری اسی وقت ہوتی ہے جب وہ امام زمانہ کی حیثیت سے کام شروع کرے یعنی ایساوقت آجائے جب کائنات ارضی پرکوئی بھی اس سے افضل واعلم برتروانمل نہ ہو، امام زین العابدین اگرچہ وقت ولادت ہی سے امام تھے لیکن فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری آپ پراس وقت عائد ہوئی جب آپ کے والدماجد حضرت امام حسین علیہ السلام درجہ شہادت پرفائزہوکرحیات ظاہری سے محروم ہوگئے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت ۳۸ ھ ءمیں ہوئی جبکہ حضرت علی علیہ السلام امام زمانہ تھے دوسال ان کی ظاہری زندگی میں آپ نے حالت طفولیت میں ایام حیات گزارے پھر ۵۰ ھ ءتک امام حسین علیہ السلام کازمانہ رہاپھرعاشورا، ۶۱ ھ تک امام حسین علیہ السلام فرائض امامت کی انجام دہی فرماتے رہے عاشورکی دوپہرکے بعدسے ساری ذمہ داری آپ پرعائدہوگئی اس عظیم ذمہ داری سے قبل کے واقعات کاپتہ صراحت کے ساتھ نہیں ملتا، البتہ آپ کی عبادت گزاری اورآپ کے اخلاقی کارنامے بعض کتابوں میں ملتے ہیں بہرصورت حضرت علی علیہ السلام کے آخری ایام حیات کے واقعات اورامام حسن علیہ السلام کے حالات سے متاثرہوناایک لازمی امرہے پھرامام حسین علیہ السلام کے ساتھ تو ۲۳ ۔ ۲۲ سال گزارے تھے یقینا امام حسین علیہ السلام کے جملہ معاملات میں آپ نے بڑے بیٹے کی حیثیت سے ساتھ دیاہی ہوگا لیکن مقصدحسین کے فروغ دینے میں آپ نے اپنے عہدامامت کے آغازہونے پرانتہائی کمال کردیا۔

واقعہ کربلاکے سلسلہ میں امام زین العابدین کاشاندارکردار

۲۸/ رجب ۶۰ ھ کوآپ حضرت امام حسین کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوکرمکہ معظمہ پہنچے چارماہ قیام کے بعدوہاں سے روانہ ہوکر ۲/ محرم الحرام کوواردکربلاہوئے، وہاں پہنچتے ہی یاپہنچنے سے پہلے آپ علیل ہوگئے اورآپ کی علالت نے اتنی شدت اختیارکی کہ آپ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت تک اس قابل نہ ہوسکے کہ میدان میں جاکردرجہ شہادت حاصل کرتے، تاہم فراہم موقع پرآپ نے جذبات نصرت کوبروئے کارلانے کی سعی کی جب کوئی آوازاستغاثہ کان کان میں آئی آپ اٹھ بیٹھے اورمیدان کارزارمیں شدت مرض کے باوجودجاپہنچنے کی سعی بلیغ کی، امام کے استغاثہ پرتوآپ خیمہ سے بھی نکل آئے اورایک چوب خیمہ لے کر میدان

کا عزم کر دیا، ناگاہ امام حسین کی نظر آپ پر پڑگئی اورانہوں نے جنگاہ سے بقولے حضرت زینب کو آواز دی "بہن سید سجاد کو روکو ورنہ نسل رسول کا خاتمہ ہوجائے گا" حکم امام سے زینب نے سید سجاد کو میدان میں جانے سے روک لیایہی وجہ ہے کہ سیدوں کا وجود نظر آرہا ہے اگرامام زین العابدین علیل ہو کر شہید ہونے سے نہ بچ جاتے تو نسل رسول صرف امام محمد باقر میں محدود رہ جاتی، امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ مرض اور علالت کی وجہ سے آپ درجہ شہادت پر فائز نہ ہو سکے (نور الابصار ص ۱۲۶)۔

شہادت امام حسین کے بعد جب خیموں میں آگ لگائی گئی تو آپ انہیں خیموں میں سے ایک خیمہ میں بدستور پڑے ہوئے تھے ، ہماری ہزار جانیں قربان ہوجائیں، حضرت زینب پر کہ انہوں نے اہم فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں سب سے پہلا فریضہ امام زین العابدین علیہ السلام کے تحفظ کا ادا فرمایا اور امام کو بچا لیا الغرض رات گزاری اور صبح نمودار ہوئی، دشمنوں نے امام زین العابدین کو اس طرح جھنجوڑا کہ آپ اپنی بیماری بھول گیے آپ سے کہا گیا کہ ناقوں پر سب کو سوار کرو اور ابن زیاد کے دربار میں چلو، سب کو سوار کرنے کے بعد آل محمد کا ساربان پھوپھیوں ، بہنوں اور تمام مخدرات کو لئے ہوئے داخل دربار ہوا حالت یہ تھی کہ عورتیں اور بچے رسیوں میں بندھے ہوئے اور امام لوہے میں جکڑے ہوئے دربار میں پہنچ گئے آپ چونکہ ناقہ کی برہنہ پشت پر سنبھل نہ سکتے تھے اس لیے آپ کے پیروں کو ناقہ کی پشت سے باندھ دیا گیا تھا دربار کوفہ میں داخل ہونے کے بعد آپ اور مخدرات عصمت قید خانہ میں بند کر دیئے گئے ، سات روز کے بعد آپ سب کو لیے ہوئے شام کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۹ منزلیں طے کر کے تقریبا ۳۶/یوم میں وہاں پہنچے کامل بھائی میں ہے کہ ۱۶/ ربیع الاول ۶۱ھء کو بدھ کے دن آپ دمشق پہنچے ہیں اللہ رے صبر امام زین العابدین بہنوں اور پھوپھیوں کا ساتھ اور لب شکوہ پر سکوت کی مہر۔

حدود شام کا ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی، پیروں میں بیڑی اور گلے میں خاردار طوق آہنی پڑا ہوا تھا اس پر مستزادیہ کو لوگ آپ پر سار ہے تھے اسی لیے آپ نے بعد واقعہ کربلا ایک سوال کے جواب میں "الشام الشام الشام" فرمایا تھا (تحفہ حسینیہ علامہ بسطامی)۔

شام پہنچنے کے کئی گھنٹوں یا دنوں کے بعد آپ آل محمد کو لیے ہنوے سرہائے شہدا سمیت داخل دربار ہوئے پھر قید خانہ میں بند کر دیئے گئے تقریبا ایک سال قید کی مشقتیں جھیلیں۔

قید خانہ بھی ایسا تھا کہ جس میں تمازت آفتابی کی وجہ سے ان لوگوں کے چہروں کی کھالیں متغیر ہو گئی تھیں (لہوف) مدت قید کے بعد آپ سب کو لیے ہوئے ۲۰/ صفر ۶۲ھء کو وارد ہوئے آپ کے ہمراہ سر حسین بھی کر دیا گیا تھا ،آپ نے اسے اپنے پدر بزرگوار کے جسم مبارک سے ملحق کیا (ناسخ التواریخ)۔

۸/ ربیع الاول ۶۲ھ کو آپ امام حسین کا لٹا ہوا قافلہ ہوئے مدینہ منورہ پہنچے ، وہاں کے لوگوں نے آہ وزاری اور کمال رنج و غم سے آپ کا استقبال کیا۔ ۱۵ شبانہ وروز نوحہ وماتم ہوتا رہا (تفصیلی واقعات کے لیے کتب مقاتل وسیر ملاحظہ کی جائیں۔

اس عظیم واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ زینب کے بال اس طرح سفید ہو گئے تھے کہ جاننے والے انہیں پہچان نہ سکے (احسن القصص ص ۱۸۲ طبع نجف) رباب نے سایہ میں بیٹھنا چھوڑ دیا امام زین العابدین تاحیات گریہ فرماتے رہے (جلاء العیون ص ۲۵۶) اہل مدینہ یزید کی بیعت سے علیحدہ ہو کر باغی ہو گئے بالآخر واقعہ حرہ کی نوبت آ گئی۔

واقعہ کربلا اور حضرت امام زین العابدین کے خطبات

معرکہ کربلا کی غم آگیں داستاں تاریخ اسلام ہی نہیں تاریخ عالم کا افسوسناک سانحہ ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اول سے اخر تک اس ہوش ربا اور روح فرسا واقعہ میں اپنے باپ کے ساتھ رہے اور باپ کی شہادت کے بعد خود اس المیہ کے ہیرو بنے اور پھر جب تک زندہ رہے اس سانحہ کا ماتم کرتے رہے۔

۱۰/ محرم ۶۱ھ ء کا واقعہ یہ اندوہناک حادثہ جس میں ۱۸/ بنی ہاشم اور بہتر اصحاب و انصار کام آئے حضرت امام زین العابدین کی مدت العمر گھلاتا رہا اور مرتے دم تک اس کی یاد فراموش نہ ہوئی اور اس کا صدمہ جانکاہ دور نہ ہوا، آپ یوں تو اس واقعہ کے بعد تقریبا چالیس سال زندہ رہے مگر لطف زندگی سے محروم رہے اور کسی نے آپ کو بشاش اور فرحناک نہ دیکھا، اس جانکاہ واقعہ کربلا کے سلسلہ میں آپ نے جو جا بجا خطبات ارشاد فرمائے ہیں ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

کوفہ میں آپ کا خطبہ

کتاب لہوف ص ۶۸ میں ہے کہ کوفہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدین نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا، سب خاموش ہو گئے، آپ کھڑے ہوئے خدا کی حمد و ثناء کی، حضرت نبی کا ذکر کیا، ان پر صلوات بھیجی پھر ارشاد فرمایا ائے لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے جو نہیں جانتا اسے میں بتاتا ہوں میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی جس کا سامان لوٹا گیا جس کے اہل و عیال قید کر دیئے گئے میں اس کا فرزند ہوں جو ساحل فرات پر ذبح کر دیا گیا، اور بغیر کفن و دفن چھوڑ دیا گیا اور (شہادت حسین) ہمارے فخر کے لیے کافی ہے اے لوگو! تمہارا برا ہو کہ تم نے اپنے لیے ہلاکت کا سامان مہیا کر لیا، تمہاری رائیں کس قدر بری ہیں تم کن آنکھوں سے رسول صلعم کو دیکھو گے جب رسول صلعم تم سے بازپرس کریں گے کہ تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا اور میرے اہل حرم کو ذلیل کیا "اس لیے تم میری امت میں نہیں"۔

مسجد دمشق (شام) میں آپ کا خطبہ

مقتل ابی مخنف ص ۱۳۵ ، بحارالانوار جلد ۱۰ ص ۲۳۳ ، ریاض القدس جلد ۲ ص ۳۲۸ ، اورروضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اہل حرم سمیت دربار یزید میں داخل کئے گئے اور ان کو منبر پر جانے کا موقع ملا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور انبیاء کی طرح شیریں زبان میں نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ خطبہ ارشاد فرمایا :

اے لوگو! تم سے جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، اور جو نہیں پہچانتا میں اسے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ سنو، میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس نے حج کئے ہیں اس کا فرزند ہوں جس نے طواف کعبہ کیا ہے اور سعی کی ہے ، میں پسر زمزم وصفا ہوں، میں فرزند فاطمہ زہرا ہوں، میں اسکا فرزند جس پس گردن سے ذبح کیا گیا، میں اس پیاسے کا فرزند ہوں جو پیاسا ہی دنیا سے اٹھا، میں اس کا فرزند ہوں جس پر لوگوں نے پانی بند کردیا، حالانکہ تمام مخلوقات پر پانی کو جائز قرار دیا، میں محمد مصطفی صلعم کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو کربلا میں شہید کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے انصار زمین میں آرام کی نیند سو گئے میں اسکا پسر ہوں جس کے اہل حرم قید کردئے گئے میں اس کا فرزند ہوں جس کے بچے بغیر جرم وخطا ذبح کرڈالے گئے ، میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خیموں میں آگ لگادی گئی، میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کی کربلا میں بے حرمتی کی گئی، میں اس کا فرزند ہوں جس کا جسم کربلا کی زمین پر چھوڑدیا گیا اور سر دوسرے مقامات پر نوک نیزہ پر بلند کرکے پھرایا گیا میں اس کا فرزند ہوں جس کے اردگرد سوائے دشمن کے کوئی اور نہ تھا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کو قید کرکے شام تک پھرایا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جو بے یارومددگار تھا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا لوگو! خدا نے ہم کو پانچ فضیلت بخشی ہیں :

۱ ۔ خدا کی قسم ہمارے ہی گھر میں فرشتوں کی آمدورفت رہی اور ہم ہی معدن نبوت ورسالت ہیں۔

۲ ۔ ہماری شان میں قرآن کی آیتیں نازل کیں، اور ہم نے لوگوں کی ہدایت کی۔

۳ ۔ شجاعت ہمارے ہی گھر کی کنیز ہے ، ہم کبھی کسی کی قوت وطاقت سے نہیں ڈرے اور فصاحت ہمارا ہی حصہ ہے، جب فصحاء فخر ومباہات کریں۔

۴ ۔ ہم ہی صراط مستقیم اور ہدایت کا مرکز ہیں اور اس کے لیے علم کا سرچشمہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہے اور دنیا کے مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے۔

۵ ۔ ہمارے ہی مرتبے آسمانوں اور زمینوں میں بلند ہیں ، اگر ہم نہ ہوتے تو خدا دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا، ہر فخر ہمارے فخر کے سامنے پست ہے، ہمارے دوست (روزقیامت) سیر وسیراب ہوں گے اور ہمارے دشمن روزقیامت بدبختی میں ہوں گے۔

جب لوگوں نے امام زین العابدین کا کلام سنا تو چیخ مار کر رونے اور پیٹنے لگے اور ان کی آوازیں بے ساختہ بلند ہونے لگیں یہ حال دیکھ کر یزید گھبرا اٹھا کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس کے رد عمل میں فورا موذن کو حکم دیا (کہ اذان شروع کرکے) امام کے خطبہ کو منقطع کردے، موذن (گلدستہ اذان پر گیا)۔

اور کہا "اللہ اکبر" (خدا کی ذات سب سے بزرگ و برتر ہے) امام نے فرمایا تو نے ایک بڑی ذات کی بڑائی بیان کی اور ایک عظیم الشان ذات کی عظمت کا اظہار کیا اور جو کچھ کہا "حق" ہے۔ پھر موذن نے کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں) امام نے فرمایا میں بھی اس مقصد کی ہر گواہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں اور ہر انکار کرنے والے کے خلاف اقرار کرتا ہوں۔

پھر موذن نے کہ " اشھد ان محمدا رسول اللہ " (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفی اللہ کے رسول ہیں) فبکی علی، یہ سن کر حضرت علی ابن الحسین رو پڑے اور فرمایا ائے یزید میں تجھ سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں بتا حضرت محمد مصطفی میرے نانا تھے یا تیرے ، یزید نے کہا آپ کے، آپ نے فرمایا، پھر کیوں تو نے ان کے اہلبیت کو شہید کیا، یزید نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے محل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ "لاحاجۃ لی بالصلواۃ" مجھے نماز سے کوئی واسطہ نہیں، اس کے بعد منہال بن عمر کھڑے ہو گئے اور کہا فرزند رسول آپ کا کیا حال ہے، فرمایا اے منہال ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جس کا باپ (نہایت بے دردی سے) شہید کر دیا گیا ہو، جس کے مددگار ختم کر دیئے گئے ہوں جو اپنے چاروں طرف اپنے اہل حرم کو قیدی دیکھ رہا ہو، جن کا نہ پردہ رہ گیا نہ چادریں رہ گئیں، جن کا نہ کوئی مددگار ہے نہ حامی، تم تو دیکھ رہے ہو کہ میں مقید ہوں، ذلیل و رسوا کیا گیا ہوں، نہ کوئی میرا ناصر ہے، نہ مددگار، میں اور میرے اہل بیت لباس کہنہ مین ملبوس ہیں ہم پر نئے لباس حرام کر دیئے گئے ہیں اب جو تم میرا حال پوچھتے ہو تو میں تمہارے سامنے موجود ہوں تم دیکھ ہی رہے ہو، ہمارے دشمن ہمیں برا بھلا کہتے ہیں اور ہم صبح و شام موت کا انتظار کرتے ہیں۔

پھر فرمایا عرب و عجم اس پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفی ان میں سے تھے، اور قریش عرب پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم قریش میں سے تھے اور ہم ان کے اہلبیت ہیں لیکن ہم کو قتل کیا گیا، ہم پر ظلم کیا گیا، ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور ہم کو قید کرکے دربدر پھرایا گیا، گویا ہمارا حسب بہت گرا ہوا ہے اور ہمارا نسب بہت ذلیل ہے، گویا ہم عزت کی بلندیوں پر نہیں چڑھے اور بزرگوں کے فرش پر جلوہ افروز نہیں ہوئے آج گویا تمام ملک یزید اور اس کے لشکر کا ہو گیا اور آل مصطفی صلعم یزید کی ادنی غلام ہو گئی ہے، یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے رونے پیٹنے کی صدائیں بلند ہوئیں۔

یزید بہت خائف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس شخص سے کہا جس نے امام کو منبر پر تشریف لے جانے کے لیے کہا تھا "ویحک اردت بصعودہ زوال ملکی" تیرا برا ہو تو ان کو منبر پر بٹھا کر میری سلطنت ختم کرنا چاہتا ہے اس نے جواب دیا، بخدا میں یہ نہ جانتا تھا کہ یہ لڑکا اتنی بلند گفتگو کرے گا یزید نے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ یہ اہلبیت نبوت اور معدن رسالت کی ایک فرد ہے، یہ سن

کرموذن سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا اے یزید "اذا کان کذالک فلماقتلت اباہ" جب تو یہ جانتا تھا تو تونے ان کے پدربزرگوار کو کیوں شہید کیا، موذن کی گفتگو سن کر یزید برہم ہوگیا، "فامر بضرب عنقہ" اور موذن کی گردن ماردینے کا حکم دیدیا۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر آپ کا خطبہ

مقتل ابی مخنف ص ۸۸ میں ہے (ایک سال تک قیدخانہ شام کی صعوبت برداشت کرنے کے بعد جب اہل بیت رسول کی رہائی ہوئی اور یہ قافلہ کربلا ہوتا ہوا مدینہ کی طرف چلا تو قریب مدینہ پہنچ کر امام علیہ السلام نے لوگوں کو خاموش ہوجانے کا اشارہ کیا، سب کے سب خاموش ہوگئے آپ نے فرمایا:

حد اس خدا کی جو تمام دنیا کا پروردگار ہے، روزجزاء کا مالک ہے، تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے جو اتنا دور ہے کہ بلند آسمان سے بھی بلند ہے اور اتنا قریب ہے کہ سامنے موجود ہے اور ہماری باتوں کا سنتا ہے، ہم خدا کی تعریف کرتے ہیں اور اس کا شکر بجالاتے ہیں عظیم حادثوں، زمانے کی ہولناک گردشوں، دردناک غموں، خطرناک آفتوں، شدید تکلیفوں، اور قلب وجگر کو ہلادینے والی مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت اے لوگو! خدا اور صرف خدا کے لیے حمد ہے، ہم بڑے بڑے مصائب میں بتلا کئے گئے، دیوار اسلام میں بہت بڑا رخنہ (شگاف) پڑگیا، حضرت ابوعبداللہ الحسین اور ان کے اہل بیت شہید کردیے گئے، ان کی عورتیں اور بچے قید کردیئے گئے اور (لشکریزیدنے) ان کے سرہائے مبارک کو بلند نیزوں پر رکھ کر شہروں میں پھرایا، یہ وہ مصیبت ہے جس کے برابر کوئی مصیبت نہیں، اے لوگو! تم سے کون مرد ہے جو شہادت حسین کے بعد خوش رہے یا کونسا دل ہے جو شہادت حسین سے غمگین نہ ہو یا کونسی آنکھ ہے جو آنسوؤں کو روک سکے، شہادت حسین پر ساتوں آسمان روئے، سمندر اور اس کی شاخیں روئیں، مچھلیاں اور سمندر کے گرداب روئے ملائکہ مقربین اور تمام آسمان والے روئے، اے لوگو! کون سا قلب ہے جو شہادت حسین کی خبر سن کر نہ پھٹ جائے، کونسا قلب ہے جو محزون نہ ہو، کونسا کان ہے جو اس مصیبت کو سن کر جس سے دیوار اسلام میں رخنہ پڑا، بہرہ نہ ہو، اے لوگو! ہماری یہ حالت تھی کہ ہم کشاں کشاں پھرائے جاتے تھے، دربدر ٹھکرائے جاتے تھے ذلیل کئے گئے شہروں سے دور تھے، گویا ہم کو اولاد ترک وکابل سمجھ لیا گیا تھا، حالانکہ نہ ہم نے کوئی جرم کیا تھا نہ کسی برائی کا ارتکاب کیا تھا نہ دیوار اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا تھا اور نہ ان چیزوں کے خلاف کیا تھا جو ہم نے اپنے اباؤاجداد سے سنا تھا، خدا کی قسم اگر حضرت نبی بھی ان لوگوں (لشکریزید) کو ہم سے جنگ کرنے کے لیے منع کرتے (تو یہ نہ مانتے) جیسا کہ حضرت نبی نے ہماری وصایت کا اعلان کیا (اور ان لوگوں نے مانا) بلکہ جتنا انہوں نے کیا ہے اس سے زیادہ سلوک کرتے، ہم خدا کے لیے ہیں اور خدا کی طرف ہماری بازگشت ہے"۔

روضہ رسول پر امام علیہ السلام کی فریاد

مقتل ابی مخنف ص ۱۴۳ میں ہے کہ جب یہ لٹا ہوا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت ام کلثوم گریہ وبکا کرتی ہوئی مسجد نبوی میں داخل ہوئیں اور عرض کی، اے نانا آپ پر میرا سلام ہو "انی ناعیۃ الیک ولدک الحسین" میں آپ کو آپ کے فرزند حسین کی خبر شہادت سناتی ہوں، یہ کہنا تھا کہ قبر رسول سے گریہ کی صدا بلند ہوئی اور تمام لوگ رونے لگے پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے نانا کی قبر مبارک پر تشریف لائے اور اپنے رخسار قبر مطہر سے رگڑتے ہوئے یوں فریاد کرنے لگے :

اناجیک یاجداہ یاخیرمرسل
اناجیک محزوناعلیک موجلا

سبیناکماتسبی الاماء ومسنا
حبیبک مقتول ونسلک ضائع

اسیرا ومالی حامیا ومدافع
من الضرمالاتحملہ الاصابع

ترجمہ: میں آپ سے فریاد کرتا ہوں اے نانا، اے تمام رسولوں میں سب سے بہتر، آپ کا محبوب "حسین" شہید کردیا گیا اور آپ کی نسل تباہ وبرباد کردی گئی، اے نانا میں رنج و غم کا مارا آپ سے فریاد کرتا ہوں مجھے قید کیا گیا میرا کوئی حامی ومددگار نہ تھا اے نانا ہم سب کو اس طرح قید کیا گیا، جس طرح (لاوارث) کنیزوں کو قید کیا جاتا ہے، اے نانا ہم پر اتنے مصائب ڈھائے گئے جو انگلیوں پر گنے نہیں جاسکتے۔

امام زین العابدین اور خاک شفا

مصباح المتہجد میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس ایک کپڑے میں بندھی ہوئی تھوڑی سی خاک شفاء کرتی تھی (مناقب جلد ۲ ص ۳۲۹ طبع ملتان)۔

حضرت کے ہمراہ خاک شفاء کا ہمیشہ رہنا تین حال سے خالی نہ تھا یا اسے تبرکا رکھتے تھے یا اس پر نماز میں سجدہ کرتے تھے یا اسے بحیثیت محافظ رکھتے تھے اور لوگوں کو یہ بتانا مقصود رہتا تھا کہ جس کے پاس خاک شفاء ہو وہ جملہ مصائب وآلام سے محفوظ رہتا ہے اور اس کا مال چوری نہیں ہوتا جیسا کہ احادیث سے واضح ہے ۔

امام زین العابدین اور محمد حنفیہ کے درمیان حجر اسود کا فیصلہ

آل محمد کے مدینہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدین کے چچا محمد حنفیہ نے بروایت اہل اسلام امام سے خواہش کی کہ مجھے تبرکات امامت دیدو، کیونکہ میں بزرگ خاندان اور امامت کا اہل وحقدار ہوں آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کے پاس چلو وہ فیصلہ کردے گا جب یہ حضرات اس کے پاس پہنچے تو وہ بحکم خدا یوں بولا "امامت زین العابدین کا حق ہے" اس فیصلہ کو دونوں نے تسلیم کرلیا (شواہد النبوت ص ۱۷۶) ۔

کامل مبرد میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے محمد حنفیہ، امام زین العابدین کی بڑی عزت کرتے تھے ایک دن ابو خالد کابلی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ حجر اسود نے خلافت کا ان کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور یہ امام زمانہ ہیں یہ سنکر وہ مذہب امامیہ کا قائل ہو گیا (مناقب جلد ۲ ص ۳۲۶) ۔

ثبوت امامت میں امام زین العابدین کا کنکری پر مہر فرمانا

اصول کافی میں ہے کہ ایک عورت جس کی عمر ۱۱۳ سال کی ہوچکی تھی ایک دن امام زین العابدین کے پاس آئی اس کے پاس وہ کنکری تھی جس پر حضرت علی امام حسن، امام حسین کی مہر امامت لگی ہوئی تھی اس کے آتے ہی بلا کہے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہ کنکری لاجس پر میرے آباؤ اجداد کی مہریں لگی ہوئی ہیں اس پر میں بھی مہر کردوں چنانچہ اس نے کنکری دیدی آپ نے اسے مہر کرکے واپس کردی، اور اس کی جوانی بھی پلٹادی، وہ خوش وخرم واپس چلی گئی (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۳۶) ۔

واقعہ حرہ اور امام زین العابدین علیہ السلام

مستند تواریخ میں ہے کہ کربلا کے بے گناہ قتل نے اسلام میں ایک تہلکہ ڈال دیا خصوصا ایران میں ایک قوی جوش پیدا کردیا، جس نے بعد میں بنی عباس کو بنی امیہ کے غارت کرنے میں بڑی مدد دی چونکہ یزید تارک الصلواۃ اور شارب الخمر تھا اور بیٹی بہن سے نکاح کرتا اور کتوں سے کھیلتا تھا، اس کی ملحدانہ حرکتوں اور امام حسین کے شہید کرنے سے مدینہ میں اس قدر جوش پھیلا کر ۶۲ھ ء میں اہل مدینہ نے یزید کی معطلی کا اعلان کردیا اور عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سردار بنا کر یزید کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا، سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتا ہے کہ غسیل الملائکہ (حنظلہ) کہتے ہیں کہ ہم نے اس وقت یزید کی خلافت سے انکار نہیں کیا جب تک ہمیں یہ یقین نہیں ہوگیا کہ آسمان سے پتھر برس پڑیں گے غضب ہے کہ لوگ ماں بہنوں، اور بیٹیوں سے نکاح کریں ۔ علانیہ شرابیں پئیں اور نماز چھوڑ بیٹھیں ۔

یزید نے مسلم بن عقبہ کو جو خونریزی کی کثرت کے سبب "مسرف" کے نام سے مشہور ہے، فوج کثیر دے کر اہل مدینہ کی سرکوبی کو روانہ کیا اہل مدینہ نے باب الطیبہ کے قریب مقام "حرہ" پر شامیوں کا مقابلہ کیا، گھمسان کا رن پڑا، مسلمانونکی تعداد شامیوں سے بہت کم تھی باوجودیکہ انہوں نے دادمردانگی دی، مگر آخر شکست کھائی، مدینہ کے چیدہ چیدہ بہادر رسول اللہ کے بڑے بڑے صحابی انصار و مہاجر اس ہنگامہ آفت میں شہید ہوئے، شامی شہر میں گھس گئے مزارات کو ان کی زینت و آرایش کی خاطر مسمار کردیا، ہزاروں عورتوں سے بدکاری کی ہزاروں باکرہ لڑکیوں کا ازالہ بکارت کرڈالا، شہر کو لوٹ لیا، تین دن قتل عام کرایا، دس ہزار سے زائد باشندگان مدینہ جن میں سات سو مہاجر و انصار اور اتنے ہی حاملان و حافظان قرآن علماء و صلحاء و محدث تھے اس واقعہ میں مقتول ہوئے ہزاروں لڑکے لڑکیاں غلام بنائی گئیں اور باقی لوگوں سے بشرط قبول غلامی یزید کی بیعت لی گئی۔

مسجد نبوی اور حضرت کے حرم محترم میں گھوڑے بندھوائے گئے یہاں تک کہ لید کے انبار لگ گئے یہ واقعہ جو تاریخ اسلام میں واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے۔ ۲۷/ ذی الحجہ ۶۳ھ کو ہوا تھا اس واقعہ پر مولوی امیر علی لکھتے ہیں کہ کفر و بت پرستی نے پھر غلبہ پایا، ایک فرنگی مورخ لکھتا ہے کہ کفر کا دوبارہ جنم لینا اسلام کے لیے سخت خوفناک اور تباہی بخش ثابت ہوا بقیہ تمام مدینہ کو یزید کا غلام بنایا گیا، جس نے انکار کیا اس کا سر اتار لیا گیا، اس رسوائی سے صرف دو آدمی بچے "علی بن الحسین" اور علی بن عبداللہ بن عباس ان سے یزید کی بیعت بھی نہیں لی گئی۔

مدارس شفاخانے اور دیگر رفاہ عام کی عمارتیں جو خلفاء کے زمانے میں بنائی گئیں تھی یا تو بند کردی گئیں یا مسمار اور عرب پھر ایک ویرانہ بن گیا، اس کے چندمدت بعد علی بن الحسین کے پوتے جعفر صادق نے اپنے جد امجد علی مرتضی کا مکتب خانہ پھر مدینہ میں جاری کیا، مگر یہ صحرا میں صرف ایک ہی سچا نخلستان تھا اس کے چاروں طرف ظلمت و ضلالت چھائی ہوئی تھی، مدینہ پھر کبھی نہ سنبھل سکا، بنی امیہ کے عہد میں مدینہ ایسی اجڑی بستی ہوگیا کہ جب منصور عباس زیارت کو مدینہ میں آیا تو اسے ایک رہنما کی ضرورت پڑی جو اس کو وہ مکانات بتائے جہاں ابتدائی زمانہ کے بزرگان اسلام رہا کرتے تھے (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۶، تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۹۱، تاریخ فخری ص ۸۶، تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۹، صواعق محرقہ ص ۱۳۲)۔

واقعہ حرہ اور آپ کی قیام گاہ

تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک چھوٹی سی جگہ "منبع" نامی تھی جہاں کھیتی باڑی کا کام ہوتا تھا واقعہ حرہ کے موقع پر آپ شہر مدینہ سے نکل کر اپنے گاؤں چلے گئے تھے (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۵) یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت علی خلیفہ عثمان کے عہد میں قیام پذیر تھے (عقد فرید جلد ۲ ص ۲۱۶)۔

خاندانی دشمن مروان کے ساتھ آپ کی کرم گستری

واقعہ حرہ کے موقع پرجب مروان نے اپنی اوراہل وعیال کی تباہی وبربادی کایقین کرلیاتوعبداللہ بن عمر کے پاس جاکرکہنے لگاکہ ہماری محافظت کرو، حکومت کی نظرمیری طرف سے بھی پھری ہوئی ہے، میں جان اورعورتوں کی بے حرمتی سے ڈرتاہوں، انہوں نے صاف انکارکردیا، اس وقت وہ امام زین العابدین کے پاس آیااوراس نے اپنی اوراپنے بچوں کی تباہی وبربادی کاحوالہ دے کرحفاظت کی درخواست کی حضرت نے یہ خیال کیے بغیرکہ یہ خاندانی ہمارادشمن ہے اوراس نے واقعہ کربلاکے سلسلہ میں پوری دشمنی کامظاہرہ کیاہے آپ نے فرمادیابہترہے کہ اپنے بچوں کومیرے پاس بمقام منبع بھیجدو، جہاں میرے بچے رہیں گے تمہارے بھی رہیں گے چنانچہ وہ اپنے بال بچوں کوجن میں حضرت عثمان کی بیٹی عائشہ بھی تھیں آپ کے پاس پہنچاگیااورآپ نے سب کی مکمل حفاظت فرمائی (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۵) ۔

دشمن ازلی حصین بن نمیرکے ساتھ آپ کی کرم نوازی

مدینہ کوتباہ وبربادکرنے کے بعدمسلم بن عقبہ ابتدائے ۶۴ ھ میں مدینہ سے مکہ کوروانہ ہوگیااتفاقاراہ میں بیمارہوکروہ گمراہ راہی جہنم ہوگیا، مرتے وقت اس نے حصین بن نمیرکواپناجانشین مقررکردیااس نے وہاں پہنچ کرخانہ کعبہ پرسنگ باری کی اوراس میں آگ لگادی، اس کے بعدمکمل محاصرہ کرکے عبداللہ ابن زبیرکوقتل کرناچاہااس محاصرہ کوچالیس دن گزرے تھے کہ یزیدپلیدواصل جہنم ہوگیا، اس کے مرنے کی خبرسے ابن زبیرنے غلبہ حاصل کرلیااوریہ وہاں سے بھاگ کرمدینہ جاپہنچا۔

مدینہ کے دوران قیام میں اس معلون نے ایک دن بوقت شب چندسواروں کولے کرفوج کے غذائی سامان کی فراہمی کے لیے ایک گاؤں کی راہ پکڑی، راستہ میں اس کی ملاقات حضرت امام زین العابدین سے ہوگئی، آپ کے ہمراہ کچھ اونٹ تھے جن پرغذائی سامان لداہواتھا اس نے آپ سے وہ غلہ خریدناچاہا، آپ نے فرمایاکہ اگرتجھے ضرورت ہے تویونہی لے لے ہم اسے فروخت نہیں کرسکتے (کیونکہ میں اسے فقراء مدینہ کے لیے لایاہوں) اس نے پوچھاکہ آپ کانام کیاہے، آپ نے فرمایامجھے ”علی بن الحسین“ کہتے ہیں پھرآپ نے اس سے نام دریافت کیاتواس نے کہامیں حصین بن نمیرہوں، اللہ رے، آپ کی کرم نوازی، آپ جاننے کہ باوجودکہ یہ میرے باپ کے قاتلوں میں سے ہے اسے ساراغلہ مفت دیدیا(اورفقراء کے لیے دوسرابندوبست فرمایا) اس نے جب آپ کی یہ کرم گستری دیکھی اوراچھی طرح پہچان بھی لیاتوکہنے لگاکہ یزیدکاانتقال ہوچکاہے آپ سے زیادہ مستحق خلافت کوئی نہیں، آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں، میں آپ کوتخت خلافت پربٹھاؤں گا، آپ نے فرمایاکہ میں خداوندعالم سے عہدکرچکاہوں کہ ظاہری خلافت قبول نہ کروں گا، یہ فرماکرآپ اپنے دولت سراکوتشریف لے گئے(تاریخ طبری فارسی ص ۶۴۴) ۔

امام زین العابدین اور فقراء مدینہ کی کفالت

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فقراء مدینہ کے سوگھروں کی کفالت فرماتے تھے اور سارا سامان ان کے گھر پہنچایا کرتے تھے جنہیں آپ یہ بھی معلوم نہ ہونے دیتے تھے کہ یہ سامان خورد ونوش رات کوکون دے جاتاہے آپ کا اصول یہ تھا کہ بوریاں پشت پر لاد کر گھروں میں روٹی اور آٹا وغیرہ پہنچاتے تھے اور یہ سلسلہ تا بحیات جاری رہا، بعض معززین کا کہنا ہے کہ ہم نے اہل مدینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امام زین العابدین کی زندگی تک ہم خفیہ غذائی رسد سے محروم نہیں ہوئے۔ (مطالب السؤل ص ۲۶۵ ،نورالابصار ص ۱۲۶) ۔

امام زین العابدین اور بنیاد کعبہ محترمہ و نصب حجر اسود

۷۱ ھ میں عبدالملک بن مروان نے عراق پر لشکر کشی کرکے مصعب بن زبیر کو قتل کیا پھر ۷۲ھ ء میں حجاج بن یوسف کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے کے لیے مکہ معظمہ روانہ کیا۔ (ابوالفداء)۔

وہاں پہنچ کر حجاج نے ابن زبیر سے جنگ کی ابن زبیر نے زبردست مقابلہ کیا اور بہت سی لڑائیاں ہوئیں، آخر میں ابن زبیر محصور ہوگئے اور حجاج نے ابن زبیر کو کعبہ سے نکالنے کے لیے کعبہ پر سنگ باری شروع کردی، یہی نہیں بلکہ اسے کھدوا ڈالا، ابن زبیر جمادی الآخر ۷۳ھ ء میں قتل ہوا (تاریخ ابن الوردی)۔ اور حجاج جو خانہ کعبہ کی بنیاد تک خراب کر چکا تھا اس کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ علامہ صدوق کتاب علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ حجاج کے ہدم کعبہ کے موقع پر لوگ اس کی مٹی تک اٹھا کرلے گئے اور کعبہ کو اس طرح لوٹ لیا کہ اس کی کوئی پرانی چیز باقی نہ رہی، پھر حجاج کو خیال پیدا ہوا کہ اس کی تعمیر کرانی چاہیئے چنانچہ اس نے تعمیر کا پروگرام مرتب کرلیا اور کام شروع کرادیا، کام کی ابھی بالکل ابتدائی منزل تھی کہ ایک اژدھا برآمد ہو کر ایسی جگہ بیٹھ گیا جس کے ہٹے بغیر کام آگے نہیں بڑھ سکتا تھا لوگوں نے اس واقعہ کی اطلاع حجاج کو دی، حجاج گھبرا اٹھا اور لوگوں کو جمع کرکے ان سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے جب لوگ اس کا حل نکالنے سے قاصر رہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ آج کل فرزند رسول حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یہاں آئے ہوئے ہیں، بہتر ہوگا کہ ان سے دریافت کرایا جائے یہ مسئلہ ان کے علاوہ کوئی حل نہیں کرسکتا، چنانچہ حجاج نے آپ کو زحمت تشریف آوری دی، آپ نے فرمایا کہ اے حجاج تو نے خانہ کعبہ کو اپنی میراث سمجھ لیا ہے تو نے تو بنائے ابراہیم علیہ السلام کو اکھڑوا کر راستہ میں ڈلوا دیا ہے "سن" تجھے خدا اس وقت تک کعبہ کی تعمیر میں کامیاب نہ ہونے دیے گا جب تک تو کعبہ کا لٹا ہوا سامان واپس نہ منگائے گا، یہ سن کر اس نے اعلان کیا کہ کعبہ سے متعلق جو شے بھی کسی کے پاس ہو وہ جلد سے جلد واپس کرے، چنانچہ لوگوں نے پتھر مٹی وغیرہ جمع کردی جب آپ اس کی بنیاد استوار کی اور حجاج سے فرمایا کہ اس کے اوپر تعمیر کراؤ'' فلذالک صار البیت مرتفعا'' پھر اسی بنیاد پر خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی (کتاب الخرائج والجرائح میں علامہ قطب

راوندی لکھتے ہیں کہ جب تعمیر کعبہ اس مقام تک پہنچی جس جگہ حجر اسود نصب کرنا تھا تو یہ دشواری پیش ہوئی کہ جب کوئی عالم، زاہد، قاضی اسے نصب کرتا تھا تو "یتزلزل ویضطرب ولایستقر" حجر اسود متزلزل اور مضطرب رہتا اور اپنے مقام پر ٹھہرتا نہ تھا بالآخر امام زین العابدین علیہ السلام بلائے گئے اور آپ نے بسم اللہ کہہ کر اسے نصب کردیا، یہ دیکھ کر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۳۷)۔

علماء ومورخین کا بیان ہے کہ حجاج بن یوسف نے یزید بن معاویہ ہی کی طرح خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر وغیرہ پھنکوائے تھے۔

امام زین العابدین اور عبدالملک بن مروان کا حج

بادشاہ دنیا عبدالملک بن مروان اپنے عہد حکومت میں اپنے پایہ تخت سے حج کے لیے روانہ ہوکر مکہ معظمہ پہنچا اور بادشاہ دین حضرت امام زین العابدین بھی مدینہ سے روانہ ہوکر پہنچ گئے مناسک حج کے سلسلہ میں دونوں کا ساتھ ہوگیا، حضرت امام زین العابدین آگے آگے چل رہے تھے اور بادشاہ پیچھے چل رہا تھا عبدالملک بن مروان کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے آپ سے کہا کیا میں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے جو آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے، آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اس نے اپنی دنیا وآخرت خراب کرلی ہے کیا تو بھی یہی حوصلہ رکھتا ہے اس نے کہا نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ آپ میرے پاس ائیں تاکہ میں آپ سے کچھ مالی سلوک کروں، آپ نے ارشاد فرمایا مجھے تیرے مال دنیا کی ضرورت نہیں ہے مجھے دینے والا خدا ہے یہ کہہ کر آپ نے اسی جگہ زمین پر ردائے مبارک ڈال دی اور کعبہ کی طرف اشارہ کرکے کہا، میرے مالک اسے بھردے، امام کی زبان سے الفاظ کا نکلنا تھا کہ ردائے مبارک موتیوں سے بھر گئی، آپ نے اسے راہ خدا میں دیدیا (دمعہ ساکبہ، جنات الخلود ص ۲۳)۔

امام زین العابدین علیہ السلام اخلاق کی دنیا میں

امام زین العابدین علیہ السلام چونکہ فرزند رسول تھے اس لئے آپ میں سیرت محمدیہ کا ہونا لازمی تھا علامہ محمد ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو برا بھلا کہا، آپ نے فرمایا بھائی میں نے تو تیرا کچھ نہیں بگاڑا، اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو بتا تاکہ میں پوری کروں، وہ شرمندہ ہوکر آپ کے اخلاق کا کلمہ پڑھنے لگا (مطالب السؤل ص ۲۶۷)۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں، ایک شخص نے آپ کی برائی آپ کے منہ پر کی آپ نے اس سے بے توجہی برتی، اس نے مخاطب کرکرکے کہا، میں تم کو کہہ رہا ہوں، آپ نے فرمایا، میں حکم خدا "واعرض عن الجاہلین" جاہلوں کی بات کی پرواہ نہ کرو پر عمل کررہا ہوں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے آکر کہا کہ فلاں شخص آپ کی برائی کررہا تھا

آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے پاس لے چلو، جب وہاں پہنچے تو اس سے فرمایا بھائی جو بات تو نے میرے لیے کہی ہے، اگر میں نے ایسا کیا ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر نہیں کیا تو خدا تجھے بخشے کہ تو نے بہتان لگایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد سے نکل کر چلے تو ایک شخص آپ کو سخت الفاظ میں گالیاں دینے لگا آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو میں پوری کروں، "اچھا لے" یہ پانچ ہزار درہم، وہ شرمندہ ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ پر بہتان باندھا، آپ نے فرمایا میرے اور جہنم کے درمیان ایک گھاٹی ہے، اگر میں نے اسے طے کر لیا تو پرواہ نہیں جو جی چاہے کہو اور اگر اسے پار نہ کر سکا تو میں اس سے زیادہ برائی کا مستحق ہوں جو تم نے کی ہے (نور الابصار ص ۱۲۷ ۔ ۱۲۶)۔

علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ ایک شامی حضرت علی کو گالیاں دے رہا تھا، امام زین العابدین نے فرمایا بھائی تم مسافر معلوم ہوتے ہو، اچھا میرے ساتھ چلو، میرے یہاں قیام کرو، اور جو حاجت رکھتے ہو بتاؤ تاکہ میں پوری کروں وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا (حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۲۱)۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص آپ کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے، آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ تم نے اس کی ہمنشینی اور دوستی کا کوئی خیال نہ کیا، اور اسکی برائی مجھ سے بیان کردی، دیکھو یہ غیبت ہے، اب ایسا کبھی نہ کرنا (احتجاج ص ۳۰۴)۔

جب کوئی سائل آپ کے پاس آتا تھا تو خوش و مسرور ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے خدا تیرا بھلا کرے کہ تو میرا زاد راہ آخرت اٹھانے کے لیے آگیا ہے (مطالب السؤل ص ۲۶۳)۔ امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ میں فرماتے ہیں خداوند میرا کوئی درجہ نہ بڑھا، مگر یہ کہ اتنا ہی خود میرے نزدیک مجھ کو گھٹا اور میرے لیے کوئی ظاہری عزت نہ پیدا کر مگر یہ کہ خود میرے نزدیک اتنی ہی باطنی لذت پیدا کردے۔

امام زین العابدین اور صحیفہ کاملہ

کتاب صحیفہ کاملہ آپ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے اس میں بے شمار علوم و فنون کے جوہر موجو ہیں یہ پہلی صدی کی تصنیف ہے (معالم العلماء ص ۱ طبع ایران)۔

اسے علماء اسلام نے زبور آل محمد اور انجیل اہلبیت کہا ہے (ینابیع المودۃ ص ۴۹۹، فہرست کتب خانہ طہران ص ۳۶)۔ اور اس کی فصاحت و بلاغت معانی کو دیکھ کر اسے کتب سماویہ اور صحف لوحیہ و عرشیہ کا درجہ دیا گیا ہے (ریاض السالکین ص ۱) اس کی چالیس شرحیں ہیں جن میں میرے نزدیک ریاض السالکین کو فوقیت حاصل ہے۔

امام زین العابدین عمر بن عبد العزیز کی نگاہ میں

۸۶ھ میں عبدالملک بن مروان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا یہ حجاج بن یوسف کی طرح نہایت ظالم وجابر تھا اسی کے عہد ظلمت مین عمر بن عبدالعزیز جوکہ ولید کا چچازاد بھائی تھا حجاز کا گورنر ہوا یہ برا منصف مزاج اور فیاض تھا ، اسی کے عہد گورنری کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ۸۷ھ ء میں سرورکائنات کے روضہ کی ایک دیوار گرگئی تھی جب اس کی مرمت کا سوال پیدا ہوا ، اوراس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی مقدس ہستی کے ہاتھ سے اس کی ابتداء کی جائے تو عمر بن عبدالعزیز نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہی کو سب پر ترجیح دی (وفاء الوفاء جلد ۱ ص ۳۸۶) ۔

اسی نے فدک واپس کیا تھا اور امیرالمومنین پرسے تبراء کی وہ بدعت جو معاویہ نے جاری کی تھی، بند کرائی تھی۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر فرما رہے تھے لیکن آپ کے روحانی اقتدار کی وجہ سے بادشاہ وقت ولیدبن عبدالملک نے آپ کو زہر دیدیا، اور آپ بتاریخ ۲۵/ محرم الحرام ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ کو درجہ شہادت پرفائز ہوگئے امام محمد باقر علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ مدینہ کے جنت البقیع میں دفن کردیئے گئے علامہ شبلنجی ،علامہ ابن حجر،علامہ ابن صباغ مالکی، علامہ سبط ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں کہ "وان الذی سمہ الولیدبن عبدالملک" جس نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا، وہ ولیدبن عبدالملک خلیفہ وقت ہے (نورالابصار ص ۱۲۸ ،صواعق محرقہ ص ۱۲۰ ،فصول المہمہ، تذکرہ سبط ابن جوزی، ارجح المطالب ص ۴۴۴ ، مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱) ۔

ملاجامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کا ناقہ قبر پر نالہ وفریاد کرتا ہوا تین روز میں مرگیا (شواہد النبوت ص ۱۷۹ ، شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۷/ سال کی تھی۔

آپ کی اولاد

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ نے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔(صواعق محرقہ ص ۱۲۰ ،وارجح المطالب ص ۴۴۴) ۔

علامہ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ان پندرہ اولاد کے نام یہ ہیں ۱ ۔ حضرت امام محمد باقر آپ کی والدہ حضرت امام حسن کی بیٹی ام عبداللہ جناب فاطمہ تھیں۔ ۲ ۔ عبداللہ ۳ ۔ حسن ۴ ۔زید ۵ ۔ عمر ۶ ۔ حسین ۷ ۔عبدالرحمن ۸ ۔ سلیمان ۹ ۔علی ۱۰ ۔ محمد اصغر ۱۱ ۔حسین اصغر ۱۲ ۔خدیجہ ۱۳ ۔فاطمہ، ۱۴ ۔علیہ ۱۵ ۔ ام کلثوم (ارشاد مفید فارسی ص ۴۰۱) ۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام بتاریخ یکم رجب المرجب ۵۷ ھ یوم جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (اعلام الوری ص ۱۵۵ ،جلاء العیون ص ۲۶۰ ،جنات الخلود ص ۲۵) ۔

علامہ مجلسی تحریرفرماتے ہیں کہ جب آپ بطن مادرمیں تشریف لائے توآباؤ اجدادکی طرح آپ کے گھرمیں آوازغیب آنے لگی اورجب نوماہ کے ہوئے توفرشتوں کی بے انتہاآوازیں آنے لگیں اورشب ولادت ایک نورساطع ہوا،ولادت کے بعدقبلہ روہوکرآسمان کی طرف رخ فرمایا،اور(آدم کی مانند) تین باچھینکنے کے بعدحمدخدا بجالائے،ایک شبانہ روزدست مبارک سے نورساطع رہا،آپ ختنہ کردہ ،ناف بریدہ، تمام آلائشوں سے پاک اورصاف متولدہوئے۔ (جلاء العیون ص ۲۵۹) ۔

اسم گرامی ،کنیت اورالقاب

آپ کااسم گرامی "لوح محفوظ" کے مطابق اورسرورکائنات کی تعیین کے موافق "محمد" تھا آپ کی کنیت "ابوجعفر" تھی، اورآپ کے القاب کثیرتھے، جن میں باقر، شاکر،ہادی زیادہ مشہورہیں (مطالب السؤل ص ۳۶۹ ،شواہدالنبوت ص ۱۸۱) ۔

باقرکی وجہ تسمیہ

باقر،بقرہ سے مشتق ہے اوراسی کااسم فاعل ہے اس کے معنی شق کرنے اوروسعت دینے کے ہیں، (المنجد ص ۴۱) ۔ حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کواس لقب سے اس لیے ملقب کیاگیاتھاکہ آپ نے علوم ومعارف کونمایاں فرمایااورحقائق احکام وحکمت ولطائف کے وہ سربستہ خزانے ظاہرفرمادیئے جولوگوں پرظاہروہویدانہ تھے(صواعق محرقہ،ص ۱۲۰ ،مطالب السؤل ص ۶۶۹ ،شواہدالنبوت صذ ۱۸۱) ۔

جوہری نے اپنی صحاح میں لکھاہے کہ "توسع فی العلم" کوبقرہ کہتے ہیں، اسی لیے امام محمدبن علی کوباقرسے ملقب کیاجاتاہے ،علامہ سبط ابن جوزی کاکہناہے کہ کثرت سجودکی وجہ سے چونکہ آپ کی پیشانی وسیع تھی اس لیے آپ کوباقرکہاجاتاہے اورایک وجہ یہ بھی ہے کہ جامعیت علمیہ ک کی وجہ سے آپ کویہ لقب دیاگیاہے ،شہیدثالث علامہ نوراللہ شوشتری کاکہناہے کہ آنحضرت نے

ارشادفرمایاہے کہ امام محمدباقرعلوم ومعارف کواس طرح شگافتہ کردیں گے جس طرح زراعت کے لیے زمین شگافتہ کی جاتی ہے۔(مجالس المومنین ص ۱۱۷)۔

بادشاہان وقت

آپ ۵۷ھ میں معاویہ بن ابی سفیان کے عہدمیں پیداہوئے ۶۰ھ میں یزیدبن معاویہ بادشاہ وقت رہا، ۶۴ھ میں معاویہ بن یزیداورمروان بن حکم بادشاہ رہے ۶۵ھ تک عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت رہاپھر ۸۶ھ سے ۹۶ھ تک ولیدبن عبدالملک نے حکمرانی کی، اسی نے ۹۵ھ میں آپ کے والدماجدکودرجہ شہادت پرفائزکردیا، اسی ۹۵ھ سے آپ کی امامت کاآغازہوا، اور۱۱۴ھ تک آپ فرائض امامت ادافرماتے رہے، اسی دروان میں ولیدبن عبدالملک کے بعدسلیمان بن عبدالملک ، عمربن عبدالعزیز، یزیدبن عبدالملک اورہشام بن عبدالملک بادشاہ وقت رہے (اعلام الوری ص ۱۵۶)۔

واقعہ کربلامیں امام محمدباقرعلیہ السلام کاحصہ

آپ کی عمرابھی ڈھائی سال کی تھی، کہ آپ کوحضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ وطن عزیزمدینہ منورہ چھوڑناپڑا،پھرمدینہ سے مکہ اوروہاں سے کربلاتک کی صعوبتیں سفربرداشت کرناپڑی اس کے بعدواقعہ کربلاکے مصائب دیکھے، کوفہ وشام کے بازاروں اوردرباروں کاحال دیکھاایک سال شام میں قیدرہے، پھروہاں سے چھوٹ کر ۸/ ربیع الاول ۶۲ھ کومدینہ منورہ واپس ہوئے۔

جب آپ کی عمرچارسال کی ہوئی، توآپ ایک دن کنویں میں گرگئے ، لیکن خدانے آپ کوڈوبنے سے بچالیا(اورجب آپ پانی سے برآمدہوئے توآپ کے کپڑے اورآپ کابدن تک بھیگاہوانہ تھا(مناقب جلد ۴ ص ۱۰۹)۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام اورجابربن عبداللہ انصاری کی باہمی ملاقات

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت امام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی کے اختتام پرامام محمدباقرکی ولادت سے تقریبا ۴۶/ سال قبل جابربن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے امام محمدباقرعلیہ السلام کوسلام کہلایاتھا، امام علیہ السلام کایہ شرف اس درجہ ممتازہے کہ آل محمدمیں سے کوئی بھی اس کی ہمسری نہیں کرسکتا(مطالب السؤل ص ۲۷۲)۔

مورخین کابیان ہے کہ سرورکائنات ایک دن اپنی آغوش مبارک میں حضرت امام حسین علیہ السلام کولئے ہوئے پیارکررہے تھے ناگاہ آپ کے صحابی خاص جابربن عبداللہ انصاری حاضرہوئے حضرت نے جابرکودیکھ کر فرمایا، اے جابر!میرے اس فرزندکی

نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو علم و حکمت سے بھرپور ہوگا، اے جابر تم اس کا زمانہ پاؤ گے، اور اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک وہ سطح ارض پر آنہ جائے۔

ائے جابر! دیکھو، جب تم اس سے ملنا تو اسے میرا سلام کہہ دینا، جابر نے اس خبر اور اس پیشین گوئی کو کمال مسرت کے ساتھ سنا، اور اسی وقت سے اس بہجت آفرین ساعت کا انتظار کرنا شروع کردیا، یہاں تک کہ چشم انتظار پتھرا گیں اور آنکھوں کا نور جاتا رہا۔

جب تک آپ بینا تھے ہر مجلس و محفل میں تلاش کرتے رہے اور جب نور نظر جاتا رہا تو زبان سے پکارنا شروع کردیا، آپ کی زبان پر جب ہر وقت امام محمد باقر کا نام رہنے لگا تو لوگ یہ کہنے لگے کہ جابر کا دماغ ضعف پیری کی وجہ سے از کار رفتہ ہوگیا ہے لیکن بہر حال وہ وقت آہی گیا کہ آپ پیغام احمدی اور سلام محمدی پہنچانے میں کامیاب ہوگئے راوی کا بیان ہے کہ ہم جناب جابر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے، آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام بھی تھے امام علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا کہ چچا جابر بن عبداللہ انصاری کے سر کا بوسہ دو، انہوں نے فوراً تعمیل ارشاد کیا، جابر نے ان کو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا کہ ابن رسول اللہ آپ کو آپ کے جد نامدار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام فرمایا ہے۔

حضرت نے کہا ائے جابر ان پر اور تم پر میری طرف سے بھی سلام ہو، اس کے بعد جابر بن عبداللہ انصاری نے آپ سے شفاعت کے لیے ضمانت کی درخواست کی، آپ نے اسے منظور فرمایا اور کہا کہ میں تمہارے جنت میں جانے کا ضامن ہوں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰، وسیلہ النجات ص ۳۳۸، مطالب السؤل، ۳۷۳، شواہد النبوت ص ۱۸۱، نور الابصار ص ۱۴۳، رجال کشی ص ۲۷، تاریخ طبری جلد ۳، ص ۹۶، مجالس المومنین ص ۱۱۷۔

علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "ان بقائک بعد رویتہ یسیر" کہ اے جابر میرا پیغام پہنچانے کے بعد بہت تھوڑا زندہ رہو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا (مطالب السؤل ص ۲۷۳)۔

سات سال کی عمر میں امام محمد باقر کا حج خانہ کعبہ

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ راوی بیان کرتا ہے کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا، راستہ پر خطر اور انتہائی تاریک تھا جب میں لق ودق صحرا میں پہنچا تو ایک طرف سے کچھ روشنی کی کرن نظر آئی میں اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ناگاہ ایک سات سال کا لڑکا میرے قریب آپہنچا، میں نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے، اور آپ کے پاس زاد راہ کیا ہے اس نے جواب دیا، سنو میں خدا کی طرف سے آرہا ہوں اور خدا کے طرف سے آرہا ہوں اور خدا کی طرف جا رہا ہوں، میرا زاد راہ "تقویٰ" ہے میں عربی النسل، قریشی خاندان کا علوی نژاد ہوں، میرا نام محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی

طالب ہے، یہ کہہ کر وہ دونوں سے غائب ہوگئے اور مجھے پتہ نہ چل سکا کہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے یا زمین میں سما گئے (شواہد النبوت ص ۱۸۳)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور اسلام میں سکے کی ابتدا

مورخ شہیر ذاکر حسین تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۲ میں لکھتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے ۷۵ھ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی صلاح سے اسلامی سکہ جاری کیا اسے سے پہلے روم وایران کا سکہ اسلامی ممالک میں بھی جاری تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل علامہ دمیری کے حوالہ سے یہ ہے کہ ایک دن علامہ کسائی سے خلیفہ ہارون رشید عباسی نے پوچھا کہ اسلام میں درہم ودینار کے سکے، کب اور کیونکر رائج ہوئے انہوں نے کہا کہ سکوں کا اجرا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کیا ہے لیکن اس کی تفصیل سے ناواقف ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے اجراء اور ایجاد کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، ہارون الرشید نے کہا کہ بات یہ ہے کہ زمانہ سابق میں جو کاغذ وغیرہ ممالک اسلامیہ میں مستعمل ہوتے تھے وہ مصر میں تیار ہوا کرتے تھے جہاں اس وقت نصرانیوں کی حکومت تھی، اور وہ تمام کے تمام بادشاہ روم کے مذہب پر تھے وہاں کے کاغذ پر جو ضرب یعنی (ٹریڈ مارک) ہوتا تھا، اس میں بزبان روم (اب، ابن، روح القدس لکھا ہوا تھا ،فلم یزل ذلک کذالک فی صدرالاسلام کلہ بمعنی علوما کان علیہ ،الخ)۔

اور یہی چیز اسلام میں جتنے دور گذرے تھے سب میں رائج تھی یہاں تک کہ جب عبدالملک بن مروان کا زمانہ آیا، تو چونکہ وہ بڑا ذہین اور ہوشیار تھا، لہذا اس نے ترجمہ کرا کے گورنر مصر کو لکھا کہ تم رومی ٹریڈ مارک کو موقوف ومتروک کردو، یعنی کاغذ کپڑے وغیرہ جو اب تیار ہوں ان میں یہ نشانات نہ لگنے دو بلکہ ان پر یہ لکھوادو "شھداللہ انہ لاالہ الاھو" چنانچہ اس حکم پر عمل درآمد کیا گیا جب اس نئے مارک کے کاغذوں کا جن پر کلمہ توحید ثبت تھا، رواج پایا تو قیصر روم کو بے انتہا ناگوار گزرا اس نے تحفہ تحائف بھیج کر عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت کو لکھا کہ کاغذ وغیرہ پر جو "مارک" پہلے تھا وہی بدستور جاری کرو، عبدالملک نے ہدایا لینے سے انکار کردیا اور سفیر کو تحائف وہدایا سمیت واپس بھیج دیا اور اس کے خط کا جواب تک نہ دیا قیصر روم نے تحائف کو دوگنا کر کے پھر بھیجا اور لکھا کہ تم نے میرے تحائف کو کم سمجھ کر واپس کردیا، اس لیے اب اضافہ کر کے بھیج رہا ہوں اسے قبول کرلو اور کاغذ سے نیا "مارک" ہٹادو، عبدالملک نے پھر ہدایا واپس کردیا اور مثل سابق کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد قیصر روم نے تیسری مرتبہ خط لکھا اور تحائف وہدایا بھیجے اور خط میں لکھا کہ تم نے میرے خطوط کے جوابات نہیں دیئے ، اور نہ میری بات قبول کی اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اب بھی رومی ٹریڈ مارک کو از سرنو رواج نہ دیا اور توحید کے جملے کاغذ سے نہ ہٹائے تو میں تمہارے رسول کو گالیاں، سکہ درہم ودینار پر نقش کرا کے تمام ممالک اسلامیہ میں رائج کردوں گا اور تم کچھ نہ کر سکو گے دیکھو اب جو میں نے تم کو لکھا ہے اسے پڑھ

کرارفص جبینک عرقا، اپنی پیشانی کاپسینہ پوچھ ڈالواورجومیں کہتاہوں اس پر عمل کروتاکہ ہمارے اورتمہارے درمیان جورشتہ محبت قائم ہے بدستورباقی رہے۔

عبدالملک ابن مروان نے جس وقت اس خط کوپڑھااس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ،ہاتھ کے طوطے اڑگئے اورنظروں میں دنیاتاریک ہوگئی اس نے کمال اضطراب میں علماء فضلاء اہل الرائے اورسیاست دانوں کوفوراجمع کرکے ان سے مشورہ طلب کیا اورکہاکہ کوئی ایسی بات سوچوکہ سانپ بھی مرجائے اورلاٹھی بھی نہ ٹوٹے یاسراسراسلام کامیاب ہوجائے، سب نے سرجوڑکربہت دیرتک غورکیا لیکن کوئی ایسی رائے نہ دے سکے جس پر عمل کیاجاسکتا"فلم یجد عنداحد منہم رایایعمل بہ" جب بادشاہ ان کی کسی رائے سے مطمئین نہ ہوسکاتواورزیادہ پریشان ہوااوردل میں کہنے لگامیرے پالنے والے اب کیاکروں ابھی وہ اسی تہردومیں بیٹھاتھاکہ اس کاوزیراعظم "ابن زنباع" بول اٹھا،بادشاہ تویقیناجانتاہے کہ اس اہم موقع پراسلام کی مشکل کشائی کون کرسکتاہے ،لیکن عمدا اس کی طرف رخ نہیں کرتا،بادشاہ نے کہا" ویحک من" خداتجھے سمجھے،توبتاتوسہی وہ کون ہے؟ وزیراعظم نے عرض کی "علیک بالباقرمن اہل بیت النبی" میں فرزند رسول امام محمدباقرعلیہ السلام کی طرف اشارہ کررہاہوں اوروہی اس آڑے وقت میں تیرے کام آسکتاہیں، عبدالملک بن مروان نے جونہی آپ کانام سناقال صدقت کہے لگا خداکی قسم تم نے سچ کہااور صحیح رہبری کی ہے۔

اس کے بعداسی وقت فوراًاپنے عامل مدینہ کولکھاکہ اس وقت اسلام پرایک سخت مصیبت آگئی ہے اوراس کادفع ہوناامام محمدباقرکے بغیرناممکن ہے، لہذا جس طرح ہوسکے انھیں راضی کرکے میرے پاس بھیجدو،دیکھواس سلسلہ میں جو مصارف ہوں گے،وہ بذمہ حکومت ہوں گے۔

عبدالملک نے دوخواست طلبی، مدینہ ارسال کرنے کے بعدشاہ روم کے سفیرکونظربند کردیا،اورحکم دیاکہ جب تک میں اس مسئلہ کوحل نہ کرسکوں اسے پایہ تخت سے جانے نہ دیاجائے۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی خدمت میں عبدالملک بن مروان کاپیغام پہنچااورآپ فوراعازم سفرہوگئے اوراہل مدینہ سے فرمایاکہ چونکہ اسلام کاکام ہے لہذا میں تمام اپنے کاموں پراس سفرکوترجیح دیتاہوں الغرض آپ وہاں سے روانہ ہوکرعبدالملک کے پاس جاپہنچے، بادشاہ چونکہ سخت پریشان تھا،اس لیے اسے نے آپ کے استقبال کے فورابعدعرض مدعاکردیا،امام علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا"لایعظم ہذاعلیک فانہ لیس بشئی" اے بادشاہ سن، مجھے بعلم امامت معلوم ہے کہ خدائے قادروتواناقیصرروم کواس فعل قبیح پرقدرت ہی نہ دے گا اورپھرایسی صورت میں جب کہ اس نے تیرے ہاتھوں میں اس سے عہدہ برآہونے کی طاقت دے رکھی ہے بادشاہ نے عرض کی یاابن رسول اللہ وہ کونسی طاقت ہے جومجھے نصیب ہے اورجس کے ذریعہ سے میں کامیابی حاصل کرسکتاہوں۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام نے فرمایاکہ تم اسی وقت حکاک اور کاریگروں کوبلاؤ اوران سے درہم ودینار کے سکے ڈھلواؤ اورممالک اسلامیہ میں رائج کردو، اس نے پوچھاکہ ان کی کیاشکل وصورت ہوگی اوروہ کس طرح ڈھلیں گے؟ امام علیہ السلام نے فرمایاکہ سکہ کے ایک طرف کلمہ توحیددوسری طرف پیغمبراسلام کانام نامی اورضرب سکہ کاسن لکھاجائے اس کے بعداس کے اوزان بتائے آپ نے کہاکہ درہم کے تین سکے اس وقت جاری ہیں ایک بغلی جودس مثقال کے دس ہوتے ہیں دوسرے سمری خفاف جوچھ مثقال کے دس ہوتے ہیں تیسرے پانچ مثقال کے دس، یہ کل ۲۱/ مثقال ہوئے اس کوتین پر تقسیم کرنے پرحاصل تقسیم ۷/ مثقال ہوئے، اسی سات مثقال کے دس درہم بنوا، اوراسی سات مثقال کی قیمت سونے کے دینارتیارکرجس کاخوردہ دس درہم ہو، سکہ کانقش چونکہ فارسی میں ہے اس لیے اسی فارسی میں رہنے دیاجائے، اوردینارکاسکہ رومی حرفوں میں ہے لہذااسے رومی ہی حرفوں میں کندہ کرایاجائے اورڈھالنے کی مشین (سانچہ) شیشے کابنوایاجائے تاکہ سب ہم وزن تیارہوسکیں۔

عبدالملک نے آپ کے حکم کے مطابق تمام سکے ڈھلوالیے اورسب کام درست کرلیا اس کے بعدحضرت کی خدمت میں حاضرہوکردریافت کیاکہ اب کیاکروں؟ ”امرہ محمدبن علی“ آپ نے حکم دیاکہ ان سکوں کوتمام ممالک اسلامیہ میں رائج کردے، اورساتھ ہی ایک سخت حکم نافذکردے جس میں یہ ہوکہ اسی سکہ کواستعمال کیاجائے اوررومی سکے خلاف قانون قراردیئے گئے اب جوخلاف ورزی کرے گااسے سخت سزادی جائے گی، اوربوقت ضرورت اسے قتل بھی کیاجاسکے گا۔

عبدالملک بن مروان نے تعمیل ارشادکے بعدسفیرروم کورہاکرکے کہاکہ اپنے بادشاہ سے کہناکہ ہم نے اپنے سکے ڈھلواکررائج کردیے اورتمہارے سکہ کوغیرقانونی قراردے دیا اب تم سے جوہوسکے کرلو۔

سفیرروم یہاں سے رہاہوکرجب اپنے قیصرکے پاس پہنچااوراس سے ساری داستان بتائی تووہ حیران رہ گیا، اورسرڈال کردیرتک خاموش بیٹھاسوچتارہا، لوگوں نے کہابادشاہ تونے جویہ کہاتھاکہ میں مسلمانوں کے پیغمبرکوسکوں پرگالیاں کنداکرادوں گا اب اس پرعمل کیوں نہیں کرتے اس نے کہاکہ اب گالیاں کنداکرکے کیاکروں گا اب توان کے ممالک میں میراسکہ ہی نہیں چل رہااورلین دین ہی نہیں ہورہا(حیواۃ الحیوان دمیری المتوفی ۹۰۸ھ جلد ۱ طبع مصر ۱۳۵۶ھ)۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی علمی حیثیت

کسی معصوم کی علمی حیثیت پرروشنی ڈالنی بہت دشوارہے، کیونکہ معصوم اورامام زمانہ کوعلم لدنی ہوتاہے، وہ خداکی بارگاہ سے علمی صلاحیتوں سے بھرپورمتولدہوتاہے، حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام چونکہ امام زمانہ اورمعصوم ازلی تھے اس لیے آپ کے علمی کمالات، علمی کارنامے اورآپ کی علمی حیثیت کی وضاحت ناممکن ہے تاہم میں ان واقعات میں سے مستثنی ازخروارے، لکھتاہوں جن پرعلماء عبورحاصل کرسکے ہیں۔

علامہ ابن شہرآشوب لکھتے ہیں کہ حضرت کا خود ارشاد ہے کہ "علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شئی" ہمیں طائروں تک کی زبان سکھا گئی ہے اور ہمیں ہر چیز کا علم عطا کیا گیا ہے (مناقب شہرآشوب جلد ۵ ص ۱۱)۔

روضۃ الصفاء میں ہے کہ بخدا سوگند کہ ما خازنان خدائیم در آسمان زمین الخ خدا کی قسم ہم زمین اور آسمان میں خداوند عالم کے خازن علم ہیں اور ہم یہ شجرہ نبوت اور معدن حکمت ہیں، وحی ہمارے یہاں آتی رہی اور فرشتے ہمارے یہاں آتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ظاہری ارباب اقتدار ہم سے جلتے اور حسد کرتے ہیں، لسان الواعظین میں ہے کہ ابومریم عبدالغفار کا کہنا ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ:

۱۔ مولا کونسا اسلام بہتر ہے جس سے اپنے برادر مومن کو تکلیف نہ پہنچے

۲۔ کونسا خلق بہتر ہے فرمایا صبر اور معاف کر دینا ۳۔ کون سا مومن کامل ہے فرمایا جس کے اخلاق بہتر ہوں ۴۔ کون سا جہاد بہتر ہے، فرمایا ج س میں اپنا خون بہہ جائے ۵۔ کونسی نماز بہتر ہے، فرمایا جس کا قنوت طویل ہو، ۶۔ کون سا صدقہ بہتر ہے، فرمایا جس سے نافرمانی سے نجات ملے، ۷۔ بادشاہان دنیا کے پاس جانے میں آپ کی کیا رائے ہے، فرمایا میں اچھا نہیں سمجھتا، پوچھا کیوں؟ فرمایا کہ اس لیے کہ بادشاہوں کے پاس کی آمدورفت سے تین باتیں پیدا ہوتی ہیں: ۱۔ محبت دنیا،

۲۔ فراموشی مرگ،

۳۔ قلت رضائے خدا۔

پوچھا پھر میں نہ جاؤں، فرمایا میں طلب دنیا سے منع نہیں کرتا، البتہ طلب معاصی سے روکتا ہوں۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے اور اس کی شہرت عامہ ہے کہ آپ علم وزہد اور شرف میں ساری دنیا سے فوقیت لے گئے ہیں آپ سے علم القرآن، علم الآثار، علم السنن اور ہر قسم کے علوم، حکم، آداب وغیرہ کے مظاہرہ میں کوئی نہیں ہوا، بڑے بڑے صحابہ اور نمایاں تابعین، اور عظیم القدر فقہاء آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے رہے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے سلام کہلایا تھا اور اس کی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ میرا فرزند "باقر العلوم" ہوگا، علم کی گتھیوں کو سلجھائے گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی (اعلام الوری ص ۱۵۷، علامہ شیخ مفید۔

علامہ شبلنجی فرماتے ہیں کہ علم دین، علم احادیث، علم سنن اور تفسیر قرآن وعلم السیرت وعلوم وفنون، ادب وغیرہ کے ذخیرے جس قدر امام محمد باقر علیہ السلام سے ظاہر ہوئے اتنے امام حسین اور امام حسین کی اولادیں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ ملاحظہ ہو کتاب الارشاد ص ۲۸۶، نورالابصار ص ۱۳۱، ارجح المطالب ص ۴۴۷۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے علمی فیوض وبرکات اور کمالات واحسانات سے اس شخص کے علاوہ جس کی بصیرت زائل ہو گئی ہو، جس کا دماغ خراب ہو گیا ہو اور جس کی طینت وطبیعت فاسد ہو گئی ہو، کوئی شخص انکار نہیں

کرسکتا، اسی وجہ سے آپ کے بارے میں کہاجاتا ہے کہ آپ "باقرالعلوم" علم کے پھیلانے والے اورجامع العلوم ہیں، آپ کادل صاف، علم و عمل روشن وتابندہ نفس پاک اورخلقت شریف تھی، آپ کے کل اوقات اطاعت خداوندی میں بسر ہوتے تھے۔

عارفوں کے قلوب میں آپ کے آثارراسخ اورگہرے نشانات نمایاں ہوگئے تھے، جن کے بیان کرنے سے وصف کرنے والوں کی زبانیں گونگی اورعاجزوماندہ ہیں آپ کے ہدایات وکلمات اس کثرت سے ہیں کہ ان کااحصاء اس کتاب میں ناممکن ہے(صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ امام محمدباقرعلامہ زمان اورسردارکبیرالشان تھے آپ علوم میں بڑے تبحراوروسیع الاطلاق تھے (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۴۵۰) علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ آپ بنی ہاشم کے سرداراورمتبحر علمی کی وجہ سے باقرمشہورتھے آپ علم کی تہ تک پہنچ گئے تھے، اورآپ نے اس کے وقائق کواچھی طرح سمجھ لیاتھا (تذکرۃالحفاظ جلد ۱ ص ۱۱۱)۔

علامہ شبراوی لکھتے ہیں کہ امام محمدباقرکے علمی تذکرے دنیامیں مشہور ہوئے اورآپ کی مدح وثناء میں بکثرت شعرلکھے گئے، مالک جہنی نے یہ تین شعرلکھے ہیں:

ترجمہ: جب لوگ قرآن مجیدکاعلم حاصل کرناچاہیں توپوراقبیلہ قریش اس کے بتانے سے عاجزرہے گا،کیونکہ وہ خودمحتاج ہے اوراگرفرزندرسول امام محمدباقرکے منہ سے کوئی بات نکل جائے توبے حدوحساب مسائل و تحقیقات کے ذخیرے مہیاکردیں گے یہ حضرات وہ ستارے ہیں جوہرقسم کی تاریکیون میں چلنے والوں کے لیے چمکتے ہیں اوران کے انوار سے لوگ راستے پاتے ہیں (الاتحاف ص ۵۲ ،وتاریخ الائمہ ص ۴۱۳)۔

علامہ ابن شہرآشوب کابیان ہے کہ صرف ایک راوی محمدبن مسلم نے آپ سے تیس ہزارحدیثیں روایت کی ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۱۱)۔

آپ کے بعض علمی ہدایات وارشادات

علامہ محمدبن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جابر جعفی کابیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام سے ملاتوآپ نے فرمایا اے جابرمیں دنیا سے بالکل بے فکرہوں کیونکہ جس کے دل میں دین خالص ہووہ دنیاکوکچھ نہیں سمجھتا، اور تمہیں معلوم ہوناچاہئے کہ دنیاچھوڑی ہوئی سواری اتاراہواکپڑا اوراستعمال کی ہوئی عورت ہے مومن دنیاکی بقا سے مطمئن نہیں ہوتا اوراس کی دیکھی ہوئی چیزوں کی وجہ سے نورخدااس سے پوشیدہ نہیں ہوتا مومن کوتقوی اختیار کرناچاہئے کہ وہ ہروقت اسے متنبہ اوربیدارکھتاہے سنودنیاایک سرائے فانی ہے نزلت بہ وارتحلت منہ " اس میں آناجانالگارہتاہے آج آئے اورکل گئے اوردنیاایک خواب ہے جوکمال کے مانندیکھی جاتی ہے اورجب جاگ اٹھے توکچھ نہیں

آپ نے فرمایا تکبر بہت بری چیز ہے ، یہ جس قدر انسان میں پیدا ہوگا اسی قدر اس کی عقل گھٹے گی ، کمینے شخص کا حربہ گالیاں بکنا ہے۔

ایک عالم کی موت کو ابلیس نوے عابدوں کے مرنے سے بہتر سمجھتا ہے ایک ہزار عابد سے وہ ایک عالم بہتر ہے جو اپنے علم سے فائدہ پہنچا رہا ہو۔

میرے ماننے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت کریں آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے رونے والا بخشا جاتا ہے اور جس رخسار پر آنسو جاری ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا۔

سستی اور زیادہ تیزی برائیوں کی کنجی ہے۔

خدا کے نزدیک بہترین عبادت پاک دامنی ہے انسان کو چاہیئے کہ اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔

دعا سے قضا بھی ٹل جاتی ہے ۔ نیکی بہترین خیرات ہے

بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کو اپنی آنکھ کی شہتیر دکھائی نہ دے، اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آئے ، یعنی اپنے بڑے گناہ کی پرواہ نہ ہو، اوردوسروں کے چھوٹے عیب اسے بڑے نظر آئیں اور خود عمل نہ کرے، صرف دوسروں کو تعلیم دے۔

جو خوشحالی میں ساتھ دے اور تنگ دستی میں دور رہے ، وہ تمہارا بھائی اور دوست نہیں ہے (مطالب السؤل ص ۲۷۲) ۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی نعمت ملے تو کہو الحمدللہ اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو کہو "لاحول ولاقوۃ الاباللہ" اور جب روزی تنگ ہو تو کہو استغفر اللہ ۔

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے، جتنی محبت تمہارے دل میں ہوگی ، اتنی ہی تمہارے بھائی اور دوست کے دل میں بھی ہوگی

تین چیزیں خدا نے تین چیزوں میں پوشیدہ رکھی ہیں :

۱ ۔ اپنی رضا اپنی اطاعت میں ، کسی فرمانبرداری کو حقیر نہ سمجھو شاید اسی میں خدا کی رضا ہو۔

۲ ۔ اپنی ناراضی اپنی معصیت میں کسی گناہ کو معمولی نہ جانو تو شاید خدا اسی سے ناراض ہو جائے۔

۳ ۔ اپنی دوستی یا اپنے ولی، مخلوقات میں کسی شخص کو حقیر نہ سمجھو، شاید وہی ولی اللہ ہو (نورالابصار ص ۱۳۱ ، اتحاف ص ۹۳)

۔

احادیث آئمہ میں ہے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں انسان کو جتنی عقل دی گئی ہے اسی کے مطابق اس سے قیامت میں حساب وکتاب ہوگا۔

ایک نفع پہنچانے والا عالم ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے، عالم کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے خدا ان علماء پر رحم و کرم فرمائے جو احیاء علم کرتے اور تقوی کو فروغ دیتے ہیں۔

علم کی زکواۃ یہ ہے کہ مخلوق خدا کو تعلیم دے جائے۔ قرآن مجید کے بارے میں تم جتنا جانتے ہو اتنا ہی بیان کرو۔

بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ جو جانتا ہو اسے بتائے اور جو نہ جانتا ہو اس کے جواب میں خاموش ہو جائے۔ علم حاصل کرنے کے بعد اسے پھیلاو، اس لیے کہ علم کو بند رکھنے سے شیطان کا غلبہ ہوتا ہے۔

معلم اور متعلم کا ثواب برابر ہے۔ جس کی تعلیم کی غرض یہ ہو کہ وہ علماء سے بحث کرے، جہلا پر رعب جمائے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے وہ جہنمی ہے، دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں۔ جو دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں۔

جو دینیات میں غلط کہتا ہو اسے صحیح بنادو، ذات الٰہی وہ ہے، جو عقل انسانی میں نہ سما سکے اور حدود میں محدود نہ ہو سکے۔

اس کی ذات فہم و ادراک سے بالاتر ہے خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، خدا کی ذات کے بارے میں بحث نہ کرو، ورنہ حیران ہو جاؤ گے۔ اجل کی دو قسمیں ہیں ایک اجل محتوم، دوسرے اجل موقوف، دوسری سے خدا کے سوا کوئی واقف نہیں، زمین حجت خدا کے سوا کوئی واقف نہیں، زمین حجت خدا کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی۔

امت بے امام کی مثال بھیڑ کے اس گلے کی ہے، جس کا کوئی بھی نگران نہ ہو۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روح کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ روح ہوا کی مانند متحرک ہے اور یہ ریح سے مشتق ہے، ہم جنس ہونے کی وجہ سے اسے روح کہا جاتا ہے یہ روح جو جانداروں کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، وہ تمام ریحوں سے پاکیزہ تر ہے۔

روح مخلوق اور مصنوع ہے اور حادث اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی ہے۔

وہ ایسی لطیف شئے ہے جس میں نہ کسی قسم کی گرانی اور سنگینی ہے نہ سبکی، وہ ایک باریک اور رقیق شئے ہے جو قالب کثیف میں پوشیدہ ہے، اس کی مثال اس مشک جیسی ہے جس میں ہوا بھر دو، ہوا بھرنے سے وہ پھول جائے گی لیکن اس کے وزن میں اضافہ نہ ہوگا۔۔ روح باقی ہے اور بدن سے نکلنے کے بعد فنا نہیں ہوتی، یہ نفخ صور کے وقت ہی فنا ہوگی۔

آپ سے خداوند عالم کے صفات بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، کہ وہ سمیع و بصیر ہے اور آلہ سمع و بصر کے بغیر سنتا اور دیکھتا ہے، رئیس معتزلہ عمر بن عبید نے آپ سے دریافت کیا کہ "من یحال علیہ غضبی" ابو خالد کابلی نے آپ سے پوچھا کہ قول خدا "فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا" میں، نور سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا "واللہ النور الائمۃ من آل محمدؐ" خدا کی قسم نور سے ہم آل محمد مراد ہیں۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ یوم ندعوا کل اناس بامامہم سے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا وہ رسول اللہ ہیں اوران کے بعدان کی اولاد سے آئمہ ہوں گے، انہیں کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے جو انہیں دوست رکھے گا اوران کی تصدیق کرے گا وہی نجات پائے گا اورجوان کی مخالفت کرے گا جہنم میں جائے گا، ایک مرتبہ طاؤس یمانی نے حضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر یہ سوال کیا کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا تھوڑا استعمال حلال تھا اورزیادہ استعمال حرام، آپ نے فرمایا کہ وہ نہر طالوت کا پانی تھا جس کا صرف ایک چلو پینا حلال تھا اوراس سے زیادہ حرام پوچھا وہ کون سا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز تھا، فرمایا وہ جناب مریم کا روزہ صمت تھا جس میں صرف نہ بولنے کا روزہ تھا، کھانا پینا حلال تھا، پوچھا وہ کون سی شئے ہے جو صرف کرنے سے کم ہوتی ہے بڑھتی نہیں، فرمایا کہ وہ عمر ہے ۔ پوچھا وہ کون سی شئے ہے جو بڑھتی ہے گھٹتی نہیں، فرمایا وہ سمندر کا پانی ہے، پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو صرف ایک بار اڑی پھر نہ اڑی، فرمایا وہ کوہ طور ہے جو ایک بار حکم خدا سے اڑکر بنی اسرائیل کے سروں پر آگیا تھا۔ پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کی سچی گواہی خدا نے جھوٹی قراردی، فرمایا وہ منافقوں کی تصدیق رسالت ہے جو دل سے نہ تھی۔

پوچھا بنی آدم کا ۱/۳ حصہ کب ہلاک ہوا، فرمایا ایسا کبھی نہیں ہوا، تم یہ پوچھو کہ انسان کا ۱/۴ حصہ کب ہلاک ہوا تو میں بتاؤں کہ یہ اس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، کیونکہ اس وقت چارآدمی تھے آدم، حوا، ہابیل اورقابیل، پوچھا پھر نسل انسانی کس طرح بڑھی فرمایا جناب شیش سے جو قتل ہابیل کے بعد بطن حوا سے پیدا ہوئے۔

آپ کی عبادت گذاری اورآپ کے عام حالات

آپ آباؤاجداد کی طرح بے پناہ عبادت کرتے تھے ساری رات نماز پڑھنی اور سارا دن روزہ سے گزارنا آپ کی عادت تھی آپ کی زندگی زاہدانہ تھی، بورئیے پر بیٹھتے تھے ہدایا جو آتے تھے اسے فقراء ومساکین پر تقسیم کردیتے تھے غریبوں پر بے حد شفقت فرماتے تھے تواضع اورفروتنی، صبروشکر غلام نوازی صلہ رحم وغیرہ میں اپنی آپ نظیر تھے آپ کی تمام آمدنی فقراء پر صرف ہوتی تھی آپ فقیروں کی بڑی عزت کرتے تھے اورانہیں اچھے نام سے یاد کرتے تھے (کشف الغمہ ص ۹۵ ۔

آپ کے ایک غلام افلح کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کعبہ کے قریب تشریف لے گئے، آپ کی جیسے ہی کعبہ پر نظر پڑی آپ چیخ مارکررونے لگے میں نے کہا کہ حضور سب لوگ دیکھ رہے ہیں آپ آہستہ سے گریہ فرمائیں ارشادکیا، اے افلح شاید خدا بھی انہیں لوگوں کی طرح میری طرف دیکھ لے اورمیری بخشش کا سہارا ہوجائے، اس کے بعد آپ سجدہ میں تشریف لے گئے اورجب سر اٹھایا تو ساری زمین آنسوؤں سے ترتھی (مطالب السؤل ص ۲۷۱) ۔

حضرت امام محمد باقرعلیہ السلام اورہشام بن عبدالملک

تواریخ میں ہے ۹۶ھ میں ولیدبن عبدالملک فوت ہوا(ابوالفداء) اوراس کابھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ مقرر کیا گیا(ابن الوردی) ۹۹ھ میں عمربن عبدالعزیزخلیفہ ہوا ابن الوردی اس نے خلیفہ ہوتے ہی اس بدعت کوجو ۴۱ھ سے بن امیہ نے حضرت علی پرسب وشتم کی صورت میں جاری کررکھی تھی حکما روک دیا (ابوالفداء) اوررقوم خمس بنی ہاشم کودیناشروع کیا(کتاب الخرائج ابویوسف)۔

یہ وہ زمانہ تھاجس میں علی کے نام پراگرکسی بچے کانام ہوتاتھاتووہ قتل کردیاجاتاتھا اورکسی کوبھی زندہ نہ چھوڑاجاتاتھا(تدریب المراوی سیوطی) اس کے بعد ۱۰۱ھ میں یزیدبن عبدالملک خلیفہ بنایاگیا(ابن الوردی) ۱۰۵ھ میں ہشام بن عبدالملک بن مروان بادشاہ وقت مقررہوا(ابن الوردی)۔

ہشام بن عبدالملک،چست،چالاک، کنجوس ومتعصب،چال باز، سخت مزاج، کجرو، خودسر،حریص،کانوں کاکچاتھا اورحددرجہ کاشکی تھاکبھی کسی کااعتبارنہ کرتاتھا اکثرصرف شبہ برسلطنت کے لائق لائق ملازموں کوقتل کرادیتاتھا یہ عہدوں پرانہیں کوفائزکرتاتھا جوخوشامدی ہوں، اس نے خالدبن عبداللہ قسری کو ۱۰۵ھ سے ۱۲۰ھ تک عراق کاگورنرتھا قسری کاحال یہ تھاکہ ہشام کورسول اللہ سے افضل بتاتااوراسی کاپروپیگنڈہ کیاکرتاتھا(تاریخ کامل جلد ۵ ص ۱۰۳)۔

ہشام آل محمدکادشمن تھااسی نے زیدشہیدکونہایت بری طرح قتل کیاتھا،تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۹) اسی نے اپنے زمانہ ولیعہدی میں فرزدق شاعرکوامام زین العابدین کی مدح کے جرم میں بمقام عسقلان قیدکیاتھا۔(صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

ہشام کاسوال اوراس کاجواب

تخت سلطنت پربیٹھنے کے بعدہشام بن عبدالملک حج کے لیے گیاوہاں اس نے امام محمدباقرعلیہ السلام کودیکھاکہ مسجدالحرام میں بیٹھے ہوئے لوگوں کوپندونصائح سے بہرہ ورکررہے ہیں یہ دیکھ کرہشام کی دشمنی نے کروٹ لی اوراس نے دل میں سوچاکہ انہیں ذلیل کرناچاہئے اوراسی ارادہ سے اس نے ایک شخص سے کہاکہ جاکران سے کہوکہ خلیفہ پوچھ رہے ہیں کہ حشرکے دن آخری فیصلہ سے قبل لوگ کیاکھائیں اورپئیں گے اس نے جاکرامام علیہ السلام کے سامنے خلیفہ کاسوال پیش کیاآپ نے فرمایاجہاں حشرونشرہوگاوہاں میوے داردرخت ہوں گے،وہ لوگ انہیں چیزوں کواستعمال کریں گے بادشاہ نے جواب سن کرکہایہ بالکل غلط ہے کیونکہ حشرمیں لوگ مصیبتوں اوراپنی پریشانیوں میں مبتلاہوں گے ان کوکھانے پینے کاہوش کہاں ہوگا؟ قاصدنے بادشاہ کاگفتہ نقل کردیا،حضرت نے قاصدسے فرمایاکہ جاؤاوربادشاہ سے کہوکہ تم نے قران بھی پڑھاہے یانہیں،قرآن میں یہ نہیں ہے کہ ”جہنم کے لوگ جنت والوں سے کہیں گے کہ ہمیں پانی اورکچھ نعمتیں دیدوکہ پی اورکھالیں اس وقت وہ جواب دیں گے کہ کافروں پرجنت کی نعمتیں حرام ہیں (پ ۸،رکوع ۱۳) توجب جہنم میں بھی لوگ کھاناپینانہیں بھولیں گے توحشرونشرمیں کیسے بھول جائیں گے جس

میں جہنم سے کم سختیاں ہوں گی اوروہ امیدوبیم اورجنت ودوزخ کے درمیان ہوں گے یہ سن کرہشام شرمندہ ہوگیا(ارشادمفید ص ۴۰۸ ،تاریخ آئمہ ص ۴۱۴)۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی دمشق میں طلبی

علامہ مجلسی اورسیدابن طاؤس رمقطرازہیں کہ ہشام بن عبدالملک اپنے عہدحکومت کے آخری ایام میں حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ میں پہنچاوہاں حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام اورحضرت امام جعفرصادق علیہ السلام بھی موجودتھے ایک دن حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے مجمع عام میں ایک خطبہ ارشادفرمایاجس میں اورباتوں کے علاوہ یہ بھی کہاکہ ہمیں روئے زمین پرخداکے خلیفہ اوراسکی حجت ہیں ،ہمارادشمن جہنم میں جائے گا،اورہمارادوست نعمات جنت سے متنعم ہوگا۔

اس خطبہ کی اطلاع ہشام کودی گئی ،وہ وہاں توخاموش رہا،لیکن دمشق پہنچنے کے بعدوالی مدینہ کوفرمان بھیجاکہ محمدبن علی اورجعفربن محمدکومیرے پاس بھیجدے ،چنانچہ آپ حضرات دمشق پہنچے وہاں ہشام نے آپ کوتین روزتک اذن حضورنہیں دیاچوتھے روزجب اچھی طرح دربارکوسجالیا،توآپ کوبلوابھیجاآپ حضرات جب داخل دربارہوئے توآپ کوذلیل کرنے کے لیے آپ سے کہاکہ ہمارے تیراندازوں کی طرح آپ بھی تیراندازی کریں حضرت امام محمدباقر نے فرمایاکہ میں ضعیف ہوگیاہوں مجھے اس سے معاف رکھ، اس نے بہ قسم کہاکہ یہ ناممکن ہے پھرایک کمان آپ کودلوایاآپ نے ٹھیک نشانہ پرتیرلگائے ، یہ دیکھ کروہ حیران رہ گیا اس کے بعدامام نے فرمایا، بادشاہ ہم معدن رسالت ہیں،ہمارامقابلہ کسی امرمیں کوئی نہیں کرسکتا، یہ سن کرہشام کوغصہ آگیا،وہ بولاکہ آب لوگ بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں آپ کے دادعلی بن ابی طالب نے غیب کادعوی کیاہے آپ نے فرمایابادشاہ قرآن مجیدمیں سب کچھ موجودہے اورحضرت علی امام مبین تھے انہیں کیانہیں معلوم تھا(جلاء العیون)۔

ثقۃالاسلام علامہ کلینی تحریرفرماتے ہیں کہ ہشام نے اہل دربارکوحکم دیاتھاکہ میں محمدبن علی(امام محمدباقرعلیہ السلام) کوسردربارذلیل کروں گاتم لوگ یہ کرناکہ جب میں خاموش ہوجاؤں توانہیں کلمات ناسزاکہنا،چنانچہ ایساہی کیاگیاآخرمیں حضرت نے فرمایا،بادشاہ یادرکھ ہم ذلیل کرنے ذلیل نہیں ہوسکتے ،خداوندعالم نے ہمیں عزت دی ہے،اس میں ہم منفردہیں یادرکھ عاقبت کی شاہی متقین کے لیے ہے یہ سن کرہشام نے فامربہ الی الجبس آپ کوقیدکرنے کاحکم دیدیا،چنانچہ آپ قیدکردیئے گئے۔

قیدخانہ میں داخل ہونے کے بعدآپ نے قیدیوں کے سامنے ایک معجزنماتقریرکی جس کے نتیجہ میں قیدخانہ کے اندرکہرام عظیم برپاہوگیا،بالآخرقیدخانہ کے داروغہ نے ہشام سے کہاکہ اگرمحمدبن علی زیادہ دنوں قیدرہے توتیری مملکت کانظام منقلب ہوجائے گاان کی تقریرقیدخانہ سے باہربھی اثرڈال رہی ہے اورعوام میں ان کے قیدہونے سے بڑاجوش ہے یہ سن کرہشام ڈرگیااوراس نے آپ کی رہائی کاحکم دیااورساتھ یہ بھی اعلان کرادیاکہ نہ آپ کوکوئی مدینہ پہنچانے جائے اورنہ راستے میں آپ کوکوئی کھاناپانی دے،چنانچہ

آپ تین روز کے بھوکے پیاسے داخل مدینہ ہوئے۔

وہاں پہنچ کر آپ نے کھانے پینے کی سعی، لیکن کسی نے کچھ نہ دیا، بازارہشام کے حکم سے بند تھے یہ حال دیکھ کر آپ ایک پہاڑی پرگئے اورآپ نے اس پرکھڑے ہوکرعذاب الہی کا حوالہ دیا یہ سن کر ایک پیرمردبازارمیں کھڑاہوکرکہنے لگا بھائیو!سنو،یہی وہ جگہ ہے جس جگہ حضرت شعیب نبی نے کھڑے ہوکرعذاب الہی کی خبردی تھی اور عظیم ترین عذاب نازل ہوا تھا میری بات مانو اوراپنے کوعذاب میں مبتلانہ کرویہ سن کرسب لوگ حضرت کی خدمت میں حاضرہوگئے اورآپ کے لیے ہوٹلوں کے دروازے کھول دیئے (اصول کافی)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعدہشام نے والی مدینہ ابراہیم بن عبدالملک کولکھاکہ امام محمدباقرکوزہرسے شہیدکردے (جلاء العیون ص ۲۶۲)۔

کتاب الخرائج والجرائح میں علامہ راوندی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعدہشام بن عبدالملک نے زیدبن حسن کے ساتھ باہمی سازش کے ذریعہ امام علیہ السلام کودوبارہ دمشق میں طلب کرناچاہا لیکن والی مدینہ کی ہمنوائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ارادہ سے بازآیا اس نے تبرکات رسالت جبرا طلب کئے اورامام علیہ السلام نے بروایتے ارسال فرمادیئے۔

دمشق سے روانگی اورایک راہب کا مسلمان ہونا

علامہ مجلسی تحریرفرماتے ہیں کہ حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام قیدخانہ دمشق سے رہاہوکرمدینہ کوتشریف لئے جارہے تھے کہ ناگاہ راستے میں ایک مقام پرمجمع کثیرنظرآیا،آپ نے تفحص حال کیاتومعلوم ہواکہ نصاری کاایک راہب ہے جوسال میں صرف ایک باراپنے معبدسے نکلتاہے آج اس کے نکلنے کادن ہے حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام اس مجمع میں عوام کے ساتھ جاکربیٹھ گئے ،راہب جوانتہائی ضعیف تھا،مقررہ وقت پربرامدہوا،اوراس نے چاروں طرف نظردوڑانے کے بعدامام علیہ السلام کی طرف مخاطب ہوکربولا:

۱ ۔ کیاآپ ہم میں سے ہیں فرمایامیں امت محمدیہ سے ہوں۔

۲ ۔آپ علماء سے ہیں یاجہلاسے فرمایامیں جاہل نہیں ہوں۔

۳ ۔ آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں فرمایانہیں۔

۴ ۔ جب کہ آپ عالموں میں سے ہیں کیا؟میں آپ سے کچھ پوچھ سکتاہوں، فرمایاضرورپوچھیے۔

یہ سن کرراہب نے سوال کیا ۱ ۔ شب وروزمیں وہ کونساوقت ہے،جس کاشمار نہ دن میں ہے اورنہ رات میں ، فرمایاوہ سورج کے طلوع سے پہلے کاوقت ہے جس کاشماردن اوررات دونوں میں نہیں ،وہ وقت جنت کے اوقات میں سے ہے اورایسا بترک ہے کہ اس میں بیماروں کوہوش آجاتاہے دردکوسکون ہوتاہے جورات بھرنہ سوسکے اسے نیندآتی ہے یہ وقت آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لیے خاص الخاص ہے۔

۲ ۔ آپ کاعقیدہ ہے کہ جنت میں پیشاب وپاخانہ کی ضرورت نہ ہوگی؟کیادنیا میں اس کی مثال ہے ؟ فرمایابطن مادرمیں جوبچے پرورش پاتے ہیں ان کافضلہ خارج نہیں ہوتا۔

۳ ۔ مسلمانوں کاعقیدہ ہے کہ کھانے سے بہشت کامیوہ کم نہ ہوگااس کی یہاں کوئی مثال ہے، فرمایاہاں ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جاتے ہیں تب بھی پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہ ہوگی۔

۴ ۔ وہ کون سے دوبھائی ہیں جوایک ساتھ پیداہوئے اورایک ساتھ مرے لیکن ایک کی عمرپچاس سال کی ہوئی اوردوسرے کی ڈیڑھ سوسال کی، فرمایا”عزیز اورعزیرپیغمبرہیں یہ دونوں دنیامیں ایک ہی روزپیداہوئے اورایک ہی روزمرے پیدائش کے بعدتیس برس تک ساتھ رہے پھرخدانے عزیرنبی کومارڈالا(جس کاذکرقرآن مجیدمیں موجودہے) اورسوبرس کے بعدپھرزندہ فرمایا اس کے بعدوہ اپنے بھائی کے ساتھ اورزندہ رہے اورپھرایک ہی روزدونوں نے انتقال کیا۔

یہ سن کرراہب اپنے ماننے والوں کی طرف متوجہ ہوکرکہنے لگاکہ جب تک یہ شخص شام کے حدودمیں موجودہے میں کسی کے سوال کاجواب نہ دوں گاسب کو چاہئے کہ اسی عالم زمانہ سے سوال کرے اس کے بعدوہ مسلمان ہوگیا(جلاء العیون ص ۲۶۱ طبع ایران ۱۳۰۱ ھ۔

امام محمدباقرعلیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ اپنے علمی فیوض وبرکات کی وجہ سے اسلام کوبرابرفروغ دے رہے تھے لیکن اس کے باوجودہشام بن عبدالملک نے آپ کوزہرکے ذریعہ سے شہیدکرادیا اورآپ بتاریخ ۷/ ذی الحجہ ۱۱۴ ھ یوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں انتقال فرماگئے اس وقت آپ کی عمر ۵۷/ سال کی تھی آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے (کشف الغمہ ص ۹۳ ،جلاء العیون ص ۲۶۴ ،جنات الخلودص ۲۶ ،دمعہ ساکبہ ص ۴۴۹ ،انوارالحسینہ ص ۴۸ ، شواہدالنبوت ص ۱۸۱ ، روضۃالشہداء ص ۴۳۴) ۔

علامہ شبلنجی اورعلامہ ابن حجرمکی فرماتے ہیں ”مات مسموماکابیہ“آپ اپنے پدربزرگوارامام زین العابدین علیہ السلام کی طرح زہرسے شہیدکردیئے گئے (نورالابصار ص ۳۱ ،صواعق محرقہ ص ۱۲۰) ۔

آپ کی شہادت ہشام کے حکم سے ابراہیم بن ولید والی مدینہ کی زہرخورانی کے ذریعہ واقع ہوئی ہے ایک روایت میں ہے کہ خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک کی مرسلہ زہرآلودزین کے ذریعہ سے واقع ہوئی تھی (جنات الخلود ص ۲۶ ،دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۷۸) ۔

شہادت سے قبل آپ نے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے بہت سی چیزوں کے متعلق وصیت فرمائی اورکہا کہ بیٹا میرے کانوں میں میرے والدماجدکی آوازیں آرہی ہیں وہ مجھے جلدبلارہے ہیں (نورالابصار ص ۱۳۱) ۔ آپ نے غسل وکفن کے متعلق خاص طورسے ہدایت کی کیونکہ امام راجزامام نشوید امام کوامام ہی غسل دے سکتا ہے (شواہدالنبوت ص ۱۸۱) ۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی وصیتوں میں یہ بھی کہاکہ ۸۰۰/ درہم میری عزاداری اورمیرے ماتم پرصرف کرنا اورایسا انتظام کرناکہ دس سال تک منی میں بزمانہ حج میرے مظلومیت کاماتم کیاجائے (جلاء العیون ص ۲۶۴) ۔

علماء کابیان ہے کہ وصیتوں میں یہ بھی تھاکہ میرے بندہائے کفن قبرمیں کھول دینا اورمیری قبرچارانگل سے زیادہ اونچی نہ کرنا(جنات الخلود ص ۲۷) ۔

ازواج اولاد

آپ کی چاربیویاں تھیں اورانہیں سے اولادہوئیں ۔ام فروہ، ام حکیم، لیلی، اور ایک اوربیوی ام فروہ بنت قاسم بن محمدبن ابی بکرجن سے حضرات امام جعفرصادق علیہ السلام اورعبداللہ افطح پیداہوئے اورام حکیم بنت اسدبن مغیرہ ثقفی سے ابراہیم وعبداللہ اورلیلی سے علی اورزینب پیداہوئے اورچوتھی بیوی سے ام سلمی متولدہوئے (ارشادمفیدص ۲۹۴ ، مناقب جلد ۵ ص ۱۹ ،نورالابصارص ۱۳۲) ۔

علامہ محمدباقربہبھانی ،علامہ محمدرضاآل کاشف الغطاء اورعلامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ حضرت امام باقرعلیہ السلام کی نسل صرف امام جعفرصادق علیہ السلام سے بڑھی ہے ان کے علاوہ کسی کی اولادزندہ اورباقی نہیں رہی (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۷۹ ،انوارالحسینیہ جلد ۲ ص ۴۸ ،روضۃ الشہداء ص ۴۳۴ طبع لکھنؤ ۱۲۸۵ ءء)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۱۷/ ربیع الاول ۸۳ھ مطابق ۷۰۲ ءیوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (ارشاد مفید فارسی ص ۴۱۳، اعلام الوری ص ۱۵۹، جامع عباسی ص ۶۰ وغیرہ)۔

آپ کی ولادت کی تاریخ کو خداوند عالم نے بڑی عزت دے رکھی ہے احادیث میں ہے کہ اس تاریخ کو روزہ رکھنا ایک سال کے روزہ کے برابر ہے ولادت کے بعد ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا یہ فرزندان چند مخصوص افراد میں سے ہے جن کے وجود سے خدا نے بندوں پر احسان فرمایا ہے اور یہی میرے بعد میرا جانشین ہوگا (جنات الخلوج ص ۲۷)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب آپ بطن مادر میں تھے تب کلام فرمایا کرتے تھے ولادت کے بعد آپ نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا آپ بھی ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے ہیں (جلاء العیون ص ۲۶۵)۔ آپ تمام نبوتوں کے خلاصہ تھے۔

اسم گرامی، کنیت، القاب

آپ کا اسم گرامی جعفر، آپ کی کنیت ابوعبداللہ، ابواسماعیل اور آپ کے القاب صادق، صابر وفاضل، طاہر وغیرہ ہیں علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ آنحضرت نے اپنی ظاہری زندگی میں حضرت جعفر بن محمد کو لقب صادق سے موسوم وملقب فرمایا تھا اور اس کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ اہل آسمان کے نزدیک آپ کا لقب پہلے ہی سے صادق تھا (جلاء العیون ص ۲۶۴)۔

علامہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ صدق مقال کی وجہ سے آپ کے نام نامی کا جزو "صادق" قرار پایا ہے (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۰۵)۔

جعفر کے متعلق علماء کا بیان ہے کہ جنت میں جعفر نامی ایک شیرین نہر ہے اسی کی مناسبت سے آپ کا یہ لقب رکھا گیا ہے چونکہ آپ کا فیض عام نہر جاری کی طرح تھا اسی لیے اس لقب سے ملقب ہوئے (ارجح المطالب ص ۳۶۱، بحوالہ تذکرۃ الخواص الامۃ)۔

امام اہل سنت علامہ وحید الزمان حیدر آبادی تحریر فرماتے ہیں، جعفر، چھوٹی نہر یا بڑی واسع (کشادہ) امام جعفر صادق، مشہور امام ہیںؓبارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے شیخ (حدیث) ہیں اور امام بخاری کو نہیں معلوم کیا شبہ ہوگیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایتیں نہیں کرتے اور یحی بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو کہتے ہیں کہ میں "فی منہ شئی ومجالد احب الی منہ" میرے دل میں امام جعفر صادق کی طرف سے خلش ہے، میں ان سے بہتر مجالد کو سمجھتا ہوں

،حالانکہ مجالدکوامام صاحب کے سامنے کیارتبہ ہے؟ ایسی ہی باتوں کی وجہ سے اہل سنت بدنام ہوتے ہین کہ ان کوآئمہ اہل بیت سے کچھ محبت اوراعتقادنہیں ہے۔

اللہ تعالی امام بخاری پررحم کرے کہ مروان اورعمران بن خطان اورکئی خوارج سے توانھوں نے روایت کی اورامام جعفرصادق سے جوابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں (انوار اللغتہ پارہ ۵ ص ۴۷ طبع حیدرآباددکن)۔

علامہ ابن حجرمکی اورعلامہ شبلنجی رقمطرازہیں کہ اعیان آئمہ میں سے ایک جماعت مثل یحی بن سعیدبن جریح،امام مالک ،امام سفیان ثوری بن عینیہ،امام ابوحنیفہ ،ایوب سجستانی نے آپ سے حدیث اخذکی ہے ،ابوحاتم کاقول ہے کہ امام جعفرصادق ایسے ثقہ میں لایسئل عنہ مثلہ کہ آپ ایسے شخصوں کی نسبت کچھ تحقیق اوراستفساروتفحص کی ضرورت ہی نہیں ،آپ ریاست کی طلب سے بے نیازتھے اورہمیشہ عبادت گزاری میں بسرکرتے رہے ،عمرابن مقدام کاکہناہے کہ جب میں امام جعفرصادق علیہ السلام کودیکھتاہوں تومجھے معاخیال ہوتاہے کہ یہ جوہررسالت کی اصل وبنیادہیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰ ،نورالابصار، ص ۱۳۱ ،حلیۃ الابرارتاریخ آئمہ ص ۴۳۳) ۔

بادشاہان وقت

آپ کی ولادت ۸۳ ھ میں ہوئی ہے اس وقت عبدالملک بن مروان بادشاہ وقت تھاپھرولید، سلیمان،عمربن عبدالعزیز،یزیدبن عبدالملک ،ہشام بن عبدالملک،ولیدبن یزیدبن عبدالملک ،یزیدالناقص، ابراہیم ابن ولید،اورمروان الحمار،علی الترتیب خلیفہ مقررہوئے مروان الحمارکے بعد سلطنت بنی امیہ کاچراغ گل ہوگیا اوربن عباس نے حکومت پرقبضہ کرلیا،بنی عباس کاپہلابادشاہ ابوالعباس،سفاح اوردوسرا منصوردوانقی ہوا ہے ۔ملاحظہ ہو(اعلام الوری)تاریخ ابن الوردی ،تاریخ ائمہ ص ۴۳۶) ۔

اسی منصورنے اپنی حکومت کے دوسال گزرنے کے بعدامام جعفرصادق علیہ السلام کوزہرسے شہیدکردیا(انوارالحسینہ جلد ۱ ص ۵۰) ۔

عبدالملک بن مروان کے عہدمیں آپ کاایک مناظرہ

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے بے شمارعلمی مناظرے فرمائے ہیں آپ نے دہریوں، قدریوں،کافروں اوریہودیوں ونصاری کوہمیشہ شکست فاش دی ہے کسی ایک مناظرہ میں بھی آپ پرکوئی غلبہ حاصل نہیں کرسکا،عہدعبدالملک بن مروان کاذکرہے کہ ایک قدریہ مذہب کامناظراس کے دربارمیں آکرعلماء سے مناظرہ کاخواہشمندہوا،بادشاہ نے حسب عادت اپنے علماء کوطلب کیااوران سے کہاکہ اس قدریہ مناظرسے مناظرہ کروعلماء نے اس سے کافی زورآزمائی کی مگروہ میدان مناظرہ کاکھلاڑی ان

سے نہ ہار سکا، اور تمام علماء عاجز آ گئے اسلام کی شکست ہوتے ہوئے دیکھ کر عبد الملک بن مروان نے فوراً ایک خط حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ روانہ کیا اور اس میں تاکید کی کہ آپ ضرور تشریف لائیں حضرت امام محمد باقر کی خدمت میں جب اس کا خط پہنچا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ بیٹا میں ضعیف ہو چکا ہوں تم مناظرہ کے لیے شام چلے جاؤ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے حسب الحکم مدینہ سے روانہ ہو کر شام پہنچ گئے۔

عبد الملک بن مروان نے جب امام محمد باقر علیہ السلام کے بجائے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ ابھی کم سن ہیں اور وہ بڑا پرانا مناظر ہے، ہو سکتا ہے کہ آپ بھی اور علماء کی طرح شکست کھا جائیں، اس لیے مناسب نہیں کہ مجلس مناظرہ منعقد کی جائے حضرت نے ارشاد فرمایا، بادشاہ تو گھبرا نہیں، اگر خدا نے چاہا تو میں صرف چند منٹ میں مناظرہ ختم کر دوں گا آپ کے ارشاد کی تائید درباریوں نے بھی کی اور موقعہ مناظرہ پر فریقین آ گیے۔

چونکہ قدریوں کا اعتقاد ہے کہ بندہ ہی سب کچھ ہے، خدا کو بندوں کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں، اور نہ خدا کچھ کر سکتا ہے یعنی خدا کے حکم اور قضا و قدر و ارادہ کو بندوں کے کسی امر میں دخل نہیں لہذا حضرت نے اس کی پہلی کرنے کی خواہش پر فرمایا کہ میں تم سے صرف ایک بات کہنی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ''سورہ حمد'' پڑھو، اس نے پڑھنا شروع کیا جب وہ ''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' پر پہنچا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں صرف تیری عبادت کرتا ہوں اور بس تجھی سے مدد چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا، ٹھہر جاؤ اور مجھے اس کا جواب دو کہ جب خدا کو تمہارے اعتقاد کے مطابق تمہارے کسی معاملہ میں دخل دینے کا حق نہیں تو پھر تم اس سے مدد کیوں مانگتے ہو، یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا، بالآخر مجلس مناظرہ برخواست ہو گئی اور بادشاہ نے بے حد خوش ہوا (تفسیر برہان جلد ۱ ص ۳۳)۔

ابو شاکر دیصانی کا جواب

ابو شاکر دیصانی جو لامذہب تھا حضرت سے کہنے لگا کہ کیا آپ خدا کا تعارف کرا سکتے ہیں اور اس کی طرف میری رہبری فرما سکتے ہیں آپ نے ایک طاؤس کا انڈا ہاتھ میں لے کر فرمایا دیکھو اس کی بالائی ساخت پر غور کرو، اور اندر کی بہتی ہوئی زردی اور سفیدی کا بنظر غائر دیکھو اور اس پر توجہ دو کہ اس میں رنگ برنگ کے طائر کیوں کر پیدا ہو جاتے ہیں کیا تمہاری عقل سلیم اس کو تسلیم نہیں کرتی کہ اس انڈے کا اچھوتے انداز میں بنانے والا اور اس سے پیدا کرنے والا کوئی ہے، یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور دہریت سے باز آیا۔

اسی دیصانی کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک دفعہ آپ کے صحابی ہشام بن حکم کے ذریعہ سے سوال کیا کہ کیا یہ ممکن ہے ؟ کہ خدا ساری دنیا کو ایک انڈے میں سمو دے اور نہ انڈا بڑھے اور نہ دنیا گھٹے آپ نے فرمایا بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اس نے کہا کوئی مثال؟

فرمایامثال کے لیے مردمک چشم آنکھ کی چھوٹی پتلی کافی ہے اس میں ساری دنیا سماجاتی ہے، نہ پتلی بڑھتی ہے نہ دنیا گھٹتی ہے (اصول کافی ص ۴۳۳، جامع الاخبار)۔

امام جعفرصادق علیہ السلام اور حکیم ابن عیاش کلبی

ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہدحیات کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے حاضرہوکرعرض کیاکہ حکیم بن عیاش کلبی آپ لوگوں کی ہجوکرتاہے حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایاکہاگرتجھ کواس کاکچھ کلام یادہوتوبیان کراس نے دوشعرسنائے جس کاحاصل یہ ہے کہ ہم نے زیدکوشاخ درخت خرمہ پرسولی دیدی، حالانکہ ہم نے نہیں دیکھا، کوئی مہدی دارپرچڑھایاگیاہو اورتم نے اپنی بیوقوفی سے علی کوعثمان کے ساتھ قیاس کرلیاحالانکہ علی سے عثمان بہتراورپاکیزہ تھا یہ سن کرامام جعفرصادق علیہ السلام نے دعاکی بارالہا اگریہ حکیم کلبی جھوٹاہے تواس پراپنی مخلوق میں کسی درندے کومسلط فرماچنانچہ ان کی دعاقبول ہوئی اور حکیم کلبی کوراہ میں شیرنے ہلاک کردیا(اصابہ ابن حجرعسقلانی جلد ۲ ص ۸۰)۔
ملاجامی تحریرکرتے ہیں کہ جب حکیم کلبی کے ہلاک ہونے کی خبرامام جعفرصادق علیہ السلام کوپہنچی توانہوں نے سجدہ میں جاکرکہااس خدائے برترکاشکرہے کہ جس نے ہم سے جووعدہ فرمایااسے پوراکیا(شواہدالنبوت، صواعق محرقہ ص ۱۲۱، نورالابصار ص ۱۴۷)۔

۱۱۳ ھ میں امام جعفرصادق کاحج

علامہ ابن حجرمکی لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۱۳ ھمیں حج کیااوروہاں خداسے دعاکی، خدانے بلافصل انگوراوردوبہترین ردائیں بھیجیں آپ نے انگورخودبھی کھایااورلوگوں کوبھی کھلایا اورردائیں ایک سائل کودیدیں۔
اس وقعہ کی مختصرتفصیل یہ ہے کہ بعث بن سعدسنہ مذکورہ میں حج کے لیے گئے وہ نمازعصرپڑھ کرایک دن کوہ ابوقبیس پرگئے وہاں پہنچ کردیکھاکہ ایک نہایت مقدس شخص مشغول نمازہے، پھرنمازکے بعدوہ سجدہ میں گیااوریارب یارب کہہ کرخاموش ہوگیا، پھریاحی یاحی کہااورچپ ہوگیا، پھریارحیم یارحیم کہااورخاموش ہوگیا پھریاارحم الراحمین کہہ کرچپ ہوگیا پھربولاخدایامجھے انگورچاہئے اورمیری ردابوسیدہ ہوگئی ہے دوردائیں درکارہیں۔
راوی حدیث بعث کہتاہے کہ یہ الفاظ ابھی تمام نہ ہوئے تھے کہایک تازہ انگوروں سے بھری ہوئی زنبیل آموجوہوئی دراس پردوبہترین چادریں رکھی ہوئی تھیں اس عابدنے جب انگورکھاناچاہاتومیں نے عرض کی حضورمیں امین کہہ رہاتھا مجھے بھی کھلائیے ،انہوں نے حکم دیامیں نے کھاناشروع کیا، خداکی قسم ایسے انگورساری عمرخواب میں بھی نہ نظرآئے تھے پھرآپ نے ایک چادرمجھے

دی میں نے کہامجھے ضرورت نہیں ہے اس کے بعدآپ نے ایک چادرپہن لی اورایک اوڑھ لی پھرپہاڑسے اترکرمقام سعی کی طرف گئے میں ان کے ہمراہ تھاراستے میں ایک سائل نے کہا، مولامجھے چادردیجئے خداآپ کوجنت لباس سے آراستہ کرے گاآپ نے فورادونوں چادریں اس کے حوالے کردیں میں نے اس سائل سے پوچھایہ کون ہیں؟ اس نے کہاامام زمانہ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام یہ سن کرمیں ان کے پیچھے دوڑاکہ ان سے مل کرکچھ استفادہ کروں لیکن پھروہ مجھے نہ مل سکے (صواعق محرقہ ص ۱۲۱ ،کشف الغمہ ص ۶۶، مطالب السؤل ص ۲۷۷)۔

امام ابوحنیفہ کی شاگردی کامسئلہ

یہ تاریخی مسلمات سے ہے کہ جناب امام ابوحنیفہ حضرت امام محمدباقر علیہ السلام اورحضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کے شاگردتھے لیکن علامہ تقی الدین ابن تیمیہ نے ہمعصرہونے کی وجہ سے اس میں منکرانہ شبہ ظاہرکیاہے ان کے شبہ کوشمس العلماء علامہ شبلی نعمانی نے ردکرتے ہوئے تحریرفرمایاہے ”ابوحنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے امام محمدباقرکی خدمت میں حاضررہے اورفقہ وحدیث کے متعلق بہت بڑاذخیرہ حضرت ممدوح کافیض صحبت تھا امام صاحب نے ان کے فرزندرشید حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا، جس کاذکرعموماتاریخوں میں پایاجاتاہے ابن تیمیہ نے اس سے انکارکیاہے اوراس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کے معاصراورہمعصرتھے اس لیے ان کی شاگردی کیونکر اختیارکرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اورخیرہ چشمی ہے امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہداورفقیہہ ہوں لیکن فضل وکمال میں ان کوحضرت جعفرصادق سے کیانسبت، حدیث وفقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھرسے نکلے ہیں“ وصاحب البیت ادری بمافیہا ”گھروالے ہی گھرکی تمام چیزوں سے واقف ہوتے ہیں (سیرۃ النعمان ص ۴۵، طبع آگرہ)۔

امام جعفرصادق علیہ السلام کے بعض نصائح وارشادات

علامہ شبلنجی تحریرفرماتے ہیں:

۱۔ سعیدوہ ہے جوتنہائی میں اپنے کولوگوں سے بے نیازاورخداکی طرف جھکاہواپائے۔

۲۔ جوشخص کسی برادرمومن کادل خوش کرتاہے خداوندعالم اس کے لیے ایک فرشتہ پیداکرتاہے جواس کی طرف سے عبادت کرتاہے اورقبرمیں مونس تنہائی، قیامت میں ثابت قدمی کاباعث، منزل شفاعت میں شفیع اورجنت میں پہنچانے مین رہبرہوگا۔

۳۔ نیکی کاتکملہ یعنی کمال یہ ہے کہ اس میں جلدی کرو، اوراسے کم سمجھو، اورچھپاکے کرو۔

۴۔ عمل خیرنیک نیتی سے کرنے کوسعادت کہتے ہیں۔

۵ ۔ توبہ میں تاخیر نفس کا دھوکہ ہے۔ ۶ ۔ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی قلت کو کثرت سمجھنا چاہیئے ۱ ۔آگ، ۲ ۔ دشمنی، ۳ ۔ فقیر، ۴ ۔مرض

۷ ۔ کسی کے ساتھ بیس دن رہنا عزیزداری کے مترادف ہے ۔ ۸ ۔ شیطان کے غلبہ سے بچنے کے لیے لوگوں پر احسان کرو۔

۹ ۔ جب اپنے کسی بھائی کے وہاں جاؤ تو صدر مجلس میں بیٹھنے کے علاوہ اس کی ہر نیک خواہش کو مان لو۔

۱۰ ۔ لڑکی (رحمت) نیکی ہے اور لڑکا نعمت ہے خدا ہر نیکی پر ثواب دیتا ہے اور ہر نعمت پر سوال کرے گا۔

۱۱ ۔ جو تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے تم بھی اس کی عزت کرو، اور جو ذلیل سمجھے اس سے خودداری رتبو۔ ۱۲ ۔ بخشش سے روکنا خدا سے بدظنی ہے۔

۱۳ ۔ دنیا میں لوگ باپ دادا کے ذریعہ سے متعارف ہوتے ہیں اور آخرت میں اعمال کے ذریعہ سے پہچانے جائیں گے۔

۱۴ ۔ انسان کے بال بچے اس کے اسیر اور قیدی ہیں نعمت کی وسعت پر انہیں وسعت دینی چاہیئے ورنہ زوال نعمت کا اندیشہ ہے۔

۱۵ ۔ جن چیزوں سے عزت بڑھتی ہے ان میں تین یہ ہیں: ظالم سے بدلہ نہ لے، اس پر کرم گستری جو مخالف ہو، جو اس کا ہمدرد نہ ہو اس کے ساتھ ہمدردی کرے۔ ۱۶ ۔ مومن وہ ہے جو غصہ میں جادہ حق سے نہ ہٹے اور خوشی سے باطل کی پیروی نہ کرے ۔ ۱۷ ۔جو خدا کی دی ہوئی نعمت پر قناعت کرے گا، مستغنی رہے گا۔ ۱۸ ۔ جو دوسروں کی دولت مندی پر للچائی نظریں ڈالے گا وہ ہمیشہ فقیر رہے گا۔ ۱۹ ۔ جو راضی برضائے خدا نہیں وہ خدا پر اتہام تقدیر لگا رہا ہے۔

۲۰ ۔ جو اپنی لغزش کو نظر انداز کرے گا وہ دوسروں کی لغزش کو بھی نظر میں نہ لائے گا ۔ ۲۱ ۔ جو کسی پر ناحق تلوار کھینچے گا تو نتیجہ میں خود مقتول ہوگا ۲۲ ۔ جو کسی کو بے پردہ کرنے کی سعی کرے گا خود برہنہ ہوگا ۲۳ ۔ جو کسی کے لیے کنواں کھودے گا خود اس میں گر جائے گا "چاہ کن را چاہ درپیش"

۲۴ ۔ جو شخص بے وقوفوں سے راہ ورسم رکھے گا، ذلیل ہوگا، جو علماء کی صحبت حاصل کرے گا عزت پائے گا، جو بری جگہ دیکھے گا، بدنام ہوگا۔

۲۵ ۔ حق گوئی کرنی چاہیئے خواہ وہ اپنے لیے مفید ہو یا مضر،۔ ۲۶ ۔ چغل خوری سے بچو کیونکہ یہ لوگوں کے دلوں میں دشمنی اور عدوات کا بیج بوتی ہے۔

۲۷ ۔ اچھوں سے ملو، بروں کے قریب نہ جاو، کیونکہ وہ ایسے پتھر ہیں جن میں جونک نہیں لگتی، یعنی ان سے فائدہ نہیں ہوسکتا (نور الابصار ص ۱۳۴) ۔

۲۸۔ جب کوئی نعمت ملے توبہت زیادہ شکر کروتاکہ اضافہ ہو۔ ۲۹۔ جب روزی تنگ ہوتو استغفار زیادہ کیا کروکہ ابواب رزق کھل جائیں۔

۳۰۔ جب حکومت یا غیر حکومت کی طرف سے کوئی رنج پہنچے تولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم زیادہ کہوتاکہ رنج دور رہو، غم کافور ہو، اور خوشی کا وفور ہو (مطالب السول ص ۲۵۷، ۲۷۴)۔

آپ کے اخلاق اور عادات واوصاف

علامہ ابن شہرآشوب لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کوکسی کام سے بازار بھیجا جب اس کی واپسی میں بہت دیر ہوئی توآپ اس کوتلاش کرنے کے لیے نکل پڑے، دیکھا ایک جگہ لیٹا ہوا سورہا ہے آپ اسے جگانے کے بجائے اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور پنکھا جھلنے لگے جب وہ بیدار ہواتو آپ نے فرمایا یہ طریقہ اچھا نہیں ہے رات سونے کے لیے اوردن کام کاج کرنے کے لیے ہے آئندہ ایسانہ کرنا (مناقب جلد ۵ ص ۵۲)۔

علامہ معاصر مولانا علی نقی مجتہد العصر قمطراز ہیں، آپ اسی سلسلہ عصمت کی ایک کڑی تھے جسے خداوندعالم نے نوع انسانی کے لیے نمونہ کامل بناکر پیدا کیا ان کے اخلاق واوصاف زندگی کے ہر شعبہ میں معیاری حیثیت رکھتے تھے خاص خاص اوصاف جن کے متعلق مورخین نے مخصوص طور پر واقعات نقل کیے ہیں مہمان نوازی، خیروخیرات، مخفی طریقہ پر غربا کی خبرگیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک عفوجرائم، صبرو تحمل وغیرہ ہیں۔

ایک مرتبہ ایک حاجی مدینہ میں وارد ہوا اور مسجد رسول میں سوگیا، آنکھ کھلی تو اسے شبہ ہوا کہ اس کی ایک ہزار کی تھیلی موجود نہیں ہے اس نے ادھر ادھر دیکھا، کسی کو نہ پایا ایک گوشہ مسجدمیں امام جعفر صادق علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کو بالکل نہ پہچانتا تھا آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میری تھیلی تم نے لی ہے حضرت نے پوچھا اس میں کیا تھا اس نے کہا ایک ہزار دینار، حضرت نے فرمایا، میرے ساتھ میرے مکان تک آؤ، وہ آپ کے ساتھ ہوگیا بیت الشرف میں تشریف لاکر ایک ہزار دیناراس کے حوالے کردیئے، وہ مسجدمیں واپس آگیا اور اپنا اسباب اٹھانے لگا، توخود اس کی دیناروں کی تھیلی اسباب میں نظر آئی، یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور دوڑتا ہوا امام کی خدمت میں آیا اورعذرخواہی کرتے ہوئے وہ ہزار دینا واپس کرنا چاہا، حضرت نے فرمایا ہم جو کچھ دیدیتے ہیں وہ پھر واپس نہیں لیتے۔

موجودہ زمانے میں یہ حالات سب ہی کی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں کہ جب یہ اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ اناج مشکل سے ملے گا توجس کوجتنا ممکن ہووہ اناج خرید کررکھ لیتا ہے مگر امام جعفر صادق علیہ السلام کے کردار کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے آپ کے وکیل معقب نے کہا کہ ہمیں اس گرانی اور قحط کی تکلیف کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، ہمارے پاس غلہ کا اتنا ذخیرہ ہے جو بہت

عرصہ تک کے لے کافی ہوگا حضرت نے فرمایا یہ تمام غلہ فروخت کرڈالو اس کے بعد جو حال سب کا ہوگا، وہی ہمارا بھی ہوگا جب غلہ فروخت کردیا گیا تو فرمایا اب خالص گیہوں کی روٹی نہ پکا کرے، بلکہ آدھے گیہوں اور آدھے جو کی پکائی جائے، جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہئیے۔

آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ مالداروں سے زیادہ غریبوں کی عزت کرتے تھے مزدوروں کی بڑی قدر فرماتے تھے خود بھی تجارت فرماتے تھے اور اکثر اپنے باغوں میں بہ نفس نفیس محنت بھی کرتے تھے ایک مرتبہ آپ بیلچہ ہاتھ میں لیے باغ میں کام کررہے تھے اور پسینہ سے تمام جسم تر ہوگیا تھا، کسی نے کہا، یہ بیلچہ مجھے عنایت فرمائیے کہ میں یہ خدمت انجام دوں حضرت نے فرمایا، طلب معاش میں دھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب کی بات نہیں، غلاموں اور کنیزوں پر وہی مہربانی رہتی تھی جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی۔

اس کا ایک حیرت انگیز نمونہ یہ ہے کہ جسے سفیان ثوری نے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہے، میں نے سبب دریافت کیا، تو فرمایا میں نے منع کیا تھا کہ کوئی مکان کے کوٹھے پر نہ چڑھے، اس وقت جو میں گھر آیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو ایک بچہ کی پرورش پر متعین تھی اسے گود میں لیے ہوئے زینہ سے اوپر جارہی تھی مجھے دیکھا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ بدحواسی میں بچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اور اس صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہوگیا مجھے بچہ کے مرنے کا اتنا صدمہ نہیں جتنا اس کا رنج ہے کہ اس کنیز پر اتنا رعب وہراس کیوں طاری ہوا، پھر حضرت نے اس کنیز کو پکار کر فرمایا، ڈرو نہیں میں نے تم کو راہ خدا میں آزاد کردیا، اس کے بعد حضرت بچہ کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے (صادق آل محمد ص ۱۲، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۵۴)۔

کتاب مجانی الادب جلد ۱ ص ۶۷ میں ہے کہ حضرت کے یہاں کچھ مہمان آئے تھے حضرت نے کھانے کے موقع پر اپنی کنیز کو کھانا لانے کا حکم دیا، وہ سالن کا بڑا پیالہ لے کر جب دسترخوان کے قریب پہنچی تو اتفاقا پیالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرگیا، اس کے گرنے سے امام علیہ السلام اور دیگر مہمانوں کے کپڑے خواب ہوگئے، کنیز کانپنے لگی اور آپ نے غصہ کے بجائے اسے راہ خدا میں یہ کہہ کر آزاد کردیا کہ تو جو میرے خوف سے کانپتی ہے شاید یہی آزاد کرنا کفارہ ہوجائے۔

پھر اسی کتاب کیص ۶۹ میں ہے کہ ایک غلام آپ کا ہاتھ دھلا رہا تھا کہ دفعتہ لوٹا چھوٹ کر طشت میں گرا اور پانی اڑ کر حضرت کے منہ پر پڑا، غلام گھبرا اٹھا حضرت نے فرمایا ڈر نہیں، جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کردیا۔

کتاب تحفہ الزائر علامہ مجلسی میں ہے کہ آپ کے عادات میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جانا داخل تھا، آپ عہد سفاح اور زمانہ منصور میں بھی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے کربلا کی آبادی سے تقریبا چار سو قدم شمال کی جانب، نہر علقمہ کے کنارے باغوں میں "شریعہ صادق آل محمد اسی زمانہ سے بنا ہوا ہے (تصویر عزا ص ۶۰ طبع دہلی ۱۹۱۹ ءء)۔

کتاب اہلیلجیہ

علامہ مجلسی نے کتاب بحارالانوار کی جلد ۲ میں حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کی کتاب اہلیلجیہ کو مکمل طور پر نقل فرمایا ہے اس کتاب کے تصنیف کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ایک ہندوستانی فلسفی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اوراس نے الہیات اورمابعد الطبیعات پرحضرت سے تبادلہ خیال کرناچاہا حضرت نے اس سے نہایت مکمل گفتگوکی اورعلم کلام کے اصول پردہریت اورمادیت کوفنا کرچھوڑا، اس آخرمیں کہناپڑاکہ آپ نے اپنے دعوی کواس طرح ثابت فرمادیاہے کہ ارباب عقل کومانے بغیرچارہ نہیں، تواریخ سے معلوم ہوتاہے کہ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے ہندی فلسفی سے جوگفتگوکی تھی اسے کتاب کی شکل میں مدون کرکے باب اہلبیت کے مشہور متکلم جناب مفضل بن عمرالجعفی کے پاس بھیج دیاتھا اوریہ لکھاتھاکہ:

اے مفضل میں نے تمہارے لیے ایک کتاب لکھی ہے جس میں منکرین خداکی ردکی ہے ،اوراس کے لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے پاس ہندوستان سے ایک طبیب (فلسفی) آیاتھا اوراس نے مجھ سے مباحثہ کیاتھا،میں نے جوجواب اسے دیاتھا،اسی کوقلم بندکرکے تمہارے پاس بھیج رہاہوں۔

حضرت صادق آل محمدکے فلک وقارشاگرد

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کے شاگردوں کاشمارمشکل ہے بہت ممکن ہے کہ آئندہ سلسلہ تحریرمیں اپ کے بعض شاگردوں کاذکرآتاجائے ، عام مورخین نے بعض ناموں کوخصوصی طورپرپیش کرکے آپ کی شاگردی کی سلک میں پروکرانہیں معززبتایاہے۔

مطالب السؤل،صواعق محرقہ،نورالابصار وغیرہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ، یحی بن سعیدانصاری،ابن جریح، امام مالک ابن انس ،امام سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ،ایوب سجستانی وغیرہ کاآپ کے شاگردوں میں خاص طورپرذکرہے(تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۳۰ ،خیرالدین زرکلی کی الاعلام ص ۱۸۳ ، طبع مصر محمدفرید وجدی کی ادارہ معارف القرآن کی جلد۳ ص ۱۰۹ / طبع مصرمیں ہے وکان تلمیذہ ابوموسی جابربن حیان الصوفی الطرسوسی آپ کے شاگردوں میں جابربن حیان صوفی طرسوسی بھی ہیں۔

آپ کے بعض شاگردوں کی جلالت قدراوران کی تصانیف اورعلمی خدمات پرروشنی ڈالنی توبے انتہادشوارہے اس لیے اس مقام پرصرف جابربن حیان طرسوسی جوکہ انتہائی باکمال ہونے کے باوجودشاگردامام کی حیثیت سے عوام کی نظروں سےپوشیدہ ہیں کاذکرکیاجاتاہے۔

امام الکیمیاجناب جابرابن حیان طرسوسی ۔

آپ کا پورانام ابوموسی جابربن حیان بن عبدالصمد الصوفی الطرسوسی الکوفی ہے آپ ۷۴۲ءء میں پیداہوئے اور ۸۰۳ءء میں انتقال فرماگئے بعض محققین نے آپ کی وفات ۸۱۳ءء بتائی ہے لیکن ابن ندیم نے ۷۷۷ءء لکھاہے انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک ہسٹری میں ہے کہ استاداعظم جابربن حیان بن عبداللہ ،عبدالصمد کوفہ میں پیداہوئے وہ طوسی النسل تھے اورآزادنامی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے خیالات میں صوف تھا اوریمن کارہنے والاتھا،اوئل عمرمیں علم طبیعیات کی تعلیم اچھی طرح حاصل کرلی اورامام جعفرصادق ابن امام محمدباقرکی فیض صحبت سے امام الفن ہوگیا۔

تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتاہے کہ جابربن حیان نے امام جعفرصادق علیہ السلام کی عظمت کااعتراف کرتے ہوئے کہاہے کہ ساری کائنات میں کوئی ایسانہیں جوامام کی طرح سارے علوم پربول سکے الخ۔

تاریخ آئمہ میں حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کی تصنیفات کاذکرکرتے ہوئے لکھاہے کہ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے ایک کتاب کیمیاجفررمل پرلکھی تھی حضرت کے شاگردومشہورومعروف کیمیاگرجابربن حیان جویورپ میں جبرکے نام سے مشہورہیں جابرصوفی کالقب دیاگیاتھا اورذوالنون مصری کی طرح وہ بھی علم باطن سے ذوق رکھتے تھے، ان جابرابن حیان نے ہزاروں ورق کی ایک کتاب تالیف کی تھی جس میں حضرت امام جعفرصادق کے پانچ سورسالوں کوجمع کیاتھا،علامہ ابن خلکان کتاب وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۳۰ طبع مصرمیں حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کاذکرکرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کے مقالات علم کیمیااورعلم جفروفال میں موجودہیں اورجابربن حیان طرسوسی آپ کے شاگردتھے، جنہوں نے ایک ہزارورق کی کتاب تالیف کی تھی، جس میں امام جعفرصادق علیہ السلام کے پانچ سورسالوں کوجمع کیاتھا ،علامہ خیرالدین زرکلی نے بھی الاعلام جلد ۱ ص ۱۸۲ طبع مصرمیں یہی کچھ لکھاہے،اس کے بعدتحریرکیاہے کہ ان کی بے شمارتصانیف ہیں جن کاذکرابن ندیم نے اپنی فہرست میں کیاہے علامہ محمدفریدوجدی نے دائرۂ معارف القرآن الرابع عشرکی ج ۳ ص ۹۰۱ طبع مصرمیں بھی لکھاہے کہ جابربن حیان نے امام جعفرصادق کے پانچ سورسائل کوجمع کرکے ایک کتاب ہزارصفحے کی تالیف کی تھی ،علامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصرص ۳۸۵ میں علم کیمیامیں علم کیمیاکاذکرکرتے ہوئے جابربن حیان کاذکرکیاہے اورفاضل ہنسوی نے اپنی ضخیم کتاب اورکتاب خانہ غیرمطبوعہ میں بحوالہ مقدمہ ابن خلدون ص ۵۷۹ طبع مصرمیں لکھاہے کہ جابربن حیان علم کیمیاکے مدون کرنے والوں کاامام ہے، بلکہ اس علم کے ماہرین نے اس کوجابرسے اتنامخصوص کردیاہے کہ اس علم کانام ہی ”علم جابر“ رکھ دیاہے (الجوادشمارہ ۱۱ جلد ۱ ص ۹) ۔

مورخ ابن القطفی لکھتے ہیں کہ جابربن حیان کو علم طبیعات اور کیمیامیں تقدم حاصل ہے ان علوم میں اس نے شہرۂ افاق کتابیں تالیف کی ہیں ان کے علاوہ علوم فلسلہ وغیرہ میں شرف کمال پرفائز تھے اوریہ تمام کمالات سے بھرپور ہونا علم باطن کی پیروی کا نتیجہ تھا ملاحظہ ہو (طبقات الامم ص ۹۵ واخبار الحکماص ۱۱۱ طبع مصر)۔

پیام اسلام جلد ۷ ص ۱۵ میں ہے کہ یہ وہی خوش قسمت مسلمان ہے جسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شاگردی کا شرف حاصل تھا، اس کے متعلق جنوری ۲۵ ء میں سائنس پروگریس نوشتہ جے ہولم یارڈایم ائے ایف آئی سی آفیسر اعلی شعبۂ سائنس کفٹن کالج برسٹل نے لکھاہے کہ علم کیمیا کے متعلق زمانہ وسطی کی اکثر تصانیف ملتی ہیں جن میں گیبرکاذکرآتاہے اورعام طورپرگیبرابن حین اوربعض دفعہ گیبرکی بجائے جیبربھی دیکھاگیاہے اورگیبریاجیبردراصل جابرہے، چنانچہ جہاں کہیں بھی لاطینی کتب میں گیبرکاذکرآتاہے وہاں مرادعربی ماہرکیمیاجابربن حیان ہی ہے جیسے() کے بجائے() کاآناجانا آسانی سے سمجھ میں آجاتاہے لاطینی میں جے کے مترادف کوئی آوازاوربعض علاقوں مثلا مصر وغیرہ میں جے کواب بھی بطور(جی) یعنی (گ) استعمال کیاجاتا ہے اس کے علاوہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں سائنس کیمسٹری وغیرہ کاچرچہ بہت ہوچکاہے اوراس علم کے جاننے والے دنیاکے گوشہ گوشہ سے کھینچ کر دربارخلافت سے منسلک ہورہے تھے جابربن حیان کازمانہ بھی کم وبیش اس ہی دورمیں پھیلاتھا پچھلے بیس پچیس سال میں انگلستان اورجرمنی میں جابرکے متعلق بہت سی تحقیقات ہوئی ہیں لاطینی زبان میں علم کیمیاکے متعلق چندکتب سینکڑوں سال سے اس مفکرکے نام سے منسوب ہیں جس میں مخصوص ۱ ۔ سما ۲ ۔ برفیکشن ۳ ۔ ڈی انویسٹی پرفیکشن ۴ ۔ڈی انویسٹی گیشن ورٹیلس ۵ ۔ ٹیابہن لیکن ان کتابوں کے متعلق اب تک ایک طولانی بحث ہے اوراس وقت مفکرین یورپ انہیں اپنے یہاں کی پیداوار بتاتے ہیں اس لیے انہیں اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جابرکوحرف (جی)(گ) سے پکاریں اوربجائے عربی النسل کے اسے یورپین ثابت کریں۔

حالانکہ سماکے کئی طبع شدہ ایڈیشنوں میں گیبرکوعربی ہی کہاگیاہے رسل کے انگریزی ترجمہ میں اسے ایک مشہورعربی شہزادہ اورمنطقی کہاگیاہے ۱۵۴۱ ء میں کی نورن برگ کے ایڈیشن میں وہ صرف عرب ہے اسی طرح اوربہت سے قلمی نسخے ایسے مل جاتے ہیں جن میں کہیں اسے ایرانیوں کے بادشاہ سے یادکیاگیاہے کسی جگہ اسے شاہ بندکہاگیاہے ان اختلافات سے سمجھ میں آتاہے کہ جابربراعظم ایشیاسے نہ تھابلکہ اسلامی عرب کاایک درخشندہ ستارہ تھا۔

انسائکلوپیڈیاآف اسلامک کیمسٹری کے مطابق جعفربرمکی کے ذریعہ سے جابربن حیان کاخلیفہ ہارون الرشید کے دربارمیں آناجاناشروع ہوگیاچنانچہ انہوں نے خلیفہ کے نام سے علم کیمیامیں ایک کتاب لکھی جس کانام ''شگوفہ'' رکھااس کتاب میں اس نے علم کیمیاکے جلی وخفی پہلوؤں کے متعلق نہایت مختصر طریقے نہایت ستھراطریق عمل اورعجیب وغریب تجربات بیان کئے جابرکی وجہ ہی سے قسطنطنیہ سے دوسری دفعہ یونانی کتب بڑی تعدادمیں لائی گئیں۔

منطق میں علامہ دہر مشہور ہوگیا اور نوے سال سے کچھ زائد عمر میں اس نے تین ہزار کتابیں لکھیں اور ان کتابوں میں سے وہ بعض پرناز کرتا تھا اپنی کسی تصنیف کے بارے میں اس نے لکھا ہے کہ "روئے زمین پر ہماری اس کتاب کے مثل ایک کتاب بھی نہیں ہے نہ آج تک ایسی کتاب لکھی گئی ہے اور نہ قیامت تک لکھی جائے گی (سرفراز ۲/ دسمبر ۱۹۵۲ ء)۔

فاضل ہنسوی اپنی کتاب "وکتاب خانہ" میں لکھتے ہیں کہ جابر کے انتقال کے بعد دو برس بعد عزالدودولہ ابن معزالدولہ کے عہد میں کوفہ کے شارع باب الشام کے قریب جابر کی تجربہ گاہ کا انکشاف ہوا چکا تھا جس کو کھودنے کے بعد بعض کیمیاوی چیزیں اور آلات بھی دستیاب ہوئے ہیں (فہرست ابن الندیم ۴۹۹) ۔

جابر کے بعض قدیمی مخطوطات برٹش میوزیم میں اب تک موجود ہیں جن میں سے کتاب الخواص قابل ذکر ہے اسی طرح قرون وسطی میں بعض کتابوں کا ترجمہ لاطینی میں کیا گیا منجملہ "ان تراجم کے کتاب" سبعین بھی ہے جو ناقص و ناتمام ہے اسی طرح "البحث عن الکمال" کا ترجمہ بھی لاطینی میں کیا جا چکا ہے یہ کتاب لاطینی زبان میں کیمیا پر یورپ کی زبان میں سب سے پہلی کتاب ہے اسی طرح اور دوسری کتابیں بھی مترجم ہوئیں جابر نے کیمیا کے علاوہ طبعیات، ہیئت، علم رویا، منطق، طب اور دوسرے علوم پر بھی کتابیں لکھیں اس کی ایک کتاب سمیات پر بھی ہے ۔

یوسف الیاس سرکس صاحب معجم المطبوعات بتلاتے ہیں کہ جابر بن حیان کی ایک نفیس کتاب سمیات بر بھی ہے جو کتب خانہ تیموریہ قاہرہ مصر میں بہ ضمن مخطوطات ہے ان میں چند ایسے مقالات کو جو بہت مفید تھے بعد کرئہ صروف نے رسالہ مقتطف جلد ۵۸،۵۹ میں شائع کیا ہے ملاحظہ ہو (معجم المطبوعات العربیہ المعربہ جلد ۳ حرف جیم ص ۶۶۵) ۔

جابر بحیثیت ایک طبیب کے کام کرتا تھا لیکن اس کی طبی تصانیف ہم تک نہ پہنچ سکیں، حالانکہ اس مقالہ کا لکھنے والا یعنی ڈاکٹر ماکس می یرہاف نے جابر کی کتاب کو جو سموم پر ہے حال ہی میں معلوم کرلیا ہے۔

جابر کی ایک کتاب جس کو مع متن عربی اور ترجمہ فرانسیسی پول کراؤ متشرق نے ۱۹۳۵ ء میں شائع کیا ہے ایسی بھی ہے جس میں اس نے تاریخ انتشار آرا و عقائد و افکار ہندی، یونانی اور ان تغیرات کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں نے کئے ہیں اس کتاب کا نام "اضراج مافی القوۃ الی الفعل" ہے (الجوادج ۱۰،۹ ص ۱۰ طبع بنارس)۔

صادق آل محمد کے علمی فیوض وبرکات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جنہیں راسخین فی العلم میں ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو علم اولین وآخرین سے آگاہ اور دنیا کی تمام زبانوں سے واقف ہیں جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے میں ان کے تمام علمی فیوض وبرکات پر تھوڑے اوراق میں کیا روشنی ڈال سکتا ہوں میں نے آپ کے حالات کی چھان بین کی ہے اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر مجھے فرصت ملے، تو تقریبا چھ ماہ میں

آپ کے علوم اورفضائل وکمالات کاکافی ذخیرہ جمع کیاجاسکتاہے آپ کے متعلق امام مالک بن انس لکھتے ہیں میری آنکھوں نے علم وفضل وروع وتقوی میں امام جعفرصادق سے بہتر دیکھاہی نہیں جیساکہ اوپرگذراوہ بہت بڑے لوگوں میں سے تھے اوربہت بڑے زاہدتھے خدا سے بے پناہ ڈرتے تھے، بے انتہاحدیث بیان کرتے تھے، بڑی پاک مجلس والے اورکثیرالفوائد تھے، آپ سے مل کر بے انتہاء فائدہ اٹھایاجاتاتھا(مناقب ابن شہرآشوب جلد ۵ ص ۵۲ طبع بمبئی)۔

علمی فیوض رسانی کا موقع

یوں توہمارے تمام آئمہ اہلبیت علمی فیوض وبرکات سے بھرپورتھے اورعلم اولین وآخرین کے مالک، لیکن دنیاوالوں نے ان سے فائدہ اٹھانے کے بجائے انہیں قیدوبندمیں رکھ کرعلوم وفنون کے خزانے پرہتھکڑیوں اوربیڑیوں کے ناگ بٹھادیئے تھے اس لیے ان حضرات کے علمی کمالات کماحقہ، منظرعام پرنہ آسکے ورنہ آج دنیاکسی علم میں خاندان رسالت مآب کے علاوہ کسی کی محتاج نہ ہوتی فاضل معاصرمولاناسبط الحسن صاحب ہنسوی لکھتے ہیں کہ امام جعفرصادق علیہ السلام المتوفی ۱۴۸ ھ کاعہدمعارف پروری کے لحاظ سے ایک زرین عہدتھا،وہ رکاوٹیں جوآپ سے قبل آئمہ اہل بیت کے لیے پیش آیاکرتی تھیں ان میں کسی حدتک کمی تھی ،اموی حکومت کی تباہی اورعباسی سلطنت کااستحکام آپ کے لیے سکون وامن کاسبب بنااس لیے حضرت کومذہب اہلبیت کی اشاعت اورعلوم وفنون کی ترویج کاایک بہترین موقع ملالوگوں کوبھی ان عالمان ربانی کی طرف رجوع کرنے میں اب کوئی خاص زحمت نہ تھی جس کی وجہ سے آپ کی خدمت میں علاوہ حجازکے دوردرازمقامات مثل عراق، شام، خراسان، کابل سندھ ہند اوربلادروم، فرنگ کے طلباء وشائقین علم حاضرہوکر مستفیدہوتے تھے حضرت کے حلقہ درس میں چارہزاراصحاب تھے علامہ شیخ مفیدعلیہ الرحمہ کتاب الارشادمیں فرماتے ہیں:

ترجمہ: لوگوں نے آپ کے علوم کونقل کیاجنہیں تیزسوارمنازل بعیدہ کی طرف لے گئے اورآوازہ آپ کے کمال کاتمام شہروں میں پھیل گیااورعلماء نے اہل بیت میں کسی سے بھی اتنے علوم وفنون کونہیں نقل کیاہے جوآپ سے روایت کرتے ہیں اورجن کی تعدادچارہزاہے غیرعرب طالبان علم سے ایک رومی النسل بزرگ زرارہ بن اعین متوفی ۱۵۰ ھ قابل ذکرہیں جن کے دادا سنسن بلادردم کے ایک مقدس راہب (Nbnk) تھے زرارہ اپنی خدمات علمیہ کے اعتبارسے اسلامی دنیامیں کافی شہرت رکھتے تھے اورصاحب تصانیف تھے(کتاب الاستطاعت والجبران کی مشہورتصنیف ہے(منہج المقال ص ۱۴۲، مولفواالشیعۃ فی صدر اسلام ص ۵۱)۔

کتب اصول اربعمایۃ

حضرت کے اصحاب میں چارسوایس مصنفین تھے جنہوں نے علاوہ دیگر علوم وفنون کے کلام معصوم کو ضبط کر کے چار سو کتب اصول مدون کیں اصل سے مراد مجموعہ احادیث اہلبیت کی وہ کتابیں ہیں جن میں جامع نے خودبراہ راست معصوم سے روایت کر کے احادیث کو ضبط تحریر کیا ہے یا ایسے راوی سے سنا ہے جو خود معصوم سے روایت کرتا ہے اس قسم کی کتاب میں جامع کی دوسری کتاب یا رویت سے معنعنا (عن فلاں عن فلاں) کے ساتھ نہیں نقل کرتا جس کی سند میں اور وسائط کی ضرورت ہو اس لیے کتب اصول میں خطاوغلط سہوونسیان کا احتمال بہ نسبت اوردوسری کتابوں کے بہت کم ہے کتب اصول کے زمانہ تالیف کا انحصار عہد امیرالمومنین سے لے کر امام حسن عسکری کے زمانہ تک ہے حس میں اصحاب معصوین نے بالمشاذ معصوم سے روایت کر کے احادیث کو جمع کیا ہے یا کسی ایسے ثقہ راوی سے حدیث معصوم کو اخذ کیا ہے جو براہ راست معصوم سے روایت کرتا ہے شیخ ابوالقاسم جعفر بن سعید المعروف بالمحقق الحلی اپنی کتاب المعبر میں فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے جوابات مسائل کو چار سو مصنفین اصحاب امام نے تحریر کر کے چار سو تصانیف مکمل کی ہیں۔

صادق آل محمد کے اصحاب کی تعداد اوران کی تصانیف

آگے چل کر فاضل معاصر الجوادمیں بحوالہ کتاب وکتب خانہ لکھتے ہیں کتب رجال میں جن اصحاب آئمہ کے حالات وتراجم مذکورہیں، ان کی مجموعی تعداد چار ہزار پانچ سو اصحاب ہیں جن میں سے صرف چارہزار اصحاب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہیں سب کا تذکرہ ابوالعباس احمدبن محمدبن سعیدبن عقدہ نے اپنی کتاب رجال میں کیا ہے اور شیخ الطائفہ ابوجعفر الطوسی نے بھی ان سب کا احصاء اپن ی کتاب رجال میں کیا ہے۔

معصوین علیہم السلام کے تمام اصحاب میں سے مصنفین کی جملہ تعداد ایک ہزار تین سو سے زائد نہیں ہے جنہوں نے سینکڑوں کی تعداد میں کتب اصول اورہزاروں کی تعداد میں دوسری کتابیں تالیف اور تصنیف کی ہیں جن میں سے بعض مصنفین اصحاب آئمہ تو ایسے تھے جنہوں نے تنہا سینکڑوں کتابیں لکھیں۔

فضل بن شاذان نے ایک سو اسی کتابیں تالیف کی ہیں، ابن دول نے سو کتابیں لکھیں ہیں اسی طرح برقی نے بھی تقریبا سو کتابیں لکھیں، ابن عمیر نے نوے کتابیں لکھیں اوراکثر اصحاب آئمہ ایسے تھے جنہوں نے تیس یا چالیس سے زیادہ کتابیں تالیف کی ہیں غرضیکہ ایک ہزار تین سو مصنفین اصحاب آئمہ نے تقریبا پانچ ہزار تصانیف کیں، مجمع البحرین میں لفظ جبر کے ماتحت ہے کہ صرف ایک جابرالجعفی، امام جعفر صادق علیہ السلام کے ستر ہزار احادیث کے حافظ تھے۔

تاریخ اسلام جلد ۵ ص ۳ میں ہے کہ ابان بن تغلب بن رباح (ابوسعید) کوفی صرف امام جعفر صادق علیہ السلام کی تیس ہزار احادیث کے حافظ تھے ان کی تصانیف میں تفسیر غریب القرآن کتاب المفرد، کتاب الفضائل، کتاب الصفین قابل ذکر ہیں، یہ

قاری فقیہ لغوی محدث تھے، انہیں حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا ۱۴۱ ھ میں انتقال کیا۔

حضرت صادق آل محمد اور علم طب

علامہ ابن بابویہ انقمی کتاب الخصائل جلد ۲ باب ۱۹ ص ۹۷،۹۹ طبع ایران میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان کا ایک مشہور طبیب منصور دوانقی کے دربار میں طلب کیا گیا، بادشاہ نے حضرت سے اس کی ملاقات کرائی، امام جعفر صادق علیہ السلام نے علم تشریح الاجسام اور افعال الاعضاء کے متعلق اس سے انیس سوالات کئے وہ اگرچہ اپنے فن میں پورا کمال رکھتا تھا لیکن جواب نہ دے سکا بالآخر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا، علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اس طبیب سے حضرت نے بیس سوالات کئے تھے اور اس انداز سے پراز معلومات تقریر فرمائی کہ وہ بول اٹھا "من این لک ھذا العلم" اے حضرت یہ بے پناہ علم آپ نے کہاں سے حاصل فرمایا؟ آپ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ دادا سے، انہوں نے محمد مصطفی صلعم سے، انہوں نے جبرئیل سے، انہوں نے خداوند عالم سے اسے حاصل کیا ہے، جس نے اجسام و ارواح کو پیدا کیا ہے "فقال الھندی صدقت۔" اس نے کہا بے شک آپ نے سچ فرمایا، اس کے بعد اس نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا اور کہا "انک اعلم اہل زمانہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ عہد حاضر کے سب سے بڑے عالم ہیں (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۴۵ طبع بمبئی)۔

حضرت صادق آل محمد کا علم القرآن

مختصر یہ کہ آپ کے علمی فیوض و برکات پر مفصل روشنی ڈالنی تو دشوار ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے، البتہ صرف یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ علم القرآن کے بارے میں دمعہ ساکبہ ص ۴۸۷ پر آپ کا قول موجود ہے وہ فرماتے ہیں خدا کی قسم میں قرآن مجید کو اول سے آخر تک اس طرح جانتا ہوں گویا میرے ہاتھ میں آسمان و زمین کی خبریں ہیں، اور وہ خبریں بھی ہیں جو ہو چکی ہیں، اور ہو رہی ہیں اور جو ہونے والی ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ قرآن مجید میں ہے کہ اس پر ہر چیز عیاں ہے ایک مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء اور رسل کے علوم کے وارث ہیں (دمعہ ساکبہ ص ۴۸۸)۔

علم النجوم

علم النجوم کے بارے میں اگر آپ کے کمالات دیکھنا ہوں تو کتب طوال کا مطالعہ کرنا چاہئے آپ نے نہایت جلیل علماء علم النجوم سے مباحثہ اور مناظرہ کر کے انہیں انگشت بدندان کر دیا ہے، بحار الانوار، مناقب شہر آشوب، دمعہ ساکبہ، وغیرہ میں آپ کے

مناظرے موجود ہیں علماء کا فیصلہ ہے کہ علم نجوم حق ہے لیکن اس کا صحیح علم آئمہ اہلبیت کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ حلقہ گوشان مودت نورہدایت سے کسب ضیا کرلیں۔

علم منطق الطیر

صادق آل محمد دیگر آئمہ کی طرح منطق الطیر سے بھی باقاعدہ واقف تھے، جو پرندہ یا کوئی جانور آپس میں بات چیت کرتا تھا اسے آپ سمجھ لیا کرتے تھے اور بوقت ضرورت اس کی زبان میں تکلم فرمایا کرتے تھے مثال کے لیے ملاحظہ ہو، کتاب تفسیر لباب التاویل جلد ۵ ص ۱۱۳، معالم التنزیل ص ۱۱۳، عجائب القصص ص ۱۰۵، نورالابصار ص ۳۱۱، طبع ایران میں ہے کہ صادق آل محمد نے قبر نامی پرندہ جس کو (چکور) یا چنڈول کہتے ہیں کہ بولتے ہوئے اصحاب سے فرمایا کہ تم جانتے ہے یہ کیا کہتا ہے اصحاب نے صراحت کی خواہش کی تو فرمایا یہ کہتا ہے ''اللھم العن مبغضی محمدؐ وآل محمدؐ'' خدایا محمد، آل محمد سے بغض رکھنے والوں پر لعنت کر، فاختہ کی آواز پر آپ نے کہا کہ اسے گھر میں نہ رہنے دو، یہ کہتی ہے کہ ''فقدتم فقدتم'' خدا تمہیں نیست و نابود کرے، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام اور علم الاجسام

مناقب بن شہر آشوب اور بحارالانوار جلد ۱۴ میں ہے کہ ایک عیسائی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے علم طب کے متعلق سوالات کرتے ہوئے جسم انسان کی تفصیل پوچھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے انسان کے جسم میں ۱۲ وصل دوسو اڑتالیس ہڈیاں اور تین سو ساٹھ رگیں خلق فرمائی ہیں، رگیں تمام جسم کو سیراب کرتی ہیں، ہڈیاں جسم کو، گوشت ہڈیوں کو اور اعصاب گوشت کو روکے رہتے ہیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کی انجام بینی اور دور اندیشی

مورخین لکھتے ہیں کہ جب بنی عباس اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ بنی امیہ کو ختم کردیں، تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ آل رسول کی دعوت کا حوالہ دیئے بغیر کام چلنا مشکل ہے لہذا وہ امداد وانتقام آل محمد کی طرف دعوت دینے لگے اور یہی تحریک کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے جس سے عام طور پر آل محمد یعنی بنی فاطمہ کی اعانت سمجھی جاتی تھی، اسی وجہ سے شیعیان بنی فاطمہ کو بھی ان سے ہمدردی پیدا ہوگئی تھی اور وہ ان کے معاون ہوگئے تھے اور اسی سلسلہ میں ابو سلمہ جعفر بن سلیمان کوفی آل محمد کی طرف سے وزیر تجویز کئے تھے یعنی یہ گماشتہ کے طور پر تبلیغ کرتے تھے انہیں امام وقت کی طرف سے کوئی اجازت حاصل نہ تھی، یہ بنی کے مقابلہ

میں بڑی کامیابی سے کام کررہے تھے جب حالات زیادہ سازگار نظر آئے توانہوں نے امام جعفرصادق علیہ السلام اورابو محمدعبداللہ بن حسن کوالگ الگ ایک ایک خط لکھاکہ آپ یہاں آجائیں تاکہ آپ کی بیعت کی جائے۔

قاصداپنے اپنے خطوط لے کرمنزل تک پہنچے، مدینہ میں جس وقت قاصدپہنچا وہ رات کاوقت تھا،قاصدنے عرض کی مولاامیں ،ابوسلمہ کاخط لایاہوں حضوراسے ملاحظہ فرماکرجواب عنایت فرمائیں۔

یہ سن کرحضرت نے چراغ طلب کیااورخط لے کراسی وقت چڑھے بغیرنذرآتش کردیااورقاصدسے فرمایاکہ ابوسلمہ سے کہناکہ تمہارے خط کایہی جواب تھا۔

ابھی وہ قاصدمدینہ پہنچابھی نہ تھاکہ ۳/ ربیع الاول ۱۲۳ ھ کوجمعہ کے دن حکومت کافیصلہ ہوگیااورسفاح عباسی خلیفہ بنایاجاچکاتھا(مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل جلد۸ ص ۳۰ ،تاریخ الخلفاء ص ۲۷۲ ، حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۷۴ ،تاریخ آئمہ ص ۴۳۳ ،)۔

امام جعفرصادق علیہ السلام کادربار منصورمیں ایک طبیب ہندی سے تبادلہ خیالات

علامہ رشیدالدین ابوعبداللہ محمدبن علی بن شہرآشوب مازندرانی المتوفی ۵۸۸ ء نے دربارمنصورکاایک اہم واقعہ نقل فرمایاہے جس میں مفصل طورپریہ واضح کیاہے کہ ایک طبیب جس کواپنی قابلیت پربڑابھروسہ اورغرورتھا وہ امام جعفرصادق علیہ السلام کے سامنے کس طرح سپرانداختہ ہوکرآپ کے کمالات کامعترف ہوگیاہم موصوف کی عربی عبارت کاترجمہ اپنے فاضل معاصرکے الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

ایک بارحضرت امام جعفرصادق علیہ السلام منصوردوانقی کے دربارمیں تشریف فرماتھے،وہاں ایک طبیب ہندی کی باتیں بیان کررہاتھا اورحضرت خاموش بیٹھے سن رہے تھے جب وہ کہہ چکاتوحضرت سے مخاطب ہوکرکہنے لگا اگرکچھ پوچھناچاہیں توشوق سے پوچھیں، آپ نے فرمایا،میں کیاپوچھوں ،مجھے تجھ سے زیادہ معلوم ہے (طبیب اگریہ بات ہے تومیں بھی کچھ سنوں ۔

امام : جب کسی مرض کاغلبہ ہوتواس کاعلاج ضد سے کرناچاہئے یعنی حارگرم کاعلاج سرد سے ترکاخشک سے ،خشک کاتر سے اورہرحالت میں اپنے خداپربھروسہ رکھے یادرکھ معدہ تمام بیماریوں کاگھرہے اورپرہیزسودواں کی ایک دوا ہے جس چیزکاانسان عادی ہوجاتاہے اس کے مزاج کے موافق اوراسکی صحت کاسبب بن جاتی ہے ۔

طبیب: بے شک آپ نے جوبیان فرمایاہے اصلی طب ہے۔

امام : اچھامیں چندسوال کرتاہوں، ان کاجواب دے : آنسووں اوررطوبتوں کی جگہ سرمیں کیوں ہے؟ سرپربال کیوں ہے؟ پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے؟ پیشانی پرخط اورشکن کیوں ہے؟ دونوں پلکیں آنکھوں کے اوپرکیوں ہیں؟ ناک کاسوراخ نیچے کی طرف

کیوں ہے؟ منہ پر دو ہونٹ کیوں بنائے گئے ہیں؟ سامنے کے دانت تیز اور ڈاڑھ چوڑی کیوں ہے؟ اور ان دونوں کے درمیان میں لمبے دانت کیوں ہیں؟ دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہیں؟

مردوں کے ڈاڑھی کیوں ہوتی ہے؟ ناخن اور بالوں میں جان کیوں نہیں؟ دل صنوبری شکل کا کیوں ہوتا ہے؟ پھیپڑے کے دو ٹکڑے کیوں ہوتے ہیں، اور وہ اپنی جگہ حرکت کیوں کرتا ہے؟ جگر کی شکل محدب کیوں ہے، گردے کی شکل لوبئے کے دانے کی طرح کیوں ہوتی ہے گھٹنے آگے کو جھکتے ہیں پیچھے کو کیوں نہیں جھکتے؟ دونوں پاوں کے تلوے بیچ سے خالی کیوں ہیں؟

طبیب: میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔

امام: بفضل خدا میں ان سب باتوں کا جواب جانتا ہوں۔ طبیب بیان فرمائیے۔

امام علیہ السلام: ۱۔ سر اگر آنسوؤں اور رطوبتوں کا مرکز نہ ہوتا تو خشکی کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

۲۔ بال اس لیے سر پر ہیں کہ ان کی جڑوں سے تیل وغیرہ دماغ تک پہنچتا رہے اور بہت سے دماغی انجرے نکلتے رہیں دماغ گرمی اور زیادہ سردی سے محفوظ رہے۔

۳۔ پیشانی اس لیے بالوں سے خالی ہے کہ اس جگہ سے آنکھوں میں نور پہنچتا ہے۔

۴۔ پیشانی میں خطوط اور شکن اس لیے ہیں کہ سر سے جو پسینہ گرے وہ آنکھوں میں نہ پڑ جائے، جب شکنوں میں پسینہ جمع ہو تو انسان اسے پونچھ کر پھینک دے جس طرح زمین پر پانی جاری ہوتا ہے تو گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔

۵۔ پلکیں اس لیے آنکھوں پر قرار دی گئی ہیں کہ آفتاب کی روشنی اسی قدر ان پر پڑے جتنی کہ ضرورت ہے اور بوقت ضرورت بند ہو کر مردمک چشم کی حفاظت کر سکیں نیز سونے میں مدد دے سکیں، تم نے دیکھا ہوگا کہ جب انسان زیادہ روشنی میں بلندی کی طرف کسی طرف کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو ہاتھ کو آنکھوں کے اوپر رکھ کر سایہ کر لیتا ہے۔

۶۔ ناک دونوں آنکھوں کے بیچ میں اس لیے قرار دیا ہے کہ مجمع نور سے روشنی تقسیم ہو کر برابر دونوں آنکھوں کو پہنچے۔

۷۔ آنکھوں کو بادامی شکل کا اس لیے بنایا ہے کہ بوقت ضرورت سلائی کے ذریعہ سے دوا (سرمہ وغیرہ) اس میں آسانی سے پہنچ جائے، اگر آنکھ چوکور یا گول ہوتی تو سلائی کا اس میں پھرنا مشکل ہوتا دوا اس میں بخوبی نہ پہنچ سکتی اور بیماری دفع نہ ہوتی۔

۸۔ ناک کا سوراخ نیچے کو اس لیے بنایا کہ دماغی رطوبتیں آسانی سے نکل سکیں، اگر اوپر کو ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی اور دماغ تک کسی چیز کی بو بھی جلدی نہ پہنچ سکتی

۹۔ ہونٹ اس لیے منہ پر لگائے گئے کہ جو رطوبتیں دماغ سے منہ میں آئیں وہ رکی رہیں اور کھانا بھی انسان کے اختیار میں رہے جب چاہے پھینک اور تھوک دے۔

۱۰۔ داڑھی مردوں کو اس لیے دی کہ مرد اور عورت میں تمیز ہو جائے۔

۱۱ ۔ اگلے دانت اس لیے تیز ہیں کہ کسی چیز کا کاٹنا یا کھٹکھٹا سہل ہو، اور ڈاڑھ کو چوڑا اس لیے بنایا کہ غذا پیسنا اور چبانا آسان ہو، ان دونوں کے درمیان لمبے دانت اس لیے بنائے کہ ان دونوں کے استحکام کے باعث ہوں، جس طرح مکان کی مضبوطی کے لیے ستون (کھمبے) ہوتے ہیں۔

۱۲ ۔ ہتھیلوں پر بال اس لیے نہیں کہ کسی چیز کو چھونے سے اس کی نرمی سختی، گرمی، سردی وغیرہ آسانی سے معلوم ہو جائے، بالوں کی صورت میں یہ بات حاصل نہ ہوتی۔

۱۳ ۔ بال اور ناخن میں جان اس لیے نہیں ہے کہ ان چیزوں کا بڑھنا برا معلوم ہوتا ہے اور نقصان رساں ہے، اگر ان میں جان ہوتی تو کاٹنے میں تکلیف ہوتی

۱۴ ۔ دل صنوبری شکل یعنی سر پتلا اور دم چوڑی (نچلا حصہ) اس لیے ہے کہ بآسانی پھیپڑے میں داخل ہو سکے اور اس کی ہوا سے ٹھنڈک پاتا رہے تاکہ اس کے بخارات دماغ کی طرف چڑھ کر بیماریاں پیدا نہ کرے۔

۱۵ ۔ پھیپڑے کے دو ٹکڑے اس لیے ہوے کہ دل ان کے درمیان ہے اور وہ اس کو ہوا دیں۔

۱۶ ۔ جگر محدب اس لیے ہوا ہے کہ اچھی طرح معدے کے اوپر جگہ پکڑے اور اپنی گرانی اور گرمی سے غذا کو ہضم کرے۔

۱۷ ۔ گردہ لوبئے کے دانہ کی شکل کا اس لیے ہوا کہ (منی) یعنی نفطفہ انسانی پشت کی جانب سے اس میں آتا ہے اور اس کے پھیلنے اور سکڑنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے جو سبب لذت ہے۔

۱۸ ۔ گھٹنے پیچھے کی طرف اس لیے نہیں جھکتے کہ چلنے میں آسانی میں ہو اگر ایسا نہ ہوتا تو آدمی چلتے وقت گر گر پڑتا، آگے چلنا آسان نہ ہوتا۔

۱۹ ۔ دونوں پیروں کے تلوے بیچ میں سے اس لیے خالی ہیں کہ دونوں کناروں پر بوجھ پڑنے سے باسانی پیر اٹھ سکیں اگر ایسا نہ ہوتا اور پورے بدن کا بوجھ پیروں پر پڑتا تو سارے بدن کا بوجھ اٹھانا دشوار ہوتا۔

یہ جوابات سن کر ہندوستانی طبیب حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے یہ علم کس سے سیکھا ہے فرمایا اپنے دادا سے انہوں نے رسول خدا سے حاصل کیا تھا اور انہوں نے خدا سے سیکھا ہے اس نے کہا "اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وعبدہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے رسول اور عبد خاص ہیں، "وانک اعلم اہل زمانہ" اور آپ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۴۶ طبع بمبئی و سوانح چہاردہ معصومین حصہ ۲ ص ۲۵) ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو بال بچوں سمیت جلادینے کا منصوبہ

طبیب ہندی سے گفتگو کے بعد امام علیہ السلام کا عام شہرہ ہوگیا اور لوگوں کے قلوب پہلے سے زیادہ آپ کی طرف مائل ہوگئے، دوست اور دشمن آپ کے علمی کمالات کا ذکر کرنے لگے یہ دیکھ کر منصور کے دل میں آگ لگ گئی، اور وہ اپنی شرارت کے تقاضوں سے مجبور ہو کر یہ منصوبہ بنانے لگا کہ اب

جلد سے جلد انہیں ہلاک کر دینا چاہیئے، چنانچہ اس نے ظاہری قدر و منزلت کے ساتھ آپ کو مدینہ روانہ کر کے حاکم مدینہ حسین بن زید کو حکم دیا۔

ان احرق جعفر بن محمد فی دارہ " امام جعفر صادق علیہ السلام کو بال بچوں سمیت گھر کے اندر جلا دیا جائے، یہ حکم پا کر والی مدینہ نے چند غنڈوں کے ذریعہ سے رات کے وقت جبکہ سب محو خواب تھے آپ کے مکان میں آگ لگوا دی، اور گھر جلنے لگا آپ کے اصحاب اگرچہ اسے بجھانے کی پوری سعی کر رہے تھے، لیکن بجھنے کو نہ آتی تھی، بالاخرہ آپ انہیں شعلوں میں کہتے ہوئے کہ "انا ابن اعراق الثری انا ابن ابراهیم الخلیل" اے آگ میں وہ ہوں جس کے آبا و اجداد زمین آسمان کی بنیادوں کے سبب ہیں اور میں خلیل خدا ابرہیم نبی کا فرزند ہوں، نکل پڑے۔

اپنی عبا کے دامن سے آگ بجھا دی، (تذکرۃ المصوبین ص ۱۸۱ بحوالہ اصول کافی آقائے کلینی علیہ الرحمۃ)۔

۱۴۷ ھ میں منصور کا حج اور امام جعفر صادق کے قتل کا عزم بالجزم

علامہ شبلنجی اور علامہ محمد بن طلحہ شافعی رقمطراز ہیں کہ ۱۴۷ ھ میں منصور حج کو گیا، اسے چونکہ امام کے دشمنوں کی طرف سے برابر یہ خبر دی جا چکی تھی کہ امام جعفر صادق تیری مخالفت کرتے رہتے ہیں، اور تیری حکومت کا تختہ پلٹنے کی سعی میں ہیں، لہذا اس نے حج سے فراغت کے بعد مدینہ کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر اپنے مصاحب خاص، ربیع سے کہا کہ جعفر بن محمد کو بلوا دو، ربیع نے وعدہ کے باوجود ٹال مٹول کی اس نے پھر دوسرے دن سختی کے ساتھ کہا کہ انہیں بلواو، میں کہتا ہوں کہ خدا مجھے قتل کرے اگر میں انہیں قتل نہ کر سکوں، ربیع نے امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، مولا آپ کو منصور بلا رہا ہے، اور اس کے تیور بہت خراب ہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ اس ملاقات میں آپ کو قتل کر دے گا، حضرت نے فرمایا "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" یہ اس دفعہ ناممکن ہے غرضکہ ربیع آنحضرت کو لے کر حاضر دربار ہوا، منصور کی نظر جیسے ہی آپ پر پڑی تو آگ بگولہ ہو کر بولا "یاعدو اللہ" اے دشمن خدا تم کو اہل عراق امام مانتے ہیں اور تمہیں زکواۃ اموال وغیرہ دیتے ہیں اور میری طرف ان کا کوئی دھیان نہیں، یاد رکھو، میں آج تمہیں قتل کر کے چھوڑوں گا اور اس کے لیے میں نے قسم کھالی ہے یہ رنگ دیکھ کر امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا اے امیر جناب سلیمان کو عظیم سلطنت دی گئی تو انہوں نے شکر کیا، جناب ایوب بلا میں بتلا کیا گیا تو انہوں نے صبر کیا، جناب یوسف

پر ظلم کیا گیا تو انہوں نے ظالموں کو معاف کردیا، اے بادشاہ یہ سب انبیاء تھے اور انہیں کی طرف تیرا نسب بھی پہنچتا ہے تجھے تو ان کی پیروی لازم ہے، یہ سن کر اس کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا(نورالابصار ص ۱۲۳ ، مطالب السول ص ۲۶۷) ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ بتاریخ ۱۵ / شوال ۱۴۸ ھ بعمر ۶۵ سال آپ نے اس دارفانی سے بطرف ملک جاودانی رحلت فرمائی ہے، ارشاد مفید ص ۴۱۳ ، اعلام الوری ص ۱۵۹ ، نورالابصار ص ۱۲۳ ، مطالب السول ص ۲۷۷ ،یوم وفات دوشنبہ تھا اور مقام دفن جنت البقیع ہے۔

علامہ ابن حجر علامہ علامہ ابن جوزی علامہ شبلنجی علامہ ابن طلحہ شافعی تحریر رقمطراز ہیں کہ مات مسموما ایام المنصور، منصور کے زمانہ میں آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۱ ،تذکرۃ خواص الامتہ ،نورالابصار ص ۱۳۳ ، ارجح المطالب ص ۴۵۰) ۔

علماء اہل تشیع کا اتفاق ہے کہ آپ کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کرایا تھا، اور نماز حضرت امام موسی کاظم علیہ اسلام نے پڑھائی تھی علامہ کلینی اور علامہ مجلسی کا ارشاد ہے کہ آپ کو نہایت کفن دیا گیا اور آپ کے مقام وقات پر ہر شب چراغ جلایا جاتا رہا۔ کتاب کافی وجلاء العیون مجلسی ص ۲۶۹ ۔

آپ کی اولاد

آپ کے مختلف بیویوں سے دس اولاد تھیں جن میں سے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں لڑکوں کے نام یہ ہیں:

۱ ۔جناب اسماعیل ۲ ۔ حضرت امام موسی کاظم ۳ ۔عبداللہ ۴ ۔ اسحاق ۵ ۔ محمد ۶ ۔عباس ۷ ۔ علی ۔ اور لڑکیوں کے اسماء یہ ہیں: ۱ ۔ام فروہ ۲ ۔ اسماء ۳ ۔فاطمہ (ارشاد وجنات الخلود) علامہ شبلنجی نے سات اولاد تحریر کیا ہے جن میں صرف ایک لڑکی کا حوالہ دیا ہے جس کا نام ''ام فروہ'' تھا(نورالابصار ص ۱۳۳) ۔

آپ ہی کی اولاد سے خلفاء فاطمیہ گزرے ہیں جن کی سلطنت ۲۹۷ ئسے ۵۶۷ ء تک دوسوستر سال قائم رہی، ان کی تعداد چودہ تھی۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بتاریخ ۷/ صفر المظفر ۱۲۸ھ مطابق ۷۴۵ء یوم شنبہ بمقام ابواجومکہ اورمدینہ کے درمیان واقع ہے پیدا ہوئے (انوارالنعمانیہ ص ۱۲۶، واعلام الوری ص ۱۷۱، جلاء العیون ص ۲۶۹، شواہدالنبوت ص ۱۹۲، روضۃ الشہداء ص ۴۳۶)۔

علامہ مجلسی تحریرفرماتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی آپ نے ہاتھوں کوزمین پرٹیک کر آسمان کی طرف رخ کیااورکلمہ شہادتین زبان پرجاری فرمایا آپ نے یہ عمل بالکل اسی طرح کیا، جس طرح حضرت رسول خداصلعم نے ولادت کے بعدکیاتھاآپ کے داہنے بازوپرکلمہ تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لکھاہوا تھا آپ علم اولین وآخرین سے بہرہ ورمتولدہوئے تھے آپ کی ولادت سے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کو بیحد مسرت ہوئی تھی اورآپ نے مدینہ جاکراہل مدینہ کودعوت طعام دی تھی (جلاء العیون ص ۲۷۰)۔

آپ دیگرآئمہ کی طرح مختون اورناف بریدہ متولدہوئے تھے۔

اسم گرامی، کنیت، القاب

آپ کے والدماجدحضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے خداوندمتعال کے معین کردہ نام "موسی" سے موسوم کیاعلامہ محمدرضالکھتے ہیں کہ موسی، قبطی لفظ ہے اورمواورسی سے مرکب ہے موکے معنی پانی اور"سی" کے معنی درخت کے ہیں اس نام سے سب سے پہلے حضرت کلیم اللہ موسوم کئے گئے تھے۔

اوراس کی وجہ یہ تھی کہ خوف فرعون سے مادرموسی نے آپ کواس صندوق میں رکھ کردریامیں بہایاتھاجو"حبیب نجار" کابنایاہواتھا اوربعدمیں "تابوت سکینہ" قرارپایا، تووہ صندوق بہہ کرفرعون اورجناب آسیہ تک پانی کے ذریعہ سے ان درختوں سے ٹکراتاہواجوخاص باغ میں تھے پہنچاتھا لہذا پانی اوردرخت کے سبب سے ان کانام موسی قرارپایاتھا (جنات الخلود ص ۲۹)۔

آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوابراہیم، ابوعلی ابوعبداللہ تھی اورآپ کے القاب کاظم، عبدصالح، نفس زکیہ، صابر، امین، باب الحوائج وغیرہ تھے "شہرت عامہ" کاظم کوہے اوراس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بدسلوک کے ساتھ احسان کرتے اورستانے والے کومعاف فرماتے اورغصہ کوپی جاتے تھے، بڑے حلیم، بردباراوراپنے ظلم کرنے والے کومعاف کردیاکرتے تھے (مطالب السول ص ۲۷۶، شواہدالنبوت ص ۱۹۲، روضۃ الشہداء ص ۴۳۲، تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲)۔

لقب باب الحوائج کی وجہ

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ کثرت عبادت کی وجہ سے عبد صالح اور خدا سے حاجت طلب کرنے کے ذریعہ ہونے کی وجہ سے آپ کو باب الحوائج کہا جاتا ہے، کوئی بھی حاجت ہو جب آپ کے واسطے سے طلب کی جاتی تھی تو ضرور پوری ہوتی تھی ملاحظہ ہو (مطالب السول ص ۲۷۸ ، صواعق محرقہ ص ۱۳۱) ۔

فاضل معاصر علامہ علی حیدر رقمطراز ہیں کہ حضرت کا لقب باب قضاء الحوائج یعنی حاجتیں پوری ہونے کا دروازہ بھی تھا حضرت کی زندگی میں تو حاجتیں آپ کے توسل سے پوری ہوتی تھیں شہادت کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اب بھی ہے "اخبار پایز الہ آباد ۱۰ / اگست ۱۹۲۸ ءء میں زیر عنوان "امام موسی کاظم کے روضہ پر ایک اندھے کو بینائی مل گئی" ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حال ہی میں روضہ کاظمین شریف پر جو شہر بغداد سے باہر ہے ایک معجزہ ظاہر ہوا ہے کہ ایک اندھا اور بوڑھا "سید" نہایت مفلسی کی حالت میں روضہ شریف کے اندر داخل ہوا اور جیسے ہی اس نے امام موسی کاظم کے روضہ کی ضریح اقدس کو اپنے ہاتھ سے مس کیا وہ فوراچلاتا ہوا باہر کی طرف دوڑا "مجھے بینائی مل گئی" میں دیکھنے لگا ہوں، اور اس پر لوگوں کا بڑا ہجوم جمع ہو گیا اور اکثر لوگ اس کے کپڑے تبرک کے طور پر چھین جھپٹ کر لے گئے اس کو تین دفعہ کپڑے پہنائے گئے اور ہر دفعہ وہ کپڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو گئے آخر روضہ شریف کے خدام نے اس خیال سے کہ کہیں اس بوڑھے سید کے جسم کو نقصان نہ پہنچے اس کو اس کے گھر پہنچا دیا ۔

اس کا بیان ہے کہ بغداد کے ہسپتال میں اپنی آنکھ کا علاج کر رہا تھا بالآخر سب ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر مجھے ہسپتال سے نکال دیا کہ تیرا مرض لاعلاج ہو گیا ہے اب اس کا علاج ناممکن ہے تب میں مایوس ہو کر روضہ اقدس امام موسی کاظم علیہ السلام پر آیا اور یہاں آپ کے وسیلہ سے خدا سے دعا کی "بارالہا تجھے اسی امام مدفون کا واسطہ مجھے از سر نو بینائی عطا کر دے" یہ کہہ کر جیسے ہی میں نے روضہ کی ضریح کو مس کیا میری آنکھوں کے سامنے روشنی نمودار ہوئی اور آواز آئی "جا تجھے پھر سے روشنی دیدی گئی" اس آواز کے ساتھ ہی میں ہر چیز کو دیکھنے لگا، تمام لوگ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ ضعف العمر سید اندھا تھا، اور اب دیکھنے لگا ہے (اخبار انقلاب لاہور، اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴/ اگست ۱۹۲۸ ءء ۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب مجھے کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے میں امام موسی کاظم علیہ السلام کے روضے پر چلا جاتا ہوں اور ان کی قبر پر دعا کرتا ہوں میری مشکل حل ہو جاتی ہے (مناقب جلد ۳ ص ۱۲۵ طبع ملتان)۔

باشاہان وقت

آپ ۱۲۸ ھ میں مروان الحمار اموی کے عہدمیں پیدا ہوئے اس کے بعد ۱۳۲ ھ میں سفاح عباسی خلیفہ ہوا(ابوالفداء) ۱۳۶ ھ میں منصور دوانقی عباسی خلفہ بنا ۱۵۸ ھ میں مہدی بن منصور مالک سلطنت ہوا(حبیب السیر) ۱۶۹ ھ میں ہادی عباسی کی بیعت کی گئی (ابن الوردی) ۱۷۰ ھ میں ہارون الرشید عباسی ابن مہدی خلیفہ وقت ہوا ۱۸۳ ھ میں ہارون کے زہر دینے سے امام علیہ السلام بحالت مظلومی قیدخانہ میں شہید ہوئے (صواعق محرقہ اخبار الخلفاء بن راعی)۔

نشوونما اور تربیت

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر کے بیس برس اپنے والدبزرگوار حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کے سایہ تربیت میں گزرے ایک طرف خدا کے دیئے ہوئے فطری کمال کے جوہر اوردوسری طرف اس باپ کی تربیت جس نے پیغمبر کے بتائے ہوئے مکارم الاخلاق کی یاد کو بھولی ہوئی دنیامیں ایساتازہ کردیاکہ انھیں ایک طرح سے اپنا بنالیا اورجس کی بناپر "ملت جعفری" نام ہوگیا امام موسی کاظم نے بچپنا اورجوانی کاکافی حصہ اسی مقدس آغوش میں گزارا،یہاں تک کہ تمام دنیاکے سامنے آپ کے ذاتی کمالات وفضائل روشن ہوگئے اورامام جعفرصادق علیہ السلام نے اپناجانشین مقررفرمادیاباوجودیکہ آپ کے بڑے بھائی بھی موجود تھے، مگرخداکی طرف کامنصب میراث کاترکہ نہیں ہے بلکہ ذاتی کمال کوڈھونڈتاہے سلسلہ معصومین مین امام حسن کے بعد بجائے ان کی اولادکے امام حسین کاامام ہونا اوراولادامام جعفرصادق علیہ السلام میں بجائے فرزنداکبرکے امام موسی کاظم علیہ السلام کی طرف امامت کامنتقل ہونا اس کاثبوت ہے کہ معیارامامت میں نسبی وراثت کومدنظرنہیں رکھاگیاہے (سوانح موسی کاظم ص ۴) ۔

آپ کے بچپن کے بعض واقعات

یہ مسلمات سے ہے کہ نبی اورامام تمام صلاحیتوں سے بھرپور متولد ہوتے ہیں،جب حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی عمرتین سال کی تھی، ایک شخص جس کانام صفوان جمال تھا حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضرہوکر مستفسرہواکہ مولا،آپ کے بعدامامت کے فرائض کون اداکرے گا، آپ نے ارشادفرمایا ائے صفوان!تم اسی جگہ بیٹھواوردیکھتے جاؤجوایسا بچہ میرے گھر سے نکلے جس کی ہربات معرفت خداوندی سے پرہو،اورعام بچوں کی طرح لہوولعب نہ کرتاہو، سمجھ لیناکہ عنان امامت اسی کے لیے سزاوارہے اتنے میں امام موسی کاظم علیہ السلام بکری کاایک بچہ لیے ہوئے برآمدہوئے اورباہرآکراس سے کہنے لگے "اسجدی ربک" اپنے خداکاسجدہ کریہ دیکھ کر امام جعفرصادق نے اسے سینہ سے لگالیا(تذکرۃ المعصومین ص ۱۹۲) ۔

صفوان کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر میں نے امام موسی سے کہا، صاحبزادے! اس بچہ کو کہئے کہ مرجائے آپ نے ارشاد فرمایا: کہ وائے ہو تم پر، کیا موت وحیات میرے ہی اختیار میں ہے (بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۲۶۶)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مسائل دینیہ دریافت کرنے کے لیے حسب دستور حاضر ہوئے اتفاقا آپ آرام فرمارہے تھے موصوف اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ آپ بیدا ہوں تو عرض مدعا کروں، اتنے امام موسی کاظم جن کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی برآمد ہوئے امام ابو حنیفہ نے انہیں سلام کرکے کہا: اے صاحبزادے یہ بتاؤ کہ انسان فاعل مختار ہے یا ان کے فعل کا خدا فاعل ہے یہ سن کر آپ زمین پر دوزانو بیٹھ گئے اور فرمانے لگے سنو! بندوں کے افعال تین حالتوں سے خالی نہیں، یا ان کے افعال کا فاعل صرف خدا ہے یا صرف بندہ ہے یا دونوں کی شرکت سے افعال واقع ہوتے ہیں اگر پہلی صورت ہے تو خدا کو بندہ پر عذاب کا حق نہیں ہے، اگر تیسری صورت ہے تو بھی یہ انصاف کے خلاف ہے کہ بندہ کو سزا دے اور اپنے کو بچالے کیونکہ ارتکاب دونوں کی شرکت سے ہوا ہے اب لامحالہ دوسری صورت ہوگی، وہ یہ کہ بندہ خود فاعل ہے اور ارتکاب قبیح پر خدا اسے سزا دے۔ بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۱۸۵)۔

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے اس صاحبزادے کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر ان کے سامنے سے لوگ برابر گزر رہے تھے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے صاحبزادے موسی کاظم نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے، حضرت نے امام موسی کاظم کو آواز دی وہ حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا بیٹا! ابو حنیفہ کیا کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ تم نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ تمہارے سامنے سے گزر رہے تھے امام کاظم نے عرض کی باباجان لوگوں کے گزرنے سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے، وہ ہمارے اور خدا کے درمیان حائل تو نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ تو "اقرب من حبل الورید" رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے، یہ سن کر آپ نے انھیں گلے سے لگالیا اور فرمایا اس بچہ کو اسرار شریعت عطا ہو چکے ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۶۹)۔

ایک دن عبداللہ ابن مسلم اور ابو حنیفہ دونوں وارد مدینہ ہوئے، عبداللہ نے کہا، چلو امام صادق علیہ السلام سے ملاقات کریں اور ان سے کچھ استفادہ کریں، یہ دونوں حضرت کے در دولت پر حاضر ہوئے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرت کے ماننے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے، اتنے امام صادق علیہ السلام کے بجائے امام موسی کاظم برآمد ہوئے لوگوں نے سروقد تعظیم کی، اگرچہ آپ اس وقت بہت ہی کمسن تھے لیکن آپ نے علوم کے دریا بہانے شروع کیے عبداللہ وغیرہ نے جو قدرے آپ سے دور تھے آپ کے قریب جاتے ہوئے آپ کی عزت ومنزلت کا آپس میں تذکرہ کیا، آخر میں امام ابو حنیفہ نے کہا کہ چلو میں انھیں ان کے شیعوں کے سامنے رسوا اور ذلیل کرتا ہوں، میں ان سے ایسے سوالات کروں گا کہ یہ جواب نہ دے سکیں گے عبداللہ نے کہا، یہ تمہارا خیال خام ہے ،وہ فرزند رسول ہیں، الغرض دونوں حاضر خدمت ہوئے، امام ابو حنیفہ نے امام موسی کاظم سے پوچھا صاحبزادے، یہ بتاؤ کہ

اگر تمہارے شہر میں کوئی مسافر آجائے اور اسے قضاحاجت کرنی ہو تو کیا کرے اور اس کے لیے کونسی جگہ مناسب ہوگی حضرت نے برجستہ جواب فرمایا:

"مسافر کو چاہئے کہ مکانوں کی دیواروں کے پیچھے چھپے، ہمسایوں کی نگاہوں سے بچے نہروں کے کناروں سے پرہیز کرے جن مقامات پر درختوں کے پھل گرتے ہوں ان سے حذر کرے۔

مکان کے صحن سے علیحدہ، شاہراہوں اور راستوں سے الگ مسجدوں کو چھوڑ کر، نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ، پھر اپنے کپڑوں کو بچا کر جہاں چاہے رفع حاجت کرے یہ سن کر امام ابوحنیفہ حیران رہ گیے، اور عبداللہ کہنے لگے کہ میں نہ کہتا تھا کہ یہ فرزند رسول ہیں انہیں بچپن ہی میں ہر قسم کا علم ہوا کرتا ہے (بحار، مناقب واحتجاج)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مکان میں تشریف فرماتھے اتنے میں آپکے نور نظر امام موسی کاظم علیہ السلام کہیں باہر سے واپس آئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا بیٹے! ذرا اس مصرعہ پر مصرعہ لگاؤ "تنخ عن القبیح ولا مزتودہ" آپ نے فورا مصرعہ لگایا "ومن اولیتہ حسنا فزدہ" بری باتوں سے دور رہو اور ان کا ارادہ بھی نہ کرو ۲۔ جس کے ساتھ بھلائی کرو، بھرپور کرو" پھر فرمایا! اس پر مصرعہ لگاؤ "ستلقی من عدوک کل کید" آپ نے مصرعہ لگایا "اذاکاوالعدوفلاتکدہ" (ترجمہ) ا۔ تمہارا دشمن ہر قسم کا مکروفریب کرے گا ۲۔ جب دشمن مکروفریب کرے تب بھی اسے برائی کے قریب نہیں جانا چاہئے (بحارالانوار جلد ۱۱ ص ۳۶۶)۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت

۱۴۸ھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی، اس وقت سے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بذات خود فرائض امام کے ذمہ دار ہوئے اس وقت سلطنت عباسیہ کے تخت پر منصور دوانقی بادشاہ تھا یہ وہی ظالم بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد سادات مظالم کا نشانہ بن چکے تھے تلوار کے گھاٹ اتارے گئے دیواروں میں چنوائے گئے یا قید رکھے گئے، خود امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جاچکی تھیں اور مختلف صورت سے تکلیفیں پہنچائی گئی تھی، یہاں تک کہ منصور ہی کا بھیجا ہوا زہر تھا جس سے آپ دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

ان حالات میں آپ کو اپنے جانشین کے متعلق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومت وقت اسے زندہ نہ رہنے دے گی اس لیے آپ نے آخری وقت اخلاقی بوجھ حکومت کے کندھوں پر رکھ دینے کے لیے یہ صورت اختیار فرمائی، کہ اپنی جائیداد اور گھر بار کے انتظامات کے لیے پانچ شخصوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی جس میں پہلا شخص خود خلیفہ وقت منصور عباسی تھا، اس کے علاوہ محمد بن سلیمان حاکم

مدینہ، اورعبداللہ افطح جوامام موسی کاظم کے سن میں بڑے بھائی تھے، اورحضرت امام موسی کاظم اوران کی والدہ معظمہ حمیدہ خاتون۔

امام کا اندیشہ بالکل صحیح تھا، اورآپ کا تحفظ بھی کامیاب ثابت ہوا، چنانچہ جب حضرت کی وفات کی اطلاح منصورکوپہنچی تواس نے پہلے توسیاسی مصلحت سے اظہاررنج کیا، تین مرتبہ اناللہ واناالیہ راجعون، کہا اورکہاکہ اب بھلاجعفرکامثل کون ہے؟ اس کے بعدحاکم مدینہ کولکھاکہ اگرجعفرصادق نے کسی شخص کواپنا وصی مقررکیاہوتواس کاسرفوراقلم کردو، حاکم مدینہ نے جواب میں لکھاکہ انہوں نے توپانچ وصی مقررکئے ہیں جن میں سے پہلے آپ خودہیں، یہ جواب سن کر منصوردیرتک خاموش رہااورسوچنے کے بعدکہنے لگاکہ اس صورت میں تویہ لوگ قتل نہیں کئے جاسکتے اس کے بعددس برس منصورزندہ رہا، لیکن امام موسی کاظم علیہ السلام سے کوئی تعرض نہ کیا، اورآپ مذہبی فرائض امامت کی انجام دہی میں امن وسکون کے ساتھ مصروف رہے یہ بھی تھاکہ اس زمانہ میں منصورشہربغدادکی تعمیرمیں مصروف تھاجس سے ۱۵۷ ھ یعنی اپنی موت سے صرف ایک سال پہلے اسے فراغت ہوئی، اس لیے وہ امام موسی کاظم کے متعلق کسی ایذا رسانی کی طرف متوجہ نہیں ہوالیکن اس عہدسے قبل وہ سادات کشی میں کمال دکھاچکاتھا۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ منصورکے زمانے میں بے انتہاسادات شہیدکئے گئے ہیں اورجوبچے ہیں وہ وطن چھوڑکربھاگ گئے ہیں انہیں تارکین وطن میں ہاشم بن ابراہیم بن اسماعیل الدیباج بن ابراہیم عمربن الحسن المثنی ابن امام حسن بھی تھے جنہوں نے ملتان کوعلاقوں میں سے مقام "خان" میں سکونت اختیارکرلی تھی (النزاع والتخاصم ص ۴۷ طبع مصر)۔

۱۵۸ ھ کے آخرمیں منصوردوانقی دنیاسے رخصت ہوا، اوراس کابیٹامہدی تخت سلطنت پربیٹھا، شروع میں تواس نے بھی امام موسی کاظم علیہ السلام کی عزت واحترام کے خلاف کوئی برتاؤنہیں کیامگرچندسال بعدپھروہی بنی فاطمہ کی مخالفت کاجذبہ ابھرااور ۱۶۴ ھ میں جب وہ حج کے نام سے حجازکی طرف گیاتوامام موسی کاظم علیہ السلام کواپنے ساتھ مکہ سے بغدادلے گیااورقیدکردیاایک سال تک حضرت اس کی قیدمیں رہے پھراس کواپنی غلطی کااحساس ہوااورحضرت کومدینہ کی طرف واپسی کاموقع دیاگیا۔

مہدی کے بعداس کابھائی ہادی ۱۶۹ ھ میں تخت سلطنت پربیٹھا اورصرف ایک سال ایک ماہ تک اس نے سلطنت کی، اس کے بعدہارون الرشیدکازمانہ آیاجس میں امام موسی کاظم علیہ السلام کوآزادی کی سانس لینانصیب نہیں ہوئی (سوانح امام موسی کاظم ص ۵)۔

علامہ طبرسی تحریرفرماتے ہیں کہ جب آپ درجہ امامت پرفائزہوئے اس وقت آپ کی عمربیس سال کی تھی (اعلام الوری ص ۱۷۱)۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بعض کرامات

واقعہ شقیق بلخی

علامہ محمدبن شافعی لکھتے ہیں کہ آپ کے کرامات ایسے ہیں کہ "تحار منہا العقول" ان کو دیکھ کر عقلیں چکرا جاتی ہیں، مثال کے لیے ملاحظہ ہو؟ ۱۴۹ ھ میں شقیق بلخی حج کے لیے گئے ان کا بیان ہے کہ میں جب مقام قادسیہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوب صورت جوان جن کا رنگ سانولہ (گندم گوں) تھا وہ ایک عظیم مجمع میں تشریف فرماہیں جسم ان کا ضعیف ہے وہ اپنے کپڑوں کے اوپر ایک کمبل ڈالے ہوئے ہیں اور پیروں میں جوتیاں پہنے ہوئے ہیں تھوڑی دیر بعد وہ مجمع سے ہٹ کر ایک علیحدہ مقام پر جا کر بیٹھ گئے، میں نے دل میں سوچا کہ یہ صوفی ہے اور لوگوں پر زادراہ کے لیے بار بننا چاہتا ہے، میں ابھی اس کی ایسی تنبیہ کروں گا کہ یہ بھی یاد رکھے گا، غرضیکہ میں ان کے قریب گیا جیسے ہی میں ان کے قریب پہنچا ہوں، وہ بولے اۓ شقیق بدگمانی مت کیا کرو یہ اچھا شیوہ نہیں ہے، اس کے بعد وہ فوراً اٹھ کر روانہ ہو گئے، میں نے خیال کیا کہ یہ معاملہ کیا ہے انہوں نے میرا نام لے کر مجھے مخاطب کیا اور میرے دل کی بات جان لی

اس واقعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہونہ ہو یہ کوئی عبد صالح ہوں بس یہی سوچ کر میں ان کی تلاش میں نکلا اور ان کا پیچھا کیا، خیال تھا کہ وہ مل جائیں گے تو میں ان سے کچھ سوالات کروں گا، لیکن نہ مل سکے، ان کے چلے جانے کے بعد ہم لوگ بھی روانہ ہوئے، چلتے چلتے جب ہم "وادی فضہ" میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہی جوان صالح یہاں نمازیں مشغول ہیں اور ان کے اعضاء وجوارح بید کی مانند کانپ رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں میں یہ سوچ کر ان کے قریب گیا کہ اب ان سے معافی طلب کروں گا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو بولے اۓ شفیق خدا کا قول ہے کہ جو توبہ کرتا ہے میں اسے بخش دیتا ہوں اس کے بعد پھر روانہ ہو گئے اب میرے دل میں یہ یقین آیا کہ یقیناً یہ بندہ عابد، کوئی ابدال ہے، کیوں کہ دو بار یہ میرے ارادہ سے اپنی واقفیت ظاہر کر چکا ہے میں نے ہرچند پھر ان سے ملنے کی سعی کی لیکن وہ نہ مل سکے جب میں منزل زبالہ پر پہنچا تو دیکھا کہ وہی جوان ایک کنویں کی جگت پر بیٹھے ہوئے ہیں اس کے بعد انہوں نے ایک کوزہ نکال کر کنوئیں سے پانی لینا چاہا، ناگاہ ان کے ہاتھ سے کوزہ چھوٹ کر کنوئیں میں گر گیا، میں نے دیکھا کہ کوزہ گرنے کے بعد انہوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہ احدیت میں کہا: میرے پالنے والے جب میں پیاسا ہوتا ہوں تو ہی سیراب کرتا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہوں تو ہی کھانا دیتا ہے خدایا! اس کوزہ کے علاوہ میرے پاس کوئی اور کوزہ نہیں ہے، میرے مالک! میرا کوزہ پر آب برآمد کردے، اس جوان صالح کا یہ کہنا تھا کہ کنوئیں کا پانی بلند ہوا اور اوپر تک آگیا آپ نے ہاتھ بڑھا کر اپنا کوزہ پانی سے بھرا ہوا لے لیا اور وضو فرما کر چار رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد آپ نے ریت کی ایک مٹھی اٹھائی اور پانی میں ڈال کر کھانا شروع کر دیا یہ دیکھ کر میں عرض پرداز ہوا جناب والا! مجھے بھی کچھ عنایت ہو میں بھوکا ہوں آپ نے وہی کوزہ میرے

حوالے کردیا جس میں ریت بھری تھی خدا کی قسم جب میں نے اس میں سے کھایا تو اسے ایسا لذیذ ستو پایا جیسا میں نے کھایا ہی نہ تھا، پھر اس ستو میں ایک خاص بات یہ تھی کہ میں جب تک سفر میں رہا بھوکا نہیں ہوا اس کے بعد آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔

جب میں مکہ معظمہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بالو (ریت) کے ٹیلے کے کنارے مشغول نماز ہیں اور حالت آپ کی یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور بدن پر خضوع و خشوع کے آثار نمایاں ہیں آپ نماز ہی میں مشغول تھے کہ صبح ہو گئی، آپ نے نماز صبح ادا فرمائی اور اس سے اٹھ کر طواف کا ارادہ کیا، پھر سات بار طواف کرنے کے بعد ایک مقام پر ٹھہرے میں نے دیکھا کہ آپ کے گرد بیشمار حضرات ہیں اور سب بے انتہا تعظیم و تکریم کر رہے ہیں، میں چونکہ ایک ہی سفر میں کرامات دیکھ چکا تھا اس لیے مجھے بہت زیادہ فکر تھی کہ یہ معلوم کروں کہ یہ بزرگ ہیں کون؟ انہوں نے کہا کہ یہ فرزند رسول حضرت امام موسی کاظم ہیں، میں نے کہا بے شک یہ صاحب کرامات جو میں نے دیکھے وہ اسی گھرانے کے لیے سزاوار ہیں (مطالب السول ص ۲۷۹، نورالابصار ص ۱۳۵، شواہدالنبوت ص ۱۹۳، صواعق محرقہ ص ۱۲۱، ارجح المطالب ص ۴۵۲)۔

مورخ ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ شقیق ابن ابراہیم بلخی کا انتقال ۱۹۰ ھ میں ہوا تھا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۵۹)۔

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیسی مدائنی حج کے لیے گئے اور ایک سال مکہ میں رہنے کے بعد وہ مدینہ چلے گئے ان کا خیال تھا کہ وہاں بھی ایک سال گزاریں گے، مدینہ پہنچ کر انہوں نے جناب ابوذر کے مکان کے قریب ایک مکام میں قیام کیا۔

مدینہ میں ٹھہرنے کے بعد انہوں نے امام موسی کاظم علیہ السلام کے وہاں آنا جانا شروع کیا، مدائنی کا بیان ہے کہ ایک شب کو بارش ہو رہی تھی اور میں اس وقت امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے عیسی تم فوراً اپنے مکان چلے جاؤ کیونکہ "انہدم البیت علی متاعک" تمہارا مکان تمہارے اثاثہ پر گر گیا ہے اور لوگ سامان نکال رہے ہیں یہ سن کر میں فوراً مکان کی طرف گیا، دیکھا کہ گھر گر چکا ہے اور لوگ سامان نکال رہے ہیں، دوسرے دن جب حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے پوچھا کہ کوئی چیز چوری تو نہیں ہوئی، میں نے عرض کی صرف ایک طشت نہیں ملتا جس میں وضو کیا کرتا تھا، آپ نے فرمایا وہ چوری نہیں ہوا، بلکہ انہدام مکان سے پہلے تم اسے بیت الخلاء میں رکھ کر بھول گئے ہو، تم جاؤ اور مالک کی لڑکی سے کہو، وہ لا دے گی، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور طشت مل گیا (نورالابصار ص ۱۳۵)۔

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک صحابی کے ہمراہ سو دینار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بطور نذر ارسال کیا وہ اسے لے کر مدینہ پہنچا، یہاں پہنچ کر اس نے سوچا کہ امام کے ہاتھوں میں اس جانا ہے لہذا پاک کر لینا چاہئے وہ کہتا ہے کہ میں نے ان یناروں کو جو امانت تھے شمار کیا تو وہ نناوے تھے میں نے ان میں اپنی طرف سے ایک دینار شامل کر کے سو پورا کر دیا، جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا سب دینار زمین پر ڈال دو، میں نے تھیلی کھول کر سب زمین

پرنکال دیا، آپ نے میرے بتائے بغیر اس میں سے میرا وہی دینار جو میں نے ملایا تھا مجھے دیدیا اور فرمایا بھیجنے والے نے عدد کا لحاظ نہیں کیا بلکہ وزن کا لحاظ کیا ہے جو ۹۹ میں پورا ہوتا ہے۔

ایک شخص کا کہنا ہے کہ مجھے علی بن یقطین نے ایک خط دے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا، میں نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر ان کا خط دیا، انہوں نے اسے پڑھے بغیر آستین سے ایک خط نکال کر مجھے دیا اور کہا کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا یہ جواب ہے (شواہد النبوت ص ۱۹۵)۔

ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام موسی کاظم علیہ السلام دل کی باتیں جانتے تھے اور ہر سوال کا جواب رکھتے تھے ہر جاندار کی زبان سے واقف تھے (روائح المصطفی ص ۱۶۲)۔

ابوحمزہ بطائنی کا کہنا ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ حج کو جارہا تھا کہ راستہ میں ایک شیر برآمد ہوا، اس نے آپ کے کان میں کچھ کہا آپ نے اس کو اسی کی زبان میں جواب دیا اور وہ چلا گیا ہمارے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی شیرنی کی ایک تکلیف کے لیے دعا کی خواہش کی، میں نے دعا کردی اور وہ واپس چلا گیا (تذکرۃ المعصومین ص ۱۹۳)۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے اخلاق وعادات اوشمائل واوصاف

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اس مقدس سلسلہ کی ایک فرد تھے جس کو خالق نے نوع انسانی کے لیے معیار کمال قرار دیا تھا اسی لیے ان میں سے ہر ایک اپنے وقت میں بہترین اخلاق واصاف کا مرقع تھا، بیشک یہ حقیقت ہے کہ بعض افراد میں بعض صفات اتنے ممتاز نظر آتے ہیں کہ سب سے پہلے ان پر نظر پڑتی ہے چنانچہ ساتویں امام میں تحمل وبرداشت اور غصہ ضبط کرنے کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپ کا لقب کاظم قرار دیا گیا جس کے معنی ہیں غصہ کو پینے والا، آپ کو کبھی کسی نے ترش روئی اور سختی کے ساتھ بات چیت کرتے نہیں دیکھا اور انتہائی ناگوار حالات میں بھی مسکراتے ہوئے نظر آئے مدینہ کے ایک حاکم سے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچیں یہاں تک کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیا کرتا تھا، مگر حضرت نے اپنے اصحاب کو ہمیشہ اس کے جواب دینے سے روکا۔

جب اصحاب نے اس کی گستاخیوں کی بہت شکایت کی اور کہا کہ اب ہمیں ضبط کی تاب نہیں ہمیں ان سے انتقام لینے کی اجازت دی جائے، تو حضرت نے فرمایا کہ میں خود اس کا تدارک کروں گا اس طرح ان کے جذبات میں سکون پیدا کرنے کے بعد حضرت خود اس شخص کے پاس اس کی زراعت پر تشریف لے گئے اور کچھ ایسا احسان اور حسن سلوک فرمایا کہ وہ اپنی گستاخیوں پرنادم ہوا، اور اپنے طرز عمل کو بدل دیا حضرت نے اپنے اصحاب سے صورت حال بیان فرما کر پوچھا کہ جو میں نے اس کے ساتھ کیا

وہ اچھا تھا یا جس طرح تم لوگ اس کے ساتھ کرنا چاہتے تھے سب نے کہا یقینا حضور نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہی بہتر تھا اس طرح آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کو عمل میں لا کر دکھلایا جو آج تک "نہج البلاغہ" میں موجود ہے کہ اپنے دشمن پر احسان کے ساتھ فتح حاصل کرو کیونکہ یہ دو قسم کی فتح میں زیادہ پر لطف کامیابی ہے بے شک اس لیے فریق مخالف کے ظرف کا صحیح اندازہ ضروری ہے اور اسی لیے حضرت علی نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ "خبردار! یہ عدم تشدد کا طریقہ نا اہل کے ساتھ اختیار نہ کرنا ورنہ اس کے تشدد میں اضافہ ہو جائے گا۔

یقینا ایسے عدم تشدد کے موقع کو پہچاننے کے لیے ایسی ہی بالغ نگاہ کی ضرورت ہے جیسی امام کو حاصل تھی، مگر یہ اس وقت میں ہے جب مخالف کی طرف سے کوئی ایسا عمل ہو چکا ہو جو اس کے ساتھ انتقامی تشدد کا جواز پیدا کر سکے لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی اقدام ابھی ایسا نہ ہوا ہو تو یہ حضرات بہر حال اس کے ساتھ احسان کرنا پسند کرتے تھے تاکہ اس کے خلاف حجت قائم ہو اور اسے ایسے جارحانہ اقدام کے لیے تلاش سے بھی کوئی عذر نہ مل سکے بالکل اسی طرح جیسے ابن ملجم کے ساتھ جو جناب امیر علیہ السلام کو شہید کرنے والا تھا آخر وقت تک جناب امیر علیہ السلام احسان فرماتے رہے اسی طرح محمد بن اسماعیل کے ساتھ جو امام موسی کاظم علیہ السلام کی جان لینے کا باعث ہوا، آپ احسان فرماتے رہے یہاں تک کہ اس سفر کے لیے جو اس نے مدینہ سے بغداد کی طرف خلیفہ بنی عباسی کے پاس امام موسی کاظم علیہ السلام کی شکایتیں کرنے کے لیے کیا تھا ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم کی رقم خود حضرت ہی نے عطا فرمائی تھی جس کو وہ لے کر روانہ ہوا تھا۔

آپ کو زمانہ بہت ناسازگار ملا تھا نہ اس وقت وہ علمی دربار قائم رہ سکتا تھا جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں قائم رہ چکا تھا نہ دوسرے ذرائع سے تبلیغ و اشاعت ممکن تھی پس آپ کی خاموش سیرت ہی تھی جو دنیا کو آل محمد کی تعلیمات سے روشناس بنا سکتی تھی آپ اپنے مجمعوں میں بھی اکثر بالکل خاموش رہتے تھے یہاں تک کہ جب تک آپ سے کسی امر کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے آپ گفتگو میں ابتداء بھی نہ فرماتے تھے، اس کے باوجود آپ کی علمی جلالت کا سکہ دوست اور دشمن سب کے دل پر قائم تھا اور آپ کی سیرت کی بلندی کو بھی سب مانتے تھے۔

اس لیے عام طور پر آپ کو اکثر عبادت اور شب زندہ داری کی وجہ سے عبد صالح کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا آپ کی سخاوت اور فیاضی کا بھی شہرہ تھا اور فقراء مدینہ کی اکثر پوشیدہ طور پر خبر گیری فرماتے تھے ہر نماز صبح کی تعقیبات کے بعد، آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے پیشانی سجدہ میں رکھ دیتے تھے اور زوال کے وقت سر اٹھاتے تھے قرآن مجید کی نہایت دلکش انداز میں تلاوت فرماتے تھے خود بھی روتے جاتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی آپ کی آواز سے متاثر ہو کر روتے تھے (سوانح موسی کاظم ص ۸، اعلام الوری ۱۷۸)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا کہ آپ فقیروں کو ڈھونڈا کرتے تھے اور جو فقیر آپ کو مل جاتا تھا اس کے گھر میں روپیہ پیسہ اشرفی اور کھانا پانی پہنچایا کرتے تھے اور یہ عمل آپ کارات کے وقت ہوتا تھا اس طرح آپ فقراء مدینہ کے بے شمار گھروں کا آذوقہ چلا رہے تھے اور لطف یہ ہے کہ ان لوگوں تک کو یہ پتہ نہ تھا کہ ہم تک سامان پہنچانے والا کون ؟ یہ راز اس وقت کھلا جب آپ دنیا سے رحلت فرما گئے (نورالابصار ص ۱۳۶ طبع مصر)۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۴ میں ہے کہ آپ ہمیشہ دن بھر روزہ رکھتے تھے اور رات بھر نمازیں پڑھا کرتے تھے علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ آپ بے انتہا عبادت و ریاضت فرمایا کرتے تھے اور طاعت خدا میں اس درجہ شدت برداشت کرتے تھے جس کی کوئی حد نہ تھی۔

ایک دفعہ مسجد نبوی میں آپ کو دیکھا گیا کہ آپ سجدہ میں مناجات فرمارہے ہیں اور اس درجہ سجدہ کو طول دیا کہ صبح ہوگئی (وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۳۱)۔

ایک شخص آپ کی برابر بلاوجہ برائیاں کرتا تھا جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ایک ہزار دینار (اشرفی) اس کے گھر پر بطور انعام بھجوادیا (روائح المصطفی ص ۲۶۴) جس کے نتیجہ میں وہ اپنی حرکت سے باز آگیا۔

خلیفہ ہارون الرشید عباسی اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام

۱۵ / ربیع الاول ۱۷۰ ھ کو مہدی کا بیٹا ابو جعفر ہارون الرشید عباسی خلیفہ وقت بنایا گیا اس نے اپنا وزیر اعظم یحیی بن خالد برمکی کو بنایا اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابو یوسف کو قاضی قضاۃ کا درجہ دیا، بروایتے ذاہبی اس نے اگرچہ بعض اچھے کام بھی کئے ہیں لیکن لہوو لعب اور حصول لذت ممنوعہ میں منفرد تھا، ابن خلدون کا کہنا ہے کہ یہ اپنے دادا منصور کے نقش قدم پر چلتا تھا فرق اتنا تھا کہ وہ بخیل تھا اور یہ سخی، یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے راگ راگنی اور موسیقی کو شریف پیسہ قرار دیا تھا، اس کی پیشانی پر سادات کشی کا بھی نمایاں داغ ہے علم موسیقی کا ماہر ابو اسحاق ابراہیم موصلی اس کا درباری تھا۔

حبیب السیر میں ہے کہ یہ پہلا اسلامی بادشاہ ہے جس نے میدان میں گیندبازی کی اور شطرنج کے کھیل کا شوق کیا احادیث میں ہے کہ شطرنج کھیلنا بہت بڑا گناہ ہے جامع الاخبار میں ہے کہ جب امام حسین کا سر دربار یزید میں پہنچا تھا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ ہارون رشید اپنے باپ کی مدخولہ لونڈی پر عاشق ہوگیا اس نے کہا میں تمہارے باپ کے پاس رہ چکی ہوں، تمہارے لیے حلال نہیں ہوں ہارون نے قاضی ابو یوسف سے فتوی طلب کیا انہوں نے کہا آپ اس کی بات کیوں مانتے ہیں یہ جھوٹ بھی بول سکتی ہے اس فتوے کے سہارے سے اس نے اس کے ساتھ بدفعلی کی۔

علامہ سیوطی یہ بھی لکھتے ہیں کہ بادشاہ ہارون نے ایک لونڈی خرید کر اس کے ساتھ اسی رات بلا استبراء جماع کرنا چاہا، قاضی ابو یوسف نے کہا کہ اسے اپنے کسی لڑکے کو ہبہ کرکے استعمال کرلیجئے علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ اس فتوی کی اجرت امام ابو یوسف نے ایک لاکھ درہم لی تھی علامہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ابو حنیفہ کے شاگردوں میں ابو یوسف کی نظیر نہ تھی اگر یہ نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہ کا ذکر بھی نہ ہوتا۔

تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین میں بحوالہ صحاح الاخبار مرقوم ہے کہ ہارون الرشید کا درجہ سادات کشی میں منصور سے کم نہ تھا اس نے ۱۷۶ ھ میں حضرت نفس زکیہ علیہ الرحمۃ کے بھائی یحی کو دیوار میں زندہ چنوادیا تھا اسی نے امام موسی کاظم کو اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ ولی اللہ میرے خلاف علم بغاوت بلند نہ کردیں اپنے ساتھ حجاز سے عراق میں لاکر قید کردیا اور ۱۸۳ ھ میں زہر سے ہلاک کردیا۔

علامہ مجلسی تحفۃ الزائرین لکھتے ہیں کہ ہارون الرشید نے دوسری صدی ہجری میں امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زمین جتوائی تھی اور قبر پر جو بیری کا درخت بطور نشان موجود تھا اسے کٹوادیا تھا، جلاء العیون اور قمقام میں بحوالہ امالی شیخ طوسی مرقوم ہے کہ جب اس واقعہ کی اطلاع جریر ابن عبد الحمید کو ہوئی تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلعم کی حدیث "لعن اللہ قاطع السدرۃ" بیری کے درخت کاٹنے والے پر خدا کی لعنت ہو، کا مطلب اب واضح ہوا (تصویر کربلا ص ۶۱ طبع دہلی ص ۱۸۳۸)۔

ہارون الرشید کا پہلا حج اور امام موسی کاظم علیہ السلام کی پہلی گرفتاری

مورخ ابو الفداء لکھتا ہے کہ عنان حکومت لینے کے بعد ہارون الرشید نے ۱۷۳ ھ میں پہلے پہل حج کیا علامہ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں کہ "جب ہارون الرشید حج کو آیا تو لوگوں نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بارے میں چغلی کھائی کہ ان کے پاس ہر طرف سے مال چلا آتا ہے، اتفاق سے ایک روز ہارون رشید خانہ کعبہ کے نزدیک حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے ملاقی ہوا اور کہنے لگا تم ہی ہو جن سے لوگ چھپ چھپ کر بیعت کرتے ہیں امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم دلوں کے امام ہیں اور آپ جسموں کے، ہارون رشید نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ تم کس دلیل سے کہتے ہو کہ ہم رسول اللہ کی ذریت ہیں حالانکہ تم علی کی اولاد ہو اور ہر شخص اپنے دادا سے منتسب ہوتا ہے نانا سے منتسب نہیں ہوتا حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائے کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے "ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب وزکریا ویحی وعیسی" اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسی بے باپ کے پیدا ہوئے تھے تو جس طرح محض اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت انبیاء میں ملحق ہوئے اسی طرح ہم بھی اپنی مادر گرامی حضرت فاطمہ کی نسبت سے جناب رسول خدا کی ذریت ٹھہرے، پھر فرمایا کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو مباہلہ کے وقت پیغمبر نے سوا علی اور فاطمہ اور حسن وحسین کے کسی کو نہیں بلایا اور بفحوائے "ابنانا" حضرت حسن وحسین ہی رسول اللہ کے بیٹے قرار پائے (صواعق محرقہ ص ۱۲۲، نور الابصار ص ۱۳۴، ارجح المطالب ص ۴۵۲)۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون رشید حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ آیا اور زیارت کے لیے روضہ مقدسہ نبوی پر حاضر ہوا اس وقت اس کے گرد قریش اور دیگر قبائل عرب جمع تھے، نیز حضرت امام موسی کاظم بھی ساتھ تھے ہارون رشید نے حاضرین پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لیے قبر مبارک کی طرف ہو کر کہا، سلام ہو آپ پر ائے رسول اللہ، اے ابن عم (میرے چچا زاد بھائی) حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ سلام ہو، آپ پر ائے میرے پدر بزرگوار! یہ سن کر ہارون کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا، اور اس نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لے جا کر قید کردیا (وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۳۱، تاریخ احمدی ص ۳۴۹)۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کے قید خانہ میں تھے ہارون نے آپ کا امتحان کرنے کے لیے ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی، آپ کی خدمت کرنے کے لیے قید خانہ میں بھیجدی حضرت نے جب اسے دیکھا تو لانے والے سے فرمایا کہ ہارون سے جا کر کہہ دینا کہ انہوں نے یہ ہدیہ واپس کیا ہے اور کہا ہے کہ "بل انتم بھدیتکم تفرحون" وہ عطائے تو بہ لقاء تو اس سے تم ہی خوشی حاصل کرو، اس نے ہارون سے واقعہ بیان کیا، ہارون نے کہا کہ اسے لے جا کر وہیں چھوڑآؤ، اور ابن جعفر سے کہو کہ نہ میں نے تمہاری مرضی سے تمہیں قید کیا ہے اور نہ تمہاری مرضی سے تمہارے پاس یہ لونڈی بھیجی ہے، میں جو حکم دوں وہ کرنا ہوگا الغرض وہ لومڑی حضرت کے پاس چھوڑ دی گئ

چند دنوں کے بعد ہارون نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جا کر پتہ لگائے کہ اس لونڈی کا کیا رہا اس نے جو قید خانے میں جا کر دیکھا تو وہ حیران رہ گیا اور بھاگا ہوا ہارون کے پاس آکر کہنے لگا کہ وہ لونڈی تو زمین پر سجدہ مےں پڑی ہوئی "سبّوح قدّوس" ۔کہہ رہی ہے۔اور اس کا عجیب حال ہے ۔ہارون نے حکم دیا کہ اسے اس کے سامنے پیش کیا جائے، جب وہ آئی تو بالکل مبہوث تھی ،ہارون نے پوچھا کہ بات کیا ہے، اس نے کہا کہ جب میں حضرت کے پاس گئی اور میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہوں، تو آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ لوگ جب کہ میرے پاس موجود ہیں مجھے تیری کیا ضرورت ہے ،میں نے جب اس سمت کو نظر کی تو دیکھا کہ جنّت آراستہ ہے، اور حور و غلماں موجود ہے ان کا حسن و جمال دیکھ کر میں سجدہ میں گرپڑی اور عبادت کرنے پر مجبور ہوگئی ۔

اے بادشاہ میں نے وہ چیزیں کبھی نہیں دیکھیں جو قید خانہ میں میری نظر سے گزریں، بادشاہ نے کہا کہ کہیں تو نے سونے کی حالت میں خواب نہ دیکھا ہو، اس نے کہا اے بادشاہ ایسا نہیں ہے میں نے عالم بیداری میں بچشم خود سب کچھ دیکھا ہے یہ سن کر بادشاہ نے اس عورت کو کسی محفوظ مقام پر پہنچادیا اور اس کے لیے حکم دیا گیا کہ اس کی نگرانی کی جائے تا کہ یہ کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنے پائے ،راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد وہ تاحیات مشغول عبادت رہی اور جب کوئی اس کی نماز وغیرہ کے بارے میں کچھ کہتا تھا تو یہ جواب میں کہتی تھی کہ میں نے عبد صالح امام موسی کاظم علیہ السلام کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

یہ پاکباز عورت حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی وفات سے چند دنوں پہلے فوت ہوگئی (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۶۳)۔

قیدخانہ سے آپ کی رہائی

آپ قیدخانہ میں تکالیف سے دوچار تھے، اور ہر قسم کی سختیاں آپ پر کی جارہی تھیں کہ ناگاہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جس سے مجبور ہو کر اس نے آپ کو رہا کردیا، علامہ ابن حجر مکی بحوالہ علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ایک شب کو ہارون رشید نے حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ وہ ایک تیشہ لیے ہوئے تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے فرزند کو رہا کردے ورنہ میں ابھی تجھے کیفر کردار تک پہنچادوں گا اس خواب کو دیکھتے ہی اس نے رہائی کا حکم دیا، اور کہا کہ اگر آپ یہاں رہنا چاہیں تو رہیئے اور مدینہ جانا چاہتے ہیں تو تشریف لے جائیے آپ کو اختیار ہے، علامہ مسعودی کا کہنا ہے کہ اسی شب کو حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفی صلعم کو خواب میں دیکھا تھا (صواعق محرقہ ص ۱۲۲ طبع مصر، علامہ جامی لکھتے ہیں کہ مدینہ روانہ کرتے وقت ہارون نے آپ سے خروج کا شبہ ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ خروج وبغاوت میرے شایان شان نہیں ہے خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا (شواہد النبوت ص ۱۹۲)۔

امام موسی کاظم علیہ السلام اور علی بن یقطین بغدادی

قیدخانہ رشید سے چھوٹنے کے بعد حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام مدینہ منورہ پہنچے اور بدستور اپنے فرائض امامت کی ادائیگی میں مشغول ہوگئے، آپ چونکہ امام زمانہ تھے اس لیے آپ کو زمانہ کے تمام حوادث کی اطلاع تھی۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے علی بن یقطین بن موسی کوفی بغدادی کہ جو کہ امام موسی کاظم علیہ السلام کے خاص ماننے والے تھے اور اپنی کارکردگی کی وجہ سے ہارون رشید کے مقربین میں سے تھے، بہت سی چیزیں دیں جن میں خلعت فاخرہ اور ایک بہت عمدہ قسم کا سیاہ زربفت کا بنا ہوا چغہ تھا جس پر سونے کے تاروں سے پھول کڑھے ہوئے تھے اور جسے صرف خلفاء اور بادشاہ پہنا کرتے تھے علی بن یقطین نے ازراہ تقرب وعقیدت اس سامان میں اور بہت سی چیزوں کا اضافہ کرکے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا آپ نے ان کا ہدیہ قبول کرلیا، لیکن اس میں سے اس لباس مخصوص کو واپس کردیا جو زربفت کا بنا ہوا تھا اور فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھو، یہ تمہارے اس وقت کام آئے گا جب "جان جوکھم" میں پڑی ہوگی انہوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ امام نہ جانے کس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہواسے اپنے پاس رکھ لیا تھوڑے دنوں کے بعد ابن یقطین اپنے ایک غلام سے ناراض ہوگئے اور اسے اپنے گھر سے نکال دیا اس نے جاکر رشید خلیفہ سے ان کی چغلی کھائی اور کہا کہ آپ نے جس

قدر خلعت وغیرہ انہیں دی ہے انہوں نے سب کا سب امام موسی کاظم علیہ السلام کو دیدیا ہے، اور چونکہ وہ شیعہ ہیں، اس لیے امام کو بہت مانتے ہیں، بادشاہ نے جونہی یہ بات سنی، وہ آگ بگولہ ہوگیا اور اس نے فوراً سپاہیوں کو حکم دیا کہ علی بن یقطین کو اسی حالت میں گرفتار کرلائیں جس حال میں ہو ہوں، الغرض ابن یقطین لائے گئے ، بادشاہ نے پوچھا میرا دیا ہوا چغہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا بادشاہ میرے پاس ہے اس نے کہا میں دیکھنا چاہتا ہوں اور سنو! اگر تم اس وقت اسے نہ دیکھا سکے تو میں تمہاری گردن ماردوں گا، انہوں نے کہا بادشاہ میں ابھی پیش کرتا ہوں، یہ کہہ کر انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ میرے مکان میں جا کر میرے فلاں کمرہ سے میرا صندوق اٹھالا، جب وہ بتایا ہوا صندوق لے آیا تو آپ نے اس کی مہر توڑی اور چغا نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا، جب بادشاہ نے اپنی آنکھوں سے چغہ دیکھ لیا، تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا، اور خوش ہو کر کہنے لگا، کہ اب میں تمہارے بارے میں کسی کی کوئی بات نہ مانوں گا(شواہد النبوت ص ۱۹۴)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ پھر اس کے بعد رشید نے اور بہت ساعطیہ دے کر انہیں عزت واحترام کے ساتھ واپس کردیا اور حکم دیا کہ چغلی کرنے والے کو ایک ہزار کوڑے لگائے جائیں چنانچہ جلادوں نے مارنا شروع کیا اور وہ پانچ سو کوڑے کھا کر مرگیا (بحار الانوار ص ۱۳۰)۔

علی ابن یقطین کو الٹا وضو کرنے کا حکم

علامہ طبرسی اور علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ علی بن یقطین نے امام موسی کاظم علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ "ہمارے درمیان" اس امر میں بحث ہورہی ہے کہ آیا مسح کعب سے اصابع(انگلیوں) تک ہونا چاہئے یا انگلیوں سے کعب تک حضور اس کی وضاحت فرمائیں، حضرت نے اس خط کا ایک عجیب وغریب جواب تحریر فرمایا آپ نے لکھا کہ میرا خط پاتے ہی تم اس طرح وضو شروع کرو کہ تین مرتبہ کلی کرو، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، تین مرتبہ منہ دھوؤ، اپنی ڈاڑھی کو اچھی طرح بھگوؤ، سارے سر کا مسح کرو، اندر باہر کانوں کا مسح کرو، تین مرتبہ پاؤں دھوؤ اور دیکھو میرے اس حکم کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرنا۔

علی بن یقطین نے جب اس خط کو پڑھا، حیران رہ گئے لیکن یہ سمجھتے ہوئے کہ "مولائی اعلم بماقال" آپ نے جو کچھ حکم دیا ہے اس کی گہرائی اور اس کو جہ کا اچھی طرح آپ کو علم ہوگا اس پر عمل کرنا شروع کردیا۔

راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین کی مخالفت برابر دربار میں ہوا کرتی تھی اور لوگ بادشاہ سے کہا کرتے تھے کہ یہ شیعہ ہے اور تمہارے مخالف ہے ایک دن بادشاہ نے اپنے بعض مشیروں سے کہا کہ علی بن یقطین کی شکایات بہت ہوچکی ہیں، اب میں خود چھپ کر دیکھوں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ وضو کیونکہ کرتے اور نماز کیسے پڑھتے ہیں، چنانچہ اس نے چھپ کر آپ کے حجرہ میں

نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ اہل سنت کے اصول اور طریقے پر وضو کر رہے ہیں یہ دیکھ کر وہ ان سے مطمئن ہو گیا اور اس کے بعد سے پھر کسی کے کہنے کو باور نہیں کیا۔

اس واقعہ کے فورا بعد امام موسی کاظم علیہ السلام کا خط علی بن یقطین کے پاس پہنچا جس میں مرقوم تھا کہ خدشہ دور ہو گیا "توضاء کما امرک اللہ" اب تم اسی طرح وضو کرو، جس طرح خدا نے حکم دیا ہے یعنی اب الٹا وضو نہ کرنا، بلکہ سیدھا اور صحیح وضو کرنا اور تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے سے کعبین تک پاؤں کا مسح ہونا چاہئے (اعلام الوری ص ۱۷۰، مناقب جلد ۵ ص ۵۸)۔

وزیر اعظم علی بن یقطین کو امام موسی کاظم کی فہمایش

علامہ حسین بن عبد الوہاب تحریر فرماتے ہیں کہ "محمد بن علی صوفی کا بیان ہے کہ ابراہیم جمال (جو امام موسی کاظم کے صحابی تھے) نے ایک دن ابو الحسن علی بن یقطین سے ملاقات کے لیے وقت چاہا انہوں نے وقت نہ دیا، اسی سال وہ حج کے لیے گئے اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بھی تشریف لے گئے ابن یقطین حضرت سے ملنے کے لیے گئے انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا، ابن یقطین کو بڑا تعجب ہوا، راستے میں ملاقات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے ابراہیم سے ملاقات کرنے سے انکار کیا تھا اس لیے میں بھی تم سے نہیں ملا اور اس وقت تک نہ ملوں گا جب تک تم ان س معافی نہ مانگو گے اور انہیں راضی نہ کرو گے، ابن یقطین نے عرض کی مولا میں مدینہ میں ہوں اور وہ کوفہ میں ہیں، فوری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے، فرمایا تم تنہا بقیع میں جاؤ، ایک اونٹ تیار ملے گا اور اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ کے لیے روانہ ہو چشم زدن میں وہاں پہنچ جاؤ گے چنانچہ وہ گئے اور اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ پہنچے، ابراہیم کے دروازہ پر دق الباب کیا آواز آئی کون ہے؟ کہا میں ابن یقطین ہوں، انہوں نے کہا، تمہارا میرے دروازہ پر کیا کام ہے؟ ابن یقطین نے جواب دیا، سخت مصیبت میں بتلا ہوں، خدا کے لیے ملنے کا وقت دو، چنانچہ انہوں نے اجازت دی، ابن یقطین نے قدموں پر سر رکھ کر معافی مانگی اور سارا واقعہ کہہ سنایا ابراہیم نے معافی دی پھر اسی اونٹ پر سوار ہو کر چشم زدن میں مدینہ پہنچے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام نے بھی معاف کر دیا اور ملاقات کا وقت دے کر گفتگو فرمائی (عیون المعجزات ص ۱۲۳ طبع ملتان)۔

امام موسی کاظم اور فدک کے حدود اربعہ

علامہ یوسف بغدادی سبط ابن جوزی حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ہارون الرشید نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے کہا کہ آپ فدک لینا چاہیں تو میں دیدوں، آپ نے فرمایا کہ میں جب اس کے حدود بتاؤں گا تو اسے دینے پر راضی نہ ہوگا اور میں اسی وقت لے سکتا ہوں جب اس کے پورے حدود دئیے جائیں، اس نے پوچھا اس کے حدود کیا ہیں فرمایا پہلی حد، عدن ہے دوسری

سمرقند ہے تیسری حد افریقہ ہے چوتھی حد سیف البحر ہے جو خزر اور آرمینیہ کے قریب ہے یہ سن کر ہارون رشید آگ بگولہ ہوگیا اور کہنے لگا کہ پھر ہمارے لیے کیا رہا؟ حضرت نے فرمایا کہ اسی لیے تو میں نے لینے سے انکار کیا تھا اس واقعہ کے بعد ہی سے ہارون رشید حضرت کے درپئے قتل ہوگیا (خواص الامۃ علامہ سبط ابن جوزی س ۴۱۶)۔

امام موسی کاظم علیہ السلام کے دوبارہ گرفتاری

علامہ ابن شہر آشوب، علامہ طبرسی، علامہ اربلی، علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ۷۰ - ۱۶۹ ھ میں ہادی کے بعد ہارون تخت خلافت پر بیٹھا، سلطنت عباسیہ کے قدیم روایات جو سادات بنی فاطمہ کی مخالفت میں تھے اس کے پیش نظر تھے، خود اس کے باپ منصور کا رویہ جو امام صادق علیہ السلام کے خلاف تھا، اسے معلوم تھا، اس کا یہ ارادہ کے جعفر صادق کے جانشین کو قتل کرڈالا جائے، یقینا اس کے بیٹے ہاؤوں کو معلوم ہوچکا ہوگا، وہ تو امام جعفر صادق علیہ السلام کی حکیمانہ وصیت کا اخلاقی دباؤ تھا جس نے منصور کے ہاتھ باندھ دئے تھے اور پھر شہر بغداد کی تعمیر کی مصروفیت تھی جس نے اسے اس جانب متوجہ نہ ہونے دیا تھا، اب ہارون کے لیے سب سے پہلے یہی تصور پیدا ہوسکتا تھا کہ اس روحانیت کے مرکز کو جو مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں قائم ہے توڑنے کی کوشش کی جائے، مگر ایک طرف امام موسی کاظم علیہ السلام کا محتاط اور خاموش طرز عمل اور دوسری طرف سلطنت کی اندرونی مشکلات ان کی وجہ سے نو برس تک ہارون رشید کو بھی کسی کھلے ہوئے تشدد کا امام کے خلاف موقع نہ ملا۔

اسی دوران میں عبداللہ ابن حسن کے فرزند یحی کا واقعہ درپیش ہوا اور وہ امان دئیے جانے کے بعد تمام عہد وپیمان توڑ کر دردناک طریقے پر قید رکھے گئے اور پھر قتل کئے گئے باوجودیکہ یحی کے معاملات سے امام موسی کاظم علیہ السلام کو کسی طرح کا سروکار نہ تھا، بلکہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ان کو حکومت کی مخالفت سے منع فرماتے تھے مگر عداوت بنی فاطمہ کا جذبہ جو یحی بن عبداللہ کی مخالفت کے بہانے سے ابھر گیا تھا، اس کی زد سے امام موسی کاظم علیہ السلام بھی محفوظ نہ رہ سکے، ادھر یحی بن خالد برمکی نے جو وزیر اعظم تھا، امین (فرزند ہارون رشید) کے اتالیق جعفر بن محمد اشعث کی رقابت میں اس کے خلاف یہ الزام قائم کیا کہ یہ امام موسی کاظم علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہے اور ان کے اقتدار کا خواہاں ہے۔

براہ راست اس کا مقصد ہارون کو جعفر سے برگشتہ کرنا تھا، لیکن بالواسطہ اس کا تعلق حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ بھی تھا اس لئے ہارون کو حضرت کی ضرررسانی کی فکر پیدا ہوگئی اسی دوران میں یہ واقعہ ہوا کہ ہارون رشید حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ میں آیا اتفاق سے اسی سال حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بھی حج کو تشریف لائے ہوئے تھے ہارون نے اپنی آنکھوں سے اس عظمت ومرجعیت کا مشاہدہ کیا جو مسلمانوں میں امام موسی کاظم کے متعلق پائی جاتی تھی اس سے اس کے حسد کی آگ بھڑک اٹھی اس کے بعد اس میں محمد بن اسماعیل کی مخالفت نے اور اضافہ کردیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اسماعیل، امام جعفرصادق علیہ السلام کے بڑے فرزند تھے اوراس لیے ان کی زندگی میں عام طورپرلوگوں کاخیال یہ تھا، کہ وہ امام جعفرصادق علیہ السلام کے قائم مقام ہوں گے مگر ان کا انتقال امام جعفرصادق علیہ السلام کے زمانے میں ہوگیااورلوگوں کایہ خیال غلط ثابت ہوا، پھربھی بعض سادہ لوح اس اصحاب اس خیال پررہے کہ جانشینی کاحق اسماعیل اوراولاداسماعیل میں منحصرہے انہوں نے امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت کوتسلیم نہیں کیاچنانچہ اسماعیلیہ فرقہ بن گیا مختصرتعدادمیں صحیح اب بھی دنیامیں موجودہے محمدان ہی اسماعیل کے فرزندتھے اوراس لیے امام موسی کاظم علیہ السلام سے ایک طرح کی مخالفت پہلے سے رکھتے تھے مگرچونکہ ان کے ماننے والوں کی تعدادبہت کم تھی اوروہ افرادکوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے اس لیے ظاہری طورپرامام موسی کاظم کے یہاں آمدورفت رکھتے تھے اورظاہری طورپرقرابت داری کے تعلقات قائم کئے ہوئے تھے۔

ہارون رشیدنے امام موسی کاظم علیہ السلام کی مخالفت کی صورتوں پرغورکرتے ہوئے یحی برمکی سے مشورہ لیا، کہ میں چاہتاہوں کہ اولادابوطالب میں سے کسی کوبلاکراس سے موسی بن جعفرکے پورے حالات دریافت کروں یحی جوخودبھی عداوت بنی فاطمہ میں ہارون سے کم نہ تھا اس نے محمدبن اسماعیل کاپتہ دیا، کہ آپ ان کوبلاکردریافت کریں، توصحیح حالات معلوم ہوسکیں گے، چنانچہ اسی وقت محمدبن اسماعیل کے نام خط لکھاگیا۔

شہنشاہ وقت کاخط جومحمدبن اسماعیل کوپہنچاتواس نے اپنی دنیاوی کامیابی کابہترین ذریعہ سمجھ کرفورا بغدادجانے کاارادہ کرلیامگران دنوں ہاتھ بالکل خالی تھا، اتناروپیہ پاس موجودنہ تھاکہ سامان سفرکرتے، مجبورااسی ڈیوڑھی پرآناپڑاجہاں کرم وعطاء میں دوست اوردشمن کی تفریق نہ تھی امام موسی کاظم علیہ السلام کے پاس آکربغدادجانے کاارادہ ظاہرکیاحضرت خوب سمجھتے تھے کہ اس بغدادکے سفرکاپس منظراوراس کی بنیادکیاہے حجت تمام کرنے کی غرض سے آپ نے سفرکاسبب دریافت کیاانہوں نے اپنی پریشان حالی بیان کرتے ہوئے کہا قرضداربہت ہوگیاہوں، خیال کرتاہوں کہ شایدوہاں جاکرکوئی صورت بسراوقات کی نکلے اورمیراقرضہ اداہوجائے حضرت نے فرمایا، وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے میں وعدہ کرتاہوں کہ تمہاراتمام قرضہ اداکردوں گا اورجہاں تک ہوگاتمہارے ضروریات زندگی بھی پورے کرتارہوں گا۔

افسوس ہے کہ محمدنے اس کے بعدبھی بغدادجانے کاارادہ نہیں بدلاچلتے وقت حضرت سے رخصت ہونے لگے توعرض کیاکہ مجھے وہاں کے متعلق کچھ ہدایت فرمائی جائے، حضرت نے اس کاکچھ جواب نہ دیا جب انہوں نے کئی مرتبہ اصرارکیاتوحضرت نے فرمایاکہ "بس اتناخیال رکھناکہ میرے خون میں شریک نہ ہونا، اورمیرے بچوں کی یتمی کاباعث نہ بننا" محمدنے اس کے بعدبہت کہاکہ یہ بھلاکونسی بات ہے جومجھ سے کہی جاتی ہے کچھ اورہدایت فرمائیے حضرت نے اس کے علاوہ کچھ کہنے سے انکارکیا، جب وہ چلنے لگاتوحضرت نے ساڑھے چارسودیناراورپندرہ سودرہم انہیں مصارف سفرکے لیے عطافرمائے نتیجہ وہی ہوا، جوحضرت کے پیش نظرتھا، محمدبن اسماعیل بغدادپہنچے اوروزیراعظم برمکی کے مہمان ہوئے اس کے بعدیحی کے ساتھ ہارون کے دربارمیں پہنچے

، مصلحت وقت کی بناپر بہت تعظیم وتکریم کی گئی ، اثناء گفتگو میں ہارون نے مدینہ کے حالات دریافت کئے محمد نے انتہائی غلط بیانیوں کے ساتھ وہاں کے حالات کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ "میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ ایک ملک میں دو بادشاہ ہوں"۔

اس نے کہا: کہ اس کا مطلب ؟ محمد نے کہا کہ بالکل اسی طرح جیسے آپ بغداد میں سلطنت کر رہے ہیں، موسی کاظم مدینہ میں اپنی سلطنت قائم کئے ہوئے ہیں، اطراف ملک سے ان کے پاس خراج پہنچتا ہے اور وہ آپ کے مقابلہ کے دعوے دار ہیں انہوں نے تیس ہزار اشرفی کی ایک زمین خریدی ہے جس کا نام "سیریہ" (شبلنجی) یہی وہ باتیں تھیں جن کے کہنے کے لیے یحی برمکی نے محمد کو منتخب کیا تھا، ہارون کا غیظ وغضب انتہائی اشتعال کے درجہ تک پہنچ گیا اس نے محمد کو دس ہزار دینار عطا کر کے رخصت کیا خدا کا کرنا یہ کہ محمد کو اس رقم سے فائدہ اٹھانے کا ایک دن بھی موقع نہیں ملا، اسی شب کو ان کے حلق میں درد پیدا ہوا، غالبا "خناق" ہوگیا اور صبح ہوتے ہوتے وہ دنیا سے رخصت ہوگئے ہارون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اشرفیوں کے توڑے واپس منگوا لیے ،مگر محمد کی باتوں کا اثر اس کے دل پر ایسا جم گیا تھا کہ اس نے یہ طے کر لیا کہ امام موسی کاظم کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

چنانچہ ۱۷۹ ھ میں پھر ہارون رشید نے مکہ کا سفر کیا اور وہاں سے مدینہ منورہ گیا، دو ایک روز قیام کے بعد کچھ لوگ امام موسی کاظم علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیے جب یہ لوگ امام کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت روضۂ رسول اللہ پر ہیں ان لوگوں نے روضۂ رسول کی عزت کا بھی خیال نہ کیا حضرت اس وقت قبر رسول کے نزدیک نماز میں مشغول تھے بے رحم دشمنوں نے آپ کو نماز کی حالت میں قید کر لیا، اور ہارون کے پاس لے گئے مدینہ رسول کے رہنے والوں میں بے حسی اس کے پہلے بھی بہت دفعہ دیکھی جا چکی تھی یہ بھی اس کی ایک مثال تھی کہ رسول کا فرزند روضہ رسول سے اس طرح گرفتار کر کے لے جایا جا رہا تھا مگر نام ونہاد مسلمانوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی طرح کی آواز احتجاج بلند کرتا، یہ ۲۰/ شوال ۱۷۹ ھ کا واقعہ ہے۔

ہارون نے اس اندیشہ سے کہ کوئی جماعت امام موسی کاظم کو رہا کرانے کی کوشش نہ کرے، دو محملیں تیار کرائیں ایک میں امام موسی کاظم کو سوار کرایا اور اس کی ایک بہت بڑی فوجی جمعیت کے حلقہ میں بصرہ روانہ کیا اور دوسری محمل جو خالی تھی اسے بھی اتنی ہی جمعیت کی حفاظت میں بغداد روانہ کیا مقصد یہ تھا کہ آپ کے محل قیام اور قید کی جگہ کو بھی مشکوک بنا دیا جائے یہ نہایت حسرتناک واقعہ تھا کہ امام کے اہل حرم اور بچے وقت رخصت آپ کو دیکھ بھی نہ سکے اور اچانک محل سرا میں صرف یہ اطلاع پہنچ سکی کہ حضرت سلطنت وقت کی طرف سے قید کر لیے گئے اس سے بیویوں اور بچوں میں کہرام برپا ہوگیا اور یقینا امام کے دل پر بھی اس کا صدمہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے مگر آپ کے ضبط وصبر کی طاقت کے سامنے ہر مشکل آسان تھی۔

معلوم نہیں کتنے ہیر پھیر سے راستہ طے کیا گیا تھا کہ پورے ایک مہینہ سترہ روز کے بعد ۷/ ذی الحجہ کو آپ بصرہ پہنچائے گئے ایک سال تک آپ بصرہ میں قید رہے یہاں کا حاکم ہارون کا چچازاد بھائی عیسی بن جعفر تھا، شروع میں تو اسے صرف بادشاہ کے حکم کی تعمیل مد نظر تھی، بعد میں اس نے غور کرنا شروع کیا کہ آخر ان کے قید کئے جانے کا سبب کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اس کو امام علیہ

السلام کے حالات اور سیرت زندگی اور اخلاق و اوصاف کی جستجو کا موقع بھی ملا، اور جتنا اس نے امام کی سیرت کا مطالعہ کیا اتنا اس کے دل پر آپ کی بلندی اخلاق اور حسن کردار کا اثر قائم ہوتا گیا اپنے ان اثرات سے اس نے ہارون کو مطلع بھی کر دیا، ہارون پر اس کا الٹا اثر ہوا کہ عیسی کے متعلق بدگمانی پیدا ہوگئی اس لیے اس نے امام موسی کاظم علیہ السلام کو بغداد میں بلا بھیجا اور فضل بن ربیع کی حراست میں دیدیا اور پھر فضل کا رجحان شیعیت کی طرف محسوس کر کے یحی برمکی کو اس کے لیے مقرر کیا معلوم ہوتا ہے کہ امام موسی کاظم علیہ السلام کے اخلاق و اوصاف کی کشش ہر ایک پر اثر ڈالتی تھی اس لیے ظالم بادشاہ کو نگرانوں کی تبدیلی کی ضرورت پڑتی تھی سب سے آخر میں امام علیہ السلام "سندی بن شاہک" کے قیدخانہ میں رکھے گئے یہ بہت ہی بے رحم اور سخت دل تھا ملاحظہ ہو (مناقب جلد ۵ ص ۶۸، اعلام الوری ص ۱۸۰، کشف الغمہ ص ۱۰۸، نورالابصار ص ۱۳۶، سوانح امام موسی کاظم ص ۱۵)۔

امام علیہ السلام کا قیدخانہ میں امتحان اور علم غیب کا مظاہرہ

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کے قیدخانہ کی سختیاں برداشت فرما رہے تھے امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ابویوسف اور محمد بن حسن ایک شب قیدخانہ میں اس لیے گئے کہ آپ کے بحر علم کی تھاہ معلوم کریں اور دیکھیں کہ آپ علم کے کتنے پانی میں ہیں وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے سلام کیا، امام علیہ السلام نے جواب سلام عنایت فرمایا، ابھی یہ حضرات کچھ پوچھنے نہ پائے تھے کہ ایک ملازم ڈیوٹی ختم کر کے گھر جاتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ میں کل واپس آؤں گا اگر کچھ منگانا ہو تو مجھ سے فرما دیجیے میں لیتا آؤں گا آپ نے ارشاد فرمایا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، جب وہ چلا گیا تو آپ نے ابویوسف وغیرہ سے کہا کہ یہ بیچارہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں اس سے اپنی حاجت بیان کروں تاکہ یہ کل اس کی تکمیل و تعمیل کر دے لیکن اسے خبر نہیں، کہ یہ آج رات کو وفات پا جائے گا، ان حضرات نے جو یہ سنا تو سوال و جواب کئے بغیر ہی واپس چلے آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم ان سے حلال و حرام، واجب و سنت کے متعلق سوالات کرنا چاہتا تھے "فاخذ یتکلم معنا علم الغیب" مگر یہ تو ہم سے علم غیب کی باتیں کر رہے تھے اس کے بعد ان دونوں حضرات نے اس ملازم کے حالات کا پتہ لگایا، تو معلوم ہوا کہ وہ ناگہانی طور پر رات ہی میں وفات کر گیا یہ معلوم کر کے یہ حضرات سخت متعجب ہوئے (نورالابصار ص ۱۴۶)۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد یہ حضرات پھر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ کو صرف علم حلال و حرام ہی میں مہارت حاصل ہے لیکن قیدخانہ کے ملازم نے واضح کر دیا، کہ آپ علم المنایا اور علم غیب بھی جانتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ علم ہمارے لیے مخصوص ہے اس کی تعلیم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو دی تھی، اور ان سے یہ علم ہم تک پہنچا ہے۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جب ہارون رشیدن بصرہ میں ایک سال قیدرکھنے کے بعد عیسی ابن جعفر والی بصرہ کو لکھاکہ موسی بن جعفر (امام موسی کاظم) کو قتل کرکے بادشاہ کو ان کے وجود سے سکون دے دیے تو اس نے اپنے ہمدردوں سے مشورہ کے بعد ہارون رشید کو لکھاکہ اے بادشاہ امام موسی کاظم علیہ السلام میں میں نے اس ایک سال کے اندر کوئی برائی نہیں دیکھی یہ شب وروز نماز روزہ میں مصروف ومشغول رہتے ہیں عوام اور حکومت کے لیے دعائے خیر کیا کرتے ہیں اور ملک کی فلاح وبہبود کے خواہشمند ہیں بھلا مجھ سے کیونکر ہوسکتا ہے کہ میں انہیں قتل کرکے اپنی عاقبت بگاڑوں۔

"اے بادشاہ! میں ان کے قتل کرنے میں اپنے انجام اور اپنی عاقبت کی تباہی دیکھ رہا ہوں اور سخت حرج محسوس کرتا ہوں، لہذا تو مجھے اس گناہ عظیم کے ارتکاب سے معاف کربلکہ مجھے حکم دیدے کہ میں انہیں قید مشقت سے رہا کردوں اس خط کے پانے کے بعد ہارون رشید نے اخر میں یہ کام سندی بن شاہک کے حوالہ کیا اور اسی سے آپ کو زہر دلواکر شہید کرادیا زہر کھانے کے بعد آپ تین روز تک تڑپتے رہے، یہاں تک کہ وفات پاگئے (نور الابصار ص ۱۳۷)۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ زہر کھاتے ہی آپ نے فرمایاکہ آج مجھے زہر دیا گیا ہے کل میرا بدن زرد ہوجائیگا اور تیسرے سیاہ ہوگا اور اسی دن میں اس دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا (شواہد النبوت ص ۱۹۳)۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ ہارون رشید نے آپ کو بغداد میں قید کردیا "فلم یخرج من جسہ الامیتا مقیدا" اور تاحیات قید رکھا آپ کی وفات کے بعد وفات کے بعد ہتھکڑی اور بیڑی کٹوائی گئی آپ کی وفات ہارون رشید کے زہر سے ہوئی جو اس نے ابن شاہک کے ذریعہ سے دلوایا تھا جب آپ کو کھانے یا خرمہ میں زہر دیا گیا تو آپ تین روز تک تڑپتے رہے یہاں تک کہ انتقال ہوگیا (صواعق محرقہ ۱۳۲ ، ارجح المطالب ص ۴۵۴)

علامہ ابن الساعی علی بن انجب بغدادی لکھتے ہیں کہ آپ کو زہر سے انتہائی مظلومی کی حالت میں شہید کردیا گیا (اخبار الخلفاء) علامہ ابو الفداء لکھتے ہیں کہ قیدخانہ رشید میں آپ نے وفات پائی (ابو الفداء جلد ۲ ص ۱۵۱)، علامہ دیار بکری لکھتے ہیں کہ آپ کو ہارون رشید کے حکم سے یحی بن خالد برمکی

وزیر اعظم نے خرمہ میں زہر دے کر شہید کردیا (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲۰)۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ آپ کو ہارون رشید نے بغداد میں لاکر تاعمر قید رکھا آخر میں اپنے وزیر اعظم یحی برمکی کے ذریعہ سے قیدخانہ میں زہر دلوایا اور آپ وفات پاگئے (شواہد النبوت ص ۱۹۳)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن آپ ہر بار محفوظ رہے ایک مرتبہ آپ نے وہ خرمہ اٹھا کر جس میں زہر تھا زمین پر پھینک دیا جسے ہارون کے کتے نے کھا لیا اور وہ مرگیا کتے کے مرنے کی خبر سے ہارون رشید کو شدید رنج ہوا اور اس نے خادم سے سخت بازپرس کی (جلاء العیون ص ۲۷۶)۔

تعداد اولاد

صواعق محرقہ میں ہے کہ آپ کے ۳۷ اولاد تھی

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

ولادت باسعادت

علماء ومورخین کا بیان ہے کہ آپ بتاریخ ۱۱/ ذی قعدہ ۱۵۳ ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں(اعلام الوری ص ۱۸۲ ، جلاء العیون ص ۲۸۰ ،روضۃ الصفاجلد ۳ ص ۱۳ ، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷)

آپ کی ولادت کے متعلق علامہ مجلسی اورعلامہ محمدپارساتحریرفرماتے ہیں کہ جناب ام البنین کا کہنا ہے کہ جب تک امام علی رضا علیہ السلام میرے بطن میں رہے مجھے گل کی گرانباری مطلقا محسوس نہیں ہوئی،میں اکثرخواب میں تسبیح وتہلیل اورتمہیدکی آوازیں سناکرتی تھی جب امام رضا علیہ السلام پیداہوئے توآپ نے زمین پرتشریف لاتے ہی اپنے دونوں ہاتھ زمین پرٹیک دئے اوراپنا فرق مبارک آسمان کی طرف بلندکردیا آپ کے لبہائے مبارک جنبش کرنے لگے ،ایسامعلوم ہوتاتھاکہ جیسے آپ خدا سے کچھ باتیں کررہے ہیں ، اسی اثناء میں امام موسی کاظم علیہ السلام تشریف لائے اورمجھ سے ارشادفرمایاکہ تمہیں خداوندعالم کی یہ عنایت وکرامت مبارک ہو،پھرمیں نے مولودمسعودکوآپ کی آغوش میں دیدیا آپ نے اس کے داہنے کان میں اذان اوربائیں کان میں اقامت کہی اس کے بعدآپ نے ارشادفرمایاکہ ”بگیراین راکہ بقیہ خدااست درزمین حجت خداست بعدازمن“ اسے لے لویہ زمین پرخداکی نشانی ہے اورمیرے بعدحجت اللہ کے فرائض کاذمہ دارہے ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ آپ دیگرآئمہ علیہم السلام کی طرح مختون اورناف بریدہ متولدہوئے تھے(فصل الخطاب وجلاء العیون ص ۲۷۹) ۔

نام ،کنیت ،القاب

آپ کے والدماجدحضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے لوح محفوظ کے مطابق اورتعیین رسول صلعم کے موافق آپ کو”اسم علی“ سے موسوم فرمایا،آپ آل محمد،میں کے تیسرے ”علی“ ہیں (اعلام الوری ص ۲۲۵ ،مطالب السئول ص ۲۸۲) ۔

آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اورآپ کے القاب صابر،زکی،ولی،رضی،وصی تھے واشہرھاالرضاء اورمشہورترین لقب رضا تھا(نورالابصارص ۱۲۸ وتذکرۃ خواص الامۃ ص ۱۹۸) ۔

لقب رضاکی توجیہ

علامہ طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو رضا اس لیے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین میں خداوعالم، رسول اکرم اورآئمہ طاہرین، نیز تمام مخالفین وموافقین آپ سے راضی تھے (اعلام الوری ص ۱۸۲) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ بزنطی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے لوگوں کی افواہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے والد ماجد کو لقب رضا سے مامون رشید نے ملقب کیا تھا آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یہ لقب خدا اور رسول کی خوشنودی کا جلوہ بردار ہے اور خاص بات یہ ہے کہ آپ سے موافق ومخالف دونوں راضی اور خوشنود تھے (جلاء العیون ص ۲۷۹، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۲)۔

آپ کی تربیت

آپ کی نشوونما اورتربیت اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زیر سایہ ہوئی اوراسی مقدس ماحول میں بچپنا اورجوانی کی متعدد منزلیں طے ہوئیں اور ۳۰ برس کی عمر پوری ہوئی اگرچہ آخری چند سال اس مدت کے وہ تھے جب امام موسی کاظم اعراق میں قید ظلم کی سختیاں برداشت کررہے تھے مگراس سے پہلے ۲۴ یا ۲۵/ برس آپ کو برابر اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔

بادشاہان وقت

آپ نے اپنی زندگی کی پہلی منزل سے تابہ عہدوفات بہت سے بادشاہوں کے دوردیکھے آپ ۱۵۳ ھ میں بہ عہد منصوردوانقی متولدہوئے (تاریخ خمیس) ۱۵۸ ھ میں مہدی عباسی ۱۶۹ ھ میں ہادی عباسی ۱۷۰ ھ میں ہارون رشید عباسی ۱۹۴ ھمیں امین عباسی ۱۹۸ ھمامون رشید عباسی علی الترتیب خلیفہ وقت ہوتے رہے (ابن الوردی حبیب السیرابوالفداء)۔
آپ نے ہرایک کادور بچشم خوددیکھا اورآپ پدر بزرگوار نیز دیگر اولاد علی وفاطمہ کے ساتھ جوکچھ ہوتارہا، اسے آپ ملاحظہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ۲۳۰ ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہوگئے اورآپ کوزہردے کر شہید کردیا گیا۔

جانشینی

آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ حکومت وقت جس کی باگ ڈوراس وقت ہارون رشید عباسی کے ہاتھوں میں تھی آپ کو آزادی کی سانس نہ لینے دے گی اورایسے حالات پیش آجائیں گے کہ آب کی عمر کے آخری حصہ میں اوردنیا کو چھوڑنے کے موقع پردوستان اہلبیت کاآپ سے ملنا یابعد کے لیے راہنما کادریافت کرنا غیر ممکن ہوجائے گا اس لیے آپ نے انہیں ازادی کے دنوں اورسکون کے اوقات میں جب کہ آپ مدینہ میں تھے پیروان اہلبیت کو اپنے بعد ہونے والے امام

سے روشناس کرانے کی ضرورت محسوس فرمائی چنانچہ اولادعلی وفاطمہ میں سے سترہ آدمی جو ممتاز حیثیت رکھتے تھے انہیں جمع فرماکراپنے فرزند حضرت علی رضاعلیہ السلام کی وصایت اورجانشینی کا اعلان فرمادیا اورایک وصیت نامہ تحریرابھی مکمل فرمایا جس پرمدینہ کے معززین میں سے ساٹھ آدمیوں کی گواہی لکھی گئی یہ اہتمام دوسرے آئمہ کے یہاں نظرنہیں آیا صرف ان خصوصی حالات کی بناء پرجن سے دوسرے آئمہ اپنی وفات کے موقعہ پردوچارنہیں ہونے والے تھے۔

امام موسی کاظم کی وفات اورامام رضاکے درامامت کاآغاز

۱۸۳ ھ میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے قیدخانہ ہارون رشیدمیں اپنی عمرکاایک بہت بڑاحصہ گذارکردرجہ شہادت حاصل فرمایا، آپ کی وفات کے وقت امام رضاعلیہ السلام کی عمرمیری تحقیق کے مطابق تیس سال کی تھی والدبزرگوارکی شہادت کے بعدامامت کی ذمہ داریاں آپ کی طرف منتقل ہوگئیں یہ وہ وقت تھا جب کہ بغدادمیں ہارون رشید تخت خلافت پر متمکن تھا اوربنی فاطمہ کے لیے حالات بہت ہی ناسازگارتھے۔

ہارونی فوج اورخانہ امام رضاعلیہ السلام

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بعددس برس ہارون رشیدکادوررہایقینا وہ امام رضاعلیہ السلام کے وجودکوبھی دنیامیں اسی طرح برداشت نہیں کرسکتاتھا جس طرح اس کے پہلے آپ کے والدماجدکارہنااس نے گوارانہیں کیامگریاتوامام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ جو طویل مدت تک تشدداورظلم ہوتارہا اورجس کے نتیجہ میں قیدخانہ ہی کے اندرآپ دنیاسے رخصت ہوگئے اس سے حکومت وقت کی عام بدنامی ہوگئی تھی اوریاواقعی ظالم کوبدسلوکیوں کااحساس اورضمیرکی طرف سے ملامت کی کیفیت تھی جس کی وجہ سے کھلم کھلاامام رضاکے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی تھی لیکن وقت سے پہلے اس نے امام رضاعلیہ السلام کوستانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیاحضرت کے عہدہ امامت کوسنبھالتے ہی ہارون رشیدنے آپ کاگھرلٹوادیا،اورعورتوں کے زیوارت اورکپڑے تک اتروالیے تھے۔

تاریخ اسلام میں ہے کہ ہارون رشیدنے اس حوالہ اوربہانے سے کہ محمدبن جعفرصادق علیہ السلام نے اس کی حکومت وخلافت سے انکارکردیاہے ایک عظیم فوج عیسی جلودی کی ماتحتی میں مدینہ منورہ بھیج کرحکم دیاکہ علی و فاطمہ کی تمام اولادکی بالکل ہی تباہ وبربادکردیاجائے ان کے گھروں میں آگ لگادی جائے ان کے سامان لوٹ لیے جائیں اورانہیں اس درجہ مفلوج اورمفلوک کردیاجائے کہ پھران میں کسی قسم کے حوصلہ کے ابھرنے کاسوال ہی پیدانہ ہوسکے اورمحمدبن جعفرصادق کوگرفتارکرکے قتل

کردیاجائے، عیسی جلودی نے مدینہ پہنچ کر تعمیل حکم کی سعی بلیغ کی اور ہر ممکن طریقہ سے بنی فاطمہ کو تباہ و برباد کیا، حضرت محمد بن جعفر صادق علیہ السلام نے بھرپور مقابلہ کیا لیکن آخر میں گرفتار ہو کر ہارون رشید کے پاس پہنچا دیئے گئے۔

عیسی جلودی سادات کرام کو لوٹ کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دولت کدہ پر پہنچا اور اس نے خواہش کی کہ وہ حسب حکم ہارون رشید، خانہ امام میں داخل ہو کر اپنے ساتھیوں سے عورتوں کے زیورات اور کپڑے اتارے، امام علیہ السلام نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا، میں خود تمہیں سارا سامان لاکر دئے دیتا ہوں پہلے تو وہ اس پر راضی نہ ہوا لیکن بعد میں کہنے لگا کہ اچھا آپ ہی اتار لائیے آپ محل سرا میں تشریف لے گئے اور آپ نے تمام زیورات اور سارے کپڑے ایک ستر پوش چادر کے علاوہ لاکر دیدیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اثاث البیت نقد و جنس یہاں تک کہ بچوں کے کان کے بندے سب کچھ اس کے حوالہ کردیا وہ ملعون تمام سامان لے کر بغداد روانہ ہوگیا، یہ واقعہ آپ کے آغاز امامت کا ہے۔

علامہ مجلسی بحارالانوار میں لکھتے ہین کہ محمد بن جعفر صادق کے واقعہ سے امام علی رضا علیہ السلام کا کوئی تعلق نہ تھا وہ اکثر اپنے چچا محمد کو خاموشی کی ہدایت اور صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے کسی ناصبی نے دستی کتبہ لکھ کر مدینہ کی دیواروں پر چسپاں کردیا تھا جس میں حضرت علی و فاطمہ کے متعلق ناسزا الفاظ تھے یہی آپ کے خروج کا سبب بنا۔

آپ کی بیعت لفظ امیرالمومنین سے کی گئی آپ جب نماز کو نکلتے تھے تو آپ کے ساتھ دو سو صلحا و اتقیا ہوا کرتے تھے علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام موسی کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد صفوان بن یحی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ مولا ہم آپ کے بارے میں ہارون رشید سے بہت خائف ہیں ہمیں ڈر ہے کہ یہ کہیں آپ کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو آپ کے والد کے ساتھ کرچکا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اپنی سعی کرے گا لیکن مجھ پر کامیاب نہ ہوسکے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حالات نے اسے کچھ اس اس درجہ آخر میں مجبور کردیا تھا کہ وہ کچھ بھی نہ کرسکا یہاں تک کہ جب خالد بن یحی برمکی نے اس سے کہا کہ امام رضا اپنے باپ کی طرح امر امامت کا اعلان کرتے اور اپنے کو امام زمانہ کہتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ہم جو ان کے ساتھ کرچکے ہیں وہی ہمارے لیے کافی ہے اب تو چاہتا ہے کہ "ان نقتلہم جمیعا" ہم سب کے سب کو قتل کرڈالیں، اب میں ایسا نہیں کروں گا (نور الابصار ص ۱۴۴ طبع مصر)۔

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ پھر بھی ہارون رشید کا اہلبیت رسول سے شدید اختلاف اور سادات کے ساتھ جو برتاؤ اب تک رہا تھا اس کی بناء پر عام طور سے عمال حکومت یا عام افراد بھی جنہیں حکومت کو راضی رکھنے کی خواہش تھی اہلبیت کے ساتھ کوئی اچھا رویہ رکھنے پر تیار نہیں ہوسکتے تھے اور نہ امام کے پاس آزادی کے ساتھ لوگ استفادہ کے لیے آسکتے تھے نہ حضرت کو سچے اسلامی احکام کی اشاعت کے مواقع حاصل تھے۔

ہارون کا آخری زمانہ اپنے دونوں بیٹوں، امین اور مامون کی باہمی رقابتوں سے بہت بے لطفی میں گزرا، امین پہلی بیوی سے تھا جو خاندان شاہی سے منصور دوانقی کی پوتی تھی اور اس لیے عرب سردار سب اس کے طرف دار تھے اور مامون ایک عجمی کنیز کے پیٹ سے تھا اس لیے دربار کا عجمی طبقہ اس سے محبت رکھتا تھا، دونوں کی آپس کی رسہ کشی ہارون کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی اس نے اپنے خیال میں اس کا تصفیہ مملکت کی تقسیم کے ساتھ یوں کر دیا کہ دار السلطنت بغداد اور اس کے چاروں طرف کے عربی حصہ جیسے شام، مصر حجاز، یمن، وغیرہ محمد امین کے نام کئے اور مشرقی ممالک جیسے ایران، خراسان، ترکستان، وغیرہ مامون کے لیے مقرر کئے مگر یہ تصفیہ تو اس وقت کارگر ہو سکتا تھا جب جو دونوں فریق "جیو اور جینے دو" کے اصول پر عمل کرتے ہوتے لیکن جہاں اقتدار کی ہوس کار فرما ہو، وہاں بنی عباس میں ایک گھر کے اندر دو بھائی اگر ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں تو کیوں نہ ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کاروائی کرنے پر تیار نظر آئے اور کیوں نہ ان طاقتوں میں باہمی تصادم ہو جب کہ ان میں سے کوئی اس ہمدردی اور ایثار اور خلق خدا کی خیر خواہی کا بھی حامل نہیں ہے جسے بنی فاطمہ اپنے پیش نظر رکھ کر اپنے واقعی حقوق سے چشم پوشی کر لیا کرتے تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ ادھر ہارون کی آنکھ بند ہوئی اور ادھر بھائیوں میں خانہ جنگیوں کے شعلے بھڑک اٹھے آخر چار برس کی مسلسل کشمکش اور طویل خونریزی کے بعد مامون کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس کا بھائی امین محرم ۱۹۸ ھ میں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا اور مامون کی خلافت تمام بنی عباس کے حدود سلطنت پر قائم ہو گئی۔

یہ سچ ہے کہ ہارون رشید کے ایام سلطنت میں آپ کی امامت کے دس سال گزرے اس زمانہ میں عیسی جلودی کی تاخت کے بعد پھر اس نے آپ کے معاملات کی طرف بالکل سکوت اور خاموشی اختیار کر لی اس کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں:

اول تو یہ کہ اس س سالہ زندگی کے ابتدائی ایام میں وہ آل برامکہ کے استیصال رافع بن لیث ابن تیار کے غدر اور فساد کے انسداد میں جو سمرقند کے علاقہ سے نمودار ہو کر ماوراء النہر اور حدود عرب تک پھیل چکا تھا ایسا ہمہ وقت اور ہمہ دم الجھا رہا کہ پھر اس کو ان امور کی طرف توجہ کرنے کی ذرا بھی فرصت نہ ملی

دوسرے یہ کہ اپنی دس سالہ مدت کے آخری ایام میں یہ اپنے بیٹوں میں ملک تقسیم کر دینے کے بعد خود ایسا کمزور اور مجبور ہو گیا تھا کہ کوئی کام اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا تھا نام کا بادشاہ بنا بیٹھا ہوا، اپنی زندگی کے دن نہایت عسرت اور تنگی کی حالتوں میں کاٹ رہا تھا اس کے ثبوت کے لیے واقعہ ذیل ملاحظہ فرمائیں:

صباح طبری کا بیان ہے کہ ہارون جب خراسان جانے لگا تو میں نہروان تک اس کی مشایعت کو گیا راستہ میں اس نے بیان کیا کہ اے صباح تم اب کے بعد پھر مجھے زندہ نہ پاؤ گے میں نے کہا امیر المومنین ایسا خیال نہ کریں آپ انشاء اللہ صحیح وسالم اس سفر سے واپس آئیں گے یہ سن کر اس نے کہا کہ شاید تجھ کو میرا حال معلوم نہیں ہے آؤ میں دکھادوں، پھر مجھے راستہ کاٹ کر ایک سمت درخت کے نیچے لے گیا اور وہاں سے اپنے خواصوں کو ہٹا کر اپنے بدن کا کپڑا اٹھا کر مجھے دکھایا، تو ایک پارچہ ریشم شکم

پر لپٹا ہوا تھا، اور اس سے سارا بدن کسا ہوا تھا یہ دکھا کر مجھ سے کہا کہ میں مدت سے بیمار ہوں تمام بدن میں درد اٹھتا ہے مگر کسی سے اپنا حال نہیں کہہ سکتا تمہارے پاس بھی یہ راز امانت رہے میرے بیٹوں میں سے ہر ایک کا گماشتہ میرے اوپر مقرر ہے ماموں کی طرف سے مسرور، امین کی جانب سے بختیشوع، یہ لوگ میری سانس تک گنتے رہتے ہیں، اور نہیں چاہتے کہ میں ایک روز بھی زندہ رہوں، اگر تم کو یقین نہ ہو تو دیکھو میں تمہارے سامنے گھوڑا سوار ہونے کو مانگتا ہوں، ایسا لاغر ٹٹو میرے لیے لائیں گے جس پر سوار ہو کر میں اور زیادہ بیمار ہو جاؤں، یہ کہہ کر گھوڑا طلب کیا واقعی ایسا ہی لاغر اڑیل ٹٹو حاضر کیا اس پر ہارون نے بے چون وچرا سوار ہو گیا اور مجھ کو وہاں سے رخصت کر کے جرجان کا راستہ پکڑ لیا (لمعۃ الضیاء ص ۹۲)۔

بہرحال ہارون رشید کی یہی مجبوریاں تھیں جنہوں نے اس کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مخالفانہ امور کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا ورنہ اگر اسے فرصت ہوتی اور وہ اپنی قدیم ذی اختیاری کی حالتوں پر قائم رہتا تو اس سلسلہ کی غارت گری و بربادی کو کبھی بھولنے والا نہیں تھا، مگر اس وقت کیا کر سکتا تھا اپنے ہی دست و پا اپنے اختیار میں نہیں تھے بہرحال حارون رشید اسی ضیق النفس مجبوری ناداری اور بے اختیاری کی غیر متحمل مصیبتوں میں خراسان پہنچ کر شروع ۱۹۳ ھ مر گیا۔

ان دونوں بھائیوں امین اور مامون کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ مامون تو پھر بھی سوجھ بوجھ اور اچھے کیرکٹر کا آدمی تھا لیکن امین عیاش، لاابالی اور کمزور طبیعت کا تھا سلطنت کے تمام حصوں، بازی گر، مسخرے اور نجومی جوتشی بلوائے، نہایت خوبصورت طوائف اور نہایت کامل گانے والیوں اور خواجہ سراوں کو بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے اور ناٹک کی ایک محفل مثل اندر سبھا کے ترتیب دی، یہ تھیٹر اپنے زرق برق سامانوں سے پریوں کا اکھاڑا ہوتا تھا سیوطی نے ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ امین اپنی بیویوں اور کنیزوں کو چھوڑ کر خصیوں سے لواطت کرتا تھا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۰)۔

امام علی رضا کا حج اور ہارون رشید عباسی

زمانہ ہارون رشید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اسی سال ہارون رشید بھی حج کے لیے آیا ہوا تھا خانہ کعبہ میں داخلہ کے بعد امام علی رضا علیہ السلام ایک دروازہ سے اور ہارون رشید دوسرے دروازہ سے نکلے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دوسرے دروازہ سے نکلنے والا جو ہم سے دور جا رہا ہے عنقریب طوس میں دونوں ایک جگہ ہوں گے ایک روایت میں ہے کہ یحی ابن خالد برمکی کو امام علیہ السلام نے مکہ میں دیکھا کہ وہ رومال سے گرد کی وجہ سے منہ بند کئے ہوئے جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے پتہ بھی نہیں کہ اس کے ساتھ امسال کیا ہونے والا ہے یہ عنقریب تباہی کی منزل میں پہنچا دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہوی ہوا۔

راوی مسافر کا بیان ہے کہ حج کے موقع پر امام علیہ السلام نے ہارون رشید کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملاتے ہوئے فرمایا کہ میں اور یہ اسی طرح ایک ہوجائیں گے وہ کہتا ہے کہ میں اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا جب آپ کی شہادت واقع ہوئی اوردونوں ایک مقبرہ میں دفن ہوئے موسی بن عمران کا کہنا ہے کہ اسی سال ہارون رشید مدینہ منورہ پہنچا اور امام علیہ السلام نے اسے خطبہ دیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ عنقریب میں اور ہارون ایک ہی مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے (نورالابصار ص ۱۴۴)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا مجدد مذہب امامیہ ہونا

حدیث میں ہر سو سال کے بعد ایک مجدد اسلام کے نمود و شہود کا نشان ملتا ہے یہ ظاہر ہے کہ جو اسلام کا مجدد ہوگا اس کے تمام ماننے والے اسی کے مسلک پر گامزن ہوں گے اور مجدد کا جو بنیادی مذہب ہوگا اس کے ماننے والوں کا بھی وہی مذہب ہوگا، حضرت امام رضا علیہ السلام جو قطعی طور پر فرزند رسول اسلام تھے وہ اسی مسلک پر گامزن تھے جس مسلک کی بنیاد پیغمبر اسلام اور علی خیر الانام کا وجودی وجود تھا یہ مسلمات سے ہے کہ آل محمد علیہم السلام پیغمبر علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے تھے اور انہیں کے خدائی منشاء اور بنیادی مقصد کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے یعنی آل محمد کا مسلک وہ تھا جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسلک تھا۔

علامہ ابن اثیر جزری اپنی کتاب جامع الاصول میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام تیسری صدی ہجری میں اور ثقۃ الاسلام علامہ کلینی چوتھی صدی ہجری میں مذہب امامیہ کے مجدد تھے علامہ قونوی اور ملا مبین نے اسی کو دوسری صدی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے (وسیلۃ النجات ص ۳۷۶، شرح جامع صغیر)۔

محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز ابن اثیر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن اثیر جذری صاحب جامع الاصول کہ حضرت امام علی بن موسی الرضا مجدد مذہب امامیہ دوقرن ثالث گفتہ است ابن اثیر جذری صاحب جامع الاصول نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو تیسری صدی میں مذہب امامیہ کا مجدد ہونا ظاہر وواضح فرمایا ہے (تحفہ اثنا عشریہ کید ۸۵ ص ۸۳)

بعض علماء اہل سنت نے آپ کو دوسری صدی کا اور بعض نے تیسری صدی کا مجدد بتلایا ہے میرے نزدیک دونوں درست ہے کیوں کہ دوسری صدی میں امام رضا علیہ السلام کی ولادت اور تیسری صدی کے آغاز میں آپ کی شہادت ہوئی ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے اخلاق وعادات اور شمائل وخصائل

آپ کے اخلاق وعادات اور شمائل وخصائل کا لکھنا اس لیے دشوار ہے کہ وہ بے شمار ہیں "مشتی نمونہ ازخرداری" یہ ہیں بحوالہ علامہ شبلنجی ابراہیم بن عباس تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کبھی کسی شخص کے ساتھ گفتگو کرنے میں سختی نہیں کی، اور کبھی کسی بات کو قطع نہیں فرمایا آپ کے مکارم عادات سے تھا کہ جب بات کرنے والا اپنی بات ختم کرلیتا تھا تب

اپنی طرف سے آغاز کلام فرماتے تھے کسی کی حاجت روائی اور کام نکالنے میں حتی المقدور دریغ نہ فرماتے، کبھی ہمنشین کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے اور نہ اہل محفل کے روبرو تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے کبھی اپنے غلاموں کو گالی نہ دی اور چیزوں کا کیا ذکر، میں نے کبھی آپ کے تھوکتے اور ناک صاف کرتے نہیں دیکھا، آپ قہقہہ لگا کر ہرگز نہیں ہنستے تھے خندہ زنی کے موقع پر آپ تبسم فرمایا کرتے تھے محاسن اخلاق اور تواضع وانکساری کی یہ حالت تھی کہ دسترخوان پر سائیس اور دربان تک کو اپنے ساتھ بٹھا لیتے، راتوں کو بہت کم سوتے اور اکثر راتوں کو شام سے صبح تک شب بیداری کرتے تھے اکثر اوقات روزے سے ہوتے تھے مگر ہر مہینے کے تین روزے تو آپ سے کبھی قضا نہیں ہوئے ارشاد فرماتے تھے کہ ہر ماہ میں کم از کم تین روزے رکھ لینا ایسا ہے جیسے کوئی ہمیشہ روزے سے رہے۔

آپ کثرت سے خیرات کیا کرتے تھے اور اکثر رات کے تاریک پردہ میں اس استحباب کو ادا فرمایا کرتے تھے موسم گرما میں آپ کا فرش جس پر آپ بیٹھ کر فتوی دیتے یا مسائل بیان کیا کرتے بوریا ہوتا تھا اور سرما میں کمبل آپ کا یہی طرز اس وقت بھی رہا جب آپ ولی عہد حکومت تھے آپ کا لباس گھر میں موٹا اور خشن ہوتا تھا اور رفع طعن کے لیے باہر آپ اچھا لباس پہنتے تھے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ حضور اتنا عمدہ لباس کیوں استعمال فرماتے ہیں آپ نے اندر کا پیراہن دکھلا کر فرمایا اچھا لباس دنیا والوں کے لیے اور کمبل کا پیراہن خدا کے لیے ہے۔

علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حمام میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص جندی نامی آگیا اور اس نے بھی نہانا شروع کیا دوران غسل میں اس نے بھی نہانا شروع کیا دوران غسل میں اس نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ میرے جسم پر پانی ڈال ئیے آپ نے پانی ڈالنا شروع کیا اتنے میں ایک شخص نے کہا اے جندی فرزند رسول سے خدمت لے رہا ہے ارے یہ امام رضا ہیں، یہ سننا تھا کہ وہ پیروں پر گر پڑا اور معافی مانگنے لگا (نور الابصار ص ۳۸،۳۹)۔

ایک مرد بلخی ناقل ہے کہ حضرت کے ساتھ ایک سفر میں تھا ایک مقام پر دسترخوان بچھا تو آپ نے تمام غلاموں کو جن میں حبشی بھی شامل تھے بلا کر بٹھلا لیا میں نے عرض کیا مولا انہیں علیحدہ بٹھلائیں تو کیا حرج ہے آپ نے فرمایا کہ سب کا رب ایک ہے اور ماں باپ آدم وحوا بھی ایک ہیں اور جزا وسزا اعمال پر موقوف ہے، تو پھر تفرقہ کیا آپ کے ایک خادم یاسر کا کہنا ہے کہ آپ کا یہ تاکیدی حکم تھا کہ میرے آنے پر کوئی خادم کھانا کھانے کی حالت میں میری تعظیم کو نہ اٹھے۔

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ جب بھی دسترخوان بچھتا آپ ہر کھانے میں سے ایک ایک لقمہ نکال لیتے تھے، اور اسے مسکینوں اور یتیموں کو بھیج دیا کرتے تھے شیخ صدوق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بزرگی تقوی سے ہے جو مجھ سے زیادہ متقی ہے وہ مجھ سے بہتر ہے۔

ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ مال عنایت کیجیے، فرمایا یہ ممکن ہے چنانچہ آپ نے اسے دو سو اشرفی عنایت فرمادی، ایک مرتبہ نویں ذی الحجہ یوم عرفہ آپ نے راہ خدا میں سارا گھر لٹا دیا یہ دیکھ کر فضل بن سہیل

وزیرمامون نے کہاحضرت یہ توغرامت یعنی اپنے آپ کو نقصان پہنچاناہے آپ نے فرمایایہ غرامت نہیں ہے غنیمت ہے میں اس کے عوض میں خدا سے نیکی اور حسنہ لوں گا۔

آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ ہم ایک دن میوہ کھارہے تھے اور کھانے میں ایسا کرتے تھے کہ ایک پھل سے کچھ کھاتے اور کچھ پھینک دیتے ہمارے اس عمل کو آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا نعمت خدا کو ضائع نہ کرو ٹھیک سے کھاؤ اور جو بچ جائے اسے کسی محتاج کو دیدو، آپ فرمایا کرتے تھے کہ مزدور کی مزدوری پہلے طے کرنا چاہئے کیونکہ چکائی ہوئی اجرت سے زیادہ جو کچھ دیا جائے گا پانے والا اس کو انعام سمجھے گا۔

صولی کا بیان ہے کہ آپ اکثر عود ہندی کا بخور کرتے اور مشک وگلاب کا پانی استعمال کرتے تھے عطریات کا آپ کو بڑا شوق تھا نماز صبح اول وقت پڑھتے اس کے بعد سجدہ میں چلے جاتے تھے اور نہایت ہی طول دیتے تھے پھر لوگوں کو پندونصائح فرماتے۔

سلیمان بن جعفر کا کہنا ہے کہ آپ آباؤاجداد کی طرح خرمے کو بہت پسند فرماتے تھے آپ شب وروز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جب بھی آپ بستر پر لیٹتے تھے تا بہ خواب قرآن مجید کے سورے پڑھا کرتے تھے موسی بن سیار کا کہنا ہے کہ آپ اکثر اپنے شیعوں کی میت میں شرکت فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہر روز شام کے وقت امام وقت کے سامنے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اگر کوئی شیعہ گناہ گار ہوتا ہے تو امام اس کے لیے استغفار کرتے ہیں علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کے سامنے جب بھی کوئی آتا تھا آپ پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے یا منافق (اعلام الوری، تحفہ رضویہ، کشف الغمہ ص ۱۱۲)۔

علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ آپ ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے دیتے تھے اور روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے (جنات الخلود ص ۳۱)۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام کا علمی کمال

مورخین کا بیان ہے کہ آل محمد کے اس سلسلہ میں ہر فرد حضرت احدیت کی طرف سے بلند ترین علم کے درجے پر قرار دیا گیا تھا جسے دوست اور دشمن کو ماننا پڑتا تھا یہ اور بات ہے کہ کسیکو علمی فیوض پھیلانے کا زمانے نے کم موقع دیا اور کسی کو زیادہ، چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد اگر کسی کو سب سے زیادہ موقع حاصل ہوا ہے تو وہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہیں ،جب آپ امامت کے منصب پر نہیں پہنچے تھے اس وقت حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اپنے تمام فرزندوں اور خاندان کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی علی رضا عالم آل محمد ہیں، اپنے دین مسائل کو ان سے دریافت کرلیا کرو، اور جو کچھ اسے کہیں یادرکھو، اور پھر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے اور روضہ رسول پر تشریف فرمارہے تھے تو علمائے اسلام مشکل مسائل میں آب کی طرف رجوع کرتے تھے۔

محمدبن عیسی یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ان تحریری مسائل کو جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے اور آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا تھا، اکٹھا کیا تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے، صاحب لمعۃ الرضاء تحریر کرتے ہیں کہ حضرت آئمہ طاہرین علیہم السلام کے خصوصیات میں یہ امر تمام تاریخی مشاہد اور نیز حدیث و سیر کے اسانید معتبر سے ثابت ہے ،باوجودیکہ اہل دنیا کو آپ حضرات کی تقلید اور متابعت فی الاحکام کا بہت کم شرف حاصل تھا، مگر باین ہمہ تمام زمانہ و ہر خویش و بیگانہ آپ حضرات کو تمام علوم الہی اور اسرار الہی کا گنجینہ سمجھتا تھا اور محدثین و مفسرین اور تمام علماء و فضلاء جو آپ کے مقابلہ کا دعوی رکھتے تھے وہ بھی علمی مباحث و مجالس میں آپ حضرات کے آگے زانوئے ادب تہ کرتے تھے اور علمی مسائل کو حل کرنے کی ضرورتوں کے وقت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے لے کر امام زین العابدین علیہ السلام تک استعفادے کئے وہ سب کتابوں میں موجود ہے۔

جابربن عبداللہ انصاری اور حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی خدمت میں سمع حدیث کے واقعات تمام احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں ،اسی طرح ابو الطفیل عامری اور سعیدبن جبیر آخری صحابہ کی تفصیل حالات جو ان بزرگون کے حال میں پائے جاتے ہیں وہ سیر و تواریخ میں مذکور و مشہور ہیں صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور ان لوگوں کی فیض یابی کی بھی یہی حالت ہے ، شعبی ،زہری، ابن قتیبہ ،سفیان ثوری، ابن شیبہ ،عبدالرحمن ،عکرمہ، حسن بصری ،وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب جو اس وقت اسلامی دنیا میں دینیات کے پیشوا اور مقدس سمجھے جاتے تھے ان ہی بزرگوں کے چشمہ فیض کے جرعہ نوش اور انہی حضرات کے مطیع و حلقہ بگوش تھے۔

جناب امام رضا علیہ السلام کو اتفاق حسنہ سے اپنے علم و فضل کے اظہار کے زیادہ موقع پیش آئے کیوں کہ مامون عباسی کے پاس جب تک دار الحکومت مرو تشریف فرما رہے، بڑے بڑے علماء و فضلاء علوم مختلفہ میں آپ کی استعداد اور فضیلت کا اندازہ کرایا گیا اور کچھ اسلامی علماء پر موقوف نہیں تھا بلکہ علماء یہودی و نصاری سے بھی آپ کا مقابلہ کرایا گیا، مگر ان تمام مناظروں و مباحثوں مین ان تمام لوگوں پر آپ کی فضیلت و فوقیت ظاہر ہوئی، خود مامون بھی خلفائے عباسیہ میں سب سے زیادہ اعلم و افقہ تھا باوجود اس کے تبحر فی العلوم کا لوہا مانتا تھا اور چار و ناچار اس کا اعتراف پر اعتراف اور اقرار پر اقرار کرتا تھا چنانچہ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ آپ جلالت قدر عزت و شرافت میں معروف و مذکور ہیں ، اسی وجہ مامون آپ کو بمنزلہ اپنی روح و جان جانتا تھا اس نے اپنی دختر کا نکاح آنحضرت علیہ السلام سے کیا، اور ملک ولایت میں اپنا شریک گردانا، مامون برابر علماء ادیان و فقہائے شریعت کو جناب امام رضا علیہ السلام کے مقابلہ میں بلاتا اور مناظرہ کراتا، مگر آپ ہمیشہ ان لوگوں پر غالب آتے تھے اور خود ارشاد فرماتے تھے کہ میں مدینہ میں روضہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھتا، وہاں کے علمائے کثیر جب کسی علمی مسئلہ میں عاجز آجاتے تو بالاتفاق میری طرف رجوع کرتے، جواب ہائے شافی دیکر ان کی تسلی و تسکین کر دیتا۔

ابوصلت ابن صالح کہتے ہیں کہ حضرت امام علی بن موسی رضا علیہما السلام سے زیادہ کوئی عالم میری نظر سے نہیں گزرا، اور مجھ پر موقوف نہیں جو کوئی آپ کی زیارت سے مشرف ہوگا وہ میری طرح آپ کی اعلمیت کی شہادت دے گا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض مرویات وارشادات

حضرت امام رضا علیہ السلام سے بے شمار احادیث مروی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱ ۔ بچوں کے لیے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں ۔

۲ ۔ سرکہ بہترین سالن ہے جس کے گھر میں سرکہ ہوگا وہ محتاج نہ ہوگا۔

۳ ۔ ہر انار میں ایک دانہ جنت کا ہوتا ہے

۴ ۔ منقی صفرا کو درست کرتا ہے بلغم کو دور کرتا ہے پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے نفس کو پاکیزہ بناتا اور رنج و غم کو دور کرتا ہے

۵ ۔ شہد میں شفا ہے، اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو ۶ ۔ گلاب جنت کے پھولوں کا سردار ہے۔

۷ ۔ بنفشہ کا تیل سر میں لگانا چاہیئے اس کی تاثیر گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم ہوتی ہے۔

۸ ۔ جو زیتون کا تیل سر میں لگائے یا کھائے اس کے پاس چالیس دن تک شیطان نہ آئے گا۔

۹ ۔ صلہ رحم اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے مال میں زیادتی ہوتی ہے۔

۱۰ ۔ اپنے بچوں کا ساتویں دن ختنہ کردیا کرو اس سے صحت ٹھیک ہوتی ہے اور جسم پر گوشت چڑھتا ہے ۔

۱۱ ۔ جمعہ کے دن روزہ رکھنا دس روزوں کے برابر ہے۔

۱۲ ۔ جو کسی عورت کا مہر نہ دے یا مزدور کی اجرت روکے یا کسی کو فروخت کردے وہ بخشا نہ جاوے گا۔

۱۳ ۔ شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔ ۱۴ ۔ گوشت کھانے شفا ہوتی ہے اور مرض دور ہوتا ہے۔

۱۵ ۔ کھانے کی ابتداء نمک سے کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے جن میں جذام بھی ہے۔

۱۶ ۔ جو دنیا میں زیادہ کھائے گا قیامت میں بھوکا رہے گا۔

۱۷ ۔ مسور ستر انبیاء کی پسندیدہ خوراک ہے اس سے دل نرم ہوتا ہے اور آنسو بنتے ہیں ۔ ۱۸ ۔ جو چالیس دن گوشت نہ کھائے گا بد اخلاق ہوجائیگا۔

۱۹ ۔ کھانا ٹھنڈا کرکے کھانا چاہیئے۔ ۲۰ ۔ کھانے پیالے کے کنارے سے کھانا چاہیئے۔

۲۱ ۔ عمر طول کے لیے اچھا کھانا، اچھی جوتی پہننا اور قرض سے بچنا، کثرت جماع سے پرہیز کرنا مفید ہے۔

۲۲ ۔ اچھے اخلاق والا پیغمبر اسلام کے ساتھ قیامت میں ہوگا۔ ۲۳ ۔ جنت میں متقی اور حسن خلق والوں کی اور جہنم میں پیٹو اور زناکاروں کی کثرت ہوگی۔

۲۴ ۔ امام حسین کے قاتل بخشے نہ جائیں گے ان کا بدلہ خدا لے گا۔

۲۵ ۔ حسن اور حسین علیہم السلام جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدر بزرگوار ان سے بہتر ہیں۔

۲۶ ۔ اہل بیت کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے، نجات وہی پائے گا جو اس پر سوار ہوگا۔

۲۷ ۔ حضرت فاطمہ ساق عرش پکڑ کر قیامت کے دن واقعہ کربلا کا فیصلہ چاہیں گی اس دن ان کے ہاتھ میں امام حسین علیہ السلام کا خون بھرا پیراہن ہوگا۔

۲۸ ۔ خدا سے روزی صدقہ دے کر مانگو۔

۲۹ ۔ سب سے پہلے جنت میں وہ شہدا اور عیال دار جائیں گے جو پرہیزگار ہوں گے اور سب سے پہلے جہنم میں حاکم غیر عادل اور مالدار جائیں گے (مسند امام رضا طبع مصر ۱۳۴۱ ہجری)

۳۰ ۔ ہر مومن کا کوئی نہ کوئی پڑوسی اذیت کا باعث ضرور ہوگا۔

۳۱ ۔ بالوں کی سفیدی کا سر کے اگلے حصے سے شروع ہونا سلامتی اور اقبال مندی کی دلیل ہے اور رخساروں ڈاڑھی کے اطراف سے شروع ہونا سخاوت کی علامت ہے اور گیسوؤں سے شروع ہونا شجاعت کا نشان ہے اور گدی سے شروع ہونا نحوست ہے۔

۳۲ ۔ قضا و قدر کے بارے میں آپ نے فضیل بن سہیل کے جواب میں فرمایا کہ انسان نہ بالکل مجبور ہے اور نہ بالکل آزاد ہے (نور الابصار ص ۱۴۰) ۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور مجلس شہداء کربلا

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ شاعر آل محمد، دعبل خزاعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عاشورہ کے دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ اصحاب کے حلقہ میں انتہائی غمگین وحزیں بیٹھے ہوئے ہیں مجھے حاضر ہوتے دیکھ کر فرمایا، آؤ آؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں میں قریب پہنچا تو آپ نے اپنے پہلو میں مجھے جگہ دے کر فرمایا کہ اے دعبل چونکہ آج یوم عاشورا ہے اور یہ دن ہمارے لیے انتہائی رنج و غم کا دن ہے لہذا تم میرے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ سے متعلق کچھ شعر پڑھو، اے دعبل جو شخص ہماری مصیبت پر روئے یا رلائے اس کا اجر خدا پر واجب ہے، اے دعبل جس شخص کی

آنکھ ہمارے غم میں تر ہو وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا، اے دعبل جو شخص ہمارے جدنامدار حضرت سیدالشہداء علیہ السلام کے غم میں روئے گا خدا اس کے گناہ بخش دے گا۔

یہ فرما کر امام علیہ السلام نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پردہ کھینچا اور مخدرات عصمت کو بلا کر اس میں بٹھا دیا پھر آپ میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے ہاں دعبل! اب میرے جدامجد کا مرثیہ شروع کرو، دعبل کہتے ہیں کہ میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آل محمد میں رونے کا کہرام عظیم برپا تھا صاحب درالمصائب تحریر فرماتے ہیں کہ دعبل کا مرثیہ سن کر معصومہ قم جناب فاطمہ ہمشیرہ حضرت امام رضا علیہ السلام اس قدر روئیں کہ آپ کو غش آگیا۔

اس اجتماعی طریقہ سے ذکر حسینی کو مجلس کہتے ہیں اس کا سلسلہ عہد امام رضا میں مدینہ سے شروع ہو کر مرو تک جاری رہا، علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ اب امام رضا علیہ السلام کو تبلیغ حق کے لیے نام حسین کی اشاعت کے کام کو ترقی دینے کا بھی پورا موقع حاصل ہو گیا تھا جس کی بنیاد اس کے پہلے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام قائم کر چکے تھے مگر وہ زمانہ ایسا تھا کہ جب امام کی خدمت میں وہی لوگ حاضر ہوتے تھے جو بحیثیت امام یا بحیثیت عالم دین آپ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اور اب امام رضا علیہ السلام تو امام روحانی بھی ہیں اور ولی عہد سلطنت بھی، اس لیے آپ کے دربار میں حاضر ہونے والوں کا دائرہ وسیع ہے۔

مرو، وہ مقام ہے جو ایران کے تقریبا وسط میں واقع ہے ہر طرف کے لوگ یہاں آتے ہیں اور یہاں یہ عالم کہ ادھر محرم کا چاند نکلا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دوسروں کو بھی ترغیب و تحریص کی جانے لگی کہ آل محمد کے مصائب کو یاد کرو اور اثرات غم کو ظاہر کرو یہ بھی ارشاد ہونے لگا کہ جو اس مجلس میں بیٹھے جہاں ہماری باتیں زندہ کی جاتی ہیں اس کا دل مردہ نہ ہوگا اس دن کے جب سب کے دل مردہ ہوں گے۔

تذکرہ امام حسین کے لیے جو مجمع ہو، اس کا نام اصطلاحی طور پر مجلس اسی امام رضا علیہ السلام کی حدیث سے ہی ماخوذ ہے آپ نے عملی طور پر بھی خود مجلسیں کرنا شروع کر دیں جن میں کبھی خود ذاکر ہوئے اور دوسرے سامعین جیسے ریان بن شبیب کی حاضری کے موقع پر آپ نے مصائب امام حسین علیہ السلام بیان فرمائے اور کبھی عبداللہ بن ثابت یا دعبل خزاعی ایسے کسی شاعر کی حاضری کے موقع پر اس شاعر کو حکم ہوا کہ تم ذکر امام حسین میں اشعار پڑھو وہ ذاکر ہوا، اور حضرت سامعین میں داخل ہوئے الخ۔

مامون رشید کی مجلس مشاورت

حالات سے متاثر ہو کر مامون رشید نے ایک مجلس مشاورت طلب کی جس میں علماء و فضلاء، زعماء اور امراء سب ہی کو مدعو کیا جب سب جمع ہو گئے تو اصل راز دل میں رکھتے ہوئے ان سے یہ کہا کہ چونکہ شہر خراسان میں ہماری طرف سے کوئی حاکم نہیں ہے

اورامام رضا سے زیادہ لائق کوئی نہیں ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ امام رضا کو بلا کر وہاں کی ذمہ داری ان کے سپرد کردیں، مامون کا مقصد تو یہ تھا کہ ان کو خلیفہ بنا کر علویوں کی بغاوت اوران کی چابکدستی کو روک دے لیکن یہ بات اس نے مجلس مشاورت میں ظاہر نہیں کی، بلکہ ملکی ضرورت کا حوالہ دے کرانہیں خراسان کا حاکم بنانا ظاہر کیا، اور لوگوں نے تو اس پر جو بھی رائے دی ہو لیکن حسن بن سہل اور وزیر اعظم فضل بن سہل اس پر راضی نہ ہوئے اور یہ کہا کہ اس طرح خلافت بنی عباس سے آل محمد کی طرف منتقل ہوجائے گی مامون نے کہا کہ میں نے جو کچھ سوچا ہے وہ یہی ہے اور اس پر عمل کروں گا یہ سن کروہ لوگ خاموش ہو گئے اتنے میں حضرت علی ابن ابی طالب کے ایک معزز صحابی، سلیمان بن ابراھیم بن محمد بن داؤد بن قاسم بن یبست بن عبداللہ بن حبیب بن شیخان بن ارقم، کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ائے مامون رشید" راست می گوئی امامی ترسم کہ تو با حضرت امام رضا ہمان کنی کہ کوفیان باحضرت امام حسین کردند" تو سچ کہتا ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ تو کہیں ان کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو کوفیوں نے امام حسین کے ساتھ کیا ہے۔

مامون رشید نے کہا کہ اے سلیمان تم یہ کیا سوچ رہے ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، میں ان کی عظمت سے واقف ہوں جو انہیں ستائے گا قیامت میں حضرت رسول کریم اور حضرت علی حکیم کو کیون کر منہ دکھائے گا تم مطمئن رہو، انشاء اللہ ان کا ایک بال بھی بیکانہ ہوگا یہ کہہ کر بروایت ابو مخنف مامون رشید نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھا اور قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز اولاد پیغمبر پر کوئی ظلم نہ کروں گا اس کے بعد سلیمان نے تمام لوگوں کو قسم دے کر بیعت لے لی پھر انہوں نے ایک بیعت نامہ تیار کیا اور اس پر اہل خراسان کے دستخط لیے دستخط کرنے والوں کی تعداد چالیس ہزار تھی بیعت نامہ تیار ہونے کے بعد مامون رشید نے سلیمان کو بیعت نامہ سمیت مدینہ بھیج دیا، سلیمان قطع مراحل و طے منازل کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کی، ان کی خدمت میں مامون کا پیغام پہنچادیا۔

اور مجلس مشاورت کے تمام واقعات بیان کئے اور بیعت نامہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے جونہی اس کو کھولا اور اس کا سرنامہ دیکھا، سر مبارک ہلا کر فرمایا کہ یہ میرے لیے کسی طرح مفید نہیں ہے، اس وقت آپ آبدیدہ تھے پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے جدنامدار نے خواب میں نتائج واعواقب سے آگاہ کردیا ہے، سلیمان نے کہا کہ مولا یہ تو خوشی کا موقع ہے آپ اس درجہ پریشان کیوں ہیں، ارشاد فرمایا کہ میں اس دعوت میں اپنی موت دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ مولا میں نے سب سے بیعت لے لی ہے کہا درست ہے لیکن جدنامدار نے جو فرمایا ہے وہ غلط نہیں ہوسکتا، میں مامون کے ہاتھوں شہید کیا جاؤں گا۔

بلآخر آپ پر کچھ دباؤ پڑا کہ آپ مرو خراسان کے لیے عازم ہو گئے جب آپ کے عزیزوں اور وطن والوں کو آپ کی روانگی کا حال معلوم ہوا بے پناہ روئے۔

غرضکہ آپ روانہ ہوگئے، راستے میں ایک چشمہ آب کے کنارے چند آہوؤں کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں جب ان کی نظر حضرت پرپڑی سب دوڑپڑے اور باچشم ترکہنے لگے کہ حضور خراسان نہ جائیں کہ دشمن بہ لباس دوستی آپ کی تاک میں ہے اور ملک الموت استقبال کے لیے تیار ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اگر موت آنی ہے تو وہ ہر حال میں آئے گی (کنزالانساب ابومخنف ص ۸۷ طبع بمبئی ۱۳۰۲ ھ)۔

ایک روایت میں ہے کہ مامون نے اپنی غرض کے لیے حضرت کو خلیفہ وقت بنانے کے لیے لکھا تو آپ نے انکار کردیا پھر اس نے تحریر کیا کہ آپ میری ولی عہدی قبول کیجئے آپ نے اس سے بھی انکار کردیا جب وہ آپ کی طرف سے مایوس ہوگیا تو اس نے تین سو افراد پر مشتمل فوج بھیج دی اور حکم دیدیا کہ وہ جس حالت میں ہوں اور جہاں ہوں ان کو گرفتار کرکے لایا جائے اور انہیں اتنی مہلت نہ دی جائے کہ وہ کسی سے مل سکیں چنانچہ فوج غالبا فضل بن سہل وزیر اعظم کی قیادت میں مدینہ پہنچی اور امام علیہ السلام کو مسجد سے گرفتار کرکے مرو خراسان کے لے روانہ ہوگئی، اتنا موقع نہ دیا کہ امام علیہ السلام، اپنے اہل وعیال سے رخصت ہولیتے۔

مامون کی طلبی سے قبل امام علیہ السلام کی روضہ رسول پر فریاد

ابومخنف بن لوط بن یحیی خزاعی کا بیان ہے کہ حضرت امام موسی کاظم کی شہادت کے بعد ۱۵/ محرم الحرام شب یک شنبہ کو حضرت امام رضا علیہ السلام نے روضہ رسول خدا پر حاضری دی وہاں مشغول عبادت تھے کہ آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول کریم بالباس سیاہ تشریف لائے ہیں اور سخت پریشان ہیں امام علیہ السلام نے سلام کیا حضور نے جواب سلام دے کر فرمایا، ائے فرزند، میں اور علی وفاطمہ، حسن وحسین سب تمہارے غم میں نالاں وگریاں ہیں اور ہم ہی نہیں فرزندم زین العابدین ، محمد باقر، جعفر صادق اور تمہارے پدر موسی کاظم سب غمگین اور رنجیدہ ہیں، ائے فرزند عنقریب مامون رشید تم کو زہر سے شہید کرے گا، یہ دیکھ کر آپ کی آنکھ کھل گئی ، اور آپ زارزار رونے لگے پھر روضہ مبارک سے باہر آئے ایک جماعت نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو پریشان دیکھ کر پوچھا کہ مولا اضطراب کی وجہ کیا ہے فرمایا ابھی ابھی جدنامدار نے میری شہادت کی خبر دی ہے ائے ابوصلت دشمن مجھے شہید کرنا چاہتا ہے اور میں خدا پر بھروسہ کرتا ہوں جو مرضی معبود ہو وہی میری مرضی ہے اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعد مامون رشید کا لشکر مدینہ پہنچ گیا اور وہ امام علیہ السلام کو اپنی سیاسی غرض کرنے کے لیے وہاں سے دارالخلافت "مرو" میں لے آیا (کنزالانساب ص ۸۶)۔

امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے مرو میں طلبی

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حالات کی روشنی میں مامون نے اپنے مقام پریہ قطعی فیصلہ اورعزم بالجزم کرلینے کے بعد کہ امام رضاعلیہ السلام کوولیعہد خلافت بنائے گا اپنے وزیراعظم فضل بن سہل کوبلابھیجا اوراس سے کہاکہ ہماری رائے ہے کہ ہم امام رضاکوولی عہدی سپردکردیں تم خودبھی اس پرسوچ وبچارکرو، اوراپنے بھائی حسن بن سہل سے مشورہ کروان دونوں نے آپس میں تبادلہ خیال کرنے کے بعدمامون کی بارگاہ میں حاضری دی، ان کامقصدتھاکہ مامون ایسانہ کرے ورنہ خلافت آل عباس سے آل محمدمیں چلی جائے گی ان لوگوں نے اگرچہ کھل کرمخالفت نہیں کی، لیکن دبے لفظوں میں ناراضگی کااظہارکیا مامون نے کہاکہ میرافیصلہ اٹل ہے اورمیں تم دونوں کو حکم دیتاہوں کہ تم مدینہ جاکرامام رضاکواپنے ہمراہ لاؤ(حکم حاکم مرگ مفاجات) آخرکاریہ دونوں امام رضاکی خدمت میں مقام مدینہ منورہ حاضرہوئے اورانہوں نے بادشاہ کاپیغام پہنچایا۔

حضرت امام علی رضانے اس عرضداشت کومستردکردیااورفرمایاکہ میں اس امرکے لیے اپنے کوپیش کرنے سے معذورہوں لیکن چونکہ بادشاہ کاحکم تھاکہ انہیں ضرورلاؤ اس لیے ان دونوں نے بے انتہااصرارکیااورآپ کے ساتھ اس وقت تک لگے رہے جب تک آپ نے مشروط طورپروعدہ نہیں کرلیا (نورالابصارص ۱۴۱) ۔

امام رضاعلیہ السلام کی مدینہ سے روانگی

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ جب امین قتل ہواتومامون سلطنت عباسیہ کامستقل بادشاہ بن گیایہ ظاہرہے کہ امین کے قتل ہونے کے بعدسلطنت مامون کے پائے نام ہوگئی مگریہ پہلے کہاجاچکاہے کہ امین ننہیال کی طرف سے عربی النسل تھا، اورمامون عجمی النسل تھا امین کے قتل ہونے سے عراق کی عرب قوم اورارکان سلطنت کے دل مامون کی طرف سے صاف نہیں ہوسکتے تھے بلکہ وہ ایک غم وغصہ کی کیفیت محسوس کرتے تھے دوسری طرف خودبنی عباس میں سے ایک بڑی جماعت جوامین کی طرف دارتھی اس سے بھی مامون کوہرطرح خطرہ لگاہواتھا۔

اولادفاطمہ میں سے بہت سے لوگ جووقتافوقتابنی عباس کے مقابل میں کھڑے ہوتے رہتے تھے وہ خواہ قتل کردیے گئے ہوں یاجلاوطن کئے گئے ہوں یاقیدرکھے گئے ہوں ان کے موافق جماعت تھی جواگرچہ حکومت کاکچھ بگاڑنہ سکتی تھی مگردل ہی دل میں حکومت بن عباس سے بیزارضرورتھی ایران میں ابومسلم خراسانی نے بنی امیہ کے خلاف جواشتعال پیداکیاوہ ان مظالم ہی کویاددلاکرجوبنی امیہ کے ہاتھوں حضرت امام حسین علیہ السلام اوردوسرے بنی فاطمہ کے ساتھ کیے تھے اس سے ایران میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کاپیداہونافطری تھا درمیان میں بنی عباس نے اس سے غلط فائدہ اٹھایامگراتنی مدت میں کچھ نہ کچھ توایرانیوں کی آنکھیں بھی کھل گئی ہوں گی کہ ہم سے کہاگیاتھاکیااوراقتدارکن لوگوں نے حاصل کرلیا، ممکن ہے ایرانی قوم کے ان رجحانات کاچرچامامون کے کانوں تک بھی پہنچاہواب جس وقت کہ امین کے قتل کے بعدوہ عرب قوم پراوربنی عباس کے خاندان

پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا اور اسے ہر وقت اس حلقہ سے بغاوت کا اندیشہ تھا، تو اسے سیاسی مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ عرب کے خلاف عجم اور بنی عباس کے خلاف بنی فاطمہ کو اپنا لیا جائے، اور چونکہ طرز عمل میں خلوص سمجھا نہیں جا سکتا اور وہ عام طبائع پر اثر نہیں ڈال سکتا اگر یہ نمایاں ہو جائے کہ وہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہے اس لے ضرورت ہوئی کہ مامون مذہبی حیثیت سے اپنی شیعت نوازی اور ولائے اہلبیت کے چرچے عوام کے حلقوں میں پھیلائے اور یہ دکھلائے کہ وہ انتہائی نیک نیتی پر قائم ہے اب ''حق بہ حقدار رسید'' کے مقولہ کو سچا بنانا چاہتا ہے۔

اس سلسلہ میں جناب شیخ صدوق اعلی اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کی حکایت بھی شائع کی کہ جب امین کا اور میرا مقابلہ تھا، اور بہت نازک حالت تھی اور عین اسی وقت میرے خلاف سیستان اور کرمان میں بھی بغاوت ہوگئی تھی اور خراسان میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور فوج کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا اور اس سخت اور دشوار ماحول میں، میں نے خدا سے التجا کی اور منت مانی کہ اگر یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں اور میں بام خلافت تک پہنچوں تو اس کو اس کے اصل حقدار یعنی اولاد فاطمہ میں سے جو اس کا اہل ہے اس تک پہنچا دوں گا اسی نذر کے بعد سے میرے سب کام بننے لگے، اور آخر تمام دشمنوں پر مجھے فتح حاصل ہوئی۔

یقیناً یہ واقعہ مامون کی طرف سے اس لیے بیان کیا گیا کہ اس کا طرز عمل خلوص نیت اور حسن نیت پر بھی مبنی سمجھا جائے، یوں تو جو اہلبیت کے کھلے ہوئے دشمن سخت سے سخت تھے وہ بھی ان کی حقیقت اور فضیلت سے واقف تھے اور ان کی عظمت کو جانتے تھے مگر شیعیت کے معنی صرف یہ جاننا تو نہیں ہیں بلکہ محبت رکھنا اور اطاعت کرنا ہیں اور مامون کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس دعوے شیعیت اور محبت اہل بیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود خود امام کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ امام کو اپنے منشا کے مطابق چلانے کی کوشش تھی ولی عہد بننے کے بارے میں آپ کے اختیارات کو بالکل سلب کر دیا گیا اور آپ کو مجبور بنا دیا گیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ یہ ولی عہدی کی تفویض بھی ایک حاکمانہ تشدد تھا جو اس وقت شیعیت کے بھیس میں امام کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

امام رضا علیہ السلام کا ولی عہد کو قبول کرنا بالکل ویسا ہی تھا جیسا ہارون کے حکم سے امام موسی کاظم کا جیل خانہ میں چلا جانا اسی لیے جب امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو آپ کے رنج وصدمہ اور اضطراب کی کوئی حد نہ تھی روضہ رسول سے رخصت کے وقت آپ کا وہی عالم تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے روانگی کے وقت تھا دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ بے تابانہ روضہ کے اندر جاتے ہیں اور نالہ وآہ کے ساتھ امت کی شکایت کرتے ہیں پھر باہر نکل کر گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر دل نہیں مانتا پھر روضہ سے جا کر لپٹ جاتے ہیں یہ ہی صورت کئی مرتبہ ہوئی، راوی کا بیان ہے کہ میں

حضرت کے قریب گیاتو فرمایا ائے محول! میں اپنے جد امجد کے روضے سے بہ جبر جدا کیا جارہاہوں اب مجھ کو یہاں آنا نصیب نہ ہوگا (سوانح امام رضا جلد ۳ ص ۷) ۔

محول شیبانی کا بیان ہے کہ جب وہ ناگوار وقت پہنچ گیا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے جد بزرگوار کے روضہ اقدس سے ہمیشہ کیلیے وداع ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے تابانہ اندر جاتے ہیں اور بانالہ وآہ باہر آتے ہیں اور ظلمہ امت کی شکایت کرتے ہیں یا باہر آکر گریہ وبکا فرماتے ہیں اور پھر اندر واپس چلے جاتے ہیں آپ نے چندبار ایسا ہی کیا اور مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے حاضر ہوکر عرض کی مولا اضطراب کی کیا وجہ ہے ؟ فرمایا ائے محول ! میں اپنے نانا کے روضہ سے جبرا جدا کیا جارہاہوں مجھے اس کے بعد اب یہاں آنا نصیب نہ ہوگا میں اسی مسافرت اور غریب الوطنی میں شہید کردیا جاؤں گا، اور ہارون رشید کے مقبرہ میں مدفون ہوں گا اس کے بعد آپ دولت سرا میں تشریف لائے اور سب کو جمع کرکے فرمایا کہ میں تم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہورہاہوں یہ سن کر گھر میں ایک عظیم کہرام بپا ہوگیا اور سب چھوٹے بڑے رونے لگے ، آپ نے سب کو تسلی دی اور کچھ دینار اعزا میں تقسیم کرکے راہ سفر اختیار فرمالیا ایک روایت کی بناپر آپ مدینہ سے روانہ ہوکر مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں طواف کرکے خانہ کعبہ کو رخصت فرمایا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا نیشاپور میں ورود مسعود

رجب ۲۰۰ ہجری میں حضرت مدینہ منورہ سے مرو "خراسان" کی جانب روانہ ہوئے اہل وعیال اور متعلقین سب کو مدینہ منورہ ہی میں چھوڑا اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر پانچ برس کی تھی آپ مدینہ ہی میں رہے مدینہ سے روانگی کے وقت کوفہ اور قم کی سیدھی راہ چھوڑ کر بصرہ اور اہواز کا غیر متعارف راستہ اس خطرہ کے پیش نظر اختیار کیا گیا کہ کہیں عقیدت مندان امام مزاحمت نہ کریں غرضکہ قطع مراحل اور طے منازل کرتے ہوئے یہ لوگ نیشاپور کے نزدیک جا پہنچے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ کی مقدس سواری نیشاپوری کے قریب پہنچی تو جملہ علماء وفضلاء شہر نے بیرون شہر حاضر ہوکر آپ کی رسم استقبال ادا کی ، داخل شہر ہوئے تو تمام خورد وبزرگ شوق زیارت میں امنڈ پڑے ، مرکب عالی جب مربعہ شہر(چوک) میں پہنچا تو خلاق سے زمین پر تل رکھنے کی جگہ نہ تھی اس وقت حضرت امام رضا قاطر نامی خچر پر سوار تھے جس کا تمام سازوسامان نقرئی تھا خچر پر عماری تھی اور اس پر دونوں طرف پردہ پڑے ہوئے تھے اور بروایتے چھتری لگی ہوئی تھی اس وقت امام المحدثین حافظ ابوزرعہ رازی اور محمدن بن اسلم طوسی آگے آگے اور ان کے پیچھے اہل علم وحدیث کی ایک عظیم جماعت حاضر خدمت ہوئی اور باین کلمات امام علیہ السلام کو مخاطب کیا "اے جمیع سادات کے سردار، اے تمام مومنوں کے امام اور اے مرکز پاکیزگی ، آپ کو رسول اکرم کا واسطہ ، آپ اپنے اجداد کے صدقہ میں اپنے دیدار کا موقع دیجئے اور کوئی حدیث اپنے جد نامدار کی بیان فرمائیے یہ کہہ کر محمد بن رافع ، احمد بن حارث ، یحی بن یحی اور اسحاق بن راہویہ نے آپ کے خاطر کی باگ تھام لی۔

ان کی استدعاسن کرآپ نے سواری روک دیئے جانے کے لیے اشارہ فرمایا، اورشارہ کیاکہ حجاب اٹھادیئے جائیں فوراتعمیل کی گئی حاضرین نے جونہی وہ نورانی چہرہ اپنے پیارے رسول کے جگرگوشہ کادیکھاسینوں میں دل بیتاب ہوگئے دوزلفین نورانو رپر مانندگیسوئے مشک بوئے جناب رسول خداچھوٹی ہوئی تھیں کسی کویارائے ضبط باقی نہ رہاوہ سب کے سب بے اختیارڈھاریں مارکررونے لگے بہتوں نے اپنے کپڑے پھاڑڈالے کچھ زمین پرگرکرلوٹنے لگے بعض سواری کے گردوپیش گھومنے اورچکرلگانے لگے اورمرکب اقدس کی زین ولجام چومنے لگے اورعماری کابوسہ دینے لگے آخرمرکب عالی کے قدم چومنے کے اشتیاق میں درانہ بڑھے چلے آتے تھے غرضکہ عجیب طرح کاولولہ تھاکہ جمال باکمال کودیکھنے سے کسی کوسیری نہیں ہوئی تھی ٹکٹکی لگائے رخ انورکی طرف نگراں تھے یہاں تک دوپہر ہوگئی اوران کے موجودہ اشتیاق وتمناکی پرجوشیوں میں کوئی کمی نہیں آئی اس وقت علماء وفضلاء کی جماعت نے باآوازبلندپکارکرکہاکہ مسلمانوں ذراخاموش ہوجاؤ، اورفرزندرسول کے لیے آزارنہ بنو، ان کی استدعاپرقدرے شوروغل تھماتوامام علیہ السلام نے فرمایا:

حدثنی ابی موسی الکاظم عن ابیه جعفرالصادق عن ابیه محمدالباقرعن ابیه زین العابدین عن ابیه الحسین الشهیدبکربلاعن ابیه علی المرتضی قال حدثنی حبیبی وقرة عینی رسو ل الله صلی الله علیه وآله وسلم قال حدثنی جبرئیل علیه السلام قال حدثنی رب العزت سبحانه وتعالی قال لااله الاالله حصنی فمن قالهادخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی (مسندامام رضاعلیہ السلام ص ۷ طبع مصر ۱۳۴۱ ھ)۔

ترجمہ:

میرے پدربزرگوارحضرت امام موسی کاظم نے مجھ سے بیان فرمایااوران سے امام جعفرصادق علیہ السلام نے اوران سے امام محمدباقرنے اوران سے امام زین العابدین نے اوران سے امام حسین نے اوران سے حضرت علی مرتضی نے اوران سے حضرت رسول کریم جناب محمد مصطفی صلعم نے اوران سے جناب جبرئیل امین نے اوران سے خداوندعالم نے ارشادفرمایاکہ "لاالہ الااللہ" میراقلعہ ہے جواسے زبان پرجاری کرے گامیرے قلعہ میں داخل ہوجائے گااورجومیرے قلعہ میں داخل ہوگامیرے عذاب سے محفوظ ہوجائے گا۔

یہ کہہ کرآپ نے پردہ کھینچوادیا، اورچندقدم بڑھنے کے بعد فرمایا بشرطہاوشروطہاوانامن شروطہاکہ لاالہ الااللہ کہنے والانجات ضرورپائے گالیکن اس کے کہنے اورنجات پانے میں چندشرطیں ہیں جن میں سے ایک شرط میں بھی ہوں یعنی اگرآل محمدکی محبت دل میں نہ ہوگی تولاالہ الااللہ کہناکافی نہ ہوگاعلماء نے "تاریخ نیشابور" کے حوالے سے لکھاہے کہ اس حدیث کے لکھنے میں مفرددواتوں کے علاوہ ۲۴ ہزارقلمدان استعمال کئے گئے احمدبن حنبل کاکہناہے کہ یہ حدیث جن اسناداوراسماء کے ذریعہ سے بیان فرمائی گئی ہے اگرانہیں اسماء کوپڑھ کر مجنون پردم کیاجائے تو"لافاق من جنونہ" ضروراس کاجنون جاتارہے گا اوروہ اچھاہوجائے گاعلامہ شبلنجی نورالابصارمیں بحوالہ ابوالقاسم تضیری لکھتے ہیں کہ ساسانہ کے رہنے والے بعض رؤسا نے جب اس سلسلہ حدیث

کوسناتو اسے سونے کے پانی سے لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیا اور مرتے وقت وصیت کی کہ اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مرنے کے بعد اس نے خواب میں بتایا کہ خداوند عالم نے مجھے ان ناموں کی برکت سے بخش دیا ہے اور میں بہت آرام کی جگہ ہوں۔

مؤلف کہتا ہے کہ اسی فائدہ کے لیے شیعہ اپنے کفن میں خواب نامہ کے طور پر ان اسماء کو لکھ کر رکھتے ہیں بعض کتابوں میں ہے کہ نیشا پور میں آپ سے بہت سے کرامات نمودار ہوئے۔

شہر طوس میں آپ کا نزول وورود

جب اس سفر میں چلتے چلتے شہر طوس پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک پہاڑ سے لوگ پتھر تراش کر ہانڈی وغیرہ بناتے ہیں آپ اس سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے اس کے نرم ہونے کی دعا کی وہاں کے باشندوں کا کہنا ہے کہ اس پہاڑ کا پتھر بالکل نرم ہو گیا اور بڑی آسانی سے برتن بننے لگے۔

امام رضا کا دار الخلافہ مرو میں نزول

امام علیہ السلام طے مراحل اور قطع منازل کرنے کے بعد جب مرو پہنچے جسے سکندر ذوالقرنین نے بروایت معجم البلدان آباد کیا تھا اور جو اس وقت دار السلطنت تھا تو مامون نے چند روز ضیافت تکریم کے مراسم ادا کرنے کے بعد قبول خلافت کا سوال پیش کیا حضرت نے اس سے اسی طرح انکار کیا جس طرح امیر المومنین چوتھے موقعہ پر خلافت پیش کئے جانے کے وقت انکار فرما رہے تھے مامون کو خلافت سے دستبردار ہونا، در حقیقت منظور نہ تھا ورنہ وہ امام کو اسی پر مجبور کرتا۔

چنانچہ جب حضرت نے خلافت کے قبول کرنے سے انکار فرمایا، تو اس نے ولیعہدی کا سوال پیش کیا حضرت اس کے بھی انجام سے ناواقف نہ تھے نیز بخوشی جابر حکومت کی طرف سے کوئی منصب قبول کرنا آپ کے خاندانی اصول کے خلاف تھا حضرت نے اس سے بھی انکار فرمایا مگر اس پر مامون کا اصرار جبر کی حد تک پہنچ گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ "لابد من قبولک" اگر آپ اس کو منظور نہیں کر سکتے تو اس وقت آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا جان کا خطرہ قبول کیا جا سکتا ہے جب مذہبی مفاد کا قیام جان دینے پر موقوف ہو ورنہ حفاظت جان شریعت اسلام کا بنیادی حکم ہے امام نے فرمایا، یہ ہے تو میں مجبورا قبول کرتا ہوں مگر کاروبار سلطنت میں بالکل دخل نہ دوں گا ہاں اگر کسی بات میں مجھ سے مشورہ لیا جائے تو نیک مشورہ ضرور دوں گا۔

اس کے بعد یہ ولی عہدی صرف برائے نام سلطنت وقت کے ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتی تھی جس سے ممکن ہے کچھ عرصہ تک سیاسی مقصد میں کامیابی حاصل کر لی گئی ہو مگر امام کی حیثیت اپنے فرایض کے انجام دینے میں بالکل وہ تھی

جو ان کے پیش رو حضرت علی مرتضی اپنے زمانے کے بااقتدار طاقتوں کے ساتھ اختیار کر چکے تھے جس طرح ان کا کبھی کبھی مشورہ دینا ان حکومتوں کو صحیح وناجائز نہیں بنا سکتا ویسے ہی امام رضا علیہ السلام کا اس نوعیت سے ولیعہدی کا قبول فرمانا اس سلطنت کے جواز کا باعث نہیں ہوسکتا تھا صرف مامون کی ایک راج ہٹ تھی جو سیاسی غرض کے پیش نظر اس طرح پوری ہوگئی مگر امام نے اپنے دامن کو سلطنت ظلم کے اقدامات اور نظم ونسق سے بالکل الگ رکھا۔

تواریخ میں ہے کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ شرطیں قبول کر لیں اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کئے اور بارگاہ احدیت میں عرض کی پروردگار تو جانتا ہے کہ اس امر کو میں نے بہ مجبور و ناچاری اور خوف قتل کی وجہ سے قبول کر لیا ہے۔

خداوندا تو میرے اس فعل پر مجھ سے اسی طرح مواخذہ نہ کرنا جس طرح جناب یوسف اور جناب دانیال سے بازپرس نہیں فرمائی اس کے بعد کہا میرے پالنے والے تیرے عہد کے سوا کوئی عہد نہیں اور تیری عطا کی ہوئی حیثیت کے سوا کوئی عزت نہیں خدایا تو مجھے اپنے دین پر قائم رہنے ک توفیق عنایت فرما، خواجہ محمد پارسا کا کہنا ہے کہ ولیعہدی کے وقت آپ رو رہے تھے ملا حسین لکھتے ہیں کہ مامون کی طرف سے اصرار اور حضرت کی طرف سے انکار کا سلسلہ دو ماہ جاری رہا اس کے بعد ولی عہدی قبول کی گئی۔

جلسہ ولیعہدی کا انعقاد

یکم رمضان ۲۰۱ ھجری بروز پنجشنبہ جلسہ ولیعہدی منعقد ہوا، بڑی شان وشوکت اور تزک واحتشام کے ساتھ یہ تقریب عمل میں لائی گئی سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو اشارہ کیا اور اس نے بیعت کی، پھر اور لوگ بیعت سے شرفیاب ہوئے سونے اور چاندی کے سکے سر مبارک پر نثار ہوئے اور تمام ارکان سلطنت اور ملازمین کو انعامات تقسیم ہوئے مامون نے حکم دیا کہ حضرت کے نام کا سکہ تیار کیا جائے، چنانچہ درہم ودینا پر حضرت کے نام کا نقش ہوا، اور تمام قلمرو میں وہ سکہ چلایا گیا جمعہ کے خطبہ میں حضرت کا نام نامی داخل کیا گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت کے نام مبارک کا سکہ عقیدت مندوں کے لیے تبرک اور ضمانت کی حیثیت رکھتا تھا اس سکہ کو سفر وحضر میں حرز جان کے لیے ساتھ رکھنا یقینی امر تھا صاحب جنات الخلود نے بحر وبر کے سفر میں تحفظ کے لیے آپ کے توسل کا ذکر کیا ہے اسی کی یادگار ہیں بطور ضمانت بعقیدہ تحفظ ہم اب بھی سفر میں بازو پر امام ضامن ثامن کا پیسہ باندھتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ۳۳ ہزار عباسی مرد وزن وغیرہ کی موجودگی میں آپ کو ولیعہد خلافت بنا دیا گیا اس کے بعد اس نے تمام حاضرین سے حضرت امام علی رضا کے لیے بیعت لی اور دربار کا لباس بجائے سیاہ کے سبز قرار دیا گیا جو سادات کا امتیازی لباس تھا فوج کی وردی بھی بدل دی گئی تمام ملک میں احکام شاہی نافذ ہوئے کہ مامون کے بعد علی رضا تخت وتاج کے مالک ہیں اور ان

کا لقب ہے "الرضا من آل محمد" حسن بن سہل کے نام بھی فرمان گیا کہ ان کے لیے بیعت عام لی جائے اور عموما اہل فوج وعمائد بنی ہاشم سبز رنگ کے پھرہرے اور سبز کلاہ وقبائیں استعمال کریں۔

علامہ شریف جرجانی نے لکھا ہے کہ قبول ولیعہدی کے متعلق جو تحریر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کو لکھی اس کا مضمون یہ تھا کہ "چونکہ مامون نے ہمارے ان حقوق کو تسلیم کرلیا ہے جن کو ان کے آباؤ اجداد نے نہیں پہچانا تھا لہذا میں نے اس کی درخواست ولی عہدی قبول کرلی اگرچہ جفر وجامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انجام کو نہ پہنچے گا"۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ قبول ولیعہدی کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا تھا اس پر گواہ کی حیثیت سے فضل بن سہل ، سہل بن فضل ، یحی بن اکثم ، عبداللہ بن طاہر ، ثمامہ بن اشرس ، بشر بن معتمر ، حماد بن نعمان وغیرہم کے دستخط تھے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے اس جلسہ ولیعہدی میں اپنے مخصوص عقیدت مندوں کو قریب بلا کر کان میں فرمایا تھا کہ اس تقریب پر دل میں خوشی کو جگہ نہ دو ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ص ۱۲۲ ، مطالب السول ص ۲۸۲ ، نورالابصار ص ۱۴۲ ، اعلام الوری ص ۱۹۳ ، کشف الغمہ ص ۱۱۲ ، جنات الخلود ص ۳۱ ، المامون ص ۸۲ ، وسیلۃ النجات ص ۳۷۹ ، ارجح المطالب ص ۴۵۴ ، مسند امام رضا ص ۷ ، تاریخ طبری ، شرح مواقف ، تاریخ آئمہ ص ۴۷۲ ، تاریخ احمدی ص ۳۵۴ ، شواہد النبوت ، ینابع المودۃ ، فصل الخطاب ، حلیۃ الاولیا ، روضۃ الصفا ، عیون اخبار رضا ، دمعہ ساکبہ ، سوانح امام رضا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کا دشمنوں پر اثر

تاریخ اسلام میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی خبر سن کر بغداد کے عباسی یہ خیال کر کے کہ خلافت ہمارے خاندان سے نکل چکی ہے کمال دل سوختہ ہوئے اور انہوں نے ابراہیم بن مہدی کو بغداد کے تخت پر بٹھادیا اور محرم ۲۰۲ ہجری میں مامون کی معزولی کا اعلان کردیا بغداد اور اس کے نواح میں بالکل بد نظمی پھیل گئی لچے غنڈے دن دھاڑے لوٹ مار کرنے لگے جنوبی عراق اور حجاز میں بھی معاملات کی حالت ایسی ہی خراب ہو رہی تھی فضل وزیر اعظم سب خبروں کو بادشاہ سے پوشیدہ رکھتا تھا مگر امام رضا علیہ السلام نے اسے خبردار کردیا بادشاہ وزیر کی طرف سے بدگمان ہوگیا مامون کو جب ان شورشوں کی خبر ہوئی تو بغداد کی طرف روانہ ہوگیا سرخس میں پہنچ کر اس نے فضل بن سہل وزیر سلطنت کو حمام میں قتل کرادیا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۱)۔

شمس العلماء شبلی نعمانی حضرت امام رضا کی بیعت ولیعہدی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس انوکھے حکم نے بغداد میں ایک قیامت انگیز ہلچل مچادی اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ لبریز ہوگیا بعضوں نے (سبز رنگ وغیرہ کے اختیار کرنے کے حکم کی بہ جبر تعمیل کی مگر عام صدا یہی تھی کہ خلافت خاندان عباس کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتی (المامون ص ۸۲)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضاعلیہ السلام جب ولی عہد خلافت مقرر کئے جانے لگے مامون کے حاشیہ نشین سخت بدظن اوردل تنگ ہوگئے اوران پر یہ خوف چھاگیاکہ اب خلافت بنی عباس سے نکل کر بنی فاطمہ کی طرف چلی جائے گی اوراسی تصورنے انہیں حضرت امام رضاعلیہ السلام سے سخت متنفر کردیا (نورالابصار ص ۱۴۳) ۔

واقعہ حجاب

مورخین لکھتے ہیں کہ اس واقعہ ولیعہدی سے لوگوں میں اس درجہ بغض وحسداورکینہ پیداہوگیاکہ وہ لوگ معمولی معمولی باتوں پراس کامظاہرہ کردیتے تھے علامہ شبلنجی اورعلامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضاعلیہ السلام کاولیعہدی کے بعدیہ اصول تھاکہ آپ مامون سے اکثرملنے کے لیے تشریف لے جایاکرتے تھے اورہوتایہ تھاکہ جب آپ دہلیزکے قریب پہنچتے تھے توتمام دربان اورخدام آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے اورسلام کرکے پردہ دراٹھایاکرتے تھے ایک دن سب نے مل کرطے کرلیاکہ کوئی پردہ نہ اٹھائے چنانچہ ایساہی ہواجب امام علیہ السلام تشریف لائے توحجاب نے پردہ نہیں اٹھایامطلب یہ تھاکہ اس سے امام کی توہین ہوگی، لیکن اللہ کے ولی کوکوئی ذلیل نہیں کرسکتاجب ایساواقعہ آیاتوایک تندہوانے پرداہ اٹھایااورامام داخل دربارہوگئے پھرجب آپ واپس تشریف لائے توہوانے بدستورپردہ اٹھانے میں سبقت کی اسی طرح کئی دن تک ہوتارہا بالآخرہ وہ سب کے سب شرمندہ ہوگئے اورامام علیہ السلام کی خدمت مثل سابق کرنے لگے (نورالابصارص ۱۴۳، مطالب السؤل ص ۲۸۲، شواہدالنبوت ص ۱۹۷) ۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام اورنمازعید

ولی عہدی کوابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ عیدکاموقع آگیامامون نے حضرت سے کہلابھیجاکہ آپ سواری پرجاکرلوگوں کونمازعیدپڑھائیں حضرت نے فرمایاکہ میں نے پہلے ہی تم سے شرط کرلی ہے کہ بادشاہت اورحکومت کے کسی کام میں حصہ نہیں لوں گااورنہ اس کے قریب جاؤں گا اس وجہ سے تم مجھ کو اس نمازعیدسے بھی معاف کردوتوبہترہے ورنہ میں نمازعیدکے لے اسی طرح جاؤں گاجس طرح میرے جدامجدحضرت محمدرسول اللہ صلعم تشریف لے جایاکرتے تھے مامون نے کہاکہ آپ کواختیارہے جس طرح چاہیں جائیں اس کے بعداس نے سواروں اورپیادوں کوحکم دیاکہ حضرت کے دروازے پہ حاضرہوں۔

جب یہ خبرشہرمیں مشہورہوئی تولوگ عیدکے روزسڑکوں اورچھتوں پرحضرت کی سواری کی شان دیکھنے کوجمع ہوگئے، اکی بھیڑلگ گئی عورتوں اورلڑکوں سب کوآرزوتھی کہ حضرت کی زیارت کریں اورآفتاب نکلنے کے بعدحضرت نے غسل کیااورکپڑے بدلے،

سفید عمامہ سر پر باندھا، عطر لگایا اور عصا ہاتھ میں لے کر عید گاہ جانے پر آمادہ ہوگئے اس کے بعد نوکروں اور غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی غسل کر کے کپڑے بدل لو اور اسی طرح پیدل چلو۔

اس انتظام کے بعد حضرت گھر سے باہر نکلے پائجامہ آدھی پنڈلی تک اٹھا لیا کپڑوں کو سمیٹ لیا، ننگے پاؤں ہوگئے اور پھر دو تین قدم چل کر کھڑے ہوگئے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، حضرت کے ساتھ نوکروں، غلاموں اور فوج کے سپاہیوں نے بھی تکبیر کہی راوی کا بیان ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام تکبیر کہتے تھے تو ہم لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار اور زمین آسمان سے حضرت کی تکبیر کا جواب سنائی دیتا ہے اس ہیبت کو دیکھ کر یہ حالت ہوئی کہ سب لوگ اور خود لشکر والے زمین پر گر پڑے سب کی حالت بدل گئی لوگوں نے چھریوں سے اپنی جوتیوں کے کل تسمے کاٹ دئیے اور جلدی جلدی جوتیاں پھینک کر ننگے پاؤں ہوگئے شہر بھر کے لوگ چینخ چینخ کر رونے لگے ایک کہرام بپا ہوگیا۔

اس کی خبر مامون کو بھی ہوگئی اس کے وزیر فضل بن سہل نے اس سے کہا کہ اگر امام رضا اسی حالت سے عید گاہ تک پہنچ جائیں گے تو معلوم نہیں کیا فتنہ اور ہنگام برپا ہوجائے گا سب لوگ ان کی طرف ہوجائیں گے اور ہم نہیں جانتے کہ ہم لوگ کیسے بچیں گے وزیر کی اس تقریر پر متنبہ ہو کر مامون نے اپنے پاس سے ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر کہلا بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی جو آپ سے عید گاہ جانے کے لیے کہا اس سے آپ کو زحمت ہو رہی ہے اور میں آپ کی مشقت کو پسند نہیں کرتا بہتر ہے کہ آپ واپس چلے آئیں اور عید گاہ جانے کی زحمت نہ فرمائیں پہلے جو شخص نماز پڑھاتا تھا وہ پڑھائے گا یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام واپس تشریف لائے اور نماز عید نہ پڑھا سکے (وسیلۃ النجات ص ۳۸۲، مطالب السول ص ۲۸۲ و اصول کافی)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں، فرجع علی رضا الی بیتہ ورکب المامون فصلی بالناس "کہ امام رضا علیہ السلام دولت سرا کو واپس تشریف لائے اور مامون نے جا کر نماز پڑھائی (نور الابصار ص ۱۴۳)۔

حضرت امام رضا کی مدح سرائی اور دعبل خزاعی اور ابو نواس

عرب کے مشہور شاعر جناب دعبل خزاعی کا نام ابو علی دعبل ابن علی بن زرین ہے آپ ۱۴۸ ہجری میں پیدا کر ۲۴۵ ہجری میں بمقام شوش وفات پا گئے (رجال طوسی ۳۷۶)۔ اور ابو نواس کا پورا نام ابو علی حسن بن ہانی ابن عبدالاول ہوازی بصری بغدادی ہے یہ ۱۳۶ ہجری میں پیدا ہو کر ۱۹۶ ہجری میں فوت ہوئے دعبل آل محمد کے مدح خاص تھے اور ابو نواس ہارون رشید امین و مامون کا ندیم تھا۔

دعبل خزاعی کے بے شمار اشعار مدح آل محمد میں موجود ہیں علامہ شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام ولی عہد سلطنت تھے دعبل خزاعی ایک دن دارالسلطنت مرو میں آپ سے ملے اور انہوں نے کہا کہ حضور میں نے آپ کی

مدح میں ۱۲۰ اشعارپر مشتمل ایک قصیدہ لکھا ہے میری تمنا ہے میں اسے سب سے پہلے حضورہی کو سناؤں حضرت نے فرمایابہتر ہے، پڑھو:

دعبل خزاعی نے اشعارپڑھناشروع کیا قصیدہ کامطلع یہ ہے:

ذكرت محل الربع من عرفات

فاجريت دمع العين بالعبرات

جب دعبل قصیدہ پڑھ چکے توامام علیہ السلام نے ایک سواشرفی کی تھیلی انہیں عطافرمائی دعبل نے شکریہ اداکرنے کے بعد اسے واپس کرتے ہوئے کہاکہ مولا میں نے یہ قصیدہ قربۃ الی اللہ کہا ہے میں کوئی عطیہ نہیں چاہتا خدانے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے البتہ حضوراگرمجھے جسم سے اترے ہوئے کپڑے عنایت فرمادیں ،تووہ میری عین خواہش کے مطابق ہوگاآپ نے ایک جبہ عطاکرتے ہوئے فرمایاکہ اس رقم کوبھی رکھ لو یہ تمہارے کام آئے گی دعبل نے اسے لے لیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد دعبل مروسے عراق جانے والے قافلے کے ساتھ ہوکر روانہ ہوئے راستہ میں چوروں نے اورڈاکوں نے حملہ کرکے سب کچھ لوٹ لیا اورچند آدمیوں کوگرفتاربھی کرلیا جن میں دعبل بھی تھے ڈاکوؤں نے مالی تقسیم کرتے وقت دعبل کاایک شعرپڑھا دعبل نے پوچھایہ کس کاشعرہے انہوں نے کسی کاہوگا دعبل نے کہاکہ یہ میراشعرہے اس کے بعدانہوں نے ساراقصیدہ سنادیا ان لوگوں نے دعبل کے صدقے میں سب کوچھوڑدیا اورسب کامال واپس کردیایہاں تک کہ یہ نوبت آئی کہ ان لوگوں نے واقعہ سن کرامام رضاکادیاہواجبہ خریدناچاہا،اوراس کی قیمت ایک ہزاردینارلگائی دعبل نے جواب دیاکہ یہ میں نے بطورتبرک اپنے پاس رکھاہے اسے فروخت نہ کروں گا بالآخر باربار گرفتارہونے کے بعد انہوں نے اسے ایک ہزاراشرفی پرفروخت کردیا۔

علامہ شبلنجی بحوالہ ابوصلت ہروی لکھتے ہیں کہ دعبل نے جب امام رضاکے سامنے یہ قصیدہ پڑھاتھاتوآپ رورہے تھے اورآپ نے دوبیتوں کے بارے میں فرمایاتھاکہ یہ اشعارالہامی ہیں (نورالابصارص ۱۳۸)۔

علامہ عبدالرحمن لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضاعلیہ السلام نے قصیدہ سنتے ہوئے نفس زکیہ کے تذکرہ پرفرمایاکہ ائے دعبل اس جگہ ایک شعرکااوراضافہ کرو، تاکہ تمہاراقصیدہ مکمل ہوجائے انہوں نے عرض کی مولافرمائیے ارشادہوا:

وقبربطوس نالها من مصيبة

الحت على الاحشاء بالزفرات

دعبل نے گھبرا کے پوچھا مولا، یہ کس کی قبر ہوگی، جس کا حضور نے حوالہ دیا ہے فرمایا اۓ دعبل یہ قبر میری ہوگی اور میں عنقریب اس عالم میں غربت میں جب کہ میرے اعزا و اقرباء بال بچے مدینہ میں ہیں شہید کر دیا جاؤں گا اور میری قبر یہیں بنے گی اے دعبل جو میری زیارت کو آئے گا جنت میں میرے ہمراہ ہوگا (شواہد النبوت ص ۱۹۹)۔

دعبل کا یہ مشہور قصیدہ مجالس المومنین ص ۴۶۶ میں مکمل منقول ہے البتہ اس کا مطلع بدلا ہوا ہے علامہ شیخ عباس قمی نے لکھا ہے کہ دعبل نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا "طبقات الشعراء" (سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۲۴۱)۔

ابونواس کے متعلق علماء اسلام لکھتے ہیں کہ ایک دن اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ تم اکثر شعار کہتے ہو اور پھر مدح بھی کیا کرتے ہو لیکن افسوس کی بات ہے کہ تم نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مدح میں اب تک کوئی شعر نہیں کہا اس نے جواب دیا کہ حضرت کی جلالت قدر ہی نے مجھے مدح سرائی سے روکا ہے میری ہمت نہیں پڑتی کہ آپ کی مدح کروں یہ کہہ کر اس نے چند شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

لوگوں نے مجھ سے کہا کہ عمدہ کلام کے ہر رنگ اور مذاق کے اشعار سب لوگوں سے سننے والوں کے سامنے موتی جھڑتے ہیں پھر تم نے حضرت کے فضائل و مناقب میں کوئی قصیدہ کیوں نہیں کہا؟ تو میں نے سب کے جواب میں کہہ دیا کہ بھائیو جن جلیل الشان امام کے آبائے کرام کے خادم جبرئیل ایسے فرشتے ہوں ان کی مدح کرنا مجھ سے ممکن نہیں ہے۔

اس کے بعد اس نے چند اشعار آپ کی مدح میں لکھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

یہ حضرات آئمہ طاہرین خدا کے پاک و پاکیزہ کئے ہوئے ہیں اور ان کا لباس بھی طیب و طاہر ہے جہاں بھی ان کا ذکر ہوتا ہے وہاں ان پر درود کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے جب حسب و نسب بیان ہوتے وقت کوئی شخص علوی خاندان کا نہ نکلے تو اس کو ابتدائے زمانہ سے کوئی فخر کی بات نہیں ملے گی جب خدا نے سب سے زیادہ شریف بھی قرار دیا اور سب پر فضیلت بھی دی، میں سچ کہتا ہوں کہ آپ حضرات ہی ملا اعلی ہیں اور آپ ہی کے پاس قرآن مجید کا علم اور سوروں کے مطالب و مفاہیم ہیں" (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۳۲۲، نور الابصار ص ۱۳۸ طبع مصر)۔

مذاہب عالم کے علماء سے حضرت امام رضا کے علمی مناظرے

مامون رشید کو خود بھی علمی ذوق تھا اس نے ولی عہدی کے مرحلہ کو طے کرنے کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کافی استفادہ کیا پھر اپنے ذوق کے تقاضے پر اس نے مذاہب عالم کے علماء کو دعوت مناظرہ دی اور ہر طرف سے علماء کو طلب کر کے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مقابلہ کرایا عہد مامون میں امام علیہ السلام سے جس قدر مناظرے ہوئے ہیں ان کی تفصیل

اکثر کتب میں موجود ہے اس سلسلہ میں احتجاجی طبرسی، بحار، دمعہ ساکبہ، وغیرہ جیسی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں، میں اختصار کے پیش نظر صرف دو چار مناظرے لکھتا ہوں۔

عالم نصاری سے مناظرہ

مامون رشید کے عہد میں نصاری کا ایک بہت بڑا عالم ومناظر شہرت عامہ رکھتا تھا جس کا نام "جاثلیق" تھا اس کی عادت تھی کہ متکلمین اسلام سے کہا کرتا تھا کہ ہم تم دونوں نبوت عیسی اور ان کی کتاب پر متفق ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اختلاف ہے تو صرف نبوت محمد مصطفی صلعم میں ہے تم ان کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہو اور ہمیں انکار ہے پھر ہم تم ان کی وفات پر متفق ہوگئے ہیں اب ایسی صورت میں کونسی دلیل تمہارے پاس باقی ہے جو ہمارے لیے حجت قرار پائے یہ کلام سن کر اکثر مناظر خاموش ہوجایا کرتے تھے۔

مامون رشید کے اشارے پر ایک دن وہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی ہم کلام ہوا موقع مناظرہ میں اس نے مذکورہ سوال دھراتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ فرمائیں کہ حضرت عیسی کی نبوت اور ان کی کتاب دونوں پر آپ کا ایمان واعتقاد ہے یا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا، میں اس عیسی کی نبوت کا یقینا اعتقاد رکھتا ہوں جس نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلعم کی نبوت کی اپنے حوارین کو بشارت دی ہے اور اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے جو عیسائی اس کے معترف نہیں اور جو کتاب اس کی شارح اور مصدق نہیں اس پر میرا ایمان نہیں ہے یہ جواب سن کر جاثلیق خاموش ہوگیا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ائے جاثلیق ہم اس عیسی کو جس نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی بشارت دی، نبی برحق جانتے ہیں مگر تم ان کی تنقیص کرتے ہو، اور کہتے ہو کہ وہ نماز روزہ کے پابند نہ تھے جاثلیق نے کہا کہ ہم تو یہ نہیں کہتے وہ تو ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتے تھے آپ نے فرمایا عیسی تو بنابر اعتقاد نصاری خود معاذاللہ خدا تھے تو یہ روزہ اور نماز کس کے لیے کرتے تھے یہ سن کر جاثلیق مبہوت ہوگیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

البتہ یہ کہنے لگا کہ جو مردوں کو زندہ کرے جذامی کو شفا دے نابینا کو بینا کردے اور پانی پر چلے کیا وہ اس کا سزاوار نہیں کہ اس کی پرستش کی جائے اور اسے معبود سمجھا جائے آپ نے فرمایا الیسع بھی پانی پر چلتے تھے اندھے کوڑی کو شفا دیتے تھے اسی طرح حزقیل پیغمبر نے ۳۵ ہزار انسانوں کو ساٹھ برس کے بعد زندہ کیا تھا قوم اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے حق تعالی نے ایک ساعت میں سب کو مار دیا بہت دنوں کے بعد ایک نبی استخوان ہائے بوسیدہ پر گزرے تو خداوند تعالی نے ان پر وحی نازل کی کہ انہیں آواز دو انہوں نے کہا کہ ائے استخوان بالیہ "استخوان مردہ) اٹھ کھڑے ہو وہ سب بحکم خدا اٹھ کھڑے ہوئے اسی طرح حضرت ابراہیم کے پرندوں کو زندہ کرنے اور حضرت موسی کے کوہ طور پر لے جانے اور رسول خدا کے احیاء

اموات فرمانے کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ان چیزوں پر تورات انجیل اور قرآن مجید کی شہادت موجود ہے اگر مردوں کو زندہ کرنے سے انسان خدا ہو سکتا ہے تو یہ سب انبیاء بھی خدا ہونے کے مستحق ہیں یہ سن کر وہ چپ ہوگیا اور اس نے اسلام قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔

عالم یہود سے مناظرہ

عالم یہود میں سے ایک عالم جس کا نام "راس الجالوت" تھا کو اپنے علم پر بڑا غرور اور تکبر و ناز تھا وہ کسی کو بھی اپنی نظر میں نہ لاتا تھا ایک دن اس کا مناظرہ اور مباحثہ فرزند رسول حضرت امام رضا علیہ السلام سے ہوگیا آپ سے گفتگو کے بعد اس نے اپنے علم کی حقیقت جانی اور سمجھا کہ میں خود فریبی میں مبتلا ہوں۔

امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اس نے اپنے خیال کے مطابق بہت سخت سوالات کئے جن کے تسلی بخش اور اطمینان آفرین جوابات سے بہرہ ورہوا جب وہ سوالات کر چکا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے راس الجالوت ! تم تورات کی اس عبارت کا کیا مطلب سمجھتے ہو کہ "آیا نور سینا سے روشن ہوا جبل ساعیر سے اور ظاہر ہوا کوہ فاران سے" اس نے کہا کہ اسے ہم نے پڑھا ضرور ہے لیکن اس کی تشریح سے واقف نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ نور سے وحی مراد ہے طور سینا سے وہ پہاڑ مراد ہے جس پر حضرت موسی خدا سے کلام کرتے تھے جبل ساعیر سے محل و مقام عیسی علیہ السلام مراد ہے کوہ فاران سے جبل مکہ مراد ہے جو شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے پھر فرمایا تم نے حضرت موسی کی یہ وصیت دیکھی ہے کہ تمہارے پاس بنی اخوان سے ایک نبی آئے گا اس کی بات ماننا اور اس کے قول کی تصدیق کرنا اس نے کہا ہاں دیکھی ہے آپ نے پوچھا کہ بنی اخوان سے کون مراد ہے اس نے کہا معلوم نہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ اولاد اسماعیل ہیں، کیوں کہ وہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے ہیں اور بنی اسرائیل کے مورث اعلی حضرت اسحاق بن ابراہیم کے بھائی ہیں اور انہیں سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس کے بعد جبل فاران والی بشارت کی تشریح فرما کر کہا کہ شعیا نبی کا قول توریت میں مذکور ہے کہ میں نے دو سوار دیکھے کہ جن کے پرتو سے دنیا روشن ہوگئی، ان میں ایک گدھے پر سواری کئے تھا اور ایک اونٹ پر، اے راس الجالوت تم بتلا سکتے ہو کہ اس سے کون مراد ہیں؟ اس نے انکار کیا، آپ نے فرمایا کہ راکب الحمار سے حضرت عیسی اور راکب الجمل سے مراد حضرت محمد مصطفی صلعم ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تم حضرت حبقوق نبی کے اس قول سے واقف ہو کہ خدا اپنا بیان جبل فاران سے لایا اور تمام آسمان حمد الہی کی (آوازوں) سے بھر گئے اسکی امت اور اس کے لشکر کے سوار خشکی اور تری میں جنگ کرینگے ان پر ایک کتاب آئے گی اور سب کچھ بیت المقدس کی خرابی کے بعد ہوگا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس حضرت موسی علیہ السلام کی نبوت

کی کیادلیل ہے اس نے کہاکہ ان سے وہ امور ظاہر ہوئے ،جو ان سے پہلے کے انبیاء پر نہیں ہوئے تھے مثلادریائے نیل کاشگافتہ ہونا، عصاکاسانپ بن جانا، ایک پتھر سے بارہ چشمہ جاری ہوجانا اوریدبیضاوغیرہ،

آپ نے فرمایاکہ جو بھی اس قسم کے معجزات کوظاہر کرے اورنبوت کامدعی ہو، اس کی تصدیق کرنی چاہیے اس نے کہانہیں آپ نے فرمایاکیوں؟ کہااس لیے کہ موسی کوجوقربت یامنزلت حق تعالی کے نزدیک تھی وہ کسی کونہیں ہوئی لہذاہم پرواجب ہے کہ جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات وکرامات نہ دکھلائے ہم اس کی نبوت کااقرارنہ کریں، ارشادفرمایاکہ تم موسی سے پہلے انبیاء مرسلین کی نبوت کاکس طرح اقرارکرتے ہو حالانکہ انہوں نے نہ کوئی دریاشگافتہ کیا، نہ کسی پتھر سے چشمے نکالے نہ ان کاہاتھ روشن ہوا، اورنہ ان کاعصااژدھابنا، راس الجالوت نے کہاکہ جب ایسے امورو علامات خاص طورسے ان سے ظاہرہوں جن کے اظہار سے عموماتمام خلائق عاجزہو، تووہ اگرچہ بعینہ ایسے معجزات ہوں یانہ ہوں ان کی تصدیق ہم پرواجب ہوجائے گی حضرت امام رضاعلیہ السلام نے فرمایاکہ حضرت عیسی بھی مردوں کوزندہ کرتے تھے کورمادرنوزادکوبینا بناتے تھے مبروص کوشفادیتے تھے مٹی کی چڑیابناکرہوامیں اڑاتے تھے وہ یہ امورہیں جن سے عام لوگ عاجزہیں پھرتم ان کوپیغمبرکیوں نہیں مانتے؟

راس الجالوت نے کہاکہ لوگ ایساکہتے ہیں، مگرہم نے ان کوایساکرتے دیکھانہیں ہے فرمایاتوکیاآیات ومعجزات موسی کوتم نے بچشم خوددیکھاہے آخروہ بھی تومعتبرلوگوں کی زبانی سناہی ہوگاویساہی اگرعیس کے معجزات ثقہ اورمعتبرلوگوں سے سنو، توتم کوان کی نبوت پرایمان لاناچاہئے اوربالکل اسی طرح حضرت محمد مصطفی کی نبوت ورسالت کااقرارآیات ومعجزات کی روشنی میں کرناچاہئے سنوان کاعظیم معجزہ قرآن مجیدہے جس کی فصاحت وبلاغت کاجواب قیامت تک نہیں دیاجاسکے گا یہ سن کروہ خاموش ہوگیا۔

عالم مجوسی سے مناظرہ

مجوسی یعنی آتش پرست کاایک مشہورعالم ہربذاکبر حضرت امام رضاعلیہ السلام کی خدمت میں حاضرہوکرعلمی گفتگوکرنے لگاآپ نے اس کے سوالات کے مکمل جوابات عنایت فرمائے اس کے بعداس سے سوال کیاکہ تمہارے پاس رزتشت کی نبوت کی کیادلیل ہے اس نے کہاکہ انہوں نے ہماری ایسی چیزوں کی طرف رہبری فرمائی ہے جس کی طرف پہلے کسی نے رہنمائی نہیں کی تھی ہمارے اسلاف کہاکرتے تھے کہ زرتشت نے ہمارے لیے وہ امورمباح کئے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کئے تھے آپ نے فرمایاکہ تم کو اس امرمیں کیاعذرہوسکتاہے کہ کوئی شخص کسی نبی اوررسول کے فضائل وکمالات تم پرروشن کرے اورتم اس کے ماننے میں پس وپیش کرو، مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم نے معتبرلوگوں سے سن کرزرتشت کی نبوت مان لی اسی طرح معتبرلوگوں سے سن کرانبیاء اوررسل کی نبوت کے ماننے میں تمہیں کیاعذرہوسکتاہے؟ یہ سن کروہ خاموش ہوگیا۔

آپ کی تصانیف

علماء نے آپ کی تصانیف میں صحیفۃ الرضا، صحیفۃ الرضویہ، طب الرضا اور مسند امام رضا کا حوالہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ آپ کی تصانیف ہیں صحیفۃ الرضا کاذکر علامہ مجلسی علامہ طبرسی اور علامہ زمخشری نے کیا ہے اس کا اردو ترجمہ حکیم اکرام الرضا لکھنوی نے طبع کرایا تھا اب جو تقریبانا پید ہے۔

صحیفۃ الرضویہ کا ترجمہ مولوی شریف حسین صاحب بریلوی نے کیا ہے طب الرضا کاذکر علامہ مجلسی شیخ منتخب الدین نے کیا ہے اس کی شرح فضل اللہ بن علی الراوندی نے لکھی ہے اسی کو رسالہ ذھبیہ بھی کہتے ہیں اور اس کا ترجمہ مولانا حکیم مقبول احمد صاحب قبلہ مرحوم نے بھی کیا ہے اس کا تذکرہ شمس العلماء شبلی نعمانی نے المامون ص ۹۲ میں کیا ہے مسند امام رضا کاذکر علامہ چلپی نے کتاب کشف الظنون میں کیا ہے جس کو علامہ عبداللہ امرت سری نے کتاب ارجح المطالب کے ص ۴۵۴ پر نقل کیا ہے ناچیز مؤلف کے پاس یہ کتاب مصر کی مطبوعہ موجود ہے یہ کتاب ۱۳۲۱ ہجری میں چھپی ہے اور اس کے مرتب علامہ شیخ عبدالواسع مصری اور محشی علامہ محمد ابن احمد ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ماء اللحم بنانے اور موسمیات کے متعلق جو افادہ فرمایا ہے اس کاذکر کتابوں میں موجود ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو(دمعہ ساکبہ و غیرہ)۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غیر معصوم ارباب اقتدار ہوس حکمرانی میں کسی قسم کا صرفہ نہیں کرتے اگر حصول حکومت یا تحفظ حکمرانی میں باپ بیٹے، ماں بیٹی یا مقدس سے مقدس ترین ہستیوں کو بھینٹ چڑھادے ،تو وہ اس کی پرواہ نہیں کیا کرتے اسی بناء پر عرب میں مثل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ الملک عقیم، علامہ وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ الملک عقیم بادشاہت بانجھ ہے یعنی بادشاہت حاصل کرنے کے لیے باپ بیٹے کی پرواہ نہیں کرتا بیٹا باپ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ بیٹا باپ کو مار کر خود بادشاہ بن جاتا ہے (انوار اللغۃ پارہ ۸ ص ۱۷۳) ۔

اب اس ہوس حکمرانی میں کسی مذہب اور عقیدہ کا سوال نہیں ہر وہ شخص جو اقتدار کا بھوکا ہوگا وہ اس قسم کی حرکتیں کرے گا۔

مثال کے لیے اسلامی تواریخ کی روشنی میں حضور رسول کریم کی وفات کے فورا بعد کے واقعات کو دیکھیے جناب سیدہ کے مصائب و آلام اور وجہ شہادت پر غور کیجیے امام حسن کے ساتھ برتاؤ پر غور فرمائیے ، واقعہ کربلا اور شہادت کے واقعات کو ملاحظہ کیجیے ان امور سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ حکمرانی کے لیے کیا کیا مظالم کیے جاسکتے ہیں اور کیسی کیسی ہستیوں کی جانیں لی جاسکتی ہیں

اور کیا کچھ کیا جاسکتا ہے تواریخ میں موجود ہے کہ مامون رشید عباسی کی دادی نے اپنے بیٹے خلیفہ ہادی کو ۲۶ سال کی عمر میں زہر دلو کر ماردیا مامون رشید کے باپ ہارون رشید نے اپنے وزیروں کے خاندان کو تباہ وبرباد کردیا (المامون ص ۲۰)۔

مروان کی بیوی نے اپنے خاوند کو بستر خواب پر دو تکیوں سے گلا گھٹوا کر مروادیا ولیدبن عبدالملک نے فرزند رسول امام زین العابدین کو زہر سے شہید کیا ہشام بن عبدالملک نے امام محمد باقر کو زہر سے شہید کیا امام جعفر صادق کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کیا امام موسی کاظم کو ہارون رشید نے زہر سے شہید کیا امام علی رضا علیہ السلام کو مامون عباسی نے زہر دیے کر شہید کیا امام محمد تقی کو معتصم باللہ نے ام الفضل بنت مامون کے ذریعہ سے زہر دلوایا امام علی نقی کو معتمد عباسی نے زہر سے شہید کیا اسی طرح امام حسن عسکری کو بھی زہر سے شہید کیا گیا غرضیکہ حکومت کے سلسلے میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے اورنگ زیب کو دیکھیے اس نے اپنے بھائی کو قتل کرادا اور اپنے باپ کو سلطنت سے محروم کر کے قید کردیا تھا اسی نے شہید ثالث حضرت نوراللہ شوشتری (آگرہ) کی زبان گدی سے کھچوائی تھی بہرحال جس طرح سب کے ساتھ ہوتا رہا حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا۔

تاریخ شہادت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت ۲۳/ ذی قعدہ ۲۰۳ ہجری مطابق ۸۱۸ ء یوم جمعہ کو بمقام طوس واقع ہوئی ہے (جلاء العیون ص ۲۸۰ ، انورا النعمانیہ ص ۱۲۷ ، جنات الخلود ص ۳۱)۔

آپ کے پاس اس وقت عزاء واقربا اولاد وغیرہ میں سے کوئی نہ تھا ایک تو آپ خود مدینہ سے غریب الوطن ہو کر آئے دوسرے یہ کہ دارالسلطنت مرو میں بھی آپ نے وفات پائی بلکہ آپ سفر کی حالت میں بعالم غربت فوت ہوئے اسی لیے آپ کو غریب الغرباء کہتے ہیں۔

واقعہ شہادت کے متعلق مورخین نے لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "فما یقتلنی واللہ غیرہ" خدا کی قسم مجھے مامون کے سواء کوئی اور قتل نہیں کرے گا اور میں صبر کرنے پر مجبور ہوں (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۷۱)۔علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ہرثمہ بن اعین سے آپ نے اپنی وفات کی تفصیل بتلائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ انگور اور انار میں مجھے زہر دیا جائے گا (نورالابصار ص ۱۴۴)۔

علامہ معاصر لکھتے ہیں کہ ایک روز مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنے گلے سے لگایا اور پاس بٹھا کر ان کی خدمت میں بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا اور اس میں سے ایک خوشا اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا ابن رسول اللہ یہ انگور نہایت ہی عمدہ ہیں تناول فرمائیے آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار فرمایا کہ جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں اس نے شدید اصرار کیا اور آپ نے اس میں سے تین دانے کھا لیے یہ انگور کے دانے زہر آلود تھے انگور کھانے کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے

،مامون نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جہاں تونے بھیجا ہے وہاں جارہاہوں قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد آپ تین دن تک تڑپتے رہے بالآخر انتقال فرماگئے (تاریخ آئمہ ص ۴۷۶) ۔

انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام باعجاز تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی اور آپ واپس چلے گئے بادشاہ نے بڑی کوشش کی کہ آپ سے ملے مگر نہ مل سکا (مطالب السول ص ۲۸۸) اس کے بعد آپ کو بمقام طوس محلہ سناباد میں دفن کردیا گیا جو آج کل مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے اور اطراف عالم کے عقیدت مندوں کے حوائج کا مرکز ہے۔

شہادت امام رضا کے موقع پر امام محمد تقی کا خراسان پہنچنا

ابو مخنف کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو خراسان میں زہر دیدیا اور آپ بستر علالت پر کروٹیں لینے لگے ،توخداوندعالم نے امام محمد تقی کو وہاں بھیجنے کا بندوبست کیا چنانچہ امام محمد تقی جب کہ مسجد مدینہ میں مشغول عبادت تھے ایک ہاتف غیبی نے آواز دی کہ "اگر می خواہی پدر خود را زندہ دریابی قدم در راہ نہ" اگر آپ اپنے والد بزرگوار سے ان کی زندگی میں ملنا چاہتے ہیں توفوراخراسان کے لیے روانہ ہوجائیں یہ آواز سننا تھا کہ آپ مسجد سے برآمد ہوکر داخل خانہ ہوئے اور آپ نے اپنے اعزاواقربا کو شہادت پدر سے آگاہ کیا ،گھر میں کہرام برپا ہوگیا اس کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوکر ایک ساعت میں خراسان پہنچے وہاں پہنچ کردیکھا کہ دربان نے دروازہ بند کررکھا ہے آپ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو میں اپنے پدربزرگوار کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں آپ کی آواز سنتے ہی امام علیہ السلام خوداپنے بستر سے اٹھے اور دروزاہ کھول کر امام محمد تقی کو اپنے گلے سے لگالیا اور بے پناہ گریہ کیا امام محمد تقی پدربزرگوار کی بے بسی ،بے کسی اور غربت پر آنسو بہانے لگے پھر امام علیہ السلام تبرکات امامت فرزند کے سپرد کرکے راہی ملک بقا ہوگئے "اناللہ وانا الیہ راجعون"۔ (کنزالانساب ص ۹۵) ۔

علامہ شیخ عباس قمی بحوالہ اعلام الوری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو جونہی خبر شہادت ملی ،خراسان تشریف لے گئے اور اپنے والد بزرگوار کو دفن کرکے ایک ساعت میں واپس آئے اور یہاں پہنچ کر لوگوں کو حکم دیا کہ امام علیہ السلام کا ماتم کریں (منتہی الآمال جلد ۲ ص ۳۱۲) ۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

ولادت باسعادت

علماء کا بیان ہے کہ امام المتقین حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بتاریخ ۱۰/ رجب المرجب ۱۹۵ ھ بمطابق ۸۱۱ ءیوم جمعہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے تھے (روضۃ الصفاجلد ۳ ص ۱۶ ،شواہدالنبوت ص ۲۰۴ ، انورالنعمانیہ ص ۱۲۷) ۔

علامہ یگانہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں چونکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے کوئی اولاد آپ کی ولادت سے قبل نہ تھی اس لئے لوگ طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ شیعوں کے امام منقطع النسل ہیں یہ سن کرحضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشادفرمایاکہ اولادکاہونا خداکی عنایت سے متعلق ہے اس نے مجھے صاحب اولادکیاہے اور عنقریب میرے یہاں مسندامامت کاوارث پیداہوگاچنانچہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی (ارشاد ص ۴۷۳) ۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشادفرمایاتھا کہ میرے یہاں جوبچہ عنقریب پیداہوگا وہ عظیم برکتوں کاحامل ہوگا (اعلام الوری ص ۲۰۰) ۔

واقعہ ولادت کے متعلق لکھاہے کہ امام رضا علیہ السلام کی بہن جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے بھائی نے مجھے بلاکرکہاکہ آج تم میرے گھرمیں قیام کرو،کیونکہ خیزران کے بطن سے آج رات کوخدامجھے ایک فرزندعطافرمائے گا،میں نے خوشی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی جب رات آئی توہمسایہ کی اورچندعورتیں بھی بلائی گئیں، نصف شب سے زیادہ گزرنے پریکایک وضع حمل کے آثارنمودارہوئے یہ حال دیکھ کر میں خیزران کوحجرہ میں لے گئی، اورمیں نے چراغ روشن کردیا تھوڑی دیرمیں امام محمدتقی علیہ السلام پیداہوئے میں نے دیکھاکہ وہ مختون اورناف بریدہ ہیں ولادت کے بعدمیں نے انہیں نہلانے کے لیے طشت میں بٹھایا، اس وقت جوچراغ روشن تھا وہ گل ہوگیامگرپھر بھی اس حجرہ میں روشنی بدستوررہی ، اوراتنی روشنی رہی کہ میں نے آسانی سے بچہ کونہلادیا،

تھوڑی دیرمیں میرے بھائی امام رضا علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے آئے میں نے نہایت عجلت کے ساتھ صاحبزادے کوکپڑے میں لپیٹ کر حضرت کی آغوش میں دیدیا آپ نے سراورآنکھوں پربوسہ دے کرپھرمجھے واپس کردیا، دودن تک امام محمدتقی علیہ السلام کی آنکھیں بندرہیں تیسرے دن جب آنکھیں کھلیں توآپ نے سب سے پہلے آسمان کی طرف نظرکی پھرداہنے بائیں دیکھ کرکلمہ شہادتین زبان پرجاری کیا میں یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئی اورمیں نے ساراماجرا اپنے بھائی سے بیان کیا، آپ نے فرمایا تعجب نہ کرو، یہ میرا فرزند حجت خدااوروصی رسول ہدی ہے اس سے جوعجائبات ظہورپذیرہوں، ان میں تعجب کیا؟ محمدبن علی ناقل ہیں کہ

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان اسی طرح مہر امامت تھی جس طرح دیگر آئمہ علیہم السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان مہریں ہوا کرتی تھیں (مناقب)۔

نام کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرمی، لوح محفوظ کے مطابق ان کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام نے "محمد" رکھا آپ کی کنیت "ابو جعفر" اور آپ کے القاب جواد، قانع، مرتضی تھے اور مشہور ترین لقب تقی تھا (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶، شواہد النبوت ص ۲۰۲، اعلام الوری ص ۱۹۹)۔

بادشاہان وقت

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت ۱۹۵ ھ میں ہوئی اس وقت بادشاہ وقت، امین ابن ہارون رشید عباسی تھا (وفیات الاعیان)۔

۱۹۸ ہجری میں مامون رشید بادشاہ وقت ہوا (تاریخ خمیس وابو الفداء) ۲۱۸ ہجری میں معتصم عباسی خلیفہ وقت مقرر ہوا (ابو الفداء)۔

اسی معتصم نے ۲۲۰ ہجری میں آپ کو زہر سے شہید کرا دیا (وسیلۃ النجات)۔

امام محمد تقی کی نشو نما اور تربیت

یہ ایک حسرتناک واقعہ ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو نہایت کمسنی ہی کے زمانہ میں مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جانا پڑا انہیں بہت ہی کم اطمینان اور سکون کے لمحات میں ماں باپ کی محبت اور شفقت و تربیت کے سایہ میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا آپ کو صرف پانچ برس تھا، جب حضرت امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہوئے امام محمد تقی علیہ السلام اس وقت سے جو اپنے باپ سے جدا ہوئے تو پھر زندگی میں ملاقات کا موقع نہ ملا، امام محمد تقی علیہ السلام سے جدا ہونے کے تیسرے سال امام رضا علیہ السلام کی وفات ہو گئی، دنیا سمجھتی ہو گی کہ امام محمد تقی کے لیے علمی اور عملی بلندیوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا، اس لیے اب امام جعفر صادق علیہ السلام کی علمی مسند شاید خالی نظر آئے مگر خالق خدا کی حیرت کی انتہا نہ رہی جس اس کمسن بچے کو تھوڑے دن بعد مامون کے پہلو میں بیٹھ کر بڑے بڑے علماء سے فقہ وحدیث و تفسیر اور کلام پر مناظرے کرتے اور ان سب کو قائل ہو جاتے دیکھا ان کی حیرت اس وقت تک دور ہونا ممکن نہ تھی جب تک وہ

مادی اسباب کے آگے ایک مخصوص خداوندی مدرسہ تعلیم وتربیت کے قائل نہ ہوتے جس کے بغیر یہ معمہ نہ حل ہوا، اورنہ کبھی حل ہوسکتاہے (سوانح امام محمدتقی ص ۴) ۔

مقصدیہ ہے کہ امام کوعلم لدنی ہوتاہے یہ انبیاء کی طرح پڑھے لکھے اورتمام صلاحیتوں سے بھرپورپیداہوتے ہیں انہوں نے سرورکائنات کی طرح کبھی کسی کے سامنے زانوئے تلمذ نہیں تہ کیا اورنہ کرسکتے تھے، یہ اس کے بھی محتاج نہیں ہوتے تھے کہ آباؤاجدادانہیں تعلیم دیں، یہ اوربات ہے کہ ازدیادعلم وشرف کے لیے ایسا کردیاجائے، یاعلوم مخصوصہ کی تعلیم دیدی جائے۔

والدماجدکے سایہ عاطفیت سے محرومی

یوں توعمومی طورپرکسی کے باپ کے مرنے سے سایہ عاطفت سے محرومی ہواکرتی ہے لیکن حضرت امام محمدتقی علیہ السلام اپنے والدماجدکے سایہ عاطفت سے ان کی زندگی ہی میں محروم ہوگئے تھے، ابھی آپ کی عمر ۶ سال کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اپنے پدربزرگوارکی شفقت وعطوفت سے محروم کردیئے گئے اورمامون رشیدعباسی نے آپ کے والدماجدحضرت امام رضاعلیہ السلام کواپنی سیاسی غرض کے ماتحت مدینہ سے خراسان طلب کرلیا۔

اورساتھ ہی یہ شق بھی لگادی کہ آپ کے بال بچے مدینہ ہی میں رہیں گے جس کانتیجہ یہ ہواکہ آپ سب کوہمیشہ کے لیے خیربادکہہ کرخراسان تشریف لے گئے اوروہیں عالم غربت میں سب سے جدامامون رشیدکے ہاتھوں ہی شہیدہوکردنیاسے رخصت ہوگئے۔

آپ کے مدینہ سے تشریف لے جانے کااثرخاندان پریہ پڑاکہ سب کے دل کاسکون جاتارہااورسب کے سب اپنے کوزندہ درگورسمجھتے رہے بالاخروہ نوبت پہنچی ، کہ آپ کی ہمشیرہ جناب فاطمہ جوبعدمیں "معصومہ قم" کے نام سے ملقب ہوئیں ، انتہائی بے چینی کی حالت میں گھر سے نکل کرخراسان کی طرف روانہ ہوئیں ، ان کے دل میں جذبات یہ تھے کہ کسی طرح اپنے بھائی علی رضاعلیہ السلام سے ملیں، لیکن ایک روایت کی بناء پرآپ مدینہ سے روانہ ہوکرجب مقام ساوہ میں پہنچیں توعلیل ہوگئیں، آپ نے پوچھاکہ یہاں سے قم کتنی دورہے؟ لوگوں نے کہاکہ یہاں سے قم کی مسافت دس فرسخ ہے، آپ نے خواہش کی کہ کسی صورت سے وہاں پہنچادی جائیں، چنانچہ آپ آل سعدکے رئیس موسی بن خزرج کی کوششوں سے وہاں پہنچیں اوراسی کے مکان میں ۱۷/یوم بیماررہ کراپنے بھائی کوروتی پیٹتی دنیا سے رخصت ہوگئیں اورمقام "بابلان" قم میں دفن ہوئیں یہ واقعہ ۲۰۱ ہجری کاہے (انوارالحسینیہ جلد۴ ص ۵۳) ۔

اورایک روایت کی بناپرآپ اس وقت خراسان پہنچیں جب بھائی شہیدہوچکاتھا اورلوگ دفن کے لیے کالے کالے علموں کے سایہ میں لیے جارہے تھے آپ قم آکروفات پاگئیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے لیے حضرت امام رضا علیہ السلام کی جدائی ہی کیا کم تھی کہ اس پر مستزاد اپنی پھوپھی کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے ہمارے امام کے لیے کمسنی میں یہ دونوں صدمے انتہائی تکلیف دہ اور رنج رساں تھے لیکن مشیت ایزدی میں چارہ نہیں آخر آپ کو تمام مراحل کا مقابلہ کرنا پڑا اور آپ صبر و ضبط کے ساتھ ہر مصیبت کو جھیلتے رہے۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا پہلا سفر عراق

عباسی خلیفہ مامون رشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے فراغت کے بعد یا اس لیے کہ اس پر امام رضا کے قتل کا الزام ثابت نہ ہو سکے یا اس لیے کہ وہ امام رضا کی ولیعہدی کے موقع پر اپنی لڑکی ام حبیب کی شادی کا اعلان بھی کر چکا تھا کہ ولی عہد کے فرزند امام محمد تقی کے ساتھ کرے گا اسے نبھانے کے لیے یا اس لیے کہ ابھی اس کی سیاسی ضرورت اسے امام محمد تقی کی طرف توجہ کی دعوت دے رہی تھی، بہر حال جو بات بھی ہو، اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے دعوت نامہ ارسال کیا اور انہیں اسی طرح مجبور کر کے بلایا جس طرح امام رضا علیہ السلام کو بلوایا تھا "حکم حاکم مرگ مفاجات" بالاخر امام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد آنا پڑا۔

بازار اور مچھلی کا واقعہ

امام محمد تقی علیہ السلام جن کی عمر اس وقت تقریبا ۹ سال کی تھی ایک دن بغداد کے کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے وہاں کھیل رہے تھے کہ ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری دکھائی دی، سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے مگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے جب مامون کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے حضرت امام محمد تقی سے مخاطب ہو کر کہا کہ صاحبزادے جب سب لڑکے بھاگ گئے تھے تو تم کیوں نہیں بھاگے انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ ڈرتا نیز میرا حسن ظن ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے مامون کو حضرت امام محمد تقی کا انداز بیان بہت پسند آیا۔

اس کے بعد مامون وہاں سے آگے بڑھا، اس کے ساتھ شکاری باز بھی تھے جب آبادی سے باہر نکل گیا تو اس نے ایک باز کو ایک چکور پر چھوڑا باز نظروں سے اوجھل ہو گیا اور جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس کو دیکھ کر مامون بہت متعجب ہوا تھوڑی دیر میں جب وہ اسی طرف لوٹا تو اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ وہیں دیکھا جہاں وہ پہلے تھے لڑکے مامون کی سواری دیکھ کر پھر بھاگے لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بدستور سابق وہیں کھڑے رہے جب مامون ان کے قریب آیا تو مٹھی بند کر کے کہنے لگا کہ صاحبزادے بتاؤ، میرے ہاتھ میں کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے

اپنے دریائے قدرت مین چھوٹی مچھلیاں پیداکی ہیں اورسلاطین اپنے باز سے ان مچھلیوں کاشکارکرکے اہلبیت رسالت کے علم کاامتحان لیتے ہیں یہ سن کرمامون بولا! بے شک تم علی بن موسی رضاکے فرزندہو، پھران کواپنے ساتھ لیتاگیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳ ،مطالب السول ص ۲۹۰ ،شواہدالنبوت ص ۲۰۴ ،نورالابصارص ۱۴۵ ،ارجح المطالب ص ۴۵۹) ۔

یہ واقعہ ہماری بھی بعض کتابوں میں ہے اس واقعہ کے سلسلہ میں میں نے جن کتابوں کاحوالہ دیاہے ان میں "ان اللہ خلق فی بحرقدرتہ سمکا صغارا" مندرج ہے البتہ بعض کتب میں "بین السماء والہواء" لکھاہے، اول الذکرکے متعلق توتاویل کاسوال ہی پیدانہیں ہوتاکیونکہ ہردریاخداہ کی قدرت سے جاری ہے اورمذکورہ واقعہ میں امکان قوی ہے کہ بازاسی زمین پرجودریاہیں انھیں کے کسی ایک سے شکارکرکے لایاہوگا البتہ آخرالذکرکے متعلق کہاجاسکتاہے:

۱ ۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہرگہرے سے گہرے دریاکی انتہاکسی سطح ارضی پرہے۔

۲ ۔ بقول علامہ مجلسی بعض دریاایسے ہیں جن سے ابرچھوٹی مچھلیوں کواڑاکراوپرلے جاتے ہیں ۔

۳ ۔ ۱۹۲۳ ء کے اخبارمیں یہ شائع ہوچکاہے کہ امریکہ کی نہرپانامہ میں جوسڈوبول بندرگاہ کے قریب ہے مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے۔

۴ ۔ آسمان اورہواکے درمیان بحرمتلاطم سے مرادفضاکی وہ کیفیات ہوں جودریاکی طرح پیداہوتے ہیں۔

۵ ۔ کہاجاتاہے کہ علم حیوان میں یہ ثابت ہے کہ مچھلی دریاسے ایک سوپچاس گزتک بعض حالات میں بلندہوجاتی ہے بہرحال انہیں گہرائیوں کی روشنی میں فرزندرسول نے مامون سے فرمایاکہ بادشاہ بحرقدرت خداوندی سے شکارکرکے لایاہے اورآل محمدکاامتحان لیتاہے۔

ام الفضل کی رخصتی، امام محمدتقی علی السلام کی مدینہ کوواپسی

اور

حضرت کے اخلاق واوصاف عادات وخصائل

اس شادی کاپس منظرجوبھی ہو، لیکن مامون نے نہایت اچھوتے اندازسے اپنی لخت جگرام الفضل کوحضرت امام محمدتقی علیہ السلام کے حبالہ نکاح میں دیدیا تقریبا ایک سال تک امام علیہ السلام بغدادمیں مقیم رہے، مامون نے دوران قیام بغدادمیں آپ کی عزت وتوقیرمیں کوئی کمی نہیں کی "الی ان توجہ بزوجتہ ام الفضل الی المدینۃ المشرفۃ" ۔یہاں تک آپ اپنی زوجہ ام الفضل سمیت مدینہ مشرفہ تشریف لے آئے (نورالابصارص ۱۴۶) ۔

مامون نے بہت ہی انتظام واہتمام کے ساتھ ام الفضل کو حضرت کے ساتھ رخصت کردیا۔

علامہ شیخ مفید، علامہ طبرسی، علامہ شبلنجی، علامہ جامی علیہم الرحمۃ تحریرفرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لئے ہوئے مدینہ تشریف لے جارہے تھے، آپ کے ہمراہ بہت سے حضرات بھی تھے چلتے چلتے شام کے وقت آپ واردکوفہ ہوئے وہاں پہنچ کرآپ نے جناب مسیب کے مکان پرقیام فرمایا اورنماز مغرب پڑھنے کے لیے وہاں کی ایک نہایت ہی قدیم مسجدمیں تشریف لے گئے آپ نے وضوکے لیے پانی طلب فرمایا، پانی آنے پرایک ایسے درخت کے تھالے میں وضوکرنے لگے جوبالکل خشک تھا اورمدتوں سے سرسبزی اورشادابی سے محروم تھا امام علیہ السلام نے اس جگہ وضوکیا، پھرآپ نمازمغرب پڑھ کروہاں سے واپس ہوئے اوراپنے پروگرام کے مطابق وہاں سے روانہ ہوگئے۔

امام علیہ السلام توتشریف لے گئے لیکن ایک عظیم نشانی چھوڑگئے اوروہ یہ تھی کہ جس خشک درخت کے تھالے میں آپ نے وضوفرمایاتھا وہ سرسبزوشاداب ہوگیا، اوررات ہی بھرمیں وہ تیارپھلوں سے لدگیا لوگوں نے اسے دیکھ کربے انتہا تعجب کیا(ارشادص ۴۷۹ ، اعلام الوری ص ۲۰۵ ، نورالابصارص ۱۴۷ ، شواہدالنبوت ص ۲۰۵) ۔

کوفہ سے روانہ ہوکرطے مراحل وقطع منازل کرتے ہوئے آپ مدینہ منورہ پہنچے وہاں پہنچ کرآپ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں منہمک ومشغول ہوگئے پندونصائح، تبلیغ وہدایت کے علاوہ آپ نے اخلاق کاعملی درس شروع کردیاخاندانی طرہ امتیازکے بموجب ہرایک سے جھک کرملنا ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا مساوات اورسادگی کوہرحال میں پیش نظررکھنا، غرباء کی پوشیدہ طورپرخبرلینا، دوستوں کے علاوہ دشمنوں تک سے اچھاسلوک کرتے رہنا مہمانوں کی خاطرداری میں انہماک اورعلمی ومذہبی پیاسوں کیے لیے فیض کے چشموں کوجاری رکھنا ،آپ کی سیرت زندگی کانمایاں پہلوتھا اہل دنیاجوآپ کی بلندی نفس کاپورااندازہ رنہ رکھتے تھے انہیں یہ تصورضروری ہوتاتھا کہ ایک کمسن بچے کاعظیم الشان مسلمان سلطنت کے شہنشاہ کاداماد ہوجانا یقینا اس کے چال ڈھال ،طورطریقے کوبدل دے گا اوراس کی زندگی دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی۔

حقیقت میں یہ ایک بہت بڑامقصدہوسکتاہے جومامون کی کوتاہ نگاہ کے سامنے بھی تھا بنی امیہ یابنی عباس کے بادشاہوں کوآل رسول کی ذات سے اتنااختلاف نہ تھا، جتنا ان کی صفات سے تھا وہ ہمیشہ اس کے درپئے رہتے تھے کہ بلندی اخلاق اورمعراج انسانیت کا وہ مرکزجومدینہ منورہ میں قائم ہے اورجوسلطنت کے مادی اقتدارکے مقابلہ میں ایک مثالی روحانیت کامرکز بناہوا ہے، یہ کسی طرح ٹوٹ جائے اسی کے لیے گھبراگھبراکروہ مختلف تدبیریں کرتے تھے ۔

امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا، اسی کی ایک شکل تھی اورپھرامام رضاکوولی کوعہد بنانا اسی کادوسراطریقہ تھا فقط ظاہری شکل وصورت میں ایک کاانداز معاندانہ اوردوسرے کاطریقہ ارادت مندی کے روپ میں تھا، مگراصل حقیقت دونوں

صورتوں کی ایک تھی، جس طرح امام حسین نے بیعت نہ کی، تووہ شہید کرڈالے گئے، اسی طرح امام رضاعلیہ السلام ولی عہد ہونے کے باوجود حکومت کے مادی مقاصد کے ساتھ ساتھ نہ چلے توآپ کوزہر کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لیے خاموش کردیا گیا۔

اب مامون کے نقطہ نظر سے یہ موقع انتہائی قیمتی تھا کہ امام رضاکا جانشین ایک آٹھ، نو، برس کا بچہ ہے، جوتین چاربرس پہلے ہی باپ سے چھڑالیا جاچکا تھا حکومت وقت کی سیاسی سوجھ بوجھ کہہ رہی تھی کہ اس بچہ کواپنے طریقے پرلانانہایت آسان ہے اوراس کے بعدوہ مرکزجوحکومت وقت کے خلاف ساکن اورخاموش مگرانتہائی خطرناک قائم ہے ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔

مامون رشید عباسی، امام رضاعلیہ السلام کے ولی عہدی کی مہم میں اپنی ناکامی کومایوسی کاسبب نہیں تصورکرتاتھا اس لیے کہ امام رضاکی زندگی ایک اصول پرقائم رہ چکی تھی، اس میں تبدیلی نہیں ہوئی تویہ ضروری نہیں کہ امام محمد تقی جوآٹھ ،نوبرس کے سن سے قصرحکومت میں نشوونماپاکربڑھیں وہ بھی بالکل اپنے بزرگوں کے اصول زندگی پربرقراررہیں۔

سوائے ان لوگوں کے جوان مخصوص افرادکے خدادادکمالات کوجانتے تھے اس وقت کاہرشخص یقینامامون ہی کاہم خیال ہوگا، مگرحکومت کوحیرت ہوگئی جب یہ دیکھاکہ وہ نوبرس کابچہ جسے شہنشاہ اسلام کاداماد بنایاگیاہے اس عمرمیں اپنے خاندانی رکھ رکھاؤاوراصول کااتناپابندہے کہ وہ شادی کے بعدمحل شاہی میں قیام سے انکارکردیتاہے، اوراس وقت بھی کہ جب بغدادمیں قیام رہتاہے توایک علیحدہ مکان کرایہ پرلے کراس میں قیام فرماتے ہیں اس سے بھی امام کی مستحکم قوت ارادی کااندازہ کیاجاسکتاہے عموماًمالی اعتبار سے لڑکی والے جوکچھ بھی بڑادرجہ رکھتے ہوتے ہیں تووہ یہ پسندکرتے ہیں کہ جہاں وہ رہیں وہیں دامادبھی رہے اس گھرمیں نہ سہی توکم ازکم اسی شہرمیں اس کاقیام رہے، مگرامام محمد تقی نے شادی کے ایک سال بعدہی مامون کوحجازواپس جانے کی اجازت پرمجبورکردیا یقینایہ امرایک چاہنے والے باپ اورمامون ایسے باقتدارکے لیے انتہائی ناگوارتھامگراسے لڑکی کی جدائی گواراکرنا پڑی اورامام مع ام الفضل کے مدینہ تشریف لے گئے۔

مدینہ تشریف لانے کے بعدڈیوڑھی کاوہی عالم رہاجواس کے پہلے تھا، نہ پہرہ دارنہ کوئی خاص روک ٹوک، نہ تزک واحتشام نہ اوقات ملاقات، نہ ملاقاتیوں کے ساتھ برتاؤمیں کوئی تفریق زیادہ ترنشست مسجدنبوی میں رہتی تھی جہاں مسلمان حضرت کے وعظ ونصیحت سے فائدہ اٹھاتے تھے راویان حدیث، اخبار واحادیث دریافت کرتے تھے طالب علم مسائل پوچھتے تھے، صاف ظاہرتھاکہ جعفرصادق ہی کاجانشین اورامام رضاکافرزندہے جواسی مسندعلم پربیٹھاہواہدایت کاکام انجام دے رہاہے۔

امورخانہ داری اورازدواجی زندگی میں آپ کے بزرگوں نے اپنی بیویوں کوجن حدودمیں رکھاہواتھا انہیں حدودمیں آپ نے ام الفضل کوبھی رکھا، آپ نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی کہ آپ کی بیوی ایک شہنشاہ وقت کی بیٹی ہے چنانچہ ام الفضل کے ہوتے ہوئے آپ نے حضرت عماریاسرکی نسل سے ایک محترم خاتون کیساتھ عقدبھی فرمایااورقدرت کونسل امامت اسی خاتون سے باقی رکھنامنظورتھی ،یہی امام علی نقی کی ماں ہوئیں ام الفضل نے اس کی شکایت اپنے باپ کے پاس لکھ کربھیجی، مامون کے دل کے

لیے بھی یہ کچھ کم تکلیف دہ امر نہ تھا، مگر اسے اب اپنے کئے کو نباہنا تھا اس نے ام الفضل کو جواب میں لکھا کہ میں نے تمہارا عقد ابو جعفر سے ساتھ اس لیے نہیں کیا کہ ان پر کسی حلال خدا کو حرام کردوں خبردار! مجھ سے اب اس قسم کی شکایت نہ کرنا۔

یہ جواب دے کر حقیقت میں اس نے اپنی خفت مٹائی ہے ہمارے سامنے اس کی نظریں موجود ہیں کہ اگر مذہبی حیثیت سے کوئی با احترام خاتون ہوئی ہے تو اس کی زندگی میں کسی دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا گیا، جیسے پیغمبر اسلام کے لیے جناب خدیجۃ اور حضرت علی المرتضی کیلیے جناب فاطمۃ الزہراء، مگر شہنشاہ دنیا کی بیٹی کو یہ امتیاز دینا صرف اس لیے کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی ہے اسلام کی اس روح کے خلاف تھا جس کے آل محمد محافظ تھے اس لیے امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے خلاف طرز عمل اختیار کرنا اپنا فریضہ سمجھا (سوانح محمد تقی جلد ۲ ص ۱۱)۔

امام محمد تقی علیہ السلام اور طی الارض

امام محمد تقی علیہ السلام اگرچہ مدینہ میں قیام فرماتے لیکن فرائض کی وسعت نے آپ کو مدینہ ہی کے لے محدود نہیں رکھا تھا آپ مدینہ میں رہ کر اطراف عالم کے عقیدت مندوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے یہ ضروری نہیں کہ جس کے ساتھ کرم گستری کی جائے وہ آپ کے کوائف وحالات سے بھی آگاہ ہو عقیدہ کا تعلق دل کی گہرائی سے ہے کہ زمین وآسمان ہی نہیں ساری کائنات ان کے تابع ہوتی ہے انہیں اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ کسی سفر میں طے مراحل کے لیے زمین اپنے قدموں سے ناپا کریں، ان کے لیے یہی بس ہے کہ جب اور جہاں چاہیں چشم زدن میں پہنچ جائیں اور یہ عقلا محال بھی نہیں ہے ایسے خاصان خدا کے اس قسم کے واقعات قران مجید میں بھی ملتے ہیں۔

آصف بن برخیا وصی جناب سلیمان علیہ السلام کے لیے علماء نے اس قسم کے واقعات کا حوالہ دیا ہے ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے، وہاں ایک شخص کو اس مقام پر عبادت میں مصروف ومشغول پایا جس جگہ امام حسین کا سر مبارک لٹکایا گیا تھا آپ نے اس سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو وہ روانہ ہوا، ابھی چند قدم نہ چلا تھا، کہ کوفہ کی مسجد میں جا پہنچا وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جو روانگی ہوئی، تو صرف چند منٹوں میں مدینہ منورہ جا پہنچے اور زیارت ونماز سے فراغت کی گئی، پھر وہاں سے چل کر لمحوں میں مکہ معظمہ رسیدگی ہوئی، طواف ودیگر عبادت سے فراغت کے بعد آپ نے چشم زدن میں اسے شام کی مسجد میں پہنچادیا۔

اور خود نظروں سے اوجل ہو کر مدینہ منورہ جا پہنچے پھر جب دوسرا سال آیا تو آپ بدستور شام کی مسجد میں تشریف لے گئے اور اس عابد سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو، چنانچہ وہ چل پڑا آپ نے چند لمحوں میں اسے سال گزشتہ کی طرح تمام مقدس مقامات کی زیارت کرادی پہلے ہی سال کے واقعہ سے وہ شخص بے انتہا متاثر تھا ہی، کہ دوسرے سال بھی ایسا ہی واقعہ ہو گیا اب کی مرتبہ اس نے

مسجد شام واپس پہنچتے ہی ان کا دامن تھام لیا اور قسم دے کر پوچھا کہ فرمائیے آپ اس عظیم کرامت کے مالک کون ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد بن علی (امام محمد تقی ہوں) اس نے بڑی عقیدت اور تعظیم وتکریم کے مراسم ادا کئے۔

آپ کے واپس تشریف لے جانے کے بعد یہ خبر بجلی کی طرح تمام پھیل گئی جب والی شام محمد بن عبدالملک کو اس کی اطلاع ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ لوگ اس واقعہ سے بے انتہا متاثر ہوگئے ہیں تو اس نے اس عابد پر "مدعی نبوت" ہونے کا الزام لگا کر اسے قید کردیا اور پھر شام سے منتقل کرا کے عراق بھجوا دیا اس نے والی کو قید خانہ سے ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں بے خطا ہوں، مجھے رہا کیا جائے، تو اس نے خط کی پشت پر لکھا کہ جو شخص تجھے شام سے کوفہ اور کوفہ سے مدینہ اور وہاں سے مکہ اور پھر وہاں سے شام پہنچا سکتا ہے اپنی رہائی میں اسی کی طرف رجوع کر۔

اس جواب کے دوسرے دن یہ شخص مکمل سختی کے باوجود، سخت ترین پہرہ کے ہوتے ہوئے قید خانہ سے غائب ہوگیا، علی بن خالد راوی کا بیان ہے کہ جب میں قید خانہ کے پھاٹک پر پہنچا تو دیکھا کہ تمام ذمہ داران حیران وپریشان ہیں، اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ عابد شامی زمین میں سما گیا یا آسمان پر اٹھا لیا گیا، علامہ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے علی بن خالد جو دوسرے مذہب کا پیرو تھا، امامیہ مسلک کا معتقد ہوگیا (شواہد النبوت ص ۲۰۵، نور الابصار ص ۱۴۶، اعلام الوری ص ۷۳۱، ارشاد مفید ص ۴۸۱)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعض کرامات

صاحب تفسیر علامہ حسین واعظ کاشفی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے کرامات بے شمار ہیں (روضۃ الشہدا ص ۴۳۸) میں بعض کا تذکرہ مختلف کتب سے کرتا ہوں۔

علامہ عبدالرحمن جامی تحریر کرتے ہیں کہ:

۱۔ مامون رشید کے انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اب تیس ماہ بعد میرا بھی انتقال ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک مسماۃ (ام الحسن) نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا کوئی جامہ کہنہ دیجیے تاکہ میں اسے اپنے کفن میں رکھوں آپ نے فرمایا کہ اب جامہ کہنہ کی ضرورت نہیں ہے روای کا بیان ہے کہ میں وہ جواب لے کر جب واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ ۱۳۔۱۴ دن ہوگئے ہیں کہ وہ انتقال کر چکی ہے۔

۳۔ ایک شخص (امیہ بن علی) کہتا ہے کہ میں اور حماد بن عیسی ایک سفر میں جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے رخصت ہولیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم آج اپنا سفر ملتوی کردو، چنانچہ میں حسب الحکم ٹھہر گیا، لیکن میرا ساتھی حماد بن

عیسی نے کہاکہ میں نے سارا سامان سفر گھر سے نکال رکھا ہے اب اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ سفر ملتوی کردوں، یہ کہہ کر وہ روانہ ہوگیا اور چلتے چلتے رات کو ایک وادی میں جاپہنچا اور وہیں قیام کیا، رات کے کسی حصہ میں عظیم الشان سیلاب آگیا، اور وہ تمام لوگوں کے ساتھ حماد کو بھی بہا کرلے گیا (شواہد النبوت ص ۲۰۲)۔

۴۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں جب کہ آپ بہت کمسن تھے مجھ سے فرمایاکہ چلو میرے ہمراہ چلو! چنانچہ میں ساتھ ہوگیا حضرت نے مدینہ سے باہر نکل کرے ایک وادی میں جاکر مجھ سے فرمایاکہ تم ٹھرجاؤ میں ابھی آتا ہوں چنانچہ آپ نظروں سے غائب ہوگئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہوئے واپسی پرآپ بے انتہاء ملول اور رنجیدہ تھے، میں نے پوچھا: فرزند رسول! آپ کے چہرہ مبارک سے آثار حزن وملال کیوں ہویدا ہیں ارشاد فرمایاکہ اسی وقت بغداد سے واپس آرہا ہوں وہاں میرے والدماجد حضرت امام رضا علیہ السلام زہر سے شہید کردیئے گئے ہیں میں ان پر نماز وغیرہ ادا کرنے گیا تھا۔

۵۔ قاسم بن عبادالرحمن کا بیان ہے کہ میں بغداد میں تھا میں نے دیکھاکہ کسی شخص کے پاس تمام لوگ برابر آتے جاتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ جس کے پاس آنے جانے کا تانتا بندھا ہوا ہے یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہاکہ ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام ہیں ابھی یہ باتیں ہوہی رہی تھیں کہ آپ ناقہ پرسوار اس طرف سے گذرے، قاسم کہتا ہے کہ انہیں دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ وہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں جو آپ کی امامت کے قائل ہیں اور آپ کی عزت وتوقیر کرتے ہیں، یہ تو بچے ہیں اور میرے دل میں ان کی کوئی وقعت محسوس نہیں ہوتی، میں اپنے دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ آپنے قریب آکر فرمایاکہ اے قاسم بن عبدالرحمن جو شخص ہماری اطاعت سے گریزاں ہے وہ جہنم میں جائے گا آپ کے اس فرمانے پر میں نے خیال کیاکہ یہ جادوگر ہیں کہ انہوں نے میرے دل کے ارادے کو معلوم کرلیا ہے جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں آیا آپ نے فرمایاکہ تمہارے خیال بالکل غلط ہیں تم اپنے عقیدے کی اصلاح کرو یہ سن کر میں نے آپ کی امامت کا اقرار کیا اور مجھے ماننا پڑا کہ آپ حجت اللہ ہیں۔

۶۔ قاسم بن الحسن کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں تھا، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مفلوج الحال شخص نے مجھ سے سوال کیا، میں نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک زبردست آندھی آئی اور وہ میری پگڑی اڑا کرلے گئی میں نے بڑی تلاش کی لیکن وہ دستیاب نہ ہوسکی جب میں مدینہ پہنچا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ملنے گیاتو آپ نے فرمایاکہ اے قاسم تمہاری پگڑی ہوا اڑالے گئی میں نے عرض کی جی حضور! آپ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیاکہ ان کی پگڑی لے آؤ غلام نے پگڑی حاضر کی میں نے بڑے تعجب سے دریافت کیاکہ مولا! یہ پگڑی یہاں کیسے پہنچی ہے آپ نے فرمایاکہ تم نے جو رہ خدا میں روٹی کا ٹکڑا دیا تھا، اسے خدانے قبول فرمالیا ہے، اے قاسم خداوند عالم یہ نہیں چاہتا جو اس کی راہ میں صدقہ دے وہ اسے نقصان پہنچنے دے۔

۷ ۔ ام الفضل نے حضرت امام محمد تقی کی شکایت اپنے والدمامون رشید عباسی کو لکھ کر بھیجی کہ ابو جعفر میرے ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی کمررہے ہیں اس نے جواب دیاکہ میں نے تیری شادی ان کے ساتھ اس نہیں کی حلال خداکوحرام کمردوں انہیںقانون خداوندی اجازت دیتاہے کہ وہ دوسری شادی کریں، اس میں تیراکیادخل ہے دیکھ آئندہ سے اس قسم کی کوئی شکایت نہ کرنا اورسن تیرافریضہ ہے کہ تواپنے شوہرابوجعفرکوجس طرح ہوراضی رکھ اس تمام خط وکتابت کی اطلاع حضرت کوہوگئی (کشف الغمہ ص ۱۲۰)۔

علامہ شیخ حسین بن عبدالوہاب تحریرفرماتے ہیں کہ ایک دن ام الفضل نے حضرت کی ایک بیوی کوجوعماریاسر کی نسل سے تھی دیکھاتومامون رشیدکوکچھ اس طرح سے کہاکہ وہ حضرت کے قتل پرآمادہ ہوگیا، مگرقتل نہ کرسکا(عیون المعجزات ص ۱۵۴ طبع ملتان)۔

حضرت امام محمدتقی علیہ السلام کے ہدایات وارشادات

یہ ایک مسلہ حقیقت ہے کہ بہت سے بزرگ مرتبہ علماء نے آپ سے علوم اہل بیت کی تعلیم حاصل کی آپ کے لیے مختصر حکیمانہ مقولوں کابھی ایک ذخیرہ ہے، جیسے آپ کے جدبزرگوارحضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے کثرت سے پائے جاتے ہیں جناب امیرعلیہ السلام کے بعدامام محمدتقی علیہ السلام کے مقولوں کوایک خاص درجہ حاصل ہے بعض علماء نے آپ کے مقولوں کوتعدادکئی ہزار بتائی ہے علامہ شبلنجی بحوالہ فصول المہمہ تحریرفرماتے ہیں کہ حضرت امام محمدتقی علیہ السلام کاارشادہے کہ :

۱ ۔ خداوندعالم جسے جونعمت دیتاہے بہ ارادہ دوام دیتاہے ، لیکن اس سے وہ اس وقت زائل ہوجاتی ہے جب وہ لوگوں یعنی مستحقین کودینابندکردیتاہے ۔

۲ ۔ ہرنعمت خداوندی میں مخلوق کاحصہ ہے جب کسی کوعظیم نعمتیں دیتاہے تولوگوں کی حاجتیں بھی کثیرہوجاتی ہیں اس موقع پراگرصاحب نعمت (مالدار) عہدہ برآہوسکاتوخیرورنہ نعمت کازوال لازمی ہے۔

۳ ۔ جوکسی کوبڑا سمجھتاہے اس سے ڈرتاہے۔

۴ ۔ جس کی خواہشات زیادہ ہوں گی اس کاجسم موٹاہوگا۔ ۵ ۔ صحیفہ حیات مسلم کاسرنامہ ”حسن خلق“ ہے۔

۶ ۔ جوخداکے بھروسے پرلوگوں سے بے نیازہوجائے گا، لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔ ۷ ۔ جوخداسے ڈرے گاتولوگ اسے دوست رکھیں گے۔

۸ ۔ انسان کی تمام خوبیوں کامرکززبان ہے۔ ۹ ۔ انسان کے کمالات کادارومدارعقل کے کمال پرہے ۔

۱۰ ۔ انسان کے لیے فقر کی زینت "عفت" ہے خدائی امتحان کی زینت شکر ہے حسب کی زینت تواضع اور فرتنی ہے کلام کی زینت "فصاحت" ہے روایات کی زینت "حافظہ" ہے علم کی زینت انکساری ہے ورع وتقوی کی زینت "حسن ادب" ہے قناعت کی زینت "خندہ پیشانی" ہے ورع وپرہیزگاری کی زینت تمام مہملات سے کنارہ کشی ہے۔

۱۱ ۔ ظالم اور ظالم کا مددگار اور ظالم کے فعل کے سراہانے والے ایک ہی زمرہیں ہیں یعنی سب کا درجہ برابر ہے۔

۱۲ ۔ جو زندہ رہنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ برداشت کرنے کے لیے اپنے دل کو صبر آزما بنالے۔

۱۳ ۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں اول استغفار دوم نرمی اور فرتنی سوم کثرت صدقہ۔

۱۴ ۔ جو جلدبازی سے پرہیز کرے گا لوگوں سے مشورہ لے گا، اللہ پر بھروسہ کرے گا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا۔ ۱۵ ۔ اگر جاہل زبان بند رکھے تو اختلافات نہ ہوں گے ۱۶ ۔ تین باتوں سے دل موہ لیے جاتے ہیں ۱ ۔ معاشرہ انصاف ۲ ۔ مصیبت میں ہمدردی ۳ ۔ پریشان خاطری میں تسلی ۔

۱۷ ۔ جو کسی بری بات کو اچھی نگاہ سے دیکھے گا، وہ اس میں شریک سمجھا جائے گا۔ ۱۸ ۔ کفران نعمت کرنے والا خدا کی ناراضگی کو دعوت دیا ہے۔

۱۹ ۔ جو تمہارے کسی عطیہ پر شکریہ ادا کرے، گویا اس نے تمہیں اس سے زیادہ دیدیا۔

۲۰ ۔ جو اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے وہ اس کا حسن ہے، اور جو علانیہ نصیحت کرے، گویا اس نے اس کے ساتھ برائی کی۔

۲۱ ۔ عقلمندی اور حماقت جوانی کے قریب تک ایک دوسرے پر انسان پر غلبہ کرتے رہتے ہیں اور جب ۱۸ سال پورے ہوجاتے ہیں تو استقلال پیدا ہوجاتا ہے اور راہ معین ہوجاتی ہے ۔

۲۲ ۔ جب کسی بندہ پر نعمت کا نزول ہو اور وہ اس نعمت سے متاثر ہو کر یہ سمجھے کہ یہ خدا کی عنایت ومہربانی ہے تو خداوند عالم کا شکر کرنے سے پہلے اس کا نام شاکرین میں لکھ لیتا ہے اور جب کوئی گناہ کرنے کے ساتھ یہ محسوس کرے کہ میں خدا کے ہاتھ میں ہوں، وہ جب اور جس طرح چاہے عذاب کرسکتا ہے تو خداوند عالم اسے استغفار سے قبل بخش دیتا ہے۔

۲۳ ۔ شریف وہ ہے جو عالم ہے اور عقلمند وہ ہے جو متقی ہے۔ ۲۴ ۔ جلدبازی کر کے کسی امر کو شہرت نہ دو، جب تک تکمیل نہ ہوجائے ۔

۲۵ ۔ اپنی خواہشات کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ دل تنگ ہوجائے۔ ۲۶ ۔ اپنے ضعیفوں پر رحم کرو اور ان پر ترحم کے ذریعہ سے اپنے لیے خدا سے رحم کی درخواست کرو۔

۲۷ ۔ عام موت سے بری موت وہ ہے جو گناہ کے ذریعہ سے ہو اور عام زندگی سے خیر وبرکت کے ساتھ والی زندگی بہتر ہے۔

۲۸ ۔ جو خدا کے لیے اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اپنے لیے جنت میں گھر بنا لیا۔
۲۹ ۔ جو خدا پر اعتماد رکھے اور اس پر توکل اور بھروسہ کرے خدا اسے ہر برائی سے بچاتا ہے اور اس کی ہر قسم کے دشمن سے حفاظت کرتا ہے۔
۳۰ ۔ دین عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور ہے۔ ۳۱ ۔ زہد کی انتہا ورع وتقوی ہے۔ ۳۲ ۔ دین کو تباہ کردینے والی چیز بدعت ہے۔
۳۳ ۔ انسان کو برباد کرنے والی چیز "لالچ" ہے۔ ۳۴ ۔ حاکم کی صلاحیت رعایا کی خوشحالی کا دارومدار ہے۔ ۳۵ ۔ دعا کے ذریعہ سے ہر بلا ٹل جاتی ہے ۔
۳۶ ۔ جو صبر وضبط کے ساتھ میدان میں آجائے وہ کامیاب ہوگا۔ ۳۷ ۔ جو دنیا میں تقوی کا بیج بوئے گا آخرت میں دلی مرادوں کا پھل پائے گا۔ (نورالابصار ص ۱۴۸ طبع مصر)۔

امام محمد تقی کی نظر بندی، قید اور شہادت

مدینہ رسول سے فرزند رسول کو طلب کرنے کی غرض چونکہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھی، اس لیے عظیم شرف کے باوجود آپ حکومت وقت کی کسی رعایت کے قابل نہیں متصور ہوئے معتصم نے بغداد بلوا کر آپ کو قید کردیا، علامہ اربلی لکھتے ہیں، کہ چون معتصم بخلافت بہ نشست آنحضرت را ازمدینہ طیبہ بدار الخلافۃ بغداد آورد و حبس نمود (کشف الغمہ ص ۱۲۱) ۔
ایک سال تک آپ نے قید کی سختیاں صرف اس جرم میں برداشت کیں کہ آپ کمالات امامت کے حامل کیوں ہیں اور آپ کو خدا نے یہ شرف کیوں عطا فرمایا ہے بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ پر اس قدر سختیاں تھیں اور اتنی کڑی نگرانی اور نظر بندی تھی کہ آپ اکثر اپنی زندگی سے بیزار ہوجاتے تھے بہر حال وہ وقت آگیا کہ آپ صرف ۲۵/ سال ۳ ماہ ۱۲/یوم کی عمر میں قید خانہ کے اندر آخری ذی قعدہ (بتاریخ ۲۹/ ذی قعدہ ۲۲۰ ہجری یوم سہ شنبہ) معتصم کے زہر سے شہید ہوگئے (کشف الغمہ ص ۱۲۱ ، صواعق محرقہ ص ۱۲۳ ، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶ ، اعلام الوری ص ۲۰۵ ، ارشاد ص ۴۸۰ ، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷ ، انوار الحسینیہ ص ۵۴) ۔

آپ کی شہادت کے متعلق ملا مبین کہتے ہیں کہ معتصم عباسی نے آپ کو زہر سے شہید کیا (وسیلۃ النجات ص ۲۹۷) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ کو امام رضا کی طرح زہر سے شہید کیا گیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳) علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ "گویندیہ زہر شہید شہ" کہتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے (روضۃ الشہداء ص ۴۳۸) ۔ ملا جامی کی کتاب میں ہے "قیل مات مسموما" کہا جاتا ہے

کہ آپ کی وفات زہر سے ہوئی ہے (شواہد النبوت ص ۲۰۴) ۔علامہ نعمت اللہ جزائری لکھتے ہیں کہ "مات مسموما قد سمہ المعتصم" آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں اور یقینا معتصم نے آپ کو زہر دیا ہے، انوار العنمانیہ ص ۱۹۵)

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ انہ مات مسموما آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں "یقال ان ام الفضل بنت المامون سقتہ ،بامر ابیھا" کہا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی ام الفضل نے اپنے باپ مامون کے حکم کے مطابق (معتصم کی مدد سے) زہر دے کر شہید کیا (نورالابصار ص ۱۴۷ ، ارجح المطالب ص ۴۶۰) ۔

مطالب یہ ہوا کہ مامون رشید نے امام محمد تقی کے والد ماجد امام رضا کو اور اس کی بیٹی نے امام محمد تقی کو بقول امام شبلنجی شہید کر کے اپنے وطیرہ مستمرۃ اور اصول خاندانی کو فروغ بخشا ہے ، علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "دخلت امراتہ ام الفضل الی قصرا لمعتصم "کہ امام محمد تقی کو شہید کر کے ان کی بیوی ام الفضل معتصم کے پاس چلی گئی بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے شہادت کے وقت ام الفضل کے بدترین مستقبل کا ذکر فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں اس کے ناسور ہو گیا تھا اور وہ آخر میں دیوانی ہو کر مری۔

مختصر یہ کہ شہادت کے بعد امام علی نقی علیہ السلام نے آپ کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد آپ مقابر قریش اپنے جدنامدار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کئے گئے چونکہ آپ کے دادا کا لقب کاظم اور آپ کا لقب جواد بھی تھا اس لیے اس شہرت کو آپ کی شرکت سے "کاظمین" اور وہاں کے اسٹیشن کو آپ کے دادا کی شرکت کی رعایت سے "جوادین" کہا جاتا ہے۔

اس مقبرہ قریش میں جسے کاظمین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۳۵۶ ہجری میں مطابق ۹۹۸ ء میں معزالدولہ اور ۴۵۲ ہجری مطابق ۱۰۴۴ ء میں جلال الدولہ شاہان آل بویہ کے جنازے اعتقادمندی سے دفن کئے گئے کاظمین میں جو شاندار روضہ بنا ہوا ہے اس پر بہت سے تعمیری دور گزرے لیکن اس کی تعمیر تکمیل شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۶۶ ہجری مطابق ۱۵۲۰ ء میں کرائی ۱۲۵۵ ہجری مطابق ۱۸۵۶ ء میں محمد شاہ قاچار نے اسے جواہرات سے مرصع کیا۔

آپ کی ازواج اور اولاد

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے چند بیویاں تھیں جن ام الفضل بنت مامون رشید عباسی اور سمانہ خاتون یاسری نمایاں حیثیت رکھتی تھیں جناب سمانہ خاتون جو کہ حضرت عمار یاسر کی نسل سے تھیں، کے علاوہ کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپ کو اولاد کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دو نرینہ اور دو غیر نرینہ تھیں، جن کے اسماء یہ ہیں ۱ ۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام، ۲ ۔ جناب موسی مبرقع علیہ الرحمۃ، ۳ ۔ جناب فاطمہ، ۴ ۔ جناب امامہ، (ارشاد مفید ص ۴۹۳ ،صواعق محرقہ ص

۱۲۳ ،روضۃ الشہداء ص ۴۳۸ ، نورالابصار ص ۱۴۷ ، انوارالنعمانیہ ص ۱۲۷ ، کشف الغمہ ص ۱۱۶ ، اعلام الوری ص ۲۰۵
وغیرہ)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

امام علی نقی علیہ السلام کی ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۵/ رجب المرجب ۲۱۴ ہجری یوم سہ شنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے (نورالابصار ص ۱۴۹ ،دمعہ ساکبہ ص ۱۲۰) ۔
شیخ مفید کا کہنا ہے کہ مدینہ کے قریب ایک قریہ ہے جس کا نام صریا ہے آپ وہاں پیدا ہوئے ہیں (ارشاد ص ۴۹۴) ۔

اسم گرامی، کنیت، اور القاب

آپ کا اس گرامی علی، آپ کے والدماجد حضرت امام محمد تقی نے رکھا، اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ سرورکائنات نے جو اپنے بارہ جانشین اپنی ظاہری حیات کے زمانہ میں معین فرمائے تھے، ان میں سے ایک آپ کی ذات گرامی بھی تھی آپ کے والدماجد نے اسی معین اسم سے موسوم کردیا علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ چہاردہ معصومین کے اسماء لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں سرورکائنات نے اسی کے مطابق سب کے نام معین فرمائے ہیں اورہرایک کے والدنے اسی کی روشنی میں اپنے فرزند کوموسوم کیاہے (اعلام الوری ص ۲۲۵) ۔
کتاب کشف الغطاء ص ۴ میں ہے کہ آنحضرت نے سب کے نام حضرت عائشہ کو لکھوادیئے تھے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی آپ کے القاب بہت کثیرہیں جن میں نقی، ناصح ، متوکل مرتضی اور عسکری زیادہ مشہورہیں (کشف الغمہ ص ۱۲۲ ، نورالابصار ۱۴۹ ، مطالب السؤل ص ۲۹۱) ۔

آپ کا عہد حیات اوربادشاہان وقت

آپ جب ۲۱۴ ہجری میں پیداہوئے تواس وقت بادشاہ وقت مامون رشیدعباسی تھا ۲۱۸ ہجری میں مامن رشیدنے انتقال کیااور معتصم خلیفہ ہوا (ابوالفداء)
۲۷۲ ہجری میں واثق بن معتصم خلیفہ بنایاگیا (ابوالفداء) ۲۳۲ ہجری میں واثق کاانتقال ہوا اور متوکل عباسی خلیفہ مقررکیاگیا (ابوالفداء)۔

پھر ۲۴۷ ہجری میں منتصر بن متوکل اور ۲۴۸ ہجری میں مستعین اور ۲۵۲ ہجری میں زبیر ابن متوکل الملکنی بہ متز باللہ علی الترتیب خلیفہ بنائے گئے (ابو الفداء، دمعہ ساکبہ ۱۲۱) ۲۵۴ ہجری میں معتز کے زہر دینے سے امام علی نقی علیہ السلام شہید ہوئے (تذکرۃ المعصومین)۔

حضرت امام محمد تقی کا سفر بغداد اور حضرت امام علی نقی کی ولیعہدی

مامون رشید کے انتقال کے بعد معتصم باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے بھی اپنے آبائی کردار کو سراہا اور خاندانی رویہ کا اتباع کیا اس کے دل میں بھی آل محمد کی طرف سے وہ جذبات ابھرے جو اس کے آباؤ اجداد کے دلوں میں ابھر چکے تھے، اس نے بھی چاہا کہ آل محمد کو کوئی فرد سطح ارض پر باقی نہ رہے، چنانچہ اس نے تخت نشین ہوتے ہی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے بغداد طلب کر کے نظر بند کر دیا امام محمد تقی علیہ السلام نے جو اپنے آباؤ اجداد کی طرح قیامت تک کے حالات سے واقف تھے مدینہ سے چلتے وقت اپنے فرزند کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور وہ تمام تبرکات جو امام کے پاس ہوا کرتے ہیں آپ نے امام علی نقی علیہ السلام کے سپرد کر دیئے مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر آپ ۹/ محرم الحرام ۲۲۰ ہجری کو وارد بغداد ہوئے بغداد میں آپ کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ معتصم عباسی نے آپ کو بتاریخ ۲۰/ ذی قعدہ زہر سے شہید کر دیا (نور الابصار ص ۱۴۷)۔

اصول کافی میں ہے کہ جب امام محمد تقی علیہ السلام کو پہلی بار مدینہ سے بغداد طلب کیا گیا تو راوی خبر اسماعیل بن مہران نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی مولا، آپ کو بلانے والے دشمن آل محمد ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بے امام ہو جائیں آپ نے فرمایا کہ ہم کو علم ہے تم گھبراؤ نہیں اس سفر میں ایسا نہ ہوگا اسماعیل کا بیان ہے کہ جب دوبارہ آپ کو معتصم نے بلایا تو پھر میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ مولا یہ سفر کیسا رہے گا اس سوال کا جواب آپ نے آنسوؤں کے تار سے دیا اور باچشم نم کہا کہ اے اسماعیل میرے بعد علی نقی کو اپنا امام جاننا اور صبر وضبط سے کام لینا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا علم لدنی

بچپن کا واقعہ

یہ ہمارے مسلمات سے ہے کہ ہمارے آئمہ کو علم لدنی ہوتا ہے یہ خدا کی بارگاہ سے علم وحکمت لے کر کامل اور مکمل دنیا میں تشریف لاتے رہے ہیں انہیں کسی سے علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اور انہوں نے کسی دنیا والے کے سامنے زانوئے

ادب تہ نہیں فرمایا "ذاتی علم و حکمت کے علاوہ مزید شرف کمال کی تحصیل اپنے آباؤ اجداد سے کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ انتہائی کمسنی میں بھی یہ دنیا کے بڑے بڑے عالموں کو علمی شکست دینے میں ہمیشہ کامیاب رہے اور جب کسی نے اپنے کو ان کی کسی فرد سے مافوق سمجھا تو وہ ذلیل ہو کر رہ گیا، یا پھر سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گیا۔

علامہ مسعودی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات کے بعد امام علی نقی علیہ السلام جن کی اس وقت عمر ۷۔ ۶/ سال کی تھی مدینہ میں مرجع خلائق بن گئے تھے، یہ دیکھ کروہ لوگ جو آل محمد سے دلی دشمنی رکھتے تھے یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کسی طرح ان کی مرکزیت کو ختم کیا جائے اور کوئی ایسا معلم ان کے ساتھ لگا دیا جائے جو انہیں تعلیم بھی دے اور ان کی اپنے اصول پر تربیت کرنے کے ساتھ ان کے پاس لوگوں کے پہونچنے کا سدباب کرے، یہ لوگ اسی خیال میں تھے کہ عمر بن فرج رجحی فراغت حج کے بعد مدینہ پہنچا لوگوں نے اس سے عرض مدعا کی بالآخر حکومت کے دباؤ سے ایسا انتظام ہو گیا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو تعلیم دینے کے لیے عراق کا سب سے بڑا عالم، ادیب عبیداللہ جنیدی معقول مشاہرہ پر لگایا گیا یہ جنیدی آل محمد کی دشمنی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔

الغرض جنیدی کے پاس حکومت نے امام علی نقی علیہ السلام کو رکھ دیا اور جنیدی کو خاص طور پر اس امر کی ہدایت کر دی کہ ان کے پاس روافض نہ پہنچنے پائیں جنیدی نے آپ کو قصر صربا میں اپنے پاس رکھا ہوتا یہ تھا کہ جب رات ہوتی تھی تو دروازہ بند کر دیا جاتا تھا اور دن میں بھی شیعوں کے ملنے کی اجازت نہ تھی اس طرح آپ کے ماننے والوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور آپ کا فیض جاری بند ہو گیا لوگ آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ سے محروم ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن جنیدی سے کہا غلام ہاشمی کا کیا حال ہے اس نے نہایت بری صورت بنا کر کہا انہیں غلام ہاشمی نہ کہو، وہ رئیس ہاشمی ہیں، خدا کی قسم وہ اس کمسنی مین مجھ سے کہیں زیادہ علم رکھتے ہیں سنو میں اپنی پوری کوشش کے بعد جب ادب کا کوئی باب ان کے سامنے پیش کرتا ہوں تو وہ اس کے متعلق ایسے ابواب کھول دیتے ہیں کہ میں حیران رہ جاتا ہوں "یظن الناس انی اعلمه وانا واللہ اتعلم مه" لوگ سمجھ رہے ہیں کہ میں انہیں تعلیم دے رہا ہوں لیکن خدا کی قسم میں ان سے تعلیم حاصل کر رہا ہوں میرے بس میں یہ نہیں کہ میں انھیں پڑھا سکوں "ہذا واللہ خیر اہل الارض وافضل من بقاء اللہ" خدا کی قسم وہ حافظ قرآن ہی نہیں وہ اس کی تاویل وتنزیل کو بھی جانتے ہیں اور مختصر یہ ہے کہ وہ زمین پر بسنے والوں میں سب سے بہتر اور کائنات میں سب سے افضل ہیں (اثبات الوصیت ودمعہ ساکبہ ص ۱۲۱)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے کرامات اور آپ کا علم باطن

امام علی نقی علیہ السلام تقریبا ۲۹/ سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے آپنے اس مدت عمر مین کئی بادشاہوں کازمانہ دیکھا تقریبا ہرایک نے آپ کی طرف رخ کرنے سے احترازکیا یہی وجہ ہے کہ آپ امورامامت کوانجام دینے میں کامیاب رہے یعنی تبلیغ دین اور تحفظ بنائے مذہب اوررہبری ہواخواہاں میں فائزالمرام رہے آپ چونکہ اپنے آباؤاجدادکی طرح علم باطن اورعلم غیب بھی رکھتے تھے اسی لیے آپ اپنے ماننے والوں کوہونے والے واقعات سے باخبرفرمادیاکرتے تھے اورسعی فرماتے تھے کہ حتی الوسع مقدورات کے علاوہ کوئی گزندنہ پہنچنے پائے اس سلسلہ میں آپ کے کرامات بے شمارہیں جن میں سے ہم اس مقام پرکتاب کشف الغمہ سے چندکرامات تحریرکرتے ہیں۔

۱ ۔ محمدبن فرج رجحی کابیان ہے کہ حضرت امام علی نقی نے مجھے تحریرفرمایاکہ تم اپنے تمام امورومعاملات کوراست اورنظام خانہ کودرست کرلو اوراپنے اسلحوں کوسنبھال لو، میں نے ان کے حکم کے بموجب تمام درست کرلیا لیکن یہ نہ سمجھ سکاکہ یہ حکم آپ نے کیوں دیاہے لیکن چنددنوں کے بعدمصرکی پولیس میرے یہاں آئی اورمجھے گرفتارکرکے لے گئی اورمیرے پاس جوکچھ تھا سب لے لیا اورمجھے قیدخانہ میں بندکردیا میں آٹھ سال اس قیدخانہ میں پڑارہا، ایک دن امام علیہ السلام کاخط پہنچا، جس میں مرقوم تھا کہ اے محمدبن فرج تم اس ناحیہ کی طرف نہ جانا جومغرب کی طرف واقع ہے خط پاتے ہی میری حیرانی کی کوئی حدنہ رہی میں سوچتارہا کہ میں توقیدخانہ میں ہوں میراتوادھرجاناممکن ہی نہیں پھرامام نے کیوں یہ کچھ تحریرفرمایاآپ کے خط آنے کوابھی دوچاریوم ہی گذرے تھے کہ میری رہائی کاحکم آگیا اورمیں ان کے حسب الحکم مقام ممنوع کی طرف نہیں گیاقیدخانہ سے رہائی کے بعدمیں نے امام علیہ السلام کولکھاکہ حضورمیں قیدسے چھوٹ کرگھرآگیاہوں، اب آپ خداسے دعاء فرمائیں کہ میرامال مغصوبہ واپس کرادے آپ نے اس کے جواب میں تحریرفرمایاکہ عنقریب تمہاراسارامال تمہیں واپس مل جائےگاچنانچہ ایساہی ہوا۔

۲ ۔ ایک دن امام علی نقی علیہ السلام اورعلی بن حصیب نامی شخص دونوں ساتھ ہی راستہ چل رہے تھے علی بن حصیب آپ سے چندگام آگے بڑھ کربولے آپ بھی قدم بڑھاکرجلدآجائیے حضرت نے فرمایاکہ اے ابن حصیب "تمہیں پہلے جاناہے" تم جاؤ اس واقعہ کے چاریوم بعدابن حصیب فوت ہوگئے۔

۳ ۔ ایک شخص محمدبن فضل بغدادی کابیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کولکھاکہ میرے پاس ایک دکان ہے میں اسے بیچناچاہتاہوں آپ نے اس کاکوئی جواب نہ دیا جواب نہ ملنے پرمجھے افسوس ہوا لیکن جب میں بغدادواپس پہنچاتووہ آگ لگ جانے کی وجہ سے جل چکی تھی۔

۴ ۔ ایک شخص ابوایوب نامی نے امام علیہ السلام کولکھاکہ میری زوجہ حاملہ ہے، آپ دعا فرمائیے کہ لڑکاپیداہو،آپ نے فرمایاانشاء اللہ اس کے لڑکاہی پیداہوگا اورجب پیداہوتو اس کانام محمدرکھناچنانچہ لڑکاہی پیداہوا، اوراس کانام محمدرکھاگیا۔

۵ ۔ یحیٰ بن زکریا کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کو لکھا کہ میری بیوی حاملہ ہے آپ دعا فرمائیں کہ لڑکا پیدا ہو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، کہ بعض لڑکیاں لڑکوں سے بہتر ہوتی ہیں، چنانچہ لڑکی پیدا ہوئی۔

عہد واثق کا ایک واقعہ

۶ ۔ ابوہاشم کا بیان ہے کہ میں ۲۲۷ ہجری میں ایک دن حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی نے آکر کہا کہ ترکوں کی فوج گذر رہی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ائے ابوہاشم چلو ان سے ملاقات کریں میں حضرت کے ہمراہ ہو کر لشکریوں تک پہنچا حضرت نے ایک غلام ترکی سے اس کی زبان میں گفتگو شروع فرمائی اور دیر تک باتیں کرتے رہے اس ترکی سپاہی نے آپ کے قدموں کا بوسہ دیا میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جس نے تجھے امام کا گرویدہ بنادیا ہے اس نے کہا امام نے مجھے اس نام سے پکارا جس کا جاننے والا میرے باپ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

تہتر زبانوں کی تعلیم

۷ ۔ ابوہاشم کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگو کی جس کا میں جواب نہ دے سکا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ابھی ابھی تمام زبانوں کا جاننے والا بتائے دیتا ہوں یہ کہہ کر آپ نے ایک سنگریزہ اٹھایا اور اسے اپنے منہ میں رکھ لیا اس کے بعد اس سنگریزہ کو مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے چوسو، میں نے منہ میں رکھ کر اسے اچھی طرح چوسا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں تہتر زبانوں کا عالم بن گیا جن میں ہندی بھی شامل تھی اس کے بعد سے پھر مجھے کسی زبان کے سمجھنے اور بولنے میں دقت نہ ہوئی ص ۱۲۲ تا ۱۲۵

امام علی نقی کے ہاتھوں میں ریت کی قلب ماہیت

۸ ۔ آئمہ طاہرین کے اولوالامر ہونے پر قرآن مجید کی نص صریح موجود ہے ان کے ہاتھوں اور زبان میں خداوند جو ارادہ کریں اس کی تکمیل ہوجائے جو حکم دیں اس کی تعمیل ہوجائے ابوہاشم کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں اپنی تنگ دستی کی شکایت کی آپ نے فرمایا بڑی معمولی بات ہے تمہاری تکلیف دور ہوجائے گی اس کے بعد آپ نے رمل یعنی ریت کی ایک مٹھی زمین سے اٹھا کر میرے دامن میں ڈال دی اور فرمایا اسے غور سے دیکھو اور اسے فروخت کرکے کام نکالو ابوہاشم کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جب میں نے اسے دیکھا تو وہ بہترین سونا تھا، میں نے اسے بازار لے جاکر فروخت کردیا (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۱۹)۔

امام علی نقی اوراسم اعظم

۹ ۔ حضرت ثقۃ الاسلام علامہ کلینی اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا اسم اللہ الاعظم ۷۳/ حروف میں ان میں سے صرف ایک حرف آصف برخیا وصی سلیمان کودیا گیا تھا جس کے ذریعہ سے انہوں نے چشم ردن میں ملک سبا سے تخت بلقیس منگوالیا تھا اوراس منگوانے میں ہوایہ تھا کہ زمین سمٹ کر تخت کوقریب لے آئی تھی، اے نوفلی(راوی) خداوندعالم نے ہمیں اسم عظم کے بہترحروف دیئے ہیں اوراپنے لیے صرف ایک حرف محفوظ رکھاہے جوعلم غیب سے متعلق ہے مسعودی کاکہناکاہے کہ اس کے بعدامام نے فرمایاکہ خداوندعالم نے اپنی قدرت اوراپنے اذن وعلم سے ہمیں وہ چیزیں عطاکی ہیں جوحیرت انگیزاورتعجب خیزہیں مطلب یہ ہے کہ امام جوچاہیں کرسکتے ہیں ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی(اصول کافی، مناقب ابن شہرآشوب جلد۵ ص ۱۱۸ ، دمعہ ساکبہ ص ۱۲۶) ۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اورصیحفہ کاملہ کی ایک دعا

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے ایک صحابی سبع بن حمزہ قمی نے آپ کوتحریرکیاکہ مولامجھے خلیفہ معتصم کے وزیرسے بہت دکھ پہنچ رہاہے مجھے اس کابھی اندیشہ ہے کہ کہیں وہ میری جان نہ لے لے حضرت نے اس کے جواب میں تحریرفرمایاکہ گھبراؤنہیں اوردعائے ”صحیفہ کاملہ“ یامن تحل بہ عقدالمکارہ الخ پڑھو مصیبت سے نجات پاؤگے۔

یسع بن حمزہ کابیان ہے کہ میں نے امام کے حسب الحکم نمازصبح کے بعداس دعاکی تلاوت کی جس کاپہلے ہی دن یہ نتیجہ نکلاکہ وزیرخودمیرے پاس آیامجھے اپنے ہمراہ لے گیا اورلباس فاخرہ پہناکرمجھے بادشاہ کے پہلومیں بٹھادیا۔

حکومت کی طرف سے امام علی نقی کی مدینہ سے سامرہ میں طلبی

اور

راستہ کاایک اہم واقعہ

متوکل ۲۳۲ ہجری میں خلیفہ ہوا اوراس نے ۲۳۶ ہجری میں امام حسین علیہ السلام کی قبرکے ساتھ پہلی باربے ادبی کی، لیکن اس میں پوری کامیابی نہ حاصل ہونے پراپنے فطری بغض کی وجہ سے جوآل محمد کے ساتھ تھا وہ حضرت علی نقی علیہ السلام کے طرف متوجہ ہوا متوکل ۲۴۳ ہجری میں امام علی نقی کوستانے کی طرف متوجہ ہوا، اوراس نے حاکم مدینہ عبداللہ بن محمدکوخفیہ حکم

دے کر بھیجا کہ فرزند رسول امام علی نقی کو ستانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے چنانچہ اس نے حکومت کے منشاء کے مطابق پوری توجہ اور پورے انہماک کے ساتھ اپنا کام شروع کردیا خود جس قدر ستاسکا اس نے ستایا اور آپ کے خلاف ریکارڈ کے لیے متوکل کو شکایات بھیجنی شروع کیں۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام کو یہ معلوم ہوگیا کہ حاکم مدینہ نے آپ کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کردی ہیں اوراس سلسلہ میں اس نے متوکل کو آپ کی شکایات بھیجنی شروع کردی ہیں تو آپ نے بھی ایک تفصیلی خط لکھا جس میں حاکم مدینہ کی بے اعتدالی اور ظلم آفرینی کا خاص طور سے ذکر کیا متوکل نے آپ کا خط پڑھ کر آپ کو اس کے جواب میں لکھا کہ آپ ہمارے پاس چلے آئیے اس میں حاکم مدینہ کے عمل کی معذرت بھی تھی، یعنی جو کچھ وہ کررہا ہے اچھا نہیں کرتا ہم اس کی طرف سے معذرت خواہ ہیں مطلب یہ تھا کہ اسی بہانہ سے انہیں سامرہ بلالے خط میں اس نے اتنا نرم لہجہ اختیار کیا تھا جو ایک بادشاہ کی طرف سے نہیں ہوا کرتا یہ سب حیلہ سازی تھی اور غرض محض یہ تھی کہ آپ مدینہ چھوڑ کر سامرہ پہنچ جائیں (نورالابصار ص ۱۴۹)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ متوکل نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں آپ کی خاطر سے عبداللہ ابن محمد کو معزول کرکے اس کی جگہ پر محمد بن فضل کو مقرر کررہا ہوں (جلاء العیون ص ۲۹۲)۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ متوکل نے صرف یہ نہیں کیا کہ علی نقی علیہ السلام کو خط لکھا ہو کہ آپ سامرہ چلے آئیے بلکہ اس نے تین سو کا لشکر یحیی بن ہرثمہ کی قیادت میں مدینہ بھیج کر انہیں بلانا چاہا، یحیی بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں حکم متوکل پاکر امام علیہ السلام کو لانے کے لیے بہ ارادہ مدینہ منورہ روانہ ہوگیا میرے ہمراہ تین سو کا لشکر تھا اور اس میں ایک کاتب بھی تھا جو امامیہ مذہب رکھتا تھا ہم لوگ اپنے راستہ پر جارہے تھے اور اس سعی میں تھے کہ کسی طرح جلد سے جلد مدینہ پہنچ کر امام علیہ السلام کو لے آئیں اور متوکل کے سامنے پیش کریں ہمارے ہمراہ جو ایک شیعہ کاتب تھا اس سے ایک لشکر کے افسر سے راستہ بھر مذہبی مناظرہ ہوتا رہا۔

یہاں تک کہ ہم لوگ ایک عظیم الشان وادی میں پہنچے جس کے اردگرد میلوں کوئی آبادی نہ تھی اور وہ ایسی جگہ تھی جہاں سے انسان کا مشکل سے گزر ہوتا تھا بالکل جنگل اور بے آب وگیاہ صحرا تھا جب ہمارے لشکر وہاں پہنچا تو اس افسر نے جس کا نام ”شادی“ تھا، اور جو کاتب سے مناظرہ کرتا چلا آرہا تھا کہنے لگا اے کاتب تمہارے امام حضرت علی کا یہ قول ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی وادی نہ ہوگی جس میں قبر نہ ہو یا عنقریب قبر نہ بن جائے کاتب نے کہا بے شک ہمارے امام علیہ السلام غالب کل غالب کا یہی ارشاد ہے اس نے کہا بتاؤ اس زمین پر کس کی قبر ہے یا کس کی قبر بن سکتی ہے تمہارے امام یونہی کہہ دیا کرتے ہیں ابن ہرثمہ کا کہنا ہے کہ میں چونکہ حشوی خیال کا تھا لہذا جب یہ باتیں ہم نے سنیں تو ہم سب ہنس پڑے اور کاتب شرمندہ ہوگیا غرض کہ لشکر بڑھتا رہا اور اسی دن مدینہ پہنچ گیا وارد مدینہ ہونے کے بعد میں نے متوکل کا خط امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا امام علیہ السلام نے اسے ملاحظہ فرماکر لشکر پر نظر ڈالی اور سمجھ گئے کہ دال میں کچھ کالا ہے آپ نے فرمایا اے ابن ہرثمہ چلنے کو تیار ہوں

لیکن ایک دوروزکی مہلت ضروری ہے میں نے عرض کی حضور"خوشی سے" جب حکم فرمائیں میں حاضر ہوجاؤں اورروانگی ہوجائے
۔

ابن ہرثمہ کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے میرے سامنے ملازمین سے کہاکہ درزی بلادواوراس سے کہوکہ مجھے سامرہ جانا ہے لہذا راستے کے لیے گرم کپڑے اورگرم ٹوپیاں جلد سے جلدتیارکردے میں وہاں سے رخصت ہوکراپنے قیام گاہ پرپہنچا اورراستے بھریہ سوچتارہاکہ امامیہ کیسے بیوقوف ہیں کہ ایک شخص کوامام مانتے ہیں جسے (معاذاللہ) یہ تک تمیزنہیں ہے کہ یہ گرمی کازمانہ ہے یاجاڑے کا، اتنی شدید گرمی میں جاڑے کے کپڑے سلوارہے ہیں اوراسے ہمراہ لے جانا چاہتے ہیں الغرض میں دوسرے دن ان کی خدمت میں حاضرہواتودیکھا کہ جاڑے کے بہت سے کپڑے سلے ہوئے رکھے ہیں اورآپ سامان سفردرست فرمارہے ہیں اوراپنے ملازمین سے کہتے جاتے ہیں دیکھوکلاہ بارانی اوربرساتی وغیرہ رہنے نہ پائے سب ساتھ میں باندھ دو، اس کے بعدمجھے کہااے یحیی بن ہرثمہ جاؤتم بھی اپناسامان درست کروتاکہ مناسب وقت میں روانگی ہوجائے میں وہاں سے نہایت بددل واپس آیا دل میں سوچتا تھا کہ انہیں کیاہوگیاہے کہ اس شدیدگرمی کے زمانہ میں سردی اوربرسات کاسامان ہمراہ لے رہے ہیں اورمجھے بھی حکم دیتے ہیں کہ تم بھی اس قسم کے سامان ہمراہ لے لو۔

مختصریہ کہ سامان سفردرست ہوگیااورروانگی ہوگئی میرالشکرامام علیہ السلام کوگھیرے میں لیے ہوئے جارہاتھا کہ ناگاہ اسی وادی میں جاپہنچے، جس کے متعلق کاتب امامیہ اورافسرشادی میں یہ گفتگوہوئی تھی کہ یہاں پرکس کی قبرہے یاہوگی اس وادی میں پہنچنا تھا کہ قیامت آگئی، بادل گرجنے لگے، بجلی چمکنے لگی اوردوپہرکے وقت اس قدرتاریکی چھائی کہ ایک دوسرے کودیکھ نہ سکتا تھا، یہاں تک کہ بارش ہوئی اورایسی موسلادھاربارش ہوئی کہ عمربھرنہ دیکھی تھی امام علیہ السلام نے آثارپیداہوتے ہی ملازمین کوحکم دیاکہ برساتی اوربارانی ٹوپیاں پہن لو اورایک برساتی یحیی بن ہرثمہ اورایک کاتب کودیدو غرض کہ خوب بارش ہوئی اورہوااتنی ٹھنڈی چلی کہ جان کے لالے پڑگئے جب بارش تھمی اوربادل چھٹے تو میں نے دیکھاکہ ۸۰/ افرادمیری فوج کے ہلاک ہوگئے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایاکہ اے یحیی بن ہرثمہ اپنے مردوں کودفن کردو اوریہ جان لوکہ "خدائے تعالی ہم چنین پرمی گرداندبقاع راازقبور" اس طرح خداوندعالم نے ہربقعہ ارض کو قبروں سے پرکرتاہے اسی لیے میرے جدنامدارحضرت علی علیہ السلام نے فرمایاکہ زمین کاکوئی ٹکڑاایسانہ ہوگا جس میں قبرنہ بنی ہو

"یہ سن کرمیں اپنے گھوڑے سے اترپڑااورامام علیہ السلام کے قریب جاکرپابوس ہوا، اوران کی خدمت میں عرض کی مولامیں آج آپ کے سامنے مسلمان ہوتاہوں، یہ کہہ کرمیں نے اس طرح کلمہ پڑھا "اشھدان لاالہ الااللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وانکم خلفاء اللہ فی ارضہ" اوریقین کرلیاکہ یہی حضرت خداکی زمین پرخلیفہ ہیں اوردل میں سوچنے لگاکہ اگرامام علیہ السلام نے جاڑے اوربرسات

کاسامان نہ لیاہوتا اوراگرمجھے نہ دیاہوتا تومیرا کیاحشرہوتاپھروہاں سے روانہ ہوکر "عسکر" پہنچا اورآپ کی امامت کاقائل رہ کرزندہ رہا اورتاحیات آپ کے جدنامدارکاکلمہ پڑھتارہا (کشف الغمہ ص ۱۲۴) ۔

علامہ جامی اورعلامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ دوسوسے زائدافرادآپ کے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے سامرہ پہنچے وہاں آپ کے قیام کا کوئی انتظام نہیں کیاگیاتھا اور حکم تھا متوکل کاکہ انہیں فقیروں کے ٹہرانے کی جگہ اتاراجائے چنانچہ آپ کوخان الصعالیک میں اتارگیا وہ جگہ بدترین تھی وہاں شرفاء نہیں جایاکرتے تھے ایک دن صالح بن سعیدنامی ایک شخص جوآپ کے ماننے والے تھے آپ کی خدمت میں حاضرہوئے اورکہنے لگے مولایہ لوگ آپ کی قدرومنزلت پرپردہ ڈالنے اورنورخداکوچھپانے کی کس قدرکوشش کرتے ہیں کجاحضورکی ذات اقدس اورکجایہ قیام گاہ حضرت نے فرمایاائے صالح تم دل تنگ نہ ہو۔میں اس کی عزت افزائی کاخواہاں اوران کی کرم گستری کاجویاں نہیں ہوں خداوندعالم نے آل محمدکوجودرجہ دیاہے اورجومقام عطافرمایاہے اسے کوئی چھین نہیں سکتا اے صالح بن سعیدمیں تمہیں خوش کرنے کے لیے بتاناچاہتاہوں کہ تم مجھے اس مقام پردیکھ کرپریشان نہ ہوخداوندعالم نے یہاں بھی میرے لیے بہشت جیسا بندوبست فرمایاہے یہ کہہ کرآپ نے انگلی سے اشارہ کیااورصالح کی نظرمیں بہترین باغ بہترین قصوراوربہترین نہریں وغیرہ نظرآنے لگیں صالح کابیان ہے کہ یہ دیکھ کرمجھے قدرے تسلی ہوگئی (شواہدالنبوت ص ۲۰۸ ، نورالابصارص ۱۵۰) ۔

امام علی نقی علیہ السلام کی نظربندی

امام علی نقی علیہ السلام کودھوکہ سے بلانے کے بعدپہلے توخان الصعالیک میں پھراس کے بعدایک دوسرے مقام میں آپ کونظربندکردیا اورتاحیات اسی میں قیدرکھا امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ متوکل آپ کے ساتھ ظاہرداری ضرورکرتاتھا، لیکن آپ کاسخت دشمن تھا اس نے حیلہ سازی اوردھوکہ بازی سے آپ کوبلایا اوردرپردہ ستانے اورتباہ کرنے اور مصیبتوں میں بتلاکرنے کے درپے رہا (نورالابصارص ۱۵۰) ۔

علامہ ابن حجرمکی لکھتے ہیں کہ متوکل نے آپ کوجبرابلاکرسامرہ میں نظربندکردیا اورتازندگی باہرنہ نکلنے دیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۴) ۔

امام علی نقی علیہ السلام کا جذبہ ہمدردی

مدینہ سے سامرہ پہنچنے کے بعدبھی آپ کے پاس لوگوں کی آمدکاتانتا بندھارہا لوگ آپ سے فائدے اٹھاتے اوردینی اوردنیاوی اموریں آپ سے مددچاہتے رہے اورآپ حل مشکل میں ان کے کام آتے رہے علمائے اسلام لکھتے ہیں کہ سامرہ پہنچنے کے بعدجب آپ کی نظربندی میں سختی اورشدت نہ تھی ایک دن آپ سامرہ کے ایک قریہ میں تشریف لے گئے آپ کے جانے کے بعدایک

سائل آپ کے مکان پر آیا، اسے یہ معلوم ہوا کہ آپ فلاں گاوں میں تشریف لے گئے ہیں، وہ وہاں چلا گیا اور جا کر آپ سے ملا، آپ نے پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو تمہارا کیا کام ہے؟

اس نے عرض کی مولا میں غریب آدمی ہوں، مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہوگیا ہے اور اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہیں، مولا خدا کے لیے مجھے اس بلا سے نجات دلائیے حضرت نے فرمایا گھبراو نہیں، انشاء اللہ تمہارا قرضہ کی ادائیگی کا بندوبست ہو جائے گا وہ سائل رات کو آپ کے ہمراہ مقیم رہا صبح کے وقت آپ نے اس سے کہا کہ میں تمہیں جو کہوں اس کی تعمیل کرنا اور دیکھو اس امر میں ذرا بھی مخالفت نہ کرنا اس نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا آپ نے اسے ایک خط لکھ کر دیا جس میں یہ مرقوم تھا کہ "میں دس ہزار درہم اس کے ادا کردوں گا" اور فرمایا کہ کل میں سامرہ پہنچ جاؤں گا جس وقت میں وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں تو تم مجھ سے روپے کا تقاضا کرنا اس نے عرض کی حضور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ میں لوگوں میں آپ کی توہین کروں حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں، میں تم سے جو کہوں وہ کرو غرض کہ سائل چلا گیا اور جب آپ سامرہ واپس ہوئے اور لوگوں کو آپ کی واپسی کی اطلاع ملی تو اعیان شہر آپ سے ملنے آئے جس وقت آپ لوگوں سے محو ملاقات تھے سائل مذکور بھی پہنچ گیا سائل نے ہدایت کے مطابق آپ سے رقم کا تقاضہ کیا آپ نے بہت نرمی سے اسے ٹالنے کی کوشش کی، لیکن وہ نہ ٹلا اور بدستور رقم مانگتا رہا بالاخر حضرت نے اس سے تین میں ادائیگی کا وعدہ فرمایا اور وہ چلا گیا یہ خبر جب بادشاہ وقت کو پہنچی تو اس نے مبلغ تیس ہزار درہم آپ کی خدمت میں بھیج دیئے، تیسرے دن جب سائل آیا تو آپ نے اسے فرمایا کہ تیس ہزار درہم لے لے اور اپنی راہ لگ اس نے عرض کی مولا میرا قرضہ تو صرف دس ہزار ہے آپ تیس ہزار دے رہے ہیں آپ نے فرمایا جو قرضہ کی ادائیگی سے بچے اسے اپنے بچوں پر صرف کرنا وہ بہت خوش ہوا اور یہ پڑھتا ہوا "اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ" خدا ہی خوب جانتا ہے کہ رسالت و امامت کا کون اہل ہے) اپنے گھر چلا گیا (نورالابصار ص ۱۴۹ ، صواعق محرقہ، ۱۲۳ ، شواہد النبوت ص ۲۰۷ ، ارجح المطالب ص ۴۶۱)۔

امام علی نقی کی حالت سامرہ پہنچنے کے بعد

متوکل کی نیت خراب تھی ہی امام علیہ السلام کے سامرہ پہنچنے کے بعد اس نے اپنی نیت کا مظاہر عمل سے شروع کیا اور آپ کے ساتھ نامناسب طریقہ سے دل کا بخار نکالنے کی طرف متوجہ ہوا لیکن اللہ جس کی لاٹھی میں آواز نہیں اس نے اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا مگر اس کی زندگی میں بھی ایسے آثار اور اثرات ظاہر کئے جس سے وہ یہ بھی جان لے کہ وہ جو کچھ کر رہا تھا خداوندا سے پسند نہیں کرتا مورخ اعظم لکھتے ہیں کہ متوکل کے زمانے میں بڑی آفتیں نازل ہوئیں بہت سے علاقوں میں زلزلے آئے زمینیں دھنس گئیں آگیں لگیں، آسمان سے ہولناک آوازیں سنائی دیں، بادسموم سے بہت سے جانور اور آدمی ہلاک ہوئے، آسمان سے مثل ٹڈی کے کثرت سے ستارے ٹوٹے دس دس رطل کے پتھر آسمان سے برسے، رمضان ۲۴۳ ہجری میں حلب میں ایک پرندہ کوے سے

بڑا آکر بیٹھا اور یہ شور مچایا "یا ایھا الناس اتقوا اللہ اللہ اللہ " چالیس دفعہ یہ آواز لگا کر اڑگیا دودن ایسا ہی ہوا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۵) ۔

حضرت امام علی نقی اور سواری کی برق رفتاری

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے مدینہ سے سامرہ تشریف لے جانے کے بعد ایک دن ابوہاشم نے کہا مولا میرا دل نہیں مانتا کہ میں ایک دن بھی آپ کی زیارت سے محروم رہوں ، بلکہ جی چاہتا ہے کہ ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کروں حضرت نے پوچھا اس کے لیے تمہیں کونسی رکاوٹ ہے انہوں نے عرض کی میرا قیام بغداد ہے اور میری سواری کمزور ہے حضرت نے فرمایا "جاو" اب تمہاری سواری کا جانور طاقتور ہوجائے گا اور اس کی رفتار بہت تیز ہوجائے گی ابوہاشم کا بیان ہے کہ حضرت کے اس ارشاد کے بعد سے ایسا ہوگیا کہ میں روزانہ نماز صبح بغداد میں نماز ظہر سامرہ عسکر میں اور نماز مغرب بغداد میں پڑھنے لگا (اعلام الوری ص ۲۰۸) ۔

دوماہ قبل عزل قاضی کی خبر

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سے آپ کے ایک ماننے والے نے اپنی تکلیف بیان کرتے ہوئے بغداد کے قاضی شہر کی شکایت کی اور کہا کہ مولا وہ بڑا ظالم ہے ہم لوگوں کو بے حد ستاتا ہے آپ نے فرمایا گھبراو نہیں دوماہ بعد بغداد میں نہ رہے گا راوی کا بیان ہے کہ جونہی دوماہ پورے ہوئے قاضی اپنے منصب سے معزول ہو کر اپنے گھر بیٹھ گیا (شواہد النبوت) ۔

آپ کا احترام جانوروں کی نظر میں

علامہ موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ متوکل کے مکان میں بہت سی بطخیں پلی ہوئی تھیں جب کوئی وہاں جاتا تو وہ اتنا شور مچایا کرتی تھیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی لیکن جب امام علیہ السلام تشریف لے جاتے تھے تو وہ سب خاموش ہوجاتی تھیں اور جب تک آپ وہاں تشریف رکھتے تھے وہ چپ رہتی تھیں (شواہد النبوت) ۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور خواب کی عملی تعبیر

احمدبن عیسی الکاتب کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرماہیں اورمیں ان کی خدمت میں حاضرہوں، حضرت نے میری طرف نظر اٹھاکردیکھا اوراپنے دست مبارک سے ایک مٹھی خرمہ اس طشت سے عطافرمایا جوآپ کے سامنے رکھاہوا تھا میں نے انہیں گناتووہ پچس تھے اس خواب کوابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ مجھے معلوم ہواکہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سامرہ سے تشریف لائے ہیں میں ان کی زیارت کے لیے حاضرہواتومیں نے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک طشت رکھا ہے جس میں خرمے ہیں میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کوسلام کیا حضرت نے جواب سلام دینے کے بعد ایک مٹھی خرمہ مجھے عطافرمایا، میں نے ان خرموں کوشمارکیا تووہ پچیس تھےمیں نے عرض کی مولاکیا کچھ خرمہ اورمل سکتاہے جواب میں فرمایا! اگرخواب میں تمہیں رسول خدانے اس سے زیادہ دیاہوتاتومیں بھی اضافہ کردیتا (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۴)۔

اسی قسم کا واقعہ امام جعفرصادق علیہ السلام اورامام علی رضاعلیہ السلام کے لیے بھی گزراہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اورفقہائے مسلمین

یہ تومانی ہوئی بات ہے کہ آل محمدوہ ہیں جن کے گھرمیں قرآن مجیدنازل ہوا ان سے بہترنہ قرآن کا سمجھنے والاہے، نہ اس کی تفسیرجاننے والا، علماء کا بیان ہے کہ جب متوکل کوزہردیاگیا تواس نے یہ نذرمانی کہ "اگرمیں اچھاہوگیاتوراہ خدامیں مال کثیردوں گا" پھرصحت پانے کے بعد اس نے اپنے علماء اسلام کوجمع کیا اوران سے واقعہ بیان کرکے مال کثیرکی تفصیل معلوم کرناچاہی اس کے جواب میں ہرایک نے علیحدہ علیحدہ بیان دیا ایک فقیہ نے کہا مال کثیرسے ایک ہزاردرہم دوسرے فقیہ نے کہا دس ہزاردرہم، تیسرے نے کہاایک لاکھ درہم مرادلینا چاہئے متوکل ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک دربان سامنے آیا جس کانام "حسن" تھا عرض کرنے لگا کہ حضوراگرمجھے حکم ہوتومیں اس کا صحیح جواب لادوں متوکل نے کہابہترہے جواب لاو اگرتم صحیح جواب لائے تو دس ہزاردرہم تم کوانعام دوں گا اوراگرتسلی بخش جواب نہ لاسکے توسوکوڑے ماروں گا اس نے کہامجھے منظورہے اس کے بعد دربان حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں گیا امام علیہ السلام جونظربندی کی زندگی بسرکررہے تھے دربان کودیکھ کربولے اچھامال کثیرکی تفصیل پوچھنے آیاہے جا اورمتوکل سے کہہ دے مال کثیرسے اسی درہم مرادہے دربان نے متوکل سے یہی کہہ دیا متوکل نے کہا جاکردلیل معلوم کر، وہ واپس آیا حضرت نے فرمایاکہ قرآن مجیدمیں آنحضرت علیہ السلام کے لیے آیا ہے ہ "لقدنصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ" اے رسول اللہ نے تمہاری مددمواطن کثیرہ یعنی بہت سے مقامات پرکی ہے جب ہم نے ان مقامات کاشمارکیا جن میں خدانے آپ کی مددفرمائی ہے تووہ حساب سے اسی ہوتے ہیں معلوم ہواکہ لفظ کثیرکااطلاق اسی پرہوتاہے یہ سن کرمتوکل خوش ہوگیا اوراس نے اسی درہم صدقہ نکال کردس ہزاردرہم دربان کوانعام دیا (مناقب ابن شہرآشوب جلد ۵ ص ۱۱۶)۔

اسی قسم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ متوکل کے دربار میں ایک نصرانی پیش کیا گیا جو مسلمان عورت سے زنا کرتا ہوا پکڑا گیا جب وہ دربار میں آیا تو کہنے لگا مجھ پر حد جاری نہ کی جائے میں اس وقت مسلمان ہوتا ہوں یہ سن کر قاضی یحی بن اکثم نے کہا کہ اسے چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ یہ مسلمان ہو گیا ایک فقیہ نے کہا کہ نہیںحد جاری ہونا چاہئے غرض کہ فقہائے مسلمین میں اختلاف ہو گیا متوکل نے جب یہ دیکھا کہ مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا تو حکم دیا کہ امام علی نقی کو خط لکھ کر ان سے جواب منگایا جائے۔

چنانچہ مسئلہ لکھا گیا حضرت امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا "یضرب حتی یموت" کہ اسے اتنا مارا جائے کہ مرجائے جب یہ جواب متوکل کے دربار میں پہنچا تو یحی بن اکثم قاضی شہر اور فقیہ سلطنت نیز دیگر فقہا نے کہا اس کا کوئی ثبوت قران مجید میں نہیں ہے براہ مہربانی اس کی وضاحت فرمائیے آپ نے خط ملاحظہ فرما کر یہ آیت تحریر فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے (جب کافروں نے ہماری سختی دیکھی تو کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں یہ ان کا کہنا ان کے لیے مفید نہ ہوا، اور نہ ایمان لانا کام آیا)

آیت پڑھنے کے بعد متوکل نے تمام فقہا کے اقوال کو مسترد کر دیا اور نصرانی کے لیے حکم دیدیا کہ اسے اس قدر مارا جائے کہ "مرجائے" (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۰)۔

شاہ روم کو حضرت امام علی نقی کا جواب

علامہ محمد باقر نجفی لکھتے ہیں کہ بادشاہ روم نے خلیفہ وقت کو لکھا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا جس میں یہ سات لفظ نہ ہوں ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف، وہ جنت میں جائے گا اسے دیکھنے کے بعد میں نے توریت و زبور کا اچھی طرح مطالعہ کیا لیکن اس قسم کا کوئی سورہ اس میں نہیں ملا آپ ذرا اپنے علماء سے تحقیق کرکے لکھیے کہ شاید یہ بات آپ کے قرآن مجید میں ہو بادشاہ وقت نے بہت سے علماء جمع کئے اور ان کے سامنے یہ چیز پیش کی سب نے بہت دیر تک غور کیا لیکن کوئی اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکا کہ تسلی بخش جواب دے سکے جب خلیفہ وقت تمام علماء سے مایوس ہو گیا تو امام علی نقی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا جب آپ دربار میں تشریف لائے اور آپ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو آپ نے بلا تاخیر فرمایا وہ سورہ حمد ہے اب جو غور کیا گیا تو بالکل ٹھیک پایا گیا، بادشاہ اسلام خلیفہ وقت نے عرض کی، ابن رسول اللہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اس کی وجہ بھی بتادیتے کہ یہ حروف اس سورہ میں کیوں نہیں لائے گیے کہ آپ نے فرمایا یہ سورہ رحمت و برکت ہے اس میں یہ حروف اس لے نہیں لائے گئے کہ (ث) سے ثبور ہلاکت تباہی، بربادی کی طرف، ج۔ سے جہیم جہنم کی طرف، خ۔ خیبت یعنی خسران کی طرف، ز۔ سے زقوم یعنی تھوہڑ کی طرف، ش۔ سے شقاوت کی طرف، ظ۔ سے ظلمت کی طرف، ف۔ سے فرقت کی طرف تبادر ذہنی ہوتا ہے اور یہ تمام چیزیں رحمت و برکت کے منافی ہیں۔

خلیفہ وقت نے آپ کا تفصیلی بیان شاہ روم کو بھیج دیا بادشاہ روم نے جونہی اسے پڑھا وہ مسرور ہوگیا اور اسی وقت اسلام لایا اور تا حیات مسلمان رہا (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۰ بحوالہ شرح شافیہ ابو فراس)۔

متوکل کے کہنے سے ابن سکیت و ابن اکثم کا امام علی نقی سے سوال

علماء کا بیان ہے کہ ایک دن متوکل اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا دیگر کاموں سے فراغت کے بعد ابن سکیت کی طرف متوجہ ہو کر بولا ابو الحسن سے ذرا سخت سخت سوال کرو ابن سکیت نے اپنی قابلیت بھر سوال کئے امام علیہ السلام نے تمام سوالات کے مفصل اور مکمل جواب دیئے یہ دیکھ کر یحی ابن اکثم قاضی سلطنت نے کہا اے ابن سکیت تم نحو، شعر، لغت کے عالم ہو، تمہیں مناظرہ سے کیا دلچسپی، ٹھہرو میں سوال کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے ایک سوالنامہ نکالا جو پہلے سے لکھ کر اپنے ہمراہ رکھے ہوئے تھا اور حضرت کو دیدیا حضرت نے اس کا اسی وقت جوال لکھنا شروع کردیا اور ایسا مکمل جواب دیا کہ قاضی شہر کو متوکل سے کہنا پڑا کہ ان جوابات کو پوشیدہ رکھا جائے، ورنہ شیعوں کی حوصلہ افزائی ہوگی ان سوالات میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ قرآن مجید میں "سبعة البحر" اور نفدت کلمات اللہ" جو ہے اس میں کن سات دریاؤں کی طرف اشارہ ہے اور کلمات اللہ سے مراد کیا ہے آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ وہ سات دریا یہ ہیں عین الکبریت، عین الیمن، عین البرہوت، عین الطریہ، عین السیدان، عین الافریقہ، عین الیاحوران، اور کلمات سے ہم محمد وآل محمد مراد ہیں جن کے فضائل کا احصانا ممکن ہے (مناقب جلد ۵ ص ۱۱۷)۔

قضاوقدر کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کی رہبری و رہنمائی

قضاوقدر کے بارے میں تقریبا تمام فرقے جادہ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں، اس کی وضاحت میں کوئی جبر کا قائل نظر آتا ہے کوئی مطلقا تفویض پر ایمان رکھتا ہوا دکھائی دیتا ہے ہمارے امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح قضاوقدر کی وضاحت ان لفظوں میں فرمائی ہے "لاجبر ولاتفویض بل امر بین امرین" نہ انسان بالکل مجبور ہے نہ بالکل آزاد ہے بلکہ دونوں حالتوں کے درمیان ہے (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۳۴)۔

میں حضرت کا مطلب یہ سمجھتا ہوں کہ انسان اسباب و اعمال میں بالکل آزاد ہے اور نتیجہ کی برآمدگی میں خدا کا محتاج ہے۔

علماء امامیہ کی ذمہ داریوں کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کا ارشاد

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے علماء، غیبت قائم آل محمد کے زمانے میں محافظ دین اور رہبر علم ویقین ہوں گے ان کی مثال شیعوں کے لیے بالکل ویسی ہی ہوگی جیسی کشتی کے لیے ناخدا کی ہوتی ہے وہ ہمارے ضیعفوں کے دلوں کو تسلی دیں گے وہ افضل ناس اور قائد ملت ہوں گے (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۳۷)۔

حضرت امام علی نقی اور عبد الرحمن مصری کا ذہنی انقلاب

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ ایک دن متوکل نے برسر دربار امام علی نقی کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر کے آپ کو دربار میں طلب کیا آپ سواری پر تشریف لائے عبد الرحمن مصری کا بیان ہے کہ میں سامرہ گیا ہوا تھا اور متوکل کے دربار کا یہ حال سنا کہ ایک علوی کے قتل کا حکم دیا گیا ہے تو میں دروازے پر اس انتظار میں کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں وہ کون شخص ہے جس کے قتل کے انتظامات ہو رہے ہیں اتنے میں دیکھا کہ امام علی نقی علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں مجھے کسی نے بتایا کہ اسی علوی کے قتل کا بندوبست ہوا ہے میری نظر جونہی ان کے چہرہ پر پڑی میرے دل میں ان کی محبت سرایت کر گئی اور میں دعا کرنے لگا خدایا متوکل کے شر سے اس شریف علوی کو بچانا میں دل میں دعا کر ہی رہا تھا کہ آپ نزدیک آپہنچے اور مجھ سے بلا جانے پہچانے فرمایا کہ اے عبد الرحمن تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے اور میں انشاء اللہ محفوظ رہوں گا چنانچہ دربار میں آپ پر کوئی ہاتھ نہ اٹھا سکا اور آپ محفوظ رہے پھر آپ نے مجھے دعا دی اور میں مالا مال ہو گیا اور صاحب اولاد ہو گیا عبد الرحمن کہتا ہے کہ میں اسی وقت آپ کی امامت کا قائل ہو کر شیعہ ہو گیا (کشف الغمہ ص ۱۲۳، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۵)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور برکتہ السباع

علماء کا بیان ہے کہ ایک دن متوکل کے دربار میں ایک عورت جوان اور خوبصورت آئی اور اس نے آکر کہا کہ میں زینب بنت علی و فاطمہ ہوں متوکل نے کہا کہ تو جوان ہے اور زینب کو پیدا ہوئے اور وفات پائے عرصہ گذر گیا اگر تجھے زینب تسلیم کر لیا جائے تو یہ کیسے مانا جائے، کہ زینب اتنی عمر تک جوان رہ سکتی ہے اس نے کہا کہ مجھے رسول خدا نے یہ دعا دی تھی کہ میں ہر چالیس اور پچاس سال کے بعد جوان ہو جاؤں اسی لیے میں جوان ہوں متوکل نے علماء دربار کو جمع کر کے ان کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیا سب نے کہا یہ جھوٹی ہے زینب کے انتقال کو عرصہ ہو گیا ہے متوکل نے کہا کوئی ایسی دلیل دو کہ میں اسے جھٹلا سکوں سب نے اپنے عجز کا حوالہ دیا۔

فتح ابن خاقان وزیر متوکل نے کہا کہ اس مسئلہ کو "ابن الرضا" علی نقی کے سوا کوئی حل نہیں کر سکتا لہذا انہیں بلایا جائے متوکل نے حضرت کو زحمت تشریف آوری دی جب آپ دربار میں پہنچے متوکل نے صورت مسئلہ پیش کی امام نے فرمایا جھوٹی ہے،

متوکل نے کہا کوئی ایسی دلیل دیجئیے کہ میں اسے جھوٹی ثابت کرسکوں، آپ نے فرمایا میرے جدنامدار کا ارشاد ہے کہ "حرم لحوم اولادی علی السباع" درندوں پر میری اولاد کا گوشت حرام ہے اے بادشاہ تو اس عورت کو درندوں میں ڈال دے، اگر یہ سچی ہوگی اس کا زینب ہونا تو درکنار اگر یہ سیدہ بھی ہوگی تو جانور اسے نہ چھیڑیں گے اور اگر سادات سے بھی بے بہرہ اور خالی ہوگی تو درندے اسے پھاڑ کھائینگے ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ دربار میں اشارہ بازی ہونے لگی اور دشمنوں نے مل جل کر متوکل سے کہا کہ اس کا امتحان امام علی نقی ہی کے ذریعہ سے کیوں نہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا درندے سیدوں کو کھاتے ہیں یا نہیں۔

مطلب یہ تھا کہ اگر انہیں جانوروں نے پھاڑ کھایا تو متوکل کا منشاء پورا ہوجائے گا اور اگر یہ بچ گئے تو متوکل کی وہ الجھن دور ہوجائے گی جو زینب کذاب نے ڈال رکھی ہے غرض کی متوکل نے امام علیہ السلام سے کہا "اے ابن الرضا" کیا اچھا ہوتا کہ آپ خود برکتہ السباع میں جاکر اسے ثابت کردیجئے کہ آل رسول کا گوشت درندوں پر حرام ہے امام علیہ السلام تیار ہوگئے متوکل نے اپنے بنائے ہوئے برکت السباع شیر خانہ میں آپ کو ڈلوا کر پھاٹک بند کروادیا، اور خود مکان کے بالاخانہ پر چلا گیا تاکہ وہاں سے امام کے حالات کا مطالعہ کرے۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ جب درندوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو خاموش ہوگئے جب آپ صحن میں پہنچ کر سیڑھی پر چڑھنے لگے تو درندے آپ کی طرف بڑھے (جن میں تین شیر اور بروایت دمعہ ساکبہ چھ شیر بھی تھے) اور ٹھہر گئے اور آپ کو چھو کر آپ کے گرد پھرنے لگے، آپ نے اپنی آستین ان پر ملتے تھے پھر درندے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے متوکل امام علیہ السلام کے متعلق چھت پر سے یہ باتیں دیکھتا رہا اور اتر آیا، پھر جناب صحن سے باہر تشریف لے آئے متوکل نے آپ کے پاس گراں بہا صلہ بھیجا لوگوں نے متوکل سے کہا تو بھی ایسا کرکے دکھلادے اس نے کہا شاید تم میری جان لینا چاہتے ہو۔

علامہ محمد باقر لکھتے ہیں کہ زینب کذابہ نے جب ان حالات کو بچشم خود دیکھا تو فورا اپنی کذب بیانی کا اعتراف کرلیا، ایک روایت کی بنا پر اسے توبہ کی ہدایت کرکے چھوڑدیا گیا دوسری روایت کی بنا پر متوکل نے اسے درندوں میں ڈلوا کر پھڑوا ڈالا (صواعق محرقہ ص ۱۲۴، ارجح المطالب ص ۴۶۱، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۵، جلاء العیون ص ۳۹۳، روضۃ الصفاء،)

فصل الخطاب، علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ اسی قسم کا واقعہ عہد رشید عباسی میں جناب یحی بن عبداللہ بن حسن مثنی ابن امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور متوکل کا علاج

علامہ عبدالرحمن جامی تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام نظر بندی کی زندگی بسر کررہے تھے متوکل کے بیٹنے کی جگہ یعنی کمر کے نیچے جسم کے پچھلے حصہ میں ایک زبردست زہریلا پھوڑا نکل آیا، ہرچند کوشش کی گئی مگر کسی صورت سے

شفاء کی امید نہ ہوئی جب جان خطرہ میں پڑگئی تو متوکل کی ماں نے منت مانی کہ اگر متوکل اچھا ہوگیا تو میں ابن الرضا کی خدمت میں مال کثیر نذر کروں گی اور فتح بن خاقان نے متوکل سے درخواست کی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں مرض کی کیفیت ابو الحسن سے بیان کر کے کوئی دواء تجویز کرالاؤں۔

متوکل نے اجازت دی اور ابن خاقان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے سارا واقعہ بیان کرکے دوا کی تجویز چاہی، امام علیہ السلام نے فرمایا "کسب غنم" (بکری کی مینگنیاں) لے کر گلاب کے عرق میں حل کر کے لگاؤ، انشاء اللہ ٹھیک ہوجائے گا وزیر فتح ابن خاقان نے دربار میں امام علیہ السلام کی تجویز پیش کی، لوگ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ امام ہو کر کیا دوا تجویز فرمائی ہے وزیر نے کہا اے خلیفہ تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے اگر حکم ہو تو میں انتظام کروں خلیفہ نے حکم دیا، دوا لگائی گئی، پھوڑا پھوٹا، متوکل کی آنکھ کھل گئی اور رات بھرپورا سویا تین یوم کے اندر شفاء کامل ہوجانے کے بعد متوکل کی ماں نے دس ہزار اشرفی کی سربمہر تھیلی امام علیہ السلام کی خدمت میں بھجوادی (شواہد النبوت ص ۲۰۷ ، اعلام الوری ص ۲۰۸)۔

امام علی نقی علیہ السلام کے تصور حکومت پر خوف خدا غالب تھا

حضرت کی سیرت زندگی اور اخلاق و کمالات وہی تھے جو اس سلسلہ عصمت کی ہر فرد کے اپنے اپنے دور میں امتیازی طور پر مشاہدہ میں آتے رہتے تھے قید خانہ اور نظر بندی کا عالم ہو یا آزادی کا زمانہ ہر وقت ہر حال میں یاد الہی، عبادت ، خلق خدا سے استغناء، ثبات قدم، صبر و استقلال، مصائب کے ہجوم میں ماتھے پر شکن کا نہ ہونا ، دشمنوں کے ساتھ حلم و مروت سے کام لینا، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی امداد کرنا، یہی وہ اوصاف ہیں جو امام علی نقی کی سیرت زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

قید کے زمانہ میں جہاں بھی آپ رہے آپ کے مصلے کے سامنے ایک قبر کھدی تیار رہتی تھی دیکھنے والوں نے جب اس پر حیرت اور دہشت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دل میں موت کا خیال رکھنے کے لیے یہ قبر اپنی نگاہوں کے سامنے تیار رکھتا ہوں حقیقت میں یہ ظالم طاقت کو اس کے باطل مطالبہ اطاعت اور اسلام کے حقیقی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے ترک کردینے کی خواہش کا ایک عملی جواب تھا یعنی زیادہ سے زیادہ سلاطین وقت کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ جان کا لے لینا مگر جو شخص موت کے لیے اتنا تیار ہو وہ ہر وقت کھدی ہوئی قبر اپنے سامنے رکھے وہ ظالم حکومت سے ڈر کر سر تسلیم خم کرنے پر کیسے مجبور کیا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ دنیاوی سازشوں میں شرکت یا حکومت وقت کے خلاف کسی بے محل اقدام کی تیاری سے آپ کا دامن اس طرح بری رہا کہ باوجود دارالسلطنت کے اندر مستقل قیام اور حکومت کے سخت ترین جاسوسی انتظام کے کبھی آپ کے خلاف تشدد کے جواز کی نہ مل سکی باوجودیکہ سلطنت عباسیہ کی بنیادیں اس وقت اتنی کھوکھلی ہو رہی تھیں کہ دارالسلطنت میں ہر روز ایک نئی سازش کا فتنہ کھڑا ہوتا تھا۔

متوکل سے خوداس کے بیٹے کی مخالفت اوراس کے انتہائی عزیزغلام باغر رومی کی اس سے دشمنی منتصر کے بعدامرائے حکومت کاانتشاراور آخر متوکل کے بیٹوں کوخلافت سے محروم کرنے کافیصلہ مستعین کے دورحکومت میں یحی بن عمربن یحی بن حسین بن زیدعلوی کاکوفہ میں ضروج اورحسن بن زیدالملقب بہ داعی الحق کاعلاقہ طبرستان پرقبضہ کرلینا اور مستقل سلطنت قائم کرلینا پھردارالسلطنت میں ترکی غلاموں کی بغاوت، مستعین کاسامرہ کوچھوڑکربغدادکی طرف بھاگنا اورقلعہ بندہوجانا آخرکوحکومت سے دست جرداری پر مجبورہونا اورکچھ عرصہ کے بعدمعتزباللہ کے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اترنا، پھرمعتزباللہ کے دورمیں رومیوں کامخالفت پرتیاررہنا، معتزباللہ کوخوداپنے بھائیوں سے خطرہ محسوس ہونا اورمویدی زندگی کاخاتمہ اورموفق کابصرہ میں قیدکیاجانا، ان تمام ہنگامی حالات، ان تمام شورشوں، ان تمام بے چینیوں اورجھگڑوں میں سے کسی میں بھی امام علی نقی کی شرکت کاشبہ تک نہ پیداہونا، کیااس طرز عمل کے خلاف نہیں ہے؟۔

جوایسے موقعوں پرجذبات سے کام لینے والوں کا ہواکرتاہے ایک ایسے اقتدارکے مقابلہ میں جسے نہ صرف وہ حق وانصاف کے روسے ناجائز سمجھتے ہیں بلکہ ان کے ہاتھوں انہیں جلاوطنی قیداوراہانتوں کاسامنابھی کرناپڑاہے مگرجذبات سے بلند اور عظمت نفس کے کامل مظہردنیاوی ہنگاموں اوروقت کے اتفاقی موقعوں سے کسی طرح کافائدہ اٹھانا اپنی بے لوث حقانیت اورکوہ سے بھی گراں صداقت کے خلاف سمجھتاہے اورمخالفت پرپس پشت حملہ کرنے کواپنے بلندنقطہ نگاہ اورمعیارعمل کے خلاف جانتے ہوئے ہمیشہ کنارہ کش رہتاہے (دسویں امام ص ۱۶) ۔

امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت

متوکل کے بعداس کابیٹا مستنصرپھر مستعین پھر ۲۵۲ ہجری میں معتزباللہ خلیفہ ہوا معتزابن متوکل نے بھی اپنے باپ کی سنت کونہیں چھوڑااورحضرت کے ساتھ سختی ہی کرتارہایہاں تک کہ اسی نے آپ کوزہردیدیا ۔

"سمعہ المعتز، انوارالحسینیہ جلد ۲ ص ۵۵ ، اورآپ بتاریخ ۳/ رجب ۲۵۴ ہجری یوم دوشنبہ انتقال فرماگئے (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۹) ۔

علامہ ابن جوزی تذکرۃ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ آپ معتزباللہ کے زمانہ خلافت میں شہیدکئے گئے ہیں اورآپ کی شہادت زہرسے واقع ہوئی ہے، علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ کوزہرسے شہیدکیاگیاہے (انوارالابصارص ۱۵۰) ۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ زہرسے شہیدہوئے ہیں ، صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۸ میں ہے کہ آپ نے انتقال سے قبل امام حسن عسکری علیہ السلام کومواریث انبیاء وغیرہ سپردفرمائے تھے وفات کے بعدجب امام حسن عسکری علیہ

السلام نے گریبان چاک کیاتو لوگ معترض ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ سنت انبیاء ہے حضرت موسی نے وفات حضرت ہارون پر اپنا گریبان پھاڑا تھا (دمعہ ساکبہ ص ۱۴۸ ، جلاء العیون ص ۲۹۴) ۔

آپ پر امام حسن عسکری نے نماز پڑھی اور آپ سامرہ ہی میں دفن کئے گئے "اناللہ وانا الیہ راجعون"، علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات انتہائی کس مپرسی کی حالت میں ہوئی انتقال کے وقت آپ کے پاس کوئی بھی نہ تھا (جلاء العیون ص ۲۹۲) ۔

آپ کی ازواج واولاد

آپ کی کئی بیویاں تھیں، ان سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں امام حسن عسکری، حسین بن علی، محمد بن علی، جعفر بن علی، دختر موسومہ عائشہ بن علی (ارشاد مفید ص ۵۰۲ ،صواعق محرقہ ص ۱۲۶ طبع مصر)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

امام حسن عسکری کی ولادت اور بچپن کے بعض حالات

علماء فریقین کی اکثریت کا اتفاق ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰/ ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری یوم جمعہ بوقت صبح بطن جناب حدیثہ خاتون سے بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں ملاحظہ ہو شواہد النبوت ص ۲۱۰، صواعق محرقہ ص ۱۲۴، نورالابصار ص ۱۱۰، جلاء العیون ص ۲۹۵، ارشاد مفید ص ۵۰۲، دمعہ ساکبہ ص ۱۶۳ ۔

آپ کی ولادت کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفی صلعم کے رکھے ہوئے "نام حسن بن علی" سے موسوم کیا (ینابع المودۃ)۔

آپ کی کنیت اور آپ کے القاب

آپ کی کنیت "ابو محمد" تھی اور آپ کے القاب بے شمار تھے جن میں عسکری، ہادی، زکی خالص، سراج اور ابن الرضا زیادہ مشہور ہیں (نورالابصار ص ۱۵۰، شواہد النبوت ص ۲۱۰، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۲، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۲۵) ۔

آپ کا لقب عسکری اس لئے زیادہ مشہور ہوا کہ آپ جس محلہ میں بمقام "سر من رائے" رہتے تھے اسے عسکر کہا جاتا تھا اور بظاہر اس کی وجہ یہ تھی کہ جب خلیفہ معتصم باللہ نے اس مقام پر لشکر جمع کیا تھا اور خود بھی قیام پذیر تھا تو اسے "عسکر" کہنے لگے تھے، اور خلیفہ متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے بلوا کر یہیں مقیم رہنے پر مجبور کیا تھا نیز یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے امام زمانہ کو اسی مقام پر نوے ہزار لشکر کا معائنہ کرایا تھا اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے اسے اپنے خدائی لشکر کا مطالعہ کرا دیا تھا انہیں وجوہ کی بنا پر اس مقام کا نام عسکر ہو گیا تھا جہاں امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام مدتوں مقیم رہ کر عسکری مشہور ہوگئے (بحار الانوار جلد ۱۲ ص ۱۵۴، وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۳۵، مجمع البحرین ص ۳۲۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۳، تذکرۃ المعصومین ص ۲۲۲) ۔

آپ کا عہد حیات اور بادشاہان وقت

آپ کی ولادت ۲۳۲ ہجری میں اس وقت ہوئی جبکہ واثق باللہ بن معتصم بادشاہ وقت تھا جو ۲۲۷ ہجری میں خلیفہ بنا تھا (تاریخ ابوالفداء) پھر ۲۳۳ ہجری میں متوکل خلیفہ ہوا (تاریخ ابن الوردی) جو حضرت علی اوران کی اولاد سے سخت بغض وعنادرکھتاتھا، اوران کی منقصت کیاکرتا تھا (حیواۃ الحیوان وتاریخ کامل) اسی نے ۲۳۶ ہجری میں امام حسین کی زیارت جرم قراردی اوران کے مزارکو ختم کرنے کی سعی کی (تاریخ کامل) اوراسی نے امام علی نقی علیہ السلام کوجبرامدینہ سے رمن رائے میں طلب کرالیا، (صواعق محرقہ) اورآپ کوگرفتارکراکے آپ کے مکان کی تلاشی کرائی (وفیات الاعیان) پھر ۲۴۷ ہجری میں مستنصربن متوکل خلیفہ وقت ہوا۔(تاریخ ابوالفداء)پھر ۲۴۸ ہجری میں مستعین خلیفہ بنا (ابوالفداء) پھر ۲۵۲ ہجری میں معتزباللہ خلیفہ ہوا (ابوالفداء) اسی زمانے میں امام علیہ السلام کو زہرسے شہیدکردیاگیا (نورالابصار) پھر ۲۵۵ ہجری میں مہدی باللہ خلیفہ بنا (تاریخ ابن الوردی) پھر ۲۵۶ ہجری میں معتمدعلی اللہ خلیفہ ہوا (تاریخ ابوالفداء) اسی زمانہ میں ۲۶۰ ہجری میں امام علیہ السلام زہرسے شہیدہوئے (تاریخ کامل) ان تمام خلفاء نے آپ کے ساتھ وہی برتاؤکیا جوآل محمدکے ساتھ برتاؤکئے جانے کادستورچلاآرہاتھا۔

چارماہ کی عمراورمنصب امامت

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی عمرجب چارماہ کے قریب ہوئی توآپ کے والدامام علی نقی علیہ السلام نے اپنے بعدکے لیے منصب امامت کی وصیت کی اورفرمایاکہ میرے بعدیہی میرے جانشین ہوں گے اوراس پربہت سے لوگوں کوگواہ کردیا (ارشادمفید ۵۰۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۳ بحوالہ اصول کافی)۔

علامہ ابن حجرمکی کاکہناہے کہ امام حسن عسکری، امام علی نقی کی اولادمیں سب سے زیادہ اجل وارفع اعلی وافضل تھے۔

چارسال کی عمرمیں آپ کاسفرعراق

متوکل عباسی جوآل محمدکاہمیشہ سے دشمن تھا اس نے امام حسن عسکری کے والدبزرگوارامام علی نقی علیہ السلام کوجبرا ۲۳۶ ہجری میں مدینہ سے ''سرمن رائے'' بلالیا آپ ہی کے ہمراہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کوبھی جاناپڑااس وقت آپ کی عمرچارسال چندماہ کی تھی (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۲)۔

یوسف آل محمدکنوئیں میں

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نہ جانے کس طرح اپنے گھرکے کنوئیں میں گرگئے، آپ کے گرنے سے عورتوں میں کہرام عظیم برپاہوگیا سب چیخنے اورچلانے لگیں، مگرامام علی نقی علیہ السلام جومحونمازتھے، مطلق متاثرنہ ہوئے اوراطمینان سے

نمازکا اختتام کیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں حجت خدا کو کوئی گزند نہ پہنچے گی، اسی دوران میں دیکھا کہ پانی بلند ہورہا ہے اور امام حسن عسکری پانی میں کھیل رہے ہیں(معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۹)۔

امام حسن عسکری اور کمسنی میں عروج فکر

آل محمد جو تدبر قرآنی اور عروج فکر میں خاص مقام رکھتے ہیں ان میں سے ایک بلند مقام بزرگ حضرت امام حسن عسکری ہیں، علماء فریقین نے لکھا ہے کہ ایک دن آپ ایک ایسی جگہ کھڑے رہے جس جگہ کچھ بچے کھیل میں مصروف تھے اتفاقا ادھر سے عارف آل محمد جناب بہلول دانا گزرے، انہوں نے یہ دیکھ کر کہ سب بچے کھیل رہے ہیں اور ایک خوبصورت سرخ و سفید بچہ کھڑا رورہا ہے ادھر متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے نونہال مجھے بڑا افسوس ہے کہ تم اس لیے رورہے رہو کہ تمہارے پاس وہ کھلونے نہیں ہیں جو ان بچوں کے پاس ہیں سنو! میں ابھی ابھی تمہارے لیے کھلونے لے کر آتا ہوں یہ کہنا تھا کہ اس کمسنی کے باوجود بولے، انا نہ سمجھ ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کئے گئے ہم علم و عبادت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں انہوں نے پوچھا کہ تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ غرض خلقت علم و عبادت ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کی طرف قرآن مجید رہبری کرتا ہے،کیا تم نے نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے "افحسبتم انما خلقناکم عبثا" الخ(پ ۱۸ رکوع ۶)۔

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث (کھیل وکود) کے لیے پیدا کیا ہے؟ اور کیا تم ہماری طرف پلٹ کر نہ آؤ گے یہ سن کر بہلول حیران رہ گئے، اور کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اے فرزند تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم رو رہے تھے گناہ کا تصور تو ہو نہیں سکتا کیونکہ تم بہت کم سن ہو، آپ نے فرمایا کہ کمسنی سے کیا ہوتا ہے میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ بڑی لکڑیوں کو جلانے کے لیے چھوٹی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں جہنم کے بڑے ایندھن کے لیے ہم چھوٹے اور کمسن لوگ استعمال نہ کئے جائیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ، نورالابصار ص ۱۵۰ ،تذکرۃ المعصومین ص ۲۳۰)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ بادشاہان وقت کا سلوک اور طرز عمل

جس طرح آپ کے آباؤ اجداد کے وجود کو ان کے عہد کے بادشاہ اپنی سلطنت اور حکمرانی کی راہ میں روڑا سمجھتے رہے ان کا یہ خیال رہا کہ دنیا کے قلوب ان کی طرف مائل ہیں کیونکہ یہ فرزند رسول اور اعمال صالح کے تاجدار ہیں لہذا ان کو انظار عامہ سے دور رکھا جائے ورنہ امکان قوی ہے کہ لوگ انہیں اپنا بادشاہ وقت تسلیم کرلیں گے اس کے علاوہ یہ بغض وحسد بھی تھا کہ ان کی عزت بادشاہ وقت کے مقابلہ میں زیادہ کی جاتی ہے اور یہ کہ امام مہدی انہیں کی نسل سے ہوں گے جو سلطنتوں کا انقلاب لائیں گے انہیں تصورات نے جس طرح آپ کے بزرگوں کو چین نہ لینے دیا اور ہمیشہ مصائب کی آماجگاہ بنائے رکھا اسی طرح آپ کے عہد کے

بادشاہوں نے بھی آپ کے ساتھ کیا عہد واثق میں آپ کی ولادت ہوئی اور عہد متوکل کے کچھ ایام میں بچپنا گزرا، متوکل جو آل محمد کا جانی دشمن تھا اس نے صرف اس جرم میں کہ آل محمد کی تعریف کی ہے ابن سکیت شاعر کی زبان گدی سے کھنچوالی (ابو الفداء جلد ۲ ص ۱۴)۔

اس نے سب سے پہلے تو آپ پر یہ ظلم کیا کہ چار سال کی عمر میں ترک وطن کرنے پر مجبور کیا یعنی امام علی نقی علیہ السلام کو جبرا مدینہ سے سامرہ بلوالیا جن کے ہمراہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو لازما جانا تھا پھر وہاں آپ کے گھر کی لوگوں کے کہنے سننے سے تلاشی کرائی اور اپ کے والد ماجد کو جانوروں سے پھڑوا ڈالنے کی کوشش کی، غرضکہ جو جو سعی آل محمد کو ستانے کی ممکن تھی وہ سب اس نے اپنے عہد حیات میں کرڈالی اس کے بعد اس کا بیٹا مستنصر خلیفہ ہوا یہ بھی اپنے پاپ کے نقش قدم پر چل کر آل محمد کو ستانے کی سنت ادا کرتا رہا اور اس کی مسلسل کوشش یہی رہی کہ ان لوگوں کو سکون نصیب نہ ہونے پائے اس کے بعد مستعین کا جب عہد آیا تو اس نے آپ کے والد ماجد کو قید خانہ میں رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی سعی پیہم کی کہ کسی صورت سے امام حسن عسکری کو قتل کرادے اور اس کے لیے اس نے مختلف راستے تلاش کیے۔

ملا جامی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس نے اپنے شوق کے مطابق ایک نہایت زبردست گھوڑا خریدا، لیکن اتفاق سے وہ کچھ اس درجہ سرکش نکلا کہ اس نے بڑے بڑے لوگوں کو سواری نہ دی اور جو اس کے قریب گیا اس کو زمین پر دے مار کرٹاپوں سے کچل ڈالا، ایک دن خلیفہ مستعین باللہ کے ایک دوست نے رائے دی کہ امام حسن عسکری کو بلا کر حکم دیا جائے کہ وہ اس پر سواری کریں، اگر وہ اس پر کامیاب ہو گئے تو گھوڑا رام ہو جائے گا اور اگر کامیاب نہ ہوئے اور کچل ڈالے گئے تو تیرا مقصد حل ہو جائے گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا لیکن اللہ رے شان امامت جب آپ اس کے قریب پہنچے تو وہ اس طرح بھیگی بلی بن گیا کہ جیسے کچھ جانتا ہی نہیں بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ گھوڑا حضرت ہی کے حوالے کردے (شواہد النبوت ص ۲۱۰)۔

پھر مستعین کے بعد جب معتز باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے بھی آل محمد کو ستانے کی سنت جاری رکھی اور اس کی کوشش کرتا رہا کہ عہد حاضر کے امام زمانہ اور فرزند رسول امام علی نقی علیہ السلام کو درجہ شہادت پر فائز کردے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس نے ۲۵۴ ہجری میں آپ کے والد بزرگوار کو زہر سے شہید کرادیا، یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ جس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو بے انتہا مایوس کردیا امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام خطرات میں محصور ہو گئے کیونکہ حکومت کا رخ اب آپ ہی کی طرف رہ گیا آپ کو کھٹکا لگا ہی تھا کہ حکومت کی طرف سے عمل درآمد شروع ہو گیا معتز نے ایک شقی ازلی اور ناصب ابدی ابن یارش کی حراست اور نظر بندی میں امام حسن عسکری کو دیدیا اس نے آپ کو ستانے کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کیا لیکن آخر میں وہ آپ کا معتقد بن گیا، آپ کی عبادت گزاری اور روزہ داری نے اس پر ایسا گہرا اثر کیا کہ اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لی اور آپ کو دولت سرا تک پہنچا دیا۔

علی بن محمد زیاد کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے ایک خط تحریر فرمایا جس میں لکھا تھا کہ تم خانہ نشین ہو جاؤ کیونکہ ایک بہت بڑا فتنہ اٹھنے والا ہے غرضکہ تھوڑے دنوں کے بعد ایک عظیم ہنگامہ برپا ہوا اور حجاج بن سفیان نے معتز کو قتل کر دیا (کشف الغمہ ص ۱۲۷)۔

پھر جب مہدی باللہ کا عہد آیا تو اس نے بھی بدستور اپنا عمل جاری رکھا اور حضرت کو ستانے میں ہر قسم کی کوشش کرتا رہا ایک دن اس نے صالح بن وصیف نامی ناصبی کے حوالہ آپ کو کر دیا اور حکم دیا کہ ہر ممکن طریقہ سے آپ کو ستائے، صالح کے مکان کے قریب ایک بدترین حجرہ تھا جس میں آپ قید کئے گئے صالح بدبخت نے جہاں اور طریقہ سے ستایا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ کو کھانا اور پانی سے بھی حیران اور تنگ رکھتا تھا آخر ایسا ہوتا رہا کہ آپ تیمم سے نماز ادا فرماتے رہے ایک دن اس کی بیوی نے کہا کہ اے دشمن خدا یہ فرزند رسول ہیں ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کر، اس نے کوئی توجہ نہ کی ایک دن کا ذکر ہے کہ بنی عباسیہ کے ایک گروہ نے صالح سے جا کر درخواست کی کہ حسن عسکری پر زیادہ ظلم کیا جانا چاہئے اس نے جواب دیا کہ میں نے ان کے اوپر دو ایسے شخصوں کو مسلط کر دیا ہے جن کا ظلم و تشدد میں جواب نہیں ہے، لیکن میں کیا کروں، کہ ان کے تقوی اور ان کی عبادت گذاری سے وہ اس درجہ متاثر ہو گئے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں، میں نے ان سے جواب طلبی کی تو انہوں نے قلبی مجبوری ظاہر کی یہ سن کر وہ لوگ مایوس واپس گئے (تذکرۃ المعصومین ص ۲۲۳)۔

غرضکہ مہدی کا ظلم و تشدد زوروں پر تھا اور یہی نہیں کہ وہ امام علیہ السلام پر سختی کرتا تھا بلکہ یہ کہ وہ ان کے ماننے والوں کو برابر قتل کر رہا تھا ایک دن آپ کے ایک صحابی احمد بن محمد نے ایک عریضہ کے ذریعہ سے اس کے ظلم کی شکایت کی، تو آپ نے تحریر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں کہ مہدی کی عمر اب صرف پانچ یوم باقی رہ گئی ہے چنانچہ چھٹے دن اسے کمال ذلت و خواری کے ساتھ قتل کر دیا گیا (کشف الغمہ ص ۱۲۶)۔ اسی کے عہد میں جب آپ قید خانہ میں پہنچے تو عیسی بن فتح سے فرمایا کہ تمہاری عمر اس وقت ۶۵ سال ایک ماہ دو یوم کی ہے اس نے نوٹ بک نکال کر اس کی تصدیق کی پھر آپ نے فرمایا کہ خدا تمہیں اولاد نرینہ عطا کرے گا وہ خوش ہو کر کہنے لگا مولا! کیا آپ کو خدا فرزند نہ دے گا آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم عنقریب مجھے مالک ایسا فرزند عطا کرے گا جو ساری کائنات پر حکومت کرے گا اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا (نور الابصار ص ۱۰۱) پھر جب اس کے بعد معتمد خلیفہ ہوا تو اس نے امام علیہ السلام پر ظلم و تشدد و استبداد کا خاتمہ کر دیا۔

امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت اور امام حسن عسکری کا آغاز امامت

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کی شادی جناب نرجس خاتون سے کردی جو قیصر روم کی پوتی اور شمعون وصی عیسی کی نسل سے تھیں (جلاء العیون ص ۲۹۸)۔

اس کے بعد آپ ۳/ رجب ۲۵۴ ہجری کو درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

آپ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کا آغاز ہوا آپ کے تمام معتقدین نے آپ کو مبارک باددی اور آپ سے ہر قسم کا استفادہ شروع کردیا آپ کی خدمت میں آمدورفت اور سوالات وجوابات کا سلسلہ جاری ہوگیا آپ نے جوابات میں ایسے حیرت انگیز معلومات کا انکشاف فرمایا کہ لوگ دنگ رہ گئے آپ نے علم غیب اور علم بالموت تک کا ثبوت پیش فرمایا اور اس کی بھی وضاحت کی کہ فلاں شخص کو اتنے دنوں میں موت آجائے گی۔

علامہ ملا جامی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے والد سمیت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی راہ میں بیٹھ کر یہ سوال کرنا چاہا کہ باپ کو پانچ سو درہم اور بیٹے کو تین سو درہم اگر امام دیدیں تو تو سارے کام ہوجائیں، یہاں تک امام علیہ السلام اس راستے پر آپہنچے، اتفاقا یہ دونوں امام کو پہچانتے نہ تھے امام خود ان کے قریب گئے اور ان سے کہا کہ تمہیں آٹھ سو درہم کی ضرورت ہے آؤ تمہیں دیدوں دونوں ہمراہ ہولیے اور رقم معہود حاصل کرلی اسی طرح ایک اور شخص قیدخانہ میں تھا اس نے قید کی پریشانی کی شکایت امام علیہ السلام کو لکھ کر بھیجی اور تنگ دستی کا ذکر شرم کی وجہ سے نہ کیا آپ نے تحریر فرمایا کہ تم آج ہی قید سے رہا ہوجاؤ گے اور تم نے جو شرم سے تنگدستی کا تذکرہ نہیں کیا اس کے متعلق معلوم کرو کہ میں اپنے مقام پر پہنچتے ہی سو دینار بھیج دوں گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اسی طرح ایک شخص نے آپ سے اپنی تندستی کا کی شکایت کی آپ نے زمین کرید کر ایک اشرفی کی تھیلی نکالی اور اس کے حوالہ کردی اس میں سو دینار تھے۔

اسی طرح ایک شخص نے آپ کو تحریر کیا کہ مشکوۃ کے معنی کیا ہیں؟ نیز یہ کہ میری بیوی حاملہ ہے اس سے جو فرزند پیدا ہوگا اس کا نام رکھ دیجیے آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مشکوۃ سے مراد قلب محمد مصطفی صلعم ہے اور آخر میں لکھ دیا "اعظم اللہ اجرک واخلف علیک" خداتمہیں جزائے خیر دے اور نعم البدل عطا کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے یہاں مردہ بیٹا پیدا ہوا۔

اس کے بعد اس کی بیوی حاملہ ہوئی، فرزند نرینہ متولد ہوا، ملاحظہ ہو (شواہد النبوت ص ۲۱۱)۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ حسن ابن ظریف نامی ایک شخص نے حضرت سے لکھ کر دریافت کیا کہ قائم آل محمد پوشیدہ ہونے کے بعد کب ظہور کریں گے آپ نے تحریر فرمایا جب خدا کی مصلحت ہوگی اس کے بعد لکھا کہ تم تپ ربع کا سوال کرنا بھول گئے جسے تم مجھ سے پوچھنا چاہتے تھے، تو دیکھو ایسا کرو کہ جو اس میں بتلا ہو اس کے گلے میں ایۃ "یانار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم" لکھ کر لٹکا دو شفایاب

ہوجائے گا علی بن زید ابن حسین کا کہنا ہے کہ میں ایک گھوڑا پر سوار ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کی عمر صرف ایک رات باقی رہ گئی ہے چنانچہ وہ صبح ہونے سے پہلے مرگیا اسماعیل بن محمد کا کہنا ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے ان سے قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ قسم مت کھاؤ تمہارے گھر دو سو دینار مدفون ہیں یہ سن کر وہ حیران رہ گیا پھر حضرت نے غلام کو حکم دیا کہ انہیں سو اشرفیاں دیدو عبدی روایت کرتا ہے کہ میں اپنے فرزند کو بصرہ میں بیمار چھوڑ کر سامرہ گیا اور وہاں حضرت کو تحریر کیا کہ میرے فرزند کے لیے دعائے شفاء فرمائیں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "خدا اس پر رحمت نازل فرمائے" جس دن یہ خط اسے ملا اسی دن اس کا فرزند انتقال کر چکا تھا محمد بن افرغ کہتا ہے کہ میں نے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ کے ذریعہ سے سوال کیا کہ "آئمہ کو بھی احتلام ہوتا ہے" جب خط روانہ کر چکا تو خیال ہوا کہ احتلام تو وسوسہ شیطانی سے ہوا کرتا ہے اور امام تک شیطان پہنچ نہیں سکتا بہرحال جواب آیا کہ امام نوم اور بیداری دونوں حالتوں میں وسوسہ شیطانی سے دور رہوتے ہیں جیسا کہ تمہارے دل میں بھی خیال پیدا ہوا ہے پھر احتلام کیونکر ہوسکتا ہے جعفر بن محمد کا کہنا ہے کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر تھا، دل میں خیال آیا کہ میری عورت جو حاملہ ہے اگر اس سے فرزند نرینہ پیدا ہو تو بہت اچھا ہو آپ نے فرمایا کہ اے جعفر لڑکا نہیں لڑکی ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا (کشف الغمہ ص ۱۲۸) ۔

اپنے عقیدت مندوں میں حضرت کا دورہ

جعفر بن شریف جرجانی بیان کرتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا ، اوران سے عرض کی کہ مولا! اہل جرجان آپ کی تشریف آوری کے خواستگار ہیں آپ نے فرمایا کہ تم آج سے ایک سو نوے دن کے بعد واپس جرجان پہنچو گے اور جس دن تم پہچو گے اسی دن شام کو میں بھی پہنچ جاؤں گا تم انہیں باخبر کردینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا میں وطن پہنچ کر لوگوں کو آگاہ کر چکا تھا کہ امام علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی آپ نے سب سے ملاقات کی اور سب نے شرف زیارت حاصل کیا، پھر لوگوں نے اپنی مشکلات پیش کیں امام علیہ السلام نے سب کو مطمئن کردیا اسی سلسلہ میں نصر بن جابر نے اپنے فرزند کو پیش کیا، جو نابینا تھا حضرت نے اس کے چہرہ پر دست مبارک پھیر کر اسے بینائی عطا کی پھر آپ اسی روز واپس تشریف لے گئے (کشف الغمہ ص ۱۲۸) ۔

ایک شخص نے آپ کو ایک خط بلا روشنائی کے قلم سے لکھا آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی لکھنے والے کا اوراس کے باپ کا نام بھی تحریر فرمادیا یہ کرامت دیکھ کر وہ شخص حیران ہوگیا اور اسلام لایا اور آپ کی امامت کا معتقد بن گیا (دمعہ ساکبہ ص ۱۷۲) ۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا پتھر پر مہر لگانا

ثقۃ الاسلام علامہ کلینی اور امام اہلسنت علامہ جامی رقمطراز ہیں کہ ایک دن حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ایک خوبصورت سا یمنی آیا اور اس نے ایک سنگ پارہ یعنی پتھر کا ٹکڑا پیش کر کے خواہش کی کہ آپ اس پر اپنی امامت کی تصدیق میں مہر کر دیں حضرت نے مہر نکالی اور اس پر لگادی آپ کا اسم گرامی اس طرح کندہ ہوگیا جس طرح موم پر لگانے سے کندہ ہوتا ہے ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ آنے والا مجمع ابن صلت بن عقبہ بن سمعان ابن غانم ابن ام غانم تھا یہ وہی سنگ پارہ لایا تھا جس پر اس کے خاندان کی ایک عورت ام غانم نے تمام آئمہ طاہرین سے مہر لگوا رکھی تھی اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی امامت کا دعوی کرتا تھا تو وہ اس کو لے کر اس کے پاس چلی جاتی تھی اگر اس مدعی نے پتھر پر مہر لگادی تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ امام زمانہ ہیں اور اگر وہ اس عمل سے عاجز رہا تو وہ اسے نظر انداز کر دیتی تھی چونکہ اس نے اسی سنگ پارہ پر کئی اماموں کی مہر لگوائی تھی، اس لیے اس کا لقب (صاحبۃ الحصاۃ) ہوگیا تھا۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ جب مجمع بن صلت نے مہر لگوائی تو اس سے پوچھا گیا کہ تم حضرت امام حسن عسکری کو پہلے سے پہچانتے تھے اس نے کہا نہیں، واقعہ یہ ہوا کہ میں ان کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ آپ تشریف لائے میں لیکن پہچانتا نہ تھا اس لیے خاموش ہوگیا اتنے میں ایک ناشناس نوجوان نے میری نظروں کے سامنے آکر کہا کہ یہی حسن بن علی ہیں۔

راوی ابوہاشم کہتا ہے کہ جب وہ جوان آپ کے دربار میں آیا تو میرے دل میں یہ آیا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کون ہے، دل میں اس کا خیال آنا تھا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مہر لگوانے کے لیے وہ سنگ پارہ لایا ہے، جس پر میرے باپ دادا کی مہریں لگی ہوئی ہیں چنانچہ اس نے پیش کیا اور آپ نے مہر لگادی وہ شخص آیۃ "ذریۃ بعضہا من بعض" پڑھتا ہوا چلا گیا (اصول کافی، دمعہ ساکبہ ص ۱۶۴، شواہد النبوت ص ۲۱۱، طبع لکھنو ۱۹۰۵ء اعلام الوری ۲۱۴)۔

حضرت امام حسن عسکری کا عراق کے ایک عظیم فلسفی کو شکست دینا

مورخین کا بیان ہے کہ عراق کے ایک عظیم فلسفی اسحاق کندی کو یہ خبط سوار ہوا کہ قرآن مجید میں تناقض ثابت کرے اور یہ بتادے کہ قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت سے، اور ایک مضمون دوسرے مضمون سے ٹکراتا ہے اس نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے "تناقض القرآن" لکھنا شروع کی اور اس درجہ منہمک ہوگیا کہ لوگوں سے ملنا جلنا اور کہیں آنا جانا سب ترک کر دیا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کے خبط کو دور کرنے کا ارادہ فرمایا، آپ کا خیال تھا کہ اس پر کوئی ایسا اعتراض کر دیا جائے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سے اور مجبوراً اپنے ارادہ سے باز آئے۔

اتفاقا ایک دن آپ کی خدمت میں اس کا ایک شاگرد حاضر ہوا، حضرت نے اس سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اسحاق کندی کو "تناقض القرآن" سے لکھنے سے بازرکھے اس نے عرض کی مولا! میں اس کا شاگرد ہوں، بھلا اس کے سامنے لب کشائی کرسکتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو کرسکتے ہو کہ جو میں کہوں وہ اس تک پہنچادو، اس نے کہا کرسکتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ پہلے تو تم اس سے موانست پیدا کرو، اور اس پر اعتبار جماؤ جب وہ تم سے مانوس ہوجائے اور تمہاری بات توجہ سے سننے لگے تو اس سے کہنا کہ مجھے ایک شبہ پیدا ہوگیا ہے آپ اس کو دور فرمادیں، جب وہ کہے کہ بیان کرو تو کہنا کہ "ان اتاک ہذا المتکلم بہذا القرآن ہل یجوز مرادہ بما تکلم منہ عن المعانی التی قد ظننتہا انک ذہبتھا الیہا"

اگر اس کتاب یعنی قرآن کا مالک تمہارے پاس اسے لائے تو کیا ہوسکتا ہے کہ اس کلام سے جو مطلب اس کا ہو، وہ تمہارے سمجھے ہوئے معانی ومطالب کے خلاف ہو، جب وہ تمہارا یہ اعتراض سنے گا تو چونکہ ذہین آدمی ہے فورا کہے گا کہ بے شک ایسا ہوسکتا ہے جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ پھر کتاب "تناقض القرآن" لکھنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ تم اس کے جو معنی سمجھ کر اس پر اعتراض کررہے ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ خدائی مقصود کے خلاف ہو، ایسی صورت میں تمہاری محنت ضائع اور برباد ہوجائے گی کیونکہ تناقض توجب ہوسکتا ہے کہ تمہارا سمجھا ہوا مطلب صحیح اور مقصود خداوندی کے مطابق ہو اور ایسا یقینی طور پر نہیں تو تناقض کہاں رہا؟۔

الغرض وہ شاگرد، اسحاق کندی کے پاس گیا اور اس نے امام کے بتائے ہوئے اصول پر اس سے مذکورہ سوال کیا اسحاق کندی یہ اعتراض سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ پھر سوال کو دہراؤ اس نے پھر اعادہ کیا اسحاق تھوڑی دیر کے لیے محو تفکر ہوگیا اور کہنے لگا کہ بے شک اس قسم کا احتمال باعتبار لغت اور بلحاظ فکروتدبر ممکن ہے پھر اپنے شاگرد کی طرف متوجہ ہوا کر بولا! میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ تمہیں یہ اعتراض کس نے بتایا ہے اس نے جواب دیا کہ میرے شفیق استاد یہ میرے ہی ذہن کی پیداوار ہے اسحاق نے کہا ہرگز نہیں، یہ تمہارے جیسے علم والے کے بس کی چیز نہیں ہے، تم سچ بتاؤ کہ تمہیں کس نے بتایا اور اس اعتراض کی طرف کس نے رہبری کی ہے شاگرد نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ مجھے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا تھا اور میں نے انھیں کے بتائے ہوئے اصول پر آپ سے سوال کیا ہے اسحاق کندی بولا "ان جئت بہ" اب تم نے سچ کہا ہے ایسے اعتراضات اور ایسی اہم باتیں خاندان رسالت ہی سے برآمد ہوسکتی ہیں "ثم انہ دعا بالنار واحرق جمیع ماکان الفہ" پھر اس نے آگ منگائی اور کتاب تناقض القرآن کا سارا مسودہ نذر آتش کردیا (مناقب ابن شہرآشوب مازندرانی جلد ۵ ص ۱۲۷ ، بحارالانوار جلد ۱۲ ص ۱۷۲ ،دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۸۳)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہمارے مذہب میں ان لوگوں کا شمار ہوگا جو اصول و فروع اور دیگر لوزم کے ساتھ ساتھ ان دس چیزوں کے قائل ہوں بلکہ ان پر عامل ہوں گے۔:

۱ ۔ شب و روز میں ۵۱/ رکعت نماز پڑھنا۔

۲ ۔ سجدگاہ کربلا پر سجدہ کرنا۔

۳ ۔ داہنے ہاتھ میں انگھوٹھی پہننا۔

۴ ۔ اذان و اقامت کے جملے دو دو مرتبہ کہنا۔

۵ ۔ اذان و اقامت میں حی علی خیر العمل کہنا۔

۶ ۔ نماز میں بسم اللہ زور سے پڑھنا۔

۷ ۔ ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا۔

۸ ۔ آفتاب کی زردی سے پہلے نماز عصر اور تاروں کے ڈوب جانے سے پہلے نماز صبح پڑھنا۔

۹ ۔ سر اور ڈاڑھی میں وسمہ کا خضاب کرنا۔

۱۰ ۔ نماز میت میں پانچ تکبیر کہنا (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۲) ۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور عید نہم ربیع الاول

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام چند عظیم اصحاب جن میں احمد بن اسحاق قمی بھی تھے، ایک دن محمد بن ابی علاء ہمدانی اور یحی بن محمد بن جریح بغدادی کے درمیان ۹/ ربیع الاول کے یوم عید ہونے پر گفتگو ہو رہی تھی، بات چیت کی تکمیل کے لیے یہ دونوں احمد بن اسحاق کے مکان پر گئے، دق الباب کیا، ایک عراقی لڑکی نکلی، آنے کا سبب پوچھا کہا، احمد سے ملنا ہے اس نے کہا وہ اعمال کررہے ہیں انہوں نے کہا کیسا عمل ہے ؟ لڑکی نے کہا کہ احمد بن اسحاق نے حضرت امام علی نقی سے روایت کی ہے کہ ۹/ ربیع الاول یوم عید ہے اور ہماری بڑی عید ہے اور ہمارے دوستوں کی عید ہے الغرض وہ احمد سے ملے، انہوں نے کہا میں ابھی غسل عید سے فارغ ہوا ہوں اور آج عید نہم ہے پھر انہوں نے کہا کہ میں آج حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، ان کے یہاں انگیٹھی سلگ رہی تھی اور تمام گھر کے لوگ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے خوشبو لگائے ہوئے تھے میں نے عرض کی ابن رسول اللہ آج کیا کوئی تازہ یوم مسرت ہے فرمایا ہاں آج ۹/ ربیع الاول ہے، ہم اہلبیت اور ہمارے ماننے والوں کے لیے یوم عید ہے پھر امام علیہ السلام نے اس دن کے یوم عید ہونے اور رسول خدا اور امیر المومنین کے طرز عمل کی نشان دہی فرمائی ۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پند سودمند

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پندونصائح حکم اورمواعظ میں سے مشتی نمونہ ازخرواری یہ ہیں:

۱ ۔ دو بہترین عادتیں یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھے اور لوگوں کو فائدے پہنچائے۔

۲ ۔ اچھوں کو دوست رکھنے میں ثواب ہے۔

۳ ۔ تواضع اورفروتنی یہ ہے کہ جب کسی کے پاس سے گزرے توسلام کرے اور مجلس میں معمولی جگہ بیٹھے۔

۴ ۔ بلاوجہ ہنسنا جہالت کی دلیل ہے۔

۵ ۔ پڑوسیوں کی نیکی کو چھپانا، اوربرائیوں کو اچھالنا ہر شخص کے لیے کمر توڑدینے والی مصیبت اور بے چارگی ہے۔

۶ ۔ یہی عبادت نہیں ہے کہ نماز، روزے کو اداکرتارہے، بلکہ یہ بھی اہم عبادت ہے کہ خدا کے بارے میں سوچ و بچار کرے۔

۷ ۔ وہ شخص بدترین ہے جودومونہا اوردوزبانا ہو، جب دوست سامنے آئے تواپنی زبان سے خوش کردے اورجب وہ چلاجائے تو اسے کھاجانے کی تدبیر سوچے، جب اسے کچھ ملے تویہ حسد کرے اورجب اس پرکوئی مصیبت آئے توقریب نہ پھٹکے۔

۸ ۔ غصہ ہربرائی کی کنجی ہے۔

۹ ۔ حسد کرنے اورکینہ رکھنے والے کوکبھی سکون قلب نصیب نہیں ہوتا۔

۱۰ ۔ پرہیزگار وہ ہے کہ جوشب کے وقت توقف وتدبر سے کام لے اورہرامرمیں محتاط رہے۔

۱۱ ۔ بہترین عبادت گزار وہ ہے جوفرائض اداکرتارہے۔

۱۲ ۔ بہترین متقی اورزاہد وہ ہے جوگناہ مطلقا چھوڑدے۔

۱۳ ۔ جودنیامیں بوئے گا وہی آخرت میں کاٹے گا۔

۱۴ ۔ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے اچھابوگے تو اچھاکاٹوگے، برا بوگے تو ندامت ہوگی۔

۱۵ ۔ حرص اورلالچ سے کوئی فائدہ نہیں جوملنا ہے وہی ملے گا ۔

۱۶ ۔ ایک مومن دوسرے مون کے لیے برکت ہے۔

۱۷ ۔ بیوقوف کادل اس کے منہ میں ہوتا ہے اورعقلمند کا منہ اس کے دل میں ہوتا ہے ۔ ۱۸ ۔ دنیاکی تلاش میں کوئی فریضہ نہ گنوادینا۔

۱۹ ۔ طہارت میں شک کی وجہ سے زیادتی کرنا غیرممدوح ہے۔

۲۰ ۔ کوئی کتنا ہی بڑاآدمی کیوں نہ ہو جب وہ حق کوچھوڑدے گا ذلیل ترہوجائے گا۔

۲۱ ۔ معمولی آدمی کے ساتھ اگر حق ہو تو وہی بڑا ہے۔

۲۲ ۔ جاہل کی دوستی مصیبت ہے۔

۲۳ ۔ غمگین کے سامنے ہنسنا بے ادبی اور بد عملی ہے۔

۲۴ ۔ وہ چیز موت سے بدتر ہے جو تمہیں موت سے بہتر نظر آئے۔

۲۵ ۔ وہ چیز زندگی سے بہتر ہے جس کی وجہ سے تم زندگی کو برا سمجھو۔

۲۶ ۔ جاہل کی دوستی اور اس کے ساتھ گزارا کرنا معجزہ کے مانند ہے۔

۲۷ ۔ کسی کی پڑی ہوئی عادت کو چھڑانا اعجاز کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۸ ۔ تواضع ایسی نعمت ہے جس پر حسد نہیں کیا جا سکتا۔

۲۹ ۔ اس انداز سے کسی کی تعظیم نہ کرو جسے وہ برا سمجھے۔

۳۰ ۔ اپنے بھائی کی پوشیدہ نصیحت کرنی اس کی زینت کا سبب ہوتا۔

۳۱ ۔ کسی کی علانیہ نصیحت کرنا برائی کا پیش خیمہ ہے۔

۳۲ ۔ ہر بلا اور مصیبت کے پس منظر میں رحمت اور نعمت ہوتی ہے۔

۳۳ ۔ میں اپنے والوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈریں دین کے بارے میں پرہیزگاری کو شعار بنالیں خدا کے متعلق پوری سعی کریں اور اس کے احکام کی پیروی میں کمی نہ کریں، سچ بولیں، امانتیں چاہے مومن کی ہوں یا کافر کی، ادا کریں، اور اپنے سجدوں کو طول دیں اور سوالات کے شیریں جواب دیں تلاوت قرآن مجید کیا کریں موت اور خدا کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہوں۔

۳۴ ۔ جو شخص دنیا سے دل کا اندھا اٹھے گا، آخرت میں بھی اندھا رہے گا، دل کا اندھا ہونا ہماری مودت سے غافل رہنا ہے قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن ظالم کہیں گے "رب لما حشرتنی اعمی وکنت بصیرا" میرے پالنے والے ہم تو دنیا میں بینا تھے ہمیں یہاں اندھا کیوں اٹھایا ہے جواب ملے گا ہم نے جو نشانیاں بھیجی تھیں تم نے انھیں نظر انداز کیا تھا۔ "لوگو! اللہ کی نعمت اللہ کی نشانیاں ہم آل محمد ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دوشنبہ کے شر و نحوست سے بچنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز صبح کی رکعت اولی میں سوہ "ہل اتی" پڑھنا چاہئے، نیز یہ فرمایا ہے کہ نہار منہ خربوزہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ اس سے فالج کا اندیشہ ہے (بحار الانوار جلد ۱۴)۔

معتمد عباسی کی خلافت اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی گرفتاری

۲۵۶ ہجری میں معتدعباسی خلافت مقبوضہ کے تخت پر متمکن ہوا، اس نے حکومت کی عنان سنبھالتے ہی اپنے آبائی طرز عمل کو اختیار کرنا اورجدی کردار کوپیش کرنا شروع کردیا اوردل سے اس کی سعی شروع کردی کہ آل محمد کے وجود سے زمین خالی ہوجائے، یہ اگرچہ حکومت کی باگ ڈوراپنے ہاتھوں میں لیتے ہی ملکی بغاوت کاشکارہوگیاتھا لیکن پھربھی اپنے وظیفے اوراپنے مشن سے غافل نہیں رہا“ اس نے حکم دیاکہ عہدحاضرمیں خاندان رسالت کی یادگار، امام حسن عسکری کوقیدکردیاجائے اورانہیں قیدمیں کسی قسم کاسکون نہ دیاجائے حکم حاکم مرگ مفاجات آخرامام علیہ السلام بلاجرم وخطاآزادوفضا سے قیدخانہ میں پہنچادیئے گئے اورآپ پرعلی بن اوتاش نامی ایک ناصبی مسلط کردیاگیا جوآل محمداورال ابی طالب کاسخت ترین دشمن تھا اوراس سے کہہ دیاگیاکہ جوجی چاہے کرو، تم سے کوئی پوچھنے والانہیں ہے ابن اوتاش نے حسب ہدایت آپ پرطرح طرح کی سختیاں شروع کردیں اس نے نہ خداکاخوف کیانہ پیغمبرکی اولادہونے کا لحاظ کیا۔

لیکن اللہ رے آپ کا زہدوتقوی کہ دوچارہی یوم میں دشمن کادل موم ہوگیا اوروہ حضرت کے پیروں پرپڑگیا، آپ کی عبادت گذاری اورتقوی وطہارت دیکھ کر وہ اتنامتاثرہواکہ حضرت کی طرف نظراٹھاکردیکھ نہ سکتاتھا، آپ کی عظمت وجلالت کی وجہ سے سرجھکاکرآتااورچلاجاتا، یہاں تک کہ وہ وقت آگیاکہ دشمن بصیرت آگیں بن کرآپ کامعترف اورماننے والاہوگیا(اعلام الوری ص ۲۱۸)۔

ابوہاشم داؤدبن قاسم کابیان ہے کہ میں اورمیرے ہمراہ حسن بن محمد القتفی ومحمدبن ابراہیم عمری اوردیگربہت سے حضرات اس قیدخانہ میں آل محمدکی محبت کے جرم کی سزابھگت رہے تھے کہ ناگاہ ہمیں معلوم ہواکہ ہمارے امام زمانہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بھی تشریف لارہے ہیں ہم نے ان کااستقبال کیاوہ تشریف لاکرقیدخانہ میں ہمارے پاس بیٹھ گئے، اوربیٹھتے ہی ایک اندھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایاکہ اگریہ شخص نہ ہوتاتو میں تمہیں یہ بتادیتاکہ اندرونی معاملہ کیاہے اورتم کب رہاہوگے لوگوں نے یہ سن کراس اندھے سے کہا کہ تم ذراہمارے پاس سے چندمنٹ کے لیے ہٹ جاؤ، چنانچہ وہ ہٹ گیا اس کے چلے جانے کے بعدآپ نے فرمایاکہ یہ نابیناقیدی نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے حکومت کاجاسوس ہے اس کی جیب میں ایسے کاغذات موجودہیں جواس کی جاسوسی کاثبوت دیتے ہیں یہ سن کرلوگوں نے اس کی تلاشی لی اورواقعہ بالکل صحیح نکلاابوہاشم کہتے ہیں کہ ہم قیدکے ایام گذاررہے تھے کہ ایک دن غلام کھانالایا حضرت نے شام کا لیے کھانانہ لوں گاچنانچہ ایساہی ہواکہ آپ عصرکے وقت قیدخانہ سے برآمدہوگئے۔ (اعلام الوری ص ۲۱۴)۔

اسلام پرامام حسن عسکری کااحسان عظیم واقعہ قحط

امام علیہ السلام قیدخانہ ہی میں تھے کہ سامرہ میں جوتین سال سے قحط پڑاہوا تھا اس نے شدت اختیار کرلی اور لوگون کا حال یہ ہوگیاکہ مرنے کے قریب پہنچ گئے بھوک اور پیاس کی شدت نے زندگی سے عاجز کردیا یہ حال دیکھ خلیفہ معتمد عباسی نے لوگوں کو حکم دیا کہ تین دن تک باہر نکل کر نماز استسقاء پڑھیں چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا ،مگرپانی نہ برسا، چوتھے روز بغداد کے نصاری کی جماعت صحرا میں آئی اوران میں سے ایک راہب نے آسمان کی طرف اپناہاتھ بلندکیا، اس کا ہاتھ بلند ہوناتھا کہ بادل چھاگئے اورپانی برسناشروع ہوگیا اسی طرح اس راہب نے دوسرے دن بھی عمل کیا اوربدستوراس دن بھی باران رحمت کانزول ہوا، یہ دیکھ کرسب کونہایت تعجب ہوا حتی کہ بعض جاہلوں کے دلوں میں شک پیداہوگیا، بلکہ ان میں سے اسی وقت مرتدہوگئے، یہ واقعہ خلیفہ پربہت شاق گذرا۔

اس نے امام حسن عسکری کوطلب کرکے کہا کہ ائے ابو محمداپنے جدکے کلمہ گویوں کی خبرلو، اوران کوہلاکت یعنی گراہی سے بچاؤ، حضرت امام حسن عسکری نے فرمایاکہ اچھاراہبوں کوحکم دیاجائے کہ کل پھروہ میدان میں آکردعائے باران کریں، انشاء اللہ تعالی میں لوگوں کے شکوک زائل کردوں گا، پھرجب دوسرے دن وہ لوگ میدان میں طلب باران کے لیے جمع ہوئے تواس راہب نے معمول کے مطابق آسمان کی طرف ہاتھ بلندکیا، ناگہاں آسمان پرابرنمودارہوئے اورمینہ برسنے لگا یہ دیکھ کرامام حسن عسکری نے ایک شخص سے کہا کہ راہب کاہاتھ پکڑکر جوچیزراہب کے ہاتھ میں ملے لے لو، اس شخص نے راہب کے ہاتھ میں ایک ہڈی دبی ہوئی پائی اوراس سے لے کرحضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی، انہوں نے راہب سے فرمایاکہ اب توہاتھ اٹھاکر بارش کی دعا کراس نے ہاتھ اٹھایاتو بجائے بارش ہونے کے مطلع صاف ہوگیا اوردھوپ نکل آئی، لوگ کمال تعجب ہوئے۔

خلیفہ معتمدنے حضرت امام حسن عسکری سے پوچھا، کہ ائے ابو محمدیہ کیاچیزہے؟ آپ نے فرمایاکہ یہ ایک نبی کی ہڈی ہے جس کی وجہ سے راہب اپنے مدعامیں کامیاب ہوتارہا، کیونکہ نبی کی ہڈی کایہ اثرہے کہ جب وہ زیرآسمان کھولی جائے گی، توباران رحمت ضرورنازل ہوگایہ سن کرلوگوں نے اس ہڈی کاامتحان کیاتواس کی وہی تاثیردیکھی جوحضرت امام حسن عسکری نے بیان کی تھی، اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں کے وہ شکوک زائل ہوگئے جوپہلے پیداہوگئے تھے پھرامام حسن عسکری علیہ السلام اس ہڈی کولے کراپنی قیام گاہ پرتشریف لائے(صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ، کشف الغمہ ص ۱۲۹) ۔/

پھرآپ نے اس ہڈی کوکپڑے میں لپیٹ کردفن کردیا (اخبارالدول ص ۱۱۷) ۔

شیخ شہاب الدین قلبونی نے کتاب غرائب وعجائب میں اس واقعہ کوصوفیوں کی کرامات کے سلسلہ میں لکھاہے بعض کتابوں میں ہے کہ ہڈی کی گرفت کے بعدآپ نے نمازاداکی اوردعافرمائی خداوندعالم نے اتنی بارش کی کہ جل تھل ہوگیا اورقحط جاتارہا۔

یہ بھی مرقوم ہے کہ امام علیہ السلام نے قید سے نکلتے وقت اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ فرمایا تھا جو منظور ہوگیا تھا، اور وہ لوگ بھی راہب کی ہوا اکھاڑنے کلے ہمراہ تھے (نورالابصار ص ۱۵۱)۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے دعائے باران کی اور ابر آیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں ملک کے لیے ہے اور وہ وہیں چلا گیا، اسی طرح کئی بار ہوا پھر وہاں برسا۔

امام حسن عسکری اور عبیداللہ وزیر معتمد عباسی

اسی زمانہ میں ایک دن حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام متوکل کے وزیر فتح ابن خاقان کے بیٹے عبیداللہ ابن خاقان جو کہ معتمد کا وزیر تھا ملنے کے لیے تشریف لے گیے اس نے آپ کی بے انتہا تعظیم کی اور آپ سے اس طرح محو گفتگو رہا کہ معتمد کا بھائی موفق دربار میں آیا تو اس نے کوئی پرواہ نہ کی یہ حضرت کی جلالت اور خدا کی دی ہوئی عزت کا نتیجہ تھا۔

ہم اس واقعہ کو عبیداللہ کے بیٹے احمد خاقان کی زبانی بیان کرتے ہیں کتب معتبرہ میں ہے کہ جس زمانہ میں احمد خاقان قم کا والی تھا اس کے دربار میں ایک دن علویوں کا تذکرہ چھڑگیا، وہ اگرچہ دشمن آل محمد ہونے میں مثالی حیثیت رکھتا تھا لیکن یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ میری نظر میں امام حسن عسکری سے بہتر کوئی نہیں ہے ان کی جو وقعت ان کے ماننے والوں اور اراکین دولت کی نظر میں تھی وہ ان کے عہد میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی، سنو! ایک مرتبہ میں اپنے والد عبیداللہ ابن خاقان کے پاس کھڑا تھا کہ ناگاہ دربان نے اطلاع دی کہ امام حسن عسکری تشریف لائے ہوئے ہیں وہ اجازت داخل چاہتے ہیں یہ سن کر میرے والد نے پکار کر کہا کہ حضرت ابن الرضا کو آنے دو، والد نے چونکہ کنیت کے ساتھ نام لیا تھا اس لیے مجھے سخت تعجب ہوا، کیونکہ اس طرح خلیفہ یا ولیعہد کے علاوہ کسی کا نام نہیں لیا جاتا تھا اس کے بعد ہی میں نے دیکھا کہ ایک صاحب جو سبز رنگ، خوش قامت، خوب صورت، نازک اندام جوان تھے، داخل ہوگئے جن کے چہرے سے رعب وجلال ہویدا تھا میرے والد کی نظر جونہی ان کے اوپر پڑی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور انھیں سینے سے لگا کر ان کے چہرہ اور سینے کا بوسہ دیا اور اپنے مصلے پر انہیں بٹھایا اور کمال ادب سے ان کی طرف مخاطب رہے، اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کہتے تھے میری جان آپ پر قربان ائے فرزند رسول۔

اسی اثناء میں دربان نے آکر اطلاع دی کہ خلیفہ کا بھائی موفق آیا ہے میرے والد نے کوئی توجہ نہ دی، حالانکہ اس کا عموماً یہ انداز رہتا تھا کہ جب تک واپس نہ چلا جائے دربار کے لوگ دورویہ سر جھکائے کھڑے رہتے تھے یہاں تک کہ موفق کے غلامان خاص کو اس نے اپنی نظروں سے دیکھ لیا، انہیں دیکھنے کے بعد میرے والد نے کہا یا ابن رسول اللہ اگر اجازت ہو تو موفق سے کچھ باتیں کرلوں حضرت نے وہاں سے اٹھ کر روانہ ہوجانے کا ارادہ کیا میرے والد نے انہیں سینے سے لگایا اور دربانوں کو حکم دیا کہ انہیں دو مکمل صفوں کے درمیان سے لے جاؤ کہ موفق کی نظر آپ پر نہ پڑے چنانچہ اسی انداز سے واپس تشریف لے گئے۔

آپ کے جانے کے بعدمیں نے خادموں اور غلاموں سے کہاکہ وائے ہوتم نے کنیت کے ساتھ کس کانام لے کر اسے میرے والدکے سامنے پیش کیا تھا جس کی اس نے اس درجہ تعظیم کی جس کی مجھے توقع نہ تھی ان لوگوں نے پھر کہا کہ یہ شخص سادات علویہ میں سے تھا اس کانام حسن بن علی اور کنیت ابن الرضا ہے، یہ سن کرمیرے غم وغصہ کی کوئی انتہانہ رہی اورمیں دن بھراسی غصہ میں بھنتارہاکہ علوی سادات کی میرے والدنے اتنی عزت وتوقیرکیوں کی یہاں تک کہ رات آگئی۔

میرے والدنمازمیں مشغول تھے جب وہ فریضہ عشاء سے فارغ ہوئے تومیں ان کی خدمت میں حاضرہوا انہوں نے پوچھا اے احمد اس وقت آنے کاسبب کیاہے، میں نے عرض کی کہ اجازت دیجیے تو میں کچھ پوچھوں، انہوں نے فرمایاجوجی چاہے پوچھو میں نے کہایہ شخص کون تھا؟ جوصبح آپ کے پاس آیاتھاجس کی آپ نے زبردست تعظیم کی اورہربات میں اپنے کواوراپنے ماں باپ کو اس پرسے فداکرتے تھے انہوں نے فرمایاکہ ائے فرزندیہ رافضیوں کے امام ہیں ان کانام حسن بن علی اوران کی مشہورکنیت ابن الرضا ہے یہ فرماکروہ تھوڑی دیرچپ رہے پھربولے اے فرزندیہ وہ کامل انسان ہے کہ اگرعباسیوں سے سلطنت چلی جائے تواس وقت دنیامیں اس سے زیادہ اس حکومت کامستحق کوئی نہیں ہے یہ شخص عفت زہد، کثرت عبادت، حسن اخلاق، صلاح، تقوی وغیرہ میں تمام بنی ہاشم سے افضل واعلی ہے اورائے فرزند اگرتوان کے باپ کودیکھتاتوحیران رہ جاتا وہ اتنے صاحب کرم اورفاضل تھے کہ ان کی مثال بھی نہیں تھی یہ سب باتیں سن کرمیں خاموش توہوگیا لیکن والدسے حددرجہ ناخوش رہنے لگا اورساتھ ہی ساتھ ابن الرضاکے حالات کاتفحص کرنااپناشیوہ بنالیا۔

اس سلسلہ میں میں نے بنی ہاشم، امراء لشکر، منشیان دفترقضاۃ اورفقہاء اورعوام الناس سے حضرت کاحالات کااستفسارکیا سب کے نزدیک حضرت ابن الرضاکوجلیل القدراورعظیم پایا اورسب نے بالاتفاق یہی بیان کیاکہ اس مرتبہ اوران خوبیوں کاکوئی شخص کسی خاندان میں نہیں ہے جب میں نے ہرایک دوست اوردشمن کوحضرت کے بیان اخلاق اوراظہارمکارم اخلاق میں متفق پایاتومیں بھی ان کادل سے ماننے والاہوگیا اوراب ان کی قدرومنزلت میرے نزدیک بے انتہاہے یہ سن کرتمام اہل دربارخاموش ہوگئے البتہ ایک شخص بول اٹھاکہ ائے احمدتمہاری نظرمیں ان کے برادرجعفرکی کیاحثیت ہے احمدنے کہاکہ ان کے مقابلہ میں اس کاکیاذکرکرتے ہووہ توعلانیہ فسق وفجورکاارتکاب کرتاتھا، دائم الخمرتھاخفیف العقل تھا، انواع ملاہی ومناہی کامرتکب ہوتاتھا۔

ابن الرضاکے بعدجب خلیفہ معتمدسے اس نے ان کی جانشینی کاسوال کیاتواس نے اس کے کردارکی وجہ سے اسے دربارسے نکلوادیاتھا (مناقب ابن آشوب جلد۵ ص ۱۲۴ ، ارشادمفید ص ۵۰۵)۔

بعض علماء نے لکھاہے کہ یہ گفتگوامام حسن عسکری کی شہادت کے ۱۸ / سال بعدماہ شعبان ۲۷۸ ہجری کی ہے (دمعہ ساکبہ ص ۱۹۲ جلد۳ طبع نجف اشرف)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت

امام یازدہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام قید و بندکی زندگی گزارنے کے دوران میں ایک دن اپنے خادم ابوالادیان سے ارشاد فرماتے ہوئے کہ تم جب اپنے سفرمدائن سے ۱۵/یوم کے بعد پلٹو گے تو میرے گھر سے شیون وبکا کی آواز آتی ہوگی (جلاء العیون ص ۲۹۹)۔

نیز آپ کا یہ فرمانا بھی معقول ہے کہ ۲۶۰ ہجری میں میرے ماننے والوں کے درمیان انقلاب عظیم آئے گا (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۷)۔

الغرض امام حسن عسکری علیہ السلام کو بتاریخ یکم ربیع الاول ۲۶۰ ہجری معتمد عباسی نے زہر دلوادیا اور آپ ۸/ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو جمعہ کے دن بوقت نماز صبح خلعت حیات ظاہری اتار کر بطرف ملک جاودانی رحلت فرما گئے "اناللہ وانا الیہ راجعون" (صواعق محرقہ ص ۱۲۴، فصول المہمہ، ارجح المطالب ص ۲۶۴، جلاء العیون ص ۲۹۶، انوار الحسینیہ جلد ۳ ص ۱۲۴)۔

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اولاد نہیں چھوڑی (مطالب السول ص ۲۹۲، صواعق محرقہ ص ۱۲۴، نورالابصار ارجح المطالب ۴۶۲، کشف الغمہ ص ۱۲۶، اعلام الوری ص ۲۱۸)۔

حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام

امام زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سلسلہ عصمت محمدیہ کی چودھویںٔاورسلک امامت علویہ کی بارھوےں کڑی ہیں آپ کے والدماجد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور والدہ ماجدہ جناب نرجس(۱) خاتون تھےں۔
آپ اپنے آباواجدادکی طرح امام منصوص، معصوم، اعلم زمانہ اورافضل کائنات ہیں۔آپ بچپن ہی میں علم و حکمت سے بھرپور تھے۔(صواعق محرقہ ۲۴۱#)آپ کوپانچ سال کی عمرمیں ویسی ہی حکمت دے دی گئی تھی، جیسی حضرت یحیی کو ملی تھی اورآپ بطن مادرمیں اسی طرح امام قراردیئے گئے تھے،جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام نبی قرارپائے تھے۔(کشف الغمہ ص ۱۳۰) آپ انبیاء سے بہترہیں۔(اسعاف الراغبین ص ۱۲۸) آپ کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمارپیشین گوئیاں فرمائی ہیں اوراس کی وضاحت کی ہے کہ آپ حضورکی عترت اورحضرت فاطمۃالزہراکی اولاد سے ہوں گے۔ ملاحظہ ہوجامع صغیرسیوطی ص ۱۶۰ طبع مصرومسند احمدبن حنبل جلد ۱ ص ۸۴ طبع مصروکنوزالحقائق ص ۱۲۲ ومستدرک جلد ۴ ص ۵۲۰ ومشکوۃ شریف) آپ نے یہ بھی فرمایاہے کہ امام مہدی کا ظہورآخرزمانہ میں ہوگا۔اورحضرت عیسی ان کے پیچھے نمازپڑھےں گے۔ملاحظہ ہو صحیح بخاری پ ۱۴ ص ۳۹۹ و صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۵ صحیح ترمذی ص ۲۷۰ و صحیح ابوداؤدجلد ۲ ص ۲۱۰ و صحیح ابن ماجہ ص ۳۴ وص ۳۰۹ وجامع صغیرص ۱۳۴ وکنوزالحقائق ص ۹۰) آپ نے یہ بھی کہاہے کہ امام مہدی میرے خلیفہ کی حیثیت سے ظہورکریں گے اور یختم الدین بہ کما فتح بنا جس طرح میرے ذریعہ سے دین اسلام کا آغاز ہوا۔ اسی طرح ان کے ذریعہ سے مہراختتام لگادی جائیگی۔ ملاحظہ ہوکنوزالحقائق ص ۲۰۹ آپ نے اس کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ امام مہدی کا اصل نام میرے نام کی طرح محمد اورکنیت میری کنیت کی طرح ابوالقاسم ہوگی وہ جب ظہورکریں گے توساری دنیاکو عدل وانصاف سے اسی طرح پرکردیں گے جس طرح وہ اس وقت ظلم وجورسے بھری ہوگی۔ ملاحظہ ہو جامع صغیرص ۱۰۴ ومستدرک امام حاکم ص ۴۲۲ و ۴۱۵ ظہورکے بعد ان کی فورا:بیعت کرنی چاہیے کیونکہ وہ خداکے خلیفہ ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ اردوص ۲۶۱ طبع کراچی ۱۳۷۷ ھج)۔

حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ ھج یوم جمعہ بوقت طلوع فجرواقع ہوئی ہے جیسا کہ (وفیات الاعیان ،روضۃ الاحباب ،تاریخ ابن الوردی ،ینابع المودۃ،تاریخ کامل طبری ،کشف الغمہ ،جلاالعیون ،اصول کافی ، نور الابصار ، ارشاد

، جامع عباسی ، اعلام الوری ، اور انوار الحسینہ وغیرہ میں موجود ہے (بعض علما کا کہنا ہے کہ ولادت کا سن ۲۵۶ ھج اور مادہ تاریخ نور ہے)یعنی آپ شب برات کے اختتام پر بوقت صبح صادق عالم ظھور وشہود میں تشریف لائے ہیں ۔

۱# نرجس ایک یمنی بوٹی کو کہتے ہیں جس کے پھول کی شعرا آنکھوں سے تشبیہ دیتے ہیں (المنجد ص ۸۶۵) منتھی الادب جلد ۴ ص ۲۲۲۷ میں ہے کہ یہ جملہ دخیل اورمعرب یعنی کسی دوسری زبان سے لایاگیا ہے ۔ صراح ص ۴۲۵ اورالعماط صدیق حسن ص ۴۷ میں ہے کہ یہ لفظ نرجس ،نرگس سے معرب ہے جوکہ فارسی ہے ۔رسالہ آج کل لکھنؤ کے سالنامہ ۱۹۴۷ کے ص ۱۱۸ میں ہے کہ یہ لفظ یونانی نرکسوس سے معرب ہے ، جیسے لاطینی میں نرکس اورانگیریزی میں نرس سس کہتے ہیں ۔ ۱۲

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی جناب حلیمہ خاتون کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس گئتو آپ نے فرمایا کہ اے پھوپھی آپ آج ہمارے ہی گھر میں رہیئے کیونکہ خداوندعالم مجھے آج ایک وارث عطافرماے گا ۔ میں نے کہاکہ یہ فرزند کس کے بطن سے ہوگا ۔آپ نے فرمایاکہ بطن نرجس سے متولد ہوگا ،جناب حلیمہ نے کہا :بیٹے!میں تونرجس میں کچھ بھی حمل کے آثار نہیں پاتی، امام نے فرمایاکہ اسے پھوپھی نرجس کی مثال مادر موسی جیسی ہے جس طرح حضرت موسی کا حمل ولادت کے وقت سے پہلے ظاہر نہیں ہوا ۔اسی طرح میرے فرزند کا حمل بھی بروقت ظاہر ہوگا غرضکہ میں امام کے فرمانے سے اس شب وہیں رہی جب آدھی رات گذرگئی تومیں اٹھی اورنماز تہجدمیں مشغول ہوگئی اورنرجس بھی اٹھ کرنماز تہجد پڑھنے لگی ۔ اس کے بعدمیرے دل میں یہ خیال گذراکہ صبح قریب ہے اورامام حسن عسکری علیہ السلام نے جوکہاتھا وہ ابھی تک ظاہرنہیںہوا ، اس خیال کے دل میں آتے ہی امام علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے آوازدی :اے پھوپھی جلدی نہ کیجئے ، حجت خداکے ظھورکا وقت بالکل قریب ہے یہ سن کرمیں نرجس کے حجرہ کی طرف پلٹی ،نرجس مجھے راستے ہی میں ملےں ، مگران کی حالت اس وقت متغیر تھی ،وہ لرزہ براندام تھیں اوران کا ساراجسم کانپ رہاتھا ،میں نے یہ دیکھ کران کواپنے سینے سے لپٹالیا ،اورسورہ قل ہواللہ ،انا انزلنا واےۃ الکرسی پڑھ کران پردم کیا بطن مادرسے بچے کی آواز آنے لگی ،یعنی میں جوکچھ پڑھتی تھی ،وہ بچہ بھی بطن مادرمیں وہی کچھ پڑھتا تھا اس کے بعدمیں نے دیکھا کہ تمام حجرہ روشن ومنورہوگیا ۔ اب جومیں دیکھتی ہوں تو ایک مولود مسعود زمین پر سجدہ میں پڑاہوا ہے میں نے بچہ کواٹھا لیا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے آواز دی اے پھوپھی ! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے میں لے گئی آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا ،اورزبان دردھان دے کراوراپنی زبان بچے کے منہ میں دیدی اورکہاکہ اے فرزند !خدا کے حکم سے کچھ بات کرو ، بچے نے اس آیت : بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ونریدان نمن علی اللذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم الوارثین کی تلاوت کی ،جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پرجوزمین پرکمزورکردیئے گئے ہیں اوران کوامام بنائےں اورانھےں کوروئے زمین کاوارث قراردیں ۔

اس کے بعد کچھ سبز طائروں نے آکر ہمیں گھیر لیا ، امام حسن عسکری نے ان میں سے ایک طائر کو بلایا اور بچے کو دیتے ہوئے کہا کہ خدہ فاحفظہ لخ اس کو لے جا کر اس کی حفاظت کرو یہاںتک کہ خدا اس کے بارے میں کوئی حکم دے کیونکہ خدا اپنے حکم کو پورا کرکے رہے گا میں نے امام حسن عسکری سے پوچھا کہ یہ طائر کون تھا اور دوسرے طائر کون تھے ؟ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل تھے ، اور دوسرے فرشتگان رحمت تھے اس کے بعد فرمایا کہ اے پھوپھی اس فرزند کو اس کی ماں کے پاس لے آو تاکہ اس کی آنکھیں خنک ہوں اور محزون و مغموم نہ ہو اور یہ جان لے کہ خدا کا وعدہ حق ہے و اکثرھم لایعلمون لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے ۔ اس کے بعد اس مولود مسعود کو اس کی ماں کے پاس پہنچادیا گیا (شواہد النبوۃ ص ۲۱۲ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ ء علامہ حائری لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد آپ کو جبرئیل پرورش کے لئے اٹھا کرلے گئے (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۷۵) کتاب شواہد النبوت اور وفیات الاعیان و روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب آپ پیدا ہوے تو مختون اور ناف بریدہ تھے اور آپ کے داہنے بازو پر یہ آیت منقوش تھی جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا یعنی حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کے قابل تھا ۔ یہ قدرتی طور پر بحر متقارب کے دو مصرے بن گئے ہیں حضرت نسیم امروہوی نے اس پر کیا خوب تضمین کی ہے وہ لکھتے ہیں #

؎ چشم و چراغ دیدہ نرجس عین خدا کی آنکھ کا تارا

بدر کمال نیمہ شعبان چودھواں اختر اوج بقا کا

حامی ملت ماحی بدعت کفر مٹانے خلق میں آیا

وقت ولادت ماشاء اللہ قرآن صورت دیکھ کے بولا

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

محدث دہلوی شیخ عبد الحق اپنی کتاب مناقب ائمہ اطہار میں لکھتے ہیں کہ حکیمہ خاتون جب نرجس کے پاس آئیں تو دیکھا کہ ایک مولود پیدا ہوا ہے ، جو مختون اور مفروغ منہ ہے یعنی جس کا ختنہ کیا ہوا ہے اور نہلانے دھلانے کے کاموں سے جو مولود کے ساتھ ہوتے ہیں بالکل مستغنی ہے ۔ حکیمہ خاتون بچے کو امام حسن عسکری کے پاس لائیں ، امام نے بچے کو لیا اور اس کی پشت اقدس

اور چشم مبارک پر ہاتھ پھیرا اپنی زبان مطہران کے منہ میں ڈالی اوردا ہینے کان میں اذان اوربائیں میں اقامت کہی یہی مضمون فصل الخطاب اور بحارالانوار میں بھی ہے، کتاب روضۃالاحباب ینابع المودۃ میں ہے کہ آپ کی ولادت بمقام سرمن رائے سامرہ میں ہوئی ہے۔

کتاب کشف الغمہ ص ۱۳۰ میں ہے کہ آپ کی ولادت چھپائی گئی اور پوری سعی کی گئی کہ آپ کی پیدائیش کسی کو معلوم نہ ہوسکے، کتاب دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۹۴ میں ہے کہ آپ کی ولادت اس لئے چھپائی گئی کہ بادشاہ وقت پوری طاقت کے ساتھ آپ کی تلاش میں تھا اسی کتاب کے ص ۱۹۲ میں ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت حجت کو قتل کرکے نسل رسالت کا خاتمہ کردے۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ بادشاہ وقت معتزباللہ تھا، تذکرہ خواص الامۃ میں ہے کہ اسی کے عہد میں امام علی نقی کوزہردیا گیا تھا۔ معتز کے بارے میں مورخین کی رائے کچھ اچھی نہیں ہے۔ ترجمہ تاریخ الخلفا علامہ سیوطی کے ص ۳۶۳ میں ہے کہ اس نے اپنے عہد خلافت میں اپنے بھائی کو ولی عہدی سے معزول کرنے کے بعد کوڑے لگوائے تھے اورتاحیات قید میں رکھا تھا۔ اکثرتواریخ میں ہے کہ بادشاہ وقت معتمد بن متوکل تھا جس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کوزہرسے شہید کیا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۷ میں ہے کہ خلیفہ معتمد بن متوکل کمزور متلون مزاج اور عیش پسند تھا۔ یہ عیاشی اورشراب نوشی میں بسر کرتا تھا، اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ میں ہے کہ معتمد حضرت امام حسن عسکری کوزہر سے شہید کرنے کے بعد حضرت امام مہدی کوقتل کرنے کے درپے ہوگیا تھا۔

آپ کا نسب نامہ

آپ کا پدری نسب نامہ یہ ہے محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی ابن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی وفاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یعنی آپ فرزند رسول، دلبند علی اورنورنظر بتول علے ھم السلام ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ اس سلسہ نسب کے اسما کو اگر کسی مجنون پردم کردیا جائے تو اسے یقینا شفا حاصل ہوگی (مسند امام رضا ص ۷) آپ سلسہ نسب ماں کی طرف سے حضرت شمعون بن حمون الصفا وصی حضرت عیسی تک پہنچتا ہے۔ علامہ مجلسی اورعلامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ جناب نرجس خاتون تھیں، جن کا ایک نام "ملیکہ" بھی تھا، نرجس خاتون یشوعا کی بیٹی تھیں، جو روم کے بادشاہ "قیصر" کے فرزند تھے جن کا سلسلہ نسب وصی حضرت عیسی جناب شمعون تک منتہی ہوتا ہے۔ ۱۳ سال کی عمر میں قیصر روم نے چاہا تھا کہ نرجس کا عقد اپنے بھتیجے سے کردے لیکن بعض قدرتی حالات کی وجہ سے وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا، بالاخر ایک ایسا وقت آگیا کہ عالم ارواح میں حضرت عیسی، جناب شمعون حضرت محمد مصطفی، جناب امیرالمومنین اور حضرت فاطمہ بمقام قصر قیصر جمع ہوئے، جناب سیدہ نے نرجس خاتون کو اسلام کی تلقین کی اور آنحضرت صلعم نے بتوسط حضرت عیسی جناب شمعون سے امام حسن عسکری کے لئے نرجس خاتون کی خواستگاری کی، نسبت کی تکمیل کے بعد حضرت محمد مصطفی صلعم نے ایک نوری

منبرپربیٹھ کرعقدپڑھا اورکمال مسرت کے ساتھ یہ محفل نشاط برخواست ہوگئی جس کی اطلاع جناب نرجس کوخواب کے طورپرہوئی، بالآخروہ وقت آیا کہ جناب نرجس خاتون حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں آپہنچیں اورآپ کے بطن مبارک سے نورخدا کاظہورہوا۔ (کتاب جلاالعیون ص ۲۹۸ وغایۃ المقصود ص ۱۷۵)۔

آپ کا اسم گرامی:

آپ کانام نامی واسم گرامی "محمد" اورمشہورلقب "مہدی" ہے علما کا کہنا ہے کہ آپ کانام زبان پرجاری کرنے کی ممانعت ہے علامہ مجلسی اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حکمت آن مخفی است" اس کی وجہ پوشیدہ اورغیرمعلوم ہے۔ (جلاالعیون ص ۲۹۸) علماء کا بیان ہے کہ آپ کا یہ نام خود حضرت محمد مصطفی نے رکھا تھا۔ ملاحظہ ہوروضۃ الاحباب وینابع المودۃ۔ مورخ اعظم ذاکرحسین تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۱ میں لکھتے ہیں کہ "آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بعدبارہ خلیفہ قریش سے ہوں گے آپ نے فرمایا کہ آخرزمانہ میں جب دنیا ظلم وجورسے بھرجائے گی، تومیری اولادمیں سے مہدی کاظہورہوگا جوظلم وجورکودورکرکے دنیا کوعدل وانصاف سے بھردے گا۔ شرک وکفرکودنیا سے نابود کردے گا، نام "محمد" اورلقب "مہدی" ہوگا حضرت عیسی آسمان سے اترکر اس کی نصرت کریں گے اوراس کے پیچھے نمازپڑھیں گے، اوردجال کوقتل کریں گے۔

آپ کی کنیت:

اس پرعلما فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت "ابوالقاسم" اورآپ ابوعبداللہ تھی اوراس پربھی علما متفق ہیںکہ ابوالقاسم کنیت خودسرورکائنات کی تجویزکردہ ہے۔ ملاحظہ ہوجامع صغیرص ۱۰۴ تذکرہ خواص الامۃ ۲۰۴ روضۃ الشہدا ص ۴۳۹ صواعق محرقہ ص ۱۳۴ شواہدالنبوت ص ۳۱۲، کشف الغمہ ص ۱۳۰ جلاالعیون ص ۲۹۸۔

یہ مسلمات سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشادفرمایا ہے کہ مہدی کانام میرانام اوران کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ لیکن اس روآیت میں بض اہل اسلام نے یہ اضافہ کیاہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایاہے کہ مہدی کے باپ کانام میرے والدمحترم کانام ہوگامگرہمارے راویوں نے اس کی روآیت نہیں کی اورخودترمذی شریف میں بھی "اسم ابیہ اسم ابی" نہیں ہے، تاہم بقول صاحب المناقب علامہ گنجی شافعی یہ کہاجاسکتاہے کہ روآیت میں لفظ "ابیہ" سے مراد ابوعبداللہ الحسین ہیں۔ یعنی اس سے اس امرکی طرف اشارہ ہے کہ امام مہدی حضرت امام حسین کی اولادسے ہیں۔

آپ کے القاب:

آپ کے القاب مہدی، حجۃ اللہ، خلف الصالح، صاحب العصر، صاحب الامر، والزمان القائم، الباقی اورالمنتظرہیں ۔ ملاحظہ ہو تذکرہ خواص الامۃ ۲۰۴، روضۃ الشہداص ۴۳۹، کشف الغمہ ۱۳۱، صواعق محرقہ ۱۲۴، مطالب السؤال ۲۹۴، اعلام الوری ۲۴ حضرت دانیال نبی نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت سے ۱۴۲۰ سال پہلے آپ کا لقب منتظر قرار دیا ہے ۔ ملاحظہ ہو کتاب دانیال باب ۱۲ آیت ۱۲ ۔ علامہ ابن حجر مکی، المنتظرکی شرح کرتے ہوے لکھتے ہیں کہ انھیں منتظر یعنی جس کا انتظار کیا جائے اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سرداب میں غائب ہوگئے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے گئے (مطلب یہ ہے کہ لوگ ان کا انتظار کررہے ہیں، شیخ العراقین علامہ شیخ عبدالرضا تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو منتظر اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی غیبت کی وجہ سے آپ کے مخلصین آپ کا انتظار کررہے ہیں ۔ ملاحظہ ہو۔ (انوارالحسینیہ جلد ۲ ص ۵۷ طبع بمبئی)۔

آپ کا حلیہ مبارک

کتاب اکمال الدین میں شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادہے کہ امام مہدی، شکل وشباہت خلق وخلق شمائل وخصایل، اقوال وافعال میں میرے مشابہہ ہوں گے۔

آپ کے حلیہ کے متعلق علما نے لکھا ہے کہ آپ کا رنگ گندگون، قدمیانہ ہے ۔ آپ کی پیشانی کھلی ہوئی ہے اورآپ کے ابرو گھنے اورباہم پیوستہ ہیں ۔ آپ کی ناک باریک اوربلند ہے آپ کی آنکھیں بڑی اورآپ کا چہرہ نہایت نورانی ہے ۔ آپ کے داہنے رخسارہ پرایک تل ہے "کانہ کوکب دری" جوستارہ کی مانند چمکتا ہے، آپ کے دانت چمکدار اورکھلے ہوئے ہیں ۔ آپ کی زلفیں کندھوں پرپڑی رہتی ہیں ۔ آپ کا سینہ چوڑا اورآپ کے کندھے کھلے ہوئے ہیں آپ کی پشت پراسی طرح مہرامامت ثبت ہے جس طرح پشت رسالت مآب پرمہرنبوت ثبت تھی (اعلام الوری ص ۲۶۵ وغایۃ المقصود جلد ۱ ص ۶۴ ونورالابصارص ۱۵۲) ۔

تین سال کی عمر میں حجت اللہ ہونے کا دعوی

کتب تواریخ وسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرورش کا کام جناب جبرئیل علیہ السلام کے سپرد تھا اوروہ ہی آپ کی پرورش وپرداخت کرتے تھے ظاہرہے کہ جوبچہ ولادت کے وقت کلام کرچکاہو اورجس کی پرورش جبرئیل جیسے مقرب فرشتہ کے سپرد ہووہ یقینا دنیا میں چنددن گزارنے کے بعدبہرصورت اس صلاحیت کا مالک ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی زبان سے حجت اللہ ہونے کا دعوی کرسکے ۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ احمد ابن اسحاق اورسعدالاشقری ایک دن حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضرہوئے اورانھوں نے خیال کیا کہ آج امام علیہ السلام سے یہ دریافت کریں گے کہ آپ کے بعد حجت اللہ فی الارض کون ہوگا، جب سامنا ہوا توامام حسن عسکری نے فرمایا کہ اے احمد! تم جودل میں لے کرآئے ہومیں اس کا جواب تمہیں دے دیتاہوں، یہ فرماکرآپ اپنے مقام سے

اٹھے اور اندر جا کر یوں واپس آئے کہ آپ کے کندھے پر ایک نہایت خوب صورت بچہ تھا، جس کی عمر تین سال کی تھی ۔ آپ نے فرمایا کہ اے احمد! میرے بعد حجت خدا یہ ہوگا اس کا نام محمد اور اس کی کنیت ابو القاسم ہے یہ خضر کی طرح زندہ رہے گا ۔ اور ذو القرنین کی طرح ساری دنیا پر حکومت کرے گا ۔ احمد بن اسحاق نے کہا مولا! کوئی ایسی علامت بتا دیجئے کہ جس سے دل کو اطمینان کامل ہو جائے ۔ آپ نے امام مہدی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، بیٹا! اس کو تم جواب دو ۔ امام مہدی علیہ السلام نے کمسنی کے باوجود بزبان فصیح فرمایا: "انا حجۃ اللہ وانا بقیۃ اللہ" ۔ میں ہی خدا کی حجت اور حکم خدا سے باقی رہنے والا ہوں، ایک وہ دن آئے گا جس میں دشمن خدا سے بدلہ لوں گا، یہ سن کر احمد خوش و مسرور اور مطمئن ہو گئے (کشف الغمہ ۱۳۸)

پانچ سال کی عمر میں خاص الخاص اصحاب سے آپ کی ملاقات

یعقوب بن منقوش و محمد بن عثمان عمری و ابی ہاشم جعفری اور موسی بن جعفر بن وہب بغدادی کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کی مولا! آپ کے بعد امر امامت کس کے سپرد ہوگا اور کون حجت خدا قرار پائے گا ۔ آپ نے فرمایا کہ میرا فرزند محمد میرے بعد حجت اللہ فی الارض ہوگا ہم نے عرض کی مولا ہمیں ان کی زیارت کروا دیجئے آپ نے فرمایا وہ پردہ جو سامنے آویختہ ہے اسے اٹھاؤ ۔ ہم نے پردہ اٹھایا، تو اس سے ایک نہایت خوب صورت بچہ جس کی عمر پانچ سال تھی برآمد ہوا، اور وہ آکر امام حسن عسکری کی آغوش میں بیٹھ گیا ۔ امام نے فرمایا کہ یہی میرا فرزند میرے بعد حجت اللہ ہوگا محمد بن عثمان کا کہنا ہے کہ ہم اس وقت چالیس افراد تھے اور ہم سب نے ان کی زیارت کی ۔ امام حسن عسکری نے اپنے فرزند امام مہدی کو حکم دیا کہ وہ اندر واپس چلے جائیں اور ہم سے فرمایا: "شما او را نخواہید دید غیر از امروز" کہ اب تم آج کے بعد پھر اسے نہ دیکھ سکو گے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، پھر غیبت شروع ہو گئی (کشف الغمہ ص ۱۳۹ و شواہد النبوت ص ۲۱۳) علامہ طبرسی اعلام الوری کے ص ۲۴۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آئمہ کے نزدیک محمد اور عثمان عمری دونوں ثقہ ہیں ۔ پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ابو ہارون کا کہنا ہے کہ میں نے بچپن میں صاحب الزمان کو دیکھا ہے "کانہ القمر لیلۃ البدر" ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا ۔

امام مہدی نبوت کے آئینہ میں

علامہ طبرسی بحوالہ حضرات معصومین علیہم السلام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام میں بہت سے انبیا کے حالات و کیفیات نظر آتے ہیں ۔ اور جن واقعات سے مختلف انبیا کو دوچار ہونا پڑا ۔ وہ تمام واقعات آپ کی ذات ستودہ صفات میں دکھائی دیتے ہیں مثال کے لئے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت عیسی، حضرت ایوب، حضرت یونس،

حضرت محمد مصطفی صلعم کو لے لیجئے اور ان کے حالات پر غور کیجئے، آپ کو حضرت نوح کی طویل زندگی نصیب ہوئی حضرت ابراہیم کی طرح آپ کی ولادت چھپائی گئی ۔ اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر روپوش ہونا پڑا ۔ حضرت موسی کی طرح حجت کے زمین سے اٹھ جانے کا خوف لاحق ہوا، اورانھیں کی ولادت کی طرح آپ کی ولادت بھی پوشیدہ رکھی گئی، اورانھیں کے ماننے والوں کی طرح آپ کے ماننے والوں کو آپ کی غیبت کے بعد ستایا گیا ۔ حضرت عیسی کی طرح آپ کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا حضرت ایوب کی طرح تمام امتحانات کے بعد آپ کو فرج وکشائش نصیب ہوگی ۔ حضرت یوسف کی طرح عوام اور خواص سے آپ کی غیبت ہوگئی حضرت یونس کی طرح غیبت کے بعد آپ کا ظہور ہوگا یعنی جس طرح وہ اپنی قوم سے غائب ہو کر بڑھاپے کے باوجود نوجوان تھے ۔ اسی طرح آپ کا جب ظہور ہوگا تو آپ چالیس سالہ جوان ہوں گے اور حضرت محمد مصطفی کی طرح آپ صاحب السیف ہوں گے ۔ (اعلام الوری ص ۲۶۴ طبع بمبئی ۱۳۱۲ ہجری)

امام حسن عسکری کی شہادت:

امام مہدی علیہ السلام کی عمر ابھی صرف پانچ سال کی ہوئی تھی کہ خلیفہ معتمد بن متوکل عباسی نے مدتوں قید رکھنے کے بعد امام حسن عسکری کو زہر دیدیا ۔ جس کی وجہ سے آپ بتاریخ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری مطابق ۸۷۳ء بعمر ۲۸ سال رحلت فرما گئے "وخلف من الولد ابنہ محمد" اور آپ نے اولاد میں صرف امام محمد مہدی کو چھوڑا ۔ (نور الابصار ص ۱۵۲ دمعۃ الساکبۃ ص ۱۹۱) علامہ شلنجی لکھتے ہیں کہ جب آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی، تو سارے شہر سامرہ میں ہلچل مچ گئی، فریاد وفغاں کی آوازیں بلند ہوگئیں، سارس شہر میں ہڑتال کردی گئی ۔ یعنی ساری دکانیں بند ہوگئیں ۔ لوگوں نے اپنے کاروبار چھوڑ دیئے ۔ تمام بنی ہاشم حکام دولت، منشی، قاضی، ارکان عدالت اعیان حکومت اور عامہ خلائق حضرت کے جنازے کے لئے دوڑ پڑے، حالت یہ تھی کہ شہر سامرہ قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا ۔ تجہیز اور نماز سے فراغت کے بعد آپ کو اسی مکان میں دفن کردیا گیا جس میں حضرت امام علی نقی علیہ مدفون تھے ۔ نور الابصار ص ۱۵۲ وتاریخ کامل صواعق محرقہ وفصول مہمہ، جلاالعیون ص ۲۹۶) علامہ محمد باقر فرماتے ہیں کہ امام حسن عسکری کی وفات کے بعد نماز جنازہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے پڑھائی، ملاحظہ ہو، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۹۲ وجلاالعیون ص ۲۹۷) علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ نماز کے بعد آپ کو بہت سے لوگوں نے دیکھا اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دیا (اعلام الوری ص ۲۴۲) علامہ ابن طاؤس کا بیان ہے کہ ۸ ربیع الاول کو امام حسن عسکری کی وفات واقع ہوئی اور ۹ ربیع الاول سے حضرت حجت کی امامت کا آغاز ہوا ہم ۹ ربیع الاول کو جو خوشی مناتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے (کتاب اقبال) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ ۹ ربیع الاول کو عمر بن سعد بدست مختار آل محمد قتل ہوا ہے ۔ (زاد المعاد ص ۵۸۵) جو عبیداللہ بن زیاد کا سپہ سالار تھا جس کے قتل کے بعد آل محمد نے پورے طور پر خوشی منائی ۔ (بحار الانوار و مختار آل محمد) کتاب دمعہ ساکبہ کے ص ۱۹۲ میں ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ

السلام نے ۲۵۹ ہجری میں اپنی والدہ کو حج کے لئے بھیج دیا تھا، اور فرمادیا تھا کہ ۲۶۰ ہجری میں میری شہادت ہوجائے گی اسی سن میں آپ نے حضرت امام مہدی کو جملہ تبرکات دیدیئے تھے اور اسم اعظم وغیرہ تعلیم کردیا تھا (دمعہ ساکبہ وجلاالعیون ص ۲۹۸) انھیں تبرکات میں حضرت علی کا جمع کیاہوا وہ قرآن بھی تھا جوترتیب نزولی پرسرورکائنات کی زندگی میں مرتب کیاگیا تھا۔ (تاریخ الخلفا واتقان) اورجسے حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں بھی اس لئے رائج نہ کیاتھا کہ اسلام میں دوقرآن رواج پاجائیں گے۔ اوراسلام میں تفرقہ پڑجائے گا (ازالۃالخلفا ۲۷۳) میرے نزدیک اسی سن میں حضرت نرجس خاتون کاانتقال بھی ہواہے اوراسی سن میں حضرت نے غیبت اختیارفرمائی ہے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اوراس کی ضرورت :

بادشاہ وقت خلیفہ معتمدبن متوکل عباسی جواپنے آباؤاجداد کی طرح ظلم وستم کاخوگراورآل محمد کاجانی دشمن تھا۔ اس کے کانوں میں مہدی کی ولادت کی بھنک پڑچکی تھی۔ اس نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد تکفین وتدفین سے پہلے بقول علامہ مجلسی حضرت کے گھرپرپولیس کاچھاپہ ڈلوایا اورچاہاکہ امام مہدی علیہ السلام کوگرفتارکرالے لیکن چونکہ وہ بحکم خدا ۲۳ رمضان المبارک ۲۵۹ ہجری کوسرداب میں جاکرغائب ہوچکے تھے۔ جیسا کہ شواہدالنبوت، نورالابصار، دمعۃ ساکبہ، روضۃ الشہدا، مناقب الائمہ، انوارالحسینیہ وغیرہ سے مستفاد ومستنبط ہوتاہے۔ اس لئے وہ اسے دستیاب نہ ہوسکے۔ اس نے اس کے رد عمل میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تمام بیبیوں کوگرفتارکرالیا اورحکم دیاکہ اس امرکی تحقیق کی جائے کہ آیاکوئی ان میں سے حاملہ تونہیں ہے اگرکوئی حاملہ ہوتواس کاحمل ضائع کردیاجائے، کیونکہ وہ حضرت سرورکائنات صلعم کی پیشین گوئی سے خائف تھاکہ آخری زمانہ میں میرا ایک فرزند جس کانام مہدی ہوگا۔ کائنات عالم کے انقلاب کا ضامن ہوگا۔ اوراسے یہ معلوم تھاکہ وہ فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد سے ہوگا لہذا اس نے آپ کی تلاش اورآپ کے قتل کی پوری کوشش کی۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۱ میں ہے کہ ۲۶۰ میں امام حسن عسکری کی شہادت کے بعدجب معتمد خلیفہ عباسی نے آپ کے قتل کرنے کے لئے آدمی بھیجے توآپ سرداب (۱) "سرمن رائے" میں غائب ہوگئے بعض اکابرعلما اہل سنت بھی اس امرمیں شیعوں کے ہم زبان ہیں۔ چنانچہ ملاجامی نے شواہدالنبوت میں امام عبدالوہاب شعرانی نے لواقع الانوارو الیواقیت والجواہرمیں اور شیخ احمد محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکہ میں اورخواجہ پارسانے فصل الخطاب میں اورعبدالحق محدث دہلوی نے رسالہ ائمہ طاہرین میں اورجمال الدین محدث نے روضۃالاحباب میں، اورابوعبداللہ شامی صاحب کفاۃالطالب نے کتاب التبیان فی اخبارصاحب الزمان میں اورسبط ابن جوزی نے تذکرۃ خواص الامہ میں اورابن صباغ نورالدین علی مالکی نے فصول المہمہ میں اورکمال الدین ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں اورشاہ ولی اللہ نے فضل المبین میں اور شیخ سلیمان حنفی نے ینابع المودۃ میں اوربعض دیگرعلما

نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور جو لوگ ان حضرت کے طول عمر میں تعجب کر کب انکار کرتے ہیں ۔ ان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے جس نے آدم کو بغیر ماں باپ کے اور عیسی کو بغیر باپ کے پیدا کیا ، تمام اہل اسلام نے حضرت خضر کو اب تک زندہ مانا ہوا ہے ، ادریس بہشت میں اور حضرت عیسی آسمان پر اب تک زندہ مانے جاتے ہیں اگر خدائے تعالی نے آل محمد میں سے ایک شخص کو عمر عنآیت کیا تو تعجب کیا ہے ؟ حالانکہ اہل اسلام کو دجال کے موجود ہونے اور قریب قیامت ظہور کرنے سے بھی انکار نہیں ہے ۔

(۱) یہ سرداب ، مقام "سرمن رائے" میں واقع ہے جسے اصل میں سامرا کہتے ہیں

سامرا کی آبادی بہت ہی قدیمی ہے اور دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے ، اس سام بن نوح نے آباد کیا تھا (معجم البلدان) اس کی اصل سام راہ تھی بعد میں سامرا ہو گیا ، آب و ہوا کی عمدگی کی وجہ سے خلیفہ معتصم نے فوجی کیمپ بنا کر آباد کیا تھا اور اسی کو دار السلطنت بھی بنا دیا تھا ، اس کی آبادی ۸ فرسخ لمبی تھی ، اسے اس نے نہآیت خوبصورت شہر بنا دیا تھا ۔ اسی لئے اس کا نام سر من رائے رکھ دیا تھا یعنی وہ شہر جسے جو بھی دیکھے خوش ہو جائے ، عسکری اسی کا ایک محلہ ہے جس میں امام علی نقی علیہ السلام نظر بند تھے بعد میں انھوں نے دلیل بن یعقوب نصرانی سے ایک مکان خرید لیا تھا جس میں اب بھی آپ کا مزار مقدس واقع ہے ۔

سامرا میں ہمیشہ غیر شیعہ آبادی رہی ہے اس لئے اب تک وہاں شیعہ آباد نہیں ہیں وہاں کے جملہ خدام بھی غیر شیعہ ہیں ۔

حضرت حجت علیہ السلام کے غائب ہونے کا سرداب وہیں ایک مسجد کے کنارے واقع ہے جو کہ حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری کے مزار اقدس کے قریب ہے ۱۲ منہ ۔

کتاب شواہد النبوت کے ص ۶۸ میں ہے کہ خاندان نبوت کے گیارہوے ں امام حسن عسکری ۲۶۰ میں زہر سے شہید کردے ئے گئے تھے ان کی وفات پر ان کے صاحبزادے محمد ملقب بہ مہدی شیعوں کے آخری امام ہوئے ۔ مولوی امیر علی لکھتے ہیں کہ خاندان رسالت کے ان اماموں کے حالات نہآیت دردناک ہیں ۔ ظالم متوکل نے حضرت امام حسن عسکری کے والد ماجد امام علی نقی کو مدینہ سے سامرہ پکڑ بلایا تھا ۔ اور وہاں ان کی وفات تک ان کو نظر بند رکھا تھا ۔ (پھر زہر سے ہلاک کر دیا تھا) اسی طرح متوکل کے جانشینوں نے بدگمانی اور حسد کے مارے حضرت امام حسن عسکری کو قید رکھا تھا ، ان کے کمسن صاحبزادے محمد المہدی جن کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی ۔ خوف کے مارے اپنے گھر کے قریب ہی ایک غار میں چھپ گئے اور غائے ہو گئے ۔ الخ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جس غار میں امام مہدی کی غیبت بتائی جاتی ہے ۔ اسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ (نور الابصار جلد ۱ ص ۱۵۲) علامہ ابن حجر مکی کا ارشاد ہے ، کہ امام مہدی سرداب میں غائب ہوے ہیں ۔ " فلم یعرف این ذھب " پھر معلوم نہیں کہاں تشریف لے گئے ۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۴) ۔

غیبت امام مہدی پر علما اہل سنت کا اجماع:

جمہور علما اسلام امام مہدی کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، اس میں شیعہ اور سنی کا سوال نہیں۔ ہر فرقہ کے علماء یہ مانتے ہیں کہ آپ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں۔ ہم علماء اہل سنت کے اسماء مع ان کی کتابوں اور مختصر اقوال کے درج کرتے ہیں:

(۱)۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کتاب مطالب السوال میں فرماتے ہیں کہ امام مہدی سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں جو بغداد سے ۲۰ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

(۲)۔ علامہ علی بن محمد صباغ مالکی کی کتاب فصول المہمہ میں لکھتے ہیں کہ امام حسن عسکری گیارہوے ں امام نے اپنے بیٹے امام مہدی کی ولادت بادشاہ وقت کے خوف سے پرشیدہ رکھی۔

(۳)۔ علامہ شیخ عبداللہ بن احمد خشاب کی کتاب تاریخ موالید میں ہے کہ امام مہدی کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ آخری زمانہ میں ظہور و خروج کریں گے۔

(۴)۔ علامہ محی الدین ابن عربی حنبلی کی کتاب فتوحات مکہ میں ہے کہ جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی تو امام مہدی ظہور کریں گے۔

(۵)۔ علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے اب اس وقت یعنی ۹۵۸ ہجری میں ان کی عمر ۷۰۶ سال کی ہے، یہی مضمون علامہ بدخشانی کی کتاب مفتاح النجاۃ میں بھی ہے۔

(۶)۔ علامہ عبدالرحمن جامی حنفی کی کتاب شواہد النبوت میں ہے کہ امام مہدی سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کی ولادت پوشیدہ رکھی گئی ہے وہ امام حسن عسکری کی موجودگی میں غائب ہو گئے تھے۔ اسی کتاب میں ولادت کا پورا واقعہ حکیمہ خاتون کی زبانی مندرج ہے۔

(۷)۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب مناقب الائمہ ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ میں پیدا ہوئے ہیں امام حسن عسکری نے ان کے اذان و اقامت کہی ہے اور تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ اس مالک کے سپرد ہو گئے جن کے پاس حضرت موسی بچپنے میں تھے۔

(۸)۔ علامہ جمال الدین محدث کی کتاب روضۃالاحباب میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ میں پیدا ہوئے اور زمانہ معتمد عباسی میں بمقام "سرمن رائے" از نظر برایا غائب شد لوگوں کی نظر سے سرداب میں غائب ہو گئے۔

(۹)۔ علامہ عبدالرحمن صوفی کی کتاب مراۃالاسرار میں ہے کہ آپ بطن نرجس سے ۱۵ شعبان ۲۵۵ میں پیدا ہوئے۔

(۱۰) ۔ علامہ شہاب الدین دولت آبادی صاحب تفسیر بحر مواج کی کتاب ہدا ےۃ السعداء میں ہے کہ خلافت رسول حضرت علی کے واسطہ سے امام مہدی تک پہونچی آپ ہی آخری امام ہیں ۔

(۱۱) ۔ علامہ نصربن علی جھمنی کی کتاب موالیدالائمہ میں ہے کہ امام مہدی نرجس خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے ۔

(۱۲) ۔ علامہ ملا علی قاری کی کتاب مرقات شرح مشکوۃ میں ہے کہ امام مہدی باہو ےں امام ہیں شیعوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اہل سنب اہل بیت کے دشمن ہین۔

(۱۳) ۔ علامہ جواد ساباطی کی کتاب براہین ساباطیہ میں ہے کہ امام مہدی اولادفاطمہ میں سے ہیں، وہ بقولے ۲۵۵ میں متولد ہوکرایک عرصہ کے بعد غائب ہوگئے ہیں ۔

(۱۴) ۔ علامہ شیخ حسن عراقی کی تعریف کتاب الواقع میں ہے کہ انھوںنے امام مہدی سے ملاقات کی ہے ۔

(۱۵) ۔ علامہ علی خواص جن کے متعلق شعرانی نے الیواقیت میں لکھا ہے کہ انھوںنے امام مہدی سے ملاقات کی ہے ۔

(۱۶) ۔ علامہ شیخ سعدالدین کا کہنا ہے کہ امام مہدی پیدا ہوکرغائب ہوگئے ہیں "دورآخر زمانہ آشکار گردد" اوروہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے ۔جیساکہ کتاب مقصداقصی میں لکھا ہے ۔

(۱۷) ۔ علامہ علی اکبرابن اسعداللہ کی کتاب مکاشفات میں ہے کہ آپ پیدا ہوکرقطب ہوگئے ہیں ۔

(۱۸) ۔ علامہ احمدبلاذری ااحادیث لکھتے ہیں کہ آپ پیدا ہوکر محجوب ہوگئے ہیں ۔

(۱۹) ۔ علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسالہ نوادر میں ہے، محمدبن حسن (المہدی) کے بارے میں شیعوں کا کہنا درست ہے ۔

(۲۰) ۔ علامہ شمس الدین جزری نے بحوالہ مسلسلات بلاذری اعتراف کیا ہے ۔

(۲۱) ۔ علامہ علاالدولہ احمدمنانی صاحب تاریخ خمیس دراحوالی النفس نفیس اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام مہدی غیبت کے بعد ابدال پھر قطب ہوگئے۔

علامہ نوراللہ بحوالہ کتابیان الاحسان لکھتے ہیں کہ امام مہدی تکمیل صفات کے لئے غائب ہوئے ہیں

۲۴ علامہ ذہبی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی ۲۵۶ میں پیدا ہوکرمعدوم ہوگئے ہیں

۲۵ علامہ ابن حجرمکی کی کتاب صواعق محرقہ میں ہے کہ امام مہدی المنتظر پیدا ہوکرسرداب میں غائب ہوگئے ہیں ۔

۲۶ علامہ عصرکی کتاب وفیات الاعیان کی جلد۲ ص ۴۵۱میں ہے کہ امام مہدی کی عمرامام حسن عسکری کی وفات کے وقت ۵سال تھی وہ سرداب میں غائب ہوکرپھر واپس نہیں ہوے ۔

۲۷ علامہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرۃالخواص الامہ کے ص ۲۰۴ میں ہے کہ آپ کا لقب القائم، المنتظر، الباقی ہے ۔

۲۸ علامہ عبیداللہ امرتسری کی کتاب ارجح المطالب کے ص ۳۷۷ میں بحوالہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان مرقوم ہے کہ آپ اسی طرح زندہ باقی ہیں جس طرح عیسی، خضر، الیاس وغیرہ ہم زندہ اور باقی ہیں۔

۲۹ علامہ شیخ سلیمان تمندوزی نے کتاب ینابع المودۃ ص ۳۹۳ میں

۳۰ علامہ ابن خشاب نے کتاب موالید اہل بیت میں

۳۱ علامہ شبلنجی نے نورالابصار کے ص ۱۵۲ طبع مصر ۱۲۲۲ میں بحوالہ کتاب البیان لکھا ہے کہ امام مہدی غائب ہونے کے بعد اب تک زندہ اور باقی ہیں اور ان کے وجود کے باقی، اور زندہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے وہ اسی طرح زندہ اور باقی ہیں جس طرح حضرت عیسی، حضرت خضر اور حضرت الیاس وغیرہم زندہ اور باقی ہیں ان اللہ والوں کے علاوہ دجال، ابلیس بھی زندہ ہیں جیسا کہ قرآن مجید صحیح مسلم ،تاریخ طبری وغیرہ سے ثابت ہے لہذا "لا امتناع فی بقائہ" ان کے باقی اور زندہ ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے علامہ چلپی کتاب کشف الظنون کے ص ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان ابوعبداللہ محمد بن یوسف کنجی شافعی کی تصنیف ہے۔ (علامہ فاضل روزبہان کی ابطال الباطل میں ہے کہ امام مہدی قائم ومنتظر ہیں وہ آفتاب کی مانند ظاہر ہوکر دنیا کی تاریکی، کفر زائل کردے گے۔

۳۱ علامہ علی متقی کی کتاب کنزالعمال کی جلد ۷ کے ص ۱۱۴ میں ہے کہ آپ غائب ہیں ظہور کرکے ۹ سال حکومت کریں گے۔

۳۲ علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب درمنشور جلد ۳ ص ۲۳ میں ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے بعد عیسی نازل ہونگے وغیرہ۔

امام مہدی کی غیبت اور آپ کا وجود وظہور قرآن مجید کی روشنی میں:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اور آپ کے موجود ہونے اور آپ کے طول عمر نیز آپ کے ظہور وشہود اور ظہور کے بعد سارے دین کو ایک کردینے کے متعلق ۹۴ آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں جن میں سے اکثر دونوں فریق نے تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح بے شمار خصوصی احادیث بھی ہیںتفصیل کے لئے ملاحظہ ہو غایۃ المقصود وغایۃ المرام علامہ ہاشم بحرانی اور ینابع المودۃ، میں اس مقام پر صرف دوتین آیتیں لکھتا ہوں:

۱) آپ کی غیبت کے متعلق: آلم ذلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ہے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیںکہ ایمان بالغیب سے امام مہدی کی غیبت مراد ہے۔ نیک بخت ہیں وہ لوگ جو ان کی غیبت پر صبر کریں گے اور مبارک باد کے قابل ہیں۔ وہ سمجھدار لوگ جو غیبت میں بھی ان کی محبت پر قائم رہیں گے۔ (ینابع المودۃ ص ۳۷۰ طبع بمبئی)

۲) آپ کے موجود اور باقی ہونے کے متعلق "جعلھا کلمۃباقیۃفی عقبہ" ہے ابراہیم کی نسل میں کلمہ باقیہ کو قرار دیا ہے جو باقی اور زندہ رہے گا اس کلمہ باقیہ سے امام مہدی کا باقی رہنا مراد ہے اور وہی آل محمد میں باقی ہیں ۔(تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی ص۲۲۶) ۔

3) آپ کے ظہور اور غلبہ کے متعلق "یظہرہ علی الدین کلہ" جب امام مہدی بحکم خدا ظہور فرمائیں گے تو تمام دینوں پر غلبہ حاصل کرلیں گے یعنی دنیا میں سوا ایک دین اسلام کے کوئی اور دین نہ ہوگا ۔(نورالابصار ص ۱۵۳ طبع مصر)۔

امام مہدی کا ذکر کتب آسمانی میں

:

حضرت داؤد کی زبور کی آیت ۴#مرموز ۹۷ میں ہے کہ آخری زمانہ میں جو انصاف کا مجسمہ انسان آئے گا، اس کے سر پر ابر سایہ فگن ہوگا ۔ کتاب صفیائے پیغمبر کے فصل ۳ آیت ۹ میں ہے آخری زمانے میں تمام دنیا موحد ہوجائے گی ۔ کتاب زبور مرموز ۱۲۰ میں ہے جو آخرالزماں آئے گا، اس پر آفتاب اثر انداز نہ ہوگا۔ صحیفہ شعیا پیغمبر کے فصل ۱۱ میں ہے کہ جب نور خدا ظہور کرے گا تو عدل وانصاف کا ڈنکا بجے گا ۔ شیر اور بکری ایک جگہ رہیں گے چیتا اور بزغالہ ایک ساتھ چریں گے شیر اور گوسالہ ایک ساتھ رہیں گے ،گوسالہ اور مرغ ایک ساتھ ہونگے شیر اور گائے میں دوستی ہوگی ۔ طفل شیرخوار سانپ کب بل میں ہاتھ ڈالے گا اور وہ کاٹے گا نہیں پھر اسی صفحہ کے فصل ۲۷ میں ہے کہ یہ نور خدا جب ظاہر ہوگا، تو تلوار کے ذریعہ سے تمام دشمنوں سے بدلہ لے گا صحیفہ تنجاس حرف الف میں ہے کہ ظہور کے بعد ساری دنیا کے بت مٹادیئے جائیں گے ،ظالم اور منافق ختم کردیئے جائیں گے یہ ظہور کرنے والا کنیز خدا (نرجس) کا بیٹا ہوگا ۔ توریت کے سفر انبیامیں ہے کہ مہدی ظہور کریں گے عیسی آسمان سے اتریں گے ،دجال کو قتل کریں گے انجیل میں ہے کہ مہدی اور عیسی دجال اور شیطان کو قتل کریں گے ۔ اسی طرح مکمل واقعہ جس میں شہادت امام حسین اور ظہور مہدی علیہ السلام کا اشارہ ہے ۔ انجیل کتاب دانیال باب ۱۲ فصل ۹ آیت ۲۴ رویائے ۲#میں موجود ہے (کتاب الوسائل س ۱۲۹ طبع بمبئی ۱۳۳۹ ہجری)۔

امام مہدی کی غیبت کی وجہ :

مذکورہ بالا تحریروں سے علما اسلام کا اعتراف ثابت ہوچکا یعنی واضح ہوگیا کہ امام مہدی کے متعلق جو عقائد اہل تشیع کے ہیں وہی منصف مزاج اور غیر متعصب اہل تسنن کے علماء کے بھی ہیں اور مقصد اصل کی تائید قرآن کی آیتوں نے بھی کردی ، اب رہی غیبت امام مہدی کی ضرورت اس کے متعلق عرض ہے کہ :

۱) اخلاق عالم نے ہدآیت خلق کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور کثیر التعداد ان کے اوصیا بھیجے۔ پیغمبروں میں سے ایک لاکھ تیس ہزار نوسو ننانوےں انبیاء کے بعد چونکہ حضور رسول کریم تشریف لائے تھے۔ لہذا ان کے جملہ صفات وکمالات و معجزات حضرت محمد مصطفی صلعم میں جمع کردئیے تھے اور آپ کو خدا نے تمام انبیاء کے صفات کا جلوہ بردار بنایا بلکہ خود اپنی ذات کا مظہر قرار دیا تھا اور چونکہ آپ کو بھی اس دنیائے فانی سے ظاہری طور پر جانا تھا اس لئے آپ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علی کو ہر قسم کے کمالات سے بھرپور کردیا تھا یعنی حضرت علی اپنے ذاتی کمالات کے علاوہ نبوی کمالات سے بھی ممتاز ہوگئے تھے۔ سرورکائنات کے بعد کائنات عالم صرف ایک علی کی ہستی تھی جو کمالات انبیاء کی حامل تھی آپ کے بعد سے یہ کمالات اوصیا میں منتقل ہوتے ہوئے امام مہدی تک پہونچے بادشاہ وقت امام مہدی کو قتل کرنا چاہتا تھا اگر وہ قتل ہوجاتے تو دنیا سے انبیاء و اوصیاء کا نام ونشان مٹ جاتا اور سب کی یادگار یک ضرب شمشیر ختم ہوجاتی اور چونکہ انھےں انبیاء کے ذریعہ سے خداوند عالم متعارف ہوا تھا لہذا اس کا بھی ذکر ختم ہوجاتا اس لئے ضرورت تھی کہ ایسی ہستی کو محفوظ رکھا جائے جو جملہ انبیاء اور اوصیاء کی یادگار اور تمام کے کمالات کی مظہر ہو۔

۲) خداوندے عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے'' وجعلها كلمة باقية فى عقبة '' ابراہیم کی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دیا ہے نسل ابراہیم دوفرزندوں سے چلی ہے ایک اسحاق اور دوسرے اسماعیل۔ اسحاق کی نسل سے خداوندعالم جناب عیسی کو زندہ وباقی قرار دے کر آسمان پر محفوظ کرچکا تھا۔ اب بہ مقتضائے انصاف ضرورت تھی کہ نسل اسماعیل سے کسی ایک کو باقی رکھے اور وہ بھی زمین پر کیونکہ آسمان پر ایک باقی موجود تھا، لہذا امام مہدی کو جو نسل اسماعیل سے ہیں زمین پر زندہ اور باقی رکھا اور انھےں بھی اسی طرح دشمنوں کے شر سے محفوظ کردیا جس طرح حضرت عیسی کو محفوظ کیا تھا۔

۳) یہ مسلمات اسلامی سے ہے کہ زمین حجت خدا اور امام زمانہ سے خالی نہیں رہ سکتی (اصول کافی ۱۰۳ طبع نولکشور) چونکہ حجت خدا اس وقت امام مہدی کے سوا کوئی نہ تھا اور انھےں دشمن قتل کردینے پر تلے ہوئے تھے اس لئے انھےں محفوظ و مستور کردیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ حجت خدا کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور انھےں کے ذریعہ سے روزی تقسیم کی جاتی ہے (بحار)۔

۴) یہ مسلم ہے کہ حضرت امام مہدی جملہ انبیاء کے مظہر تھے اس لئے ضرورت تھی کہ انھےں کی طرح ان کی غیبت بھی ہوتی یعنی جس طرح بادشاہ وقت کے مظالم کی وجہ سے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت عیسی اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے عہدحیات میں مناسب مدت تک غائب رہ چکے تھے اسی طرح یہ بھی غائب رہتے۔

۵) قیامت کا آنا مسلم ہے اور واقعہ قیامت میں امام مہدی کا ذکر بتاتا ہے کہ آپ کی غیبت مصلحت خداوندی کی بناء پر ہوئی ہے۔

۶) سورہ انا انزلنا سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول ملائکہ شب قدر میں ہوتا رہتا ہے یہ ظاہر ہے کہ نزول ملائکہ انبیاء و اوصیاء ہی پر ہوا کرتا ہے۔ امام مہدی کو اس لئے موجود اور باقی رکھا گیا ہے تاکہ نزول ملائکہ کی مرکزی غرض پوری ہو سکے، اور شب قدر میں انھے پر نزول ملائکہ ہو سکے حدیث میں ہے کہ شب قدر میں سال بھر کی روزی وغیرہ امام مہدی تک پہونچا دی جاتی ہے اور وہی اس تقسیم کرتے رہتے ہیں۔

۷) حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا یہ دوسری بات ہے کے عام لوگ اس حکمت و مصلحت سے واقف نہ ہوں غیبت امام مہدی اسی طرح مصلحت و حکمت خداوندی کی بنا پر عمل میں آئی ہے جس طرح طواف کعبہ، رمی جمرہ وغیرہ ہے جس کی اصل مصلحت خداوندعالم ہی کو معلوم ہے۔

۸) امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمانا ہے کہ امام مہدی کو اس لئے غائب کیا جائے گا تاکہ خداوندعالم اپنی ساری مخلوق کا امتحان کرکے یہ جانچے کہ نیک بندے کون ہیں اور باطل پرست کون لوگ ہیں (اکمال الدین)۔

۹) چونکہ آپ کو اپنی جان کا خوف تھا اور یہ طے شدہ ہے کہ "من خاف علی نفسہ احتاج الی الاستتار" کہ جسے اپنے نفس اور اپنی جان کا خوف ہو وہ پوشیدہ ہونے کو لازمی جانتا ہے (المرتضی)۔

10) آپ کی غیبت اس لئے واقع ہوئی ہے کہ خداوندعالم ایک وقت معین میں آل محمد پر جو مظالم کیے گئے ہیں۔ ان کا بدلہ امام مہدی کے ذریعہ سے لے گا یعنی آپ عہد اول سے لے کر بنی امیہ اور بنی عباس کے ظالموں سے مکمل بدلہ لیں گے۔ (اکمال الدین)۔

غیبت امام مہدی جفر جامعہ کی روشنی میں :

علامہ شیخ قندوزی بلخی حنفی رقمطراز ہیں کے سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ ہم اور مفضل بن عمر، ابوبصیر، ابان بن تغلب ایک دن صادق آل محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ زمین پر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ " اے محمد! تمہاری غیبت کی خبر نے میرا دل بے چین کردیا ہے " میں نے عرض کی حضور خدا آپ کی آنکھوں کو بھی نہ رلائے بات کیا ہے کس لئے حضور گریہ کنا ہیں فرمایا۔ اے سدیر! میں نے آج کتاب "جعفر جامع " میں بوقت صبح امام مہدی کی غیبت کا مطالعہ کیا ہے، اے سدیر! یہ وہ کتاب ہے جس میں "علم ماکان ومایکون" کا اندراج ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب اس میں لکھا ہوا ہے اے سدیر! میں نے اس کتاب میں یہ دیکھا ہے کہ ہماری نسل سے امام مہدی ہوں گے۔ پھر وہ غائب ہوجائیں گے اور ان کی غیبت نیز عمر بہت طویل ہوگی ان کی غیبت کے زمانہ میں مومنین مصائب میں مبتلا ہونگے اور ان کے امتحانات ہوتے رہیں گے اور غیبت میں تاخیر کی وجہ سے ان کے دلوں میں شکوک پیدا ہوتے ہوں گے پھر فرمایا: اے سدیر سنو! ان کی ولادت حضرت موسی کی طرح ہوگی اور ان غیبت عیسی کی مانند ہوگی اور ان کے ظہور کا حال حضرت نوح کے مانند ہوگا اور ان کی عمر حضرت خضر کی عمر جیسی ہوگی (ینابع المودة) اس حدیث کی مختصر شرح یہ ہے کہ:

۱) تاریخ میں ہے کہ جب فرعون کو معلوم ہوا کہ میری سلطنت کا زوال ایک مولود بنی اسرائیل کے ذریعہ ہوگا تو اس نے حکم جاری کردیا کہ ملک میں کوئی عورت حاملہ نہ رہنے پائے اور کوئی بچہ باقی نہ رکھا جائے چنانچہ اسی سلسلہ میں ۴۰ ہزار بچے ضائع کئے گئے لیکن نے خدا حضرت موسی کو فرعون کی تمام ترکیبوں کے باوجود پیدا کیا، باقی رکھا اور انھیں کے ہاتھوں سے اس کی سلطنت کا تختہ الٹوایا۔ اسی طرح امام مہدی کے لئے ہوا کہ تمام بنی امیہ اور بنی عباسیہ کی سعی بلیغ کے باوجود آپ بطن نرجس خاتون سے پیدا ہوئے اور کوئی آپ کو دیکھ تک نہ سکا۔

۲) حضرت عیسی کے بارے میں تمام یہودی اور نصرانی متفق ہیں کہ آپ کو سولی دیدی گئی اور آپ قتل کئے جا چکے، لیکن خدا وندعالم نے اس کی رد فرمادی اور کہ دیا کہ وہ نہ قتل ہوئے ہیں اور نہ ان کو سولی دی گئی ہے یعنی خداوندعالم نے اپنے پاس بلا لیا ہے اور وہ آسمان پر امن وامان خدا میں ہیں۔ اسی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بھی لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ پیدا ہی نہیں ہوئے حالانکہ وہ پیدا ہوکر حضرت عیسی کی طرح غائب ہو چکے ہیں۔

۳حضرت نوح نے لوگوں کی نافرمانی سے عاجز آکر خدا کے عذاب کے نزول کی درخواست کی خداوند عالم نے فرمایا کہ پہلے ایک درخت لگاؤ وہ پھل لائے گا تب عذاب کرونگا اسی طرح نوح نے سات مرتبہ کیا بالاخر اس تاخیر کی وجہ سے آپ کے تمام دوست وموالی اور ایمان دار کافر ہوگئے اور صرف ستر مومن رہ گئے۔ اسی طرح غیبت امام مہدی اور تاخیر ظہور کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

لوگ فرامین پیغمبراور آئمہ علیہم السلام کی تکذیب کررہے ہیں اور عوام مسلم بلاوجہ اعتراضات کر کے اپنی عاقبت خراب کررہے ہیں اورشاید اسی وجہ سے مشہور ہے کہ جب دنیا میں چالیس مومن کامل رہ جائیں گے تب آپ کا ظہور ہوگا۔

3) حضرت خضر جوزندہ اورباقی ہیں اورقیامت تک موجود رہیں گے اورجب کہ حضرت خضر کے زندہ اورباقی رہنے میں مسلمانوں کوکوئی اختلاف نہیں ہے حضرت امام مہدی کے زندہ اورباقی رہنے میں بھی کوئی اختلاف کی وجہ نہیں ہے۔

غیبت صغری وکبری اورآپ کے سفرا

آپ کی غیبت کی دو حیثیت تھی، ایک صغری اوردوسری کبری، غیبت صغری کی مدت ۷۵ یا ۷۳ سال تھی۔ اس کے بعد غیبت کبری شروع ہوگئی غیبت صغری کے زمانے میں آپ کا ایک نائب خاص ہوتا تھا جس کے ذریعہ اہتمام ہر قسم کانظام چلتا تھا سوال وجواب، خمس وزکوۃ اوردیگرمراحل اسی کے واسطہ طے ہوتے تھے خصوصی مقامات محروسہ میں اسی کے ذریعہ اورسفارش سے سفرا مقرر کئے جاتے تھے۔

سب سے پہلے جنہیں نائب خاص ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کانام نامی واسم گرامی حضرت عثمان بن سعید عمری تھا آپ حضرت امام علی نقی علیہ السلام اورامام حسن عسکری علیہ السلام کے معتمد خاص اوراصحاب خلص میں سے تھے آپ قبیلہ بنی اسد سے تھے آپ کی کنیت ابوعمر تھی، آپ سامرہ کے قریہ عسکر کے رہنے والے تھے وفات کے بعد آپ بغداد میں دروازہ جبلہ کے قریب مسجد میں دفن کئے گئے آپ ک وفات کے بعد بحکم امام علیہ السلام آپ کے فرزند، حضرت محمد بن عثمان بن سعید اس عظیم منزلت پرفائزہوئے، آپ کی کنیت ابوجعفر تھی آپ نے اپنی وفات سے ۲ ماہ قبل اپنی قبرکھدوادی تھی آپ کا کہنا تھا کہ میں یہ اس لئے کررہاہوں کہ مجھے امام علیہ السلام نے بتادیاہے اورمیں اپنی تاریخ وفات سے واقف ہوں آپ کی وفات جمادی الاول ۳۰۵ ہجری میں واقع ہوئی ہے اورآپ ماں کے قریب بمقام دروازہ کوفہ سرراہ دفن ہوئے۔ پھرآپ کی وفات کے بعدبواسطہ مرحوم حضرت امام علیہ السلام کے حکم سے حضرت حسین بن روح اس منصب عظیم پرفائزہوئے۔ جعفربن محمد بن عثمان سعید کاکہنا ہے ،کہ میرے والد حضرت محمد بن عثمان نے میرے سامنے حضرت حسین بن روح کواپنے بعد اس منصب کی ذمہ داری کے متعلق امام علیہ السلام کا پیغام پہنچایا تھا۔ حضرت حسین بن روح کی کنیت ابوقاسم تھی آپ محلہ نوبخت کے رہنے والے تھے آپ خفیہ طورپرجملہ ممالک اسلامیہ کادورہ کیاکرتے تھے آپ دونوں فرقوں کے نزدیک معتمد، ثقہ، صالحاورامین قراردئے گئے ہیں آپ کی وفات شعبان ۳۲۶ میں ہوئی اورآپ محلہ نوبخت کوفہ میں مدفون ہوئے ہیں آپ کی وفات کے بعد بحکم امام علیہ السلام حضرت علی بن محمد السمری اس عہدہ جلیلہ پرفائزہوئے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی، آپ اپنے فرائض انجام دئے رہے تھے، جب وقت قریب آیاتوآپ سے کہاگیا کہ آپ اپنے بعد کاکیا انتظام کرینگے۔ آپ نے فرمایا کہ اب آئندہ یہ سلسلہ قائم نہ رہے گا۔ (مجالس المومنین ص ۸۹ وجزیزہ

خضر اص ۶ وانوار الحسینیہ ص ۵۵) ۔ ملاجامی اپنی کتاب شواہد النبوت کے ص ۲۱۴ میں لکھتے ہیں کہ محمد السمری کے انتقال سے ۶ یوم قبل امام علیہ السلام کا ایک فرمان ناحیہ مقدسہ سے برآمد ہوا ۔ جس میں ان کی وفات کا ذکر اور سلسہ سفارت کے ختم ہونے کا تذکرہ تھا ۔ امام مہدی کے خط کے عیون الفاظ یہ ہیں

بسم اللہ الرحمن ا لرحیم

"یاعلی بن مُحَمَّد عظم اللہ اجراخرانک فیک فانک میت مابینک وبین ستة ایام فاجمع امرک ولاترض الی احد یقوم مقامک بعدوفاتک فقد وقعت الغیبة السامة فلاظہورالا بعداذن اللہ تعالی وذلک بعد طول الامد الخ"

ترجمہ : اے علی بن محمد! خداوند عالم تمہارے بارے میں تمہارے بھائیوں اور تمہارے اوردوستوں کو اجر جزیل عطا کرے ،تمہیں معلوم ہو کہ تم چھ یوم میں وفات پانے والے ہو، تم اپنے انتظامات کر لو۔ اور آئندہ کے لئے اپنا کوئی قائم مقام تجویز وتلاش نہ کرو۔ اس لئے کہ غیبت کبری واقع ہوگئی ہے اور اذن خدا کے بغیر ظہورنا ممکن ہوگا ۔ یہ ظہور بہت طویل عرصہ کے بعد ہوگا ۔

غرضکہ چھ یوم گذرنے کے بعد حضرت ابوالحسن علی بن محمد السمری بتاریخ ۱۵ شعبان ۳۲۹ انتقال فرماگئے ۔ اور پھر کوئی خصوصی سفیر مقرر نہیں ہوا اور غیبت کبری شروع ہوگئی ۔

سفرا عمومی کے اسماء

مناسب معلوم ہوتاہے کہ ان سفرا کے اسماء بھی درج ذیل کردئے جائیں جو انھیں نواب خاص کے ذریعہ اور سفارش سے بحکم امام ممالک محروسہ مخصوصہ میں امام علیہ السلام کا کام کرتے تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے ۔

بغداد سے حاجز، بلالی، عطار۔ کوفہ سے عاصمی ۔ اہواز سے محمد بن ابراہیم بن مہریار ۔ ہمدان سے محمد بن صالح ۔ رے سے بسامی واسدی ۔ آذربائیجان سے قسم بن علا۔ نیشاپور سے محمد بن شاذان ۔ قسم سے احمد بن اسحاق۔ (غایۃ المقصود جلد ا ص ۱۲۰)۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے بعد:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت چونکہ خداوندعالم کی طرف سے بطور لطف خاص عمل میں آئی تھی ،اس لئے آپ خدائی خدمت میں ہمہ تن منہمک ہوگئے اور غائب ہونے کے بعد آپ نے دین اسلام کی خدمت شروع فرمادی ۔ مسلمانوں، مومنوں کے خطوط کے جوابات دینے ، ان کی بوقت ضرورت رہبری کرنے اور انھیں راہ راست دکھانے کا فریضہ ادا کرنا شروع کردیا ضروری خدمات آپ زمانہ غیبت صغری میں بواسطہ سفرا یابلاواسطہ اور زمانہ غیبت کبری میں بلاواسطہ انجام دیتے رہے اور قیامت تک انجام دیتے رہینگے۔

۳۰۷ ہجری میں آپ کا حجر اسود نصب کرنا:

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ زمانہ نیابت میں بعہد حسین بن روح ، ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ بارادہ حج بغداد گئے اور وہ مکہ معظمہ پہنچ کر حج کرنے کا فیصلہ کئے ہوئے تھے ۔ لیکن وہ بغداد پہنچ کر سخت علیل ہوگئے ۔ اسی دوران میں آپ نے سنا کہ قرامطہ نے حجر اسود کو نکال لیا ہے اور وہ اسے کچھ درست کرکے ایام حج میں پھر نصب کرینگے ۔ کتابوں میں چونکہ پڑھ چکے تھے کہ حجر اسود صرف امام زمانہ ہی نصب کر سکتا ہے جیسا کہ پہلے آنحضرت صلعم نے نصب کیا تھا ، پھر زمانہ حجاج میں امام زین العابدین نے نصب کیا تھا ۔ اسی بناء پر انھوں نے اپنے ایک کرم فرما" ابن ھشام " کے ذریعہ سے ایک خط ارسال کیا اور اسے کہ دیا کہ جو حجر اسود نصب کرے اسے یہ خط دیدینا ۔ نصب حجر کی لوگ سعی کر رہے تھے ۔ لیکن وہ اپنی جگہ پر قرار نہیں لیتا تھا کہ اتنے میں ایک خوبصورت نوجوان ایک طرف سے سامنے آیا اور اس نے اسے نصب کردیا اور وہ اپنی جگہ پر مستقر ہوگیا ۔ جب وہ وہاںسے روانہ ہوا تو ابن ہشام ان کے پیچھے ہولئے ۔ راستہ میں انھوںنے پلٹ کر کہا اے ابن ہشام ، تو جعفر بن محمد کا خط مجھے دیدے ۔ دیکھ اس میں اس نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ وہ کب تک زندہ رہے گا ۔ اس سے یہ کہدینا کہ وہ ابھی تیس سال اور زندہ رہے گا یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہوگئے ۔ ابن ہشام نے سارا واقعہ بغداد پہنچ کر جعفر بن قولویہ سے بیان کردیا ۔ غرضکہ وہ تیس سال کے بعد وفات پاگئے ۔ (کشف الغمہ ص ۱۳۳) اسی قسم کے کئی واقعات کتاب مذکور میں موجود ہیں ۔

علامہ عبدالرحمن ملاجامی رقمطراز ہیں کہ ایک شخص اسماعیل بن حسن ہرقلی جو نواحی حلہ میں مقیم تھا اس کی ران پر ایک زخم نمودار ہوگیا تھا جو ہر زمانہ بہار میں ابل آتا تھا جس کے علاج سے تمام دنیا کے اطبا عاجز اور قاصر ہوگئے تھے وہ ایک دن اپنے بیٹے شمس الدین کو ہمراہ لے کر سید رضی الدین علی بن طاؤس کی خدمت میں گیا ۔ انھوں نے پہلے تو بڑی سعی کی ، لیکن کوئی چارہ کار نہ ہوا ہر طبیب یہ کہتا تھا کہ یہ پھوڑا "رگ اکحل "پر ہے اگر اسے نشتر دیا جائے تو جان کا خطرہ ہے اس لئے اس کا علاج ناممکن ہے ۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ "چون از اطبا مایوس شدم عزیمت مشہد شریف سر من رائے کردم" جب میں تمام اطباء سے مایوس ہوگیا تو سامرہ کے سرداب کے قریب گیا ، اور وہاں پر حضرت صاحب الامر کو متوجہ کیا ، ایک شب دریائے دجلہ سے غسل کرکے واپس آرہا تھا کہ چار سوار نظر آئے ، ان میں سے ایک نے میرے زخم کے قریب ہاتھ پھیرا اور میں بالکل اچھا ہوگیا میں ابھی اپنی صحت پر تعجب ہی کر رہا تھا کہ ان میں سے ایک سوار نے جو سفید ریش تھے کہا کہ تعجب کیا ہے تجھے شفا دینے والے امام مہدی علیہ السلام ہیں یہ سن کر میں نے ان کے قدموں کا بوسہ دیا اور وہ لوگ نظروں سے غائب ہوگئے ۔ (شواہد النبوت ص ۲۱۴ و کشف الغمہ ص ۱۳۲) ۔

اسحاق بن یعقوب کے نام امام عصر کا خط :

علامہ طبرسی بحوالہ محمد بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ اسحق بن یعقوب نے بذریعہ محمد بن عثمان عمری حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خدمت ایک خط ارسال کیا جس میں کئی سوالات مندرج تھے ۔ حضرت نے بخط خود جواب تحریر فرمایا اور تمام سوالات کے جوابات تحریرا عنایت فرمائے جس کے اجزا یہ ہیں :

۱) جو ہمارا منکر ہے، وہ ہم سے نہیں ۔

۲) میرے عزیزوں میں سے جو مخالفت کرتے ہیں، ان کی مثال ابن نوح اور برادران یوسف کی ہے ۔

۳) فقاع یعنی جو کی شراب کا پینا حرام ہے ۔

۴) ہم تمہارے مال صرف اس لئے (بطور خمس قبول کرتے ہیں کہ تم پاک ہوجاؤ اورعذاب سے نجات حاصل کرسکو۔

۵) میرے ظہور کرنے اور نہ کرنے کا تعلق صرف خدا سے ہے جو لوگ وقت ظہور مقرر کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں جھوٹ بولتے ہیں ۔

۶) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام حسین قتل نہیں ہوئے وہ کافر جھوٹے اور گمراہ ہیں ۔

۷) تمام واقع ہونے والے حوادث میں میرے سفرا پر اعتماد کرو، وہ میری طرف سے تمہارے لئے حجت ہیں اور میں حجت اللہ ہوں ۔

۸) "محمد بن عثمان" امین اور ثقہ ہیں اور ان کی تحریر میری تحریر ہے ۔

۹) محمد بن علی مہریار اہوازی کا دل انشاء اللہ بہت صاف ہوجائے گا اور انھیں کوئی شک نہ رہے گا ۔

۱۰) گانے والی کی اجرت و قیمت حرام ہے ۔

۱۱) محمد بن شاذان بن نعیم ہمارے شیعوں میں سے ہے ۔

۱۲) ابو الخطاب محمد بن ابی زینب اجدع ملعون ہے اور ان کے ماننے والے بھی ملعون ہیں ۔ میں اور میرے باپ دادا اس سے اور اس کے باپ دادا سے ہمیشہ بے زار رہے ہیں ۔

۱۳) جو ہمارا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں ۔

۱۴) خمس ہمارے سادات شیعہ کے لئے حلال ہے ۔

۱۵) جو لوگ دین خدا میں شک کرتے ہیں وہ اپنے خود ذمہ دار ہیں ۔

۱۶) میری غیبت کیوں واقع ہوئی ہے ۔ یہ بات خدا کی مصلحت سے متعلق ہے اس کے متعلق سوال بیکار ہے۔ میرے آباؤ اجداد دنیا والوں کے شکنجہ میں رہے ہیں لیکن خدا نے مجھے اس شکنجہ سے بچا لیا ہے جب میں ظہور کرونگا بالکل آزاد ہونگا ۔

17) زمانہ غیبت میں مجھ سے فائدہ کیا ہے ؟ اس کے متعلق یہ سمجھ لو کہ میری مثال غیبت میں ویسی ہے جیسے ابر میں چھپے ہوئے آفتاب کی ۔ میں ستاروں کی مانند اہل ارض کے لئے امان ہوں تم لوگ غیبت اورظہور سے متعلق سوالات کا سلسلہ بند کرو اور خداوندعالم کی بارگاہ میں دعا کرو کہ وہ جلد میرے ظہور کا حکم دے ، اے اسحاق ! تم پر اوران لوگوں پر میرا سلام ہو جو ہدآیت کی اتباع کرتے ہیں ۔ (اعلام الوری ص ۲۵۸ مجالس المومنین ص ۱۹۰، کشف الغمہ ص ۱۴۰)۔

شیخ محمد بن محمد کے نام امام زمانہ کا مکتوب گرامی

علما کا بیان ہے کہ حضرت امام عصر علیہ السلام نے جناب شیخ مفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا ہے ۔ جس میں انھوں نے شیخ مفید کی مدح فرمائی ہے اوربہت سے واقعات سے موصوف کو آگاہ کیا ہے ان کے مکتوب گرامی کا ترجمہ یہ ہے :

میرے نیک برادر اور لائق محب ، تم پر میرا سلام ہو ۔ تمہیں دینی معاملہ میں خلوص حاصل ہے اور تم ہمارے بارے میں یقین کامل رکھتے ہو ۔ ہم اس خدا کی تعریف کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔ ہم درود بھیجتے ہیں حضرت محمد مصطفی اوران کی پاک آل پر ہماری دعاء ہے کہ خدا تمہاری توفیقات دینی ہمیشہ قائم رکھے اور تمہیںنصرت حق کی طرف ہمیشہ متوجہ رکھے ۔ تم جو ہمارے بارے میں صدق بیانی کرتے رہتے ہو ، خدا تم کو اس کا اجر عطا فرمائے ۔ تم نے جو ہم سے خط وکتابت کا سلسہ جاری رکھا اور دوستوں کو فائدہ پہونچایا ، وہ قابل مدح وستائش ہے ۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تم کو دشمنوں کے مقابلہ میں کامیاب رکھے ۔ اب ذرا ٹھہر جاؤ ۔ اور جیسا ہم کہتے ہیں اس پر عمل کرو ۔ اگرچہ ہم ظالموں کے امکانات سے دور ہیں لیکن ہمارے لئے خدا کافی ہے جس نے ہم کو ہمارے شیعہ مومنین کی بہتری کے لئے ذرائع دکھائے دئیے ہیں ۔ جب تک دولت دنیا فاسقوں کے ہاتھ میں رہے گی ۔ ہم کو تمہاری خبریں پہونچتی رہیں گی اور تمہارے معاملات کے متعلق کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہ رہے گی ۔ ہم ان لغزشوں کو جانتے ہیں جو لوگوں سے اپنے نیک اسلاف کے خلاف ظاہر ہورہی ہیں ۔ (شاید اس سے اپنے چچا جعفر کی طرف اشارہ فرمایا ہے) انھوںنے اپنے عہدوں کو پس پشت ڈال دیا ہے ، گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں ۔ تاہم ہم ان کی رعآیتوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ان کے ذکر بھولنے والے ہیں اگر ایسا ہوتا تو ان پر مصیبتیں نازل ہوجاتیں اور دشمنوں کو غلبہ حاصل ہوجاتا ، پس ان سے کہو کہ خدا سے ڈرو اور ہمارے امرونہی کی حفاظت کرو اور اللہ اپنے نور کا کامل کرنے والا ہے ، چاہے مشرک کیسے ہی کراہت کریں ۔ تقیہ کو پکڑے رہو ، میں اس کی نجات کا ضامن ہوں جو خدا کی مرضی کا راستہ چلے گا ۔ اس سال جمادی الاول کا مہینہ آئے گا تو اس کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا تمہارے لئے زمین وآسمان سے روشن آیتیں ظاہر ہونگی ۔ مسلمانوں کے گروہ حزن وقلق میں بمقام عراق پھنس جائیں گے اور ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے رزق میں تنگی ہوجائے گی پھر یہ ذلت ومصیبت شریروںکی ہلاکت کے بعد دور ہوجائیگی ۔

ان کی ہلاکت سے نیک اور متقی لوگ خوش ہوں گے لوگوں کو چاہیے کہ وہ ایسے کام کریں جن سے ان میں ہماری محبت زیادہ ہو ۔یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جب موت یکایک آجائے گی تو باب توبہ بند ہوجائے گا اور خدائی قہر سے نجات نہ ملے گی خدا تم کو نیکی پر قائم رکھے ،اور تم پر رحمت نازل کرے ۔"

میرے خیال میں یہ خط عہد غیبت کبری کا ہے ،کیونکہ شیخ مفید کی ولادت ۱۱ ذیقعدہ ۳۳۶ ہجری ہے اور وفات ۳ رمضان ۴۱۳ میں ہوئی ہے اور غیبت صغری کا اختتام ۱۵ شعبان ۳۲۹ میں ہوا ہے علامہ کبیر حضرت شہید ثالث علامہ نور اللہ شوشتری مجالس المومنین کے ص ۲۰۶ میں لکھتے ہیں کہ شیخ مفید کے مرنے کے بعد حضرت امام عصر نے تین شعر ارسال فرمائے تھے جو مرحوم کی قبر پر کندہ ہیں ۔

ان حضرات کے نام جنھوں نے زمانہ غیبت صغری میں امام کو دیکھا ہے

چار وکلائے خصوصی اور سات وکلائے عمومی کے علاوہ جن لوگوں نے حضرت امام عصر علیہ السلام کو دیکھا ہے ان کے اسماء میں سے بعض کے نام یہ ہیں :

بغداد کے رہنے والوں میں سے (۱) ابو القاسم بن رئیس (۲) ابو عبداللہ ابن فروخ (۳) مسرور الطباخ (۴ ۔ ۵) احمد و محمد پسران حسن (۶) اسحاق کاتب از نوبخت (۷) صاحب الفرا (۸) صاحب الصرۃ المختومہ (۹) ابو القاسم بن ابی جلیس (۱۰) ابو عبداللہ الکندی (۱۱) ابو عبداللہ الجنیدی (۱۲) ہارون الفراز (۱۳) النیلی (ہمدان کے باشندوں میں سے) (۱۴) محمد بن کشمر (۱۵) و جعفر بن ہمدان (دینور کے رہنے والوں میں سے) (۱۶) حسن بن ہروان (۱۷) احمد بن ہروان (از اصفہان) (۱۸) ابن بازشالہ (از ضیمر) (۱۹) زیدان (از قم) (۲۰) حسن بن نصر (۲۱) محمد بن محمد (۲۲) علی بن محمد بن اسحاق (۲۳) محمد بن اسحاق (۲۴) حسن بن یعقوب (ازری) (۲۵) قسم بن موسی (۲۶) فرزند قسم بن موسی (۹۲۷ ابن محمد بن ہارون (۲۸) صاحب الحصاقہ (۲۹) علی بن محمد (۳۰) محمد بن یعقوب کلینی (۳۱) ابو جعفر الرقا (از قزوین) (۳۲) مرواس (۳۳) علی بن احمد (از فارس) (۳۴) المجروح (از شہزور) (۳۵) ابن الجمال (از قدس) (۳۶) مجروح (ازمرو) (۳۷) صاحب الالف دینار (۳۸) صاحب المال والرقۃ البیضا (۳۹) ابوثابت (از نیشابور) (۴۰) محمد بن شعیب بن صالح (از یمن) (۴۱) فضل بن برید (۴۲) حسن بن فضل (۴۳) جعفری (۴۴) ابن الا عجمی (۴۵) شمشاطی (از مصر) (۴۶) صاحب المولودین (۴۷) صاحب المال (۴۸) ابورحا (از نصیبین) (۴۹) ابو محمد ابن الوجنا (از اہواز) (۵۰) الحصینی (عاےۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۲۱) ۔

زیارت ناحیہ اور اصول کافی :

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ غیبت صغری میں ناحیہ مقدسہ سے ایک ایسی زیارت برآمد ہوئی ہے جس میں تمام شہدا کربلا کے نام اور انکے قاتلوں کے آسماہیں ۔ اس "زیارت ناحیہ" کے نام سے موسوم کیاجاتاہے ۔ اسی طرح یہ بھی کہاجاتاہے کہ اصول کافی جوکہ حضرت ثقۃ الاسلام علامہ کلینی المتوفی ۳۲۸ کی ۲۰ سالہ تصنیف ہے وہ جب امام عصرکی خدمت میں پیش ہوئی توآپ نے فرمایا : " ھذا کاف لشیعتنا ۔" یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے زیارت ناحیہ کی توثیق بہت سے علماء نے کی ہے جن میں علامہ طبرسی اور مجلسی بھی ہیں دعائے سباسب بھی آپ ہی سے مروی ہے ۔

غیبت کبری میں امام مہدی کامرکزی مقام :

امام مہدی علیہ السلام چونکہ اسی طرح زندہ اورباقی ہیں جس طرح حضرت عیسی ، حضرت ادریس ، حضرت خضر، حضرت الیاس ۔ نیزدجال بطال ، یاجوج ماجوج اورابلیس لعین زندہ اورباقی ہیں اوران سب کامرکزی مقام موجود ہے ۔ جہاں یہ رہتے ہیں مثلا حضرت عیسی چوتھے آسمان پر(قرآن مجید) حضرت ادریس جنت میں (قرآن مجید) حضرت خضراورالیاس ، مجمع البحرین یعنی دریائے فارس وروم کے درمیان پانی کے قصرمیں (عجائب القصص علامہ عبدالواحد ص ۱۷۶) اوردجال بطال طبرستان کے جزیرہ مغرب میں (کتاب غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۰۲) اوریاجوج ماجوج بحیرہ روم کے عقب میں دوپہاڑوں کے درمیان (کتاب غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۴۷) اورابلیس لعین ، استعمارارضی کے وقت والے پایہ تخت ملتان میں (کتاب ارشادالطالبین علامہ اخوند درویزہ ص ۲۴۳) تو لامحالہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کابھی کوئی مرکزی مقام ہوناضروری ہے جہاں آپ تشریف فرماہوں اوروہاں سے ساری کائنات میں اپنے فرائض انجام دیتے ہوں اسی لئے کہاجاتاہے کہ زمانہ غیبت میں حضرت امام مہدی علیہ السلام (جزیرہ خضرااور بحرابیض) میں اپنی اولاد اپنے اصحاب سمیت قیام فرماہیں اوروہیں سے باعجازتمام کام کیاکرتے اورہرجگہ پہنچاکرتے ہیں ، یہ جزیرہ خضرا سرزمین ولآیت بربریں درمیان دریائے اندلس واقع ہے یہ جزیرہ معموروآبادہے ، اس دریاکے ساحل میں ایک موضع بھی ہے جوبشکل جزیرہ ہے اسے اندلس والے (جزیرہ رفضہ) کہتے ہیں ،کیونکہ اس میں ساری آبادی شیعونکی ہے اس تمام آبادی کی خوراک وغیرہ جزیرہ خضرا سے براہ بحرابیض سال میں دوبار ارسال کی جاتی ہے ۔ملاحظہ ہو(تاریخ جہاں آرا ۔ ریاض العماء ،کفاےۃ المہدی ،کشف القناع ، ریاض المومنین ،غایۃ المقصود ،رسالہ جزیرہ خضراء و بحرابیض اورمجالس المومنین علامہ نوراللہ شوشتری وبحارالانوار ،علامہ مجلسی کتاب روضۃ الشہداء علامہ حسین واعظ کاشفی ص ۴۳۹ میں امام مہدی کے اقصائے بلادمغرب میں ہونے اوران کے شہروں پرتصرف رکھنے اورصاحب اولادوغیرہ ہونے کاحوالہ ہے ۔ امام شبلنجی علامہ عبدالمومن نے بھی اپنی کتاب نورالابصارکے ص ۱۵۲ میں اس کی طرف بحوالہ کتاب جامع الفنون اشارہ کیاہے ، غیاث اللغات کے ص ۷۲ میں ہے کہ یہ وہ دریاہے جس کے جانب مشرق چین ،جانب غربی یمن ، جانب شمالی ہند، جانب جنوبی دریائے محیط واقع ہے ۔ اس بحرابیض

واخضر کا طول ۲ ہزار فرسخ اور عرض پانچ سو فرسخ ہے اس میں بہت سے جزیزے آباد ہیں جن میں ایک سراندیب بھی ہے اس کتاب کے ص ۲۹۵ میں ہے کہ "صاحب الزمان" حضرت امام مہدی علیہ السلام کا لقب ہے علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ جس مکان میں رہتے ہیں اسے "بیت الحمد" کہتے ہیں۔ (اعلام الوری ص ۲۶۳)۔

جزیرہ خضرا میں امام علیہ السلام سے ملاقات

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی قیام گاہ جزیرہ خضرا میں جو لوگ پہنچے ہیں۔ ان میں سے شیخ صالح، شیخ زین العابدین ملی بن فاضل مازندرانی کا نام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آپ کی ملاقات کی تصدیق، فضل بن یحیی بن علی طبیعی کوفی و شیخ عالم عامل شیخ شمس الدین نجح حلی و شیخ جلال الدین، عبداللہ ابن عوام حلی نے فرمائی ہے۔ علامہ مجلسی نے آپ کے سفر کی ساری روئیداد ایک رسالہ کی صورت میں ضبط کیا ہے۔ جس کا مفصل ذکر بحارالانوار میں موجود ہے رسالہ جزیرہ خضراء کے ص ۱ میں ہے کہ شیخ اجل سعید شہید بن محمد مکی اور میر شمس الدین محمد اسداللہ شوشتری نے بھی تصدیق کی ہے۔

مؤلف کتاب ہذا کہتا ہے کہ حضرت کی ولادت حضرت کی غیبت، حضرت کا ظہور وغیرہ جس طرح رمز خداوندی اور راز الہی ہے اسی طرح آپ کی جائے قیام بھی ایک راز ہے جس کی اطلاع عام ضروری نہیں ہے، واضح ہو کہ کولمبس کے ادراک سے قبل بھی امریکہ کا وجود تھا۔

امام غائب کا ہر جگہ حاضر ہونا

احادیث سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام جو کہ مظہر العجائب حضرت علی کے پوتے، ہر مقام پر پہونچتے اور ہر جگہ اپنے ماننے والوں کے کام آتے ہیں۔ علما نے لکھا ہے کہ آپ بوقت ضرورت مذہبی لوگوں سے ملتے ہیں لوگ انھیں دیکھتے ہیں یہ اور بات ہے کہ انھیں پہچان نہ سکیں۔ (غایۃ المقصود)۔

امام مہدی اور حج کعبہ

یہ مسلمات میں سے ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہر سال حج کعبہ کے لئے مکہ معظمہ اسی طرح تشریف لے جاتے ہیں جس طرح حضرت خضر و الیاس جاتے ہیں (سراج القلوب ۷۷) علی احمد کوفی کا بیان ہے کہ میں طواف کعبہ میں مصروف و مشغول تھا کہ میری نظر ایک نہایت خوبصورت نوجوان پر پڑی، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا "انا المهدی وانا القائم۔" میں مہدی آخر الزماں اور قائم آل محمد ہوں۔ غانم ہندی کا بیان ہے کہ میں امام مہدی کی تلاش میں

ایک مرتبہ بغداد گیا، ایک پل سے گزرتے ہوئے مجھے ایک صاحب ملے اور وہ مجھے ایک باغ میں لے گئے اورانھونّنے مجھ سے ہندی زبان میں کلام کیا اورفرمایاکہ تم امسال حج کے لئے نہ جاؤ، ورنہ نقصان پہونچے گا محمد بن شاذان کا کہنا ہے کہ میں ایک دفعہ مدینہ میں داخل ہوا توحضرت امام مہدی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ، انھوں نے میراپورانام لے کرمجھے پکارا ،چونکہ میرے پورے نام سے کوئی واقف نہ تھا اس لئے مجھے تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں ؟فرمایا میں امام زمانہ ہوں ۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی تحریرفرماتے ہیں کہ عبداللہ بن صالح نے کہا کہ میں نے غیبت کبری کے بعد امام مہدی علیہ السلام کو حجراسود کے نزدیک اس حال میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ انھیں لوگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ۔ (ینابع المودۃ)۔

زمانہ غیبت کبری میں امام مہدی کی بیعت :

حضرت شیخ عبداللطیف حلبی حنفی کا کہنا ہے کہ میرے والد شیخ ابراہیم حسین کا شمار حلب کے مشائخ عظام میں تھا ۔وہ فرماتے ہیں کہ میرے مصری استاد نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ (ینابع المودۃباب ۸۵ ص ۳۹۲)

امام مہدی کی مومنین سے ملاقات :

رسالہ جزیرہ خضرا کے ص ۱۶ میں بحوالہ احادیث آل محمد مرقوم ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سے ہر مومن کی ملاقات ہوتی ہے۔ یہ اوربات ہے کہ مومنین انھیں مصلحت خداوندی کی بناء پراس طرح نہ پہچان سکیں جس طرح پہچاننا چاہیے مناسب معلوم ہوتاہے اس مقام پرمیں اپنا ایک خواب لکھ دوں ۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کل جبکہ میں امام زمانہ کے حالات لکھ رہاہوں حدیث مذکورہ پرنظرڈالنے کے بعد فوراً ذہن میں یہ خیال پیداہواکہ مولا سب کودکھائی دیتے ہیں ، لیکن مجھے آج تک نظرنہیں آئے ،اس کے بعد میں استراحت پرگیا اورسونے کے ارادے سے لیٹاابھی نیند نہ آئی تھی اورقطعی طورپرنیم بیداری کی حالت میں تھا کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ میرے کان سے جانب مشرق تا بحد نظرایک قوسی خط پڑاہواہے یعنی شمال کی جانب کاسارا حصہ عالم پہاڑہے اوراس پرامام مہدی علیہ السلام برہنہ تلوار لئے کھڑے ہیں اوریہ کہتے ہوئے کہ "نصف دنیا آج ہی فتح کرلوں گا۔" شمال کی جانب ایک پاؤں بڑھارہے ہیں آپ کاقد عام انسانوں کے قد سے ڈیوڑھا اورجسم دوہرا ہے ،بڑی بڑی سرگین آنکھیں اورچہرہ انتہائی روشن ہے آپ کے پٹے کٹے ہوئے ہیں اورسارا لباس سفید ہے اوروقت عصر کا ہے۔

یہ واقعہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۸ شب یکشنبہ بوقت ساڑھے چار بجے شب کا ہے۔

ملا محمد باقر داماد کا امام عصر سے استفادہ کرنا :

ہمارے اکثر علما علمی مسائل اور مذہبی ومعاشرتی مراحل حضرت امام مہدی ہی سے طے کرتے آئے ہیں ملا محمد باقر داماد جو ہمارے عظیم القدر مجتہد تھے ان کے متعلق ہے کہ ایک شب آپ نے ضریح نجف اشرف میں ایک مسئلہ لکھ کر ڈالا اس کے جواب میں ان سے تحریرا کہا گیا کہ تمھارا امام زمانہ اس وقت مسجد کوفہ میں نماز گذار رہے تم وہاں جاؤ، وہ وہاں جا پہونچے، خود بخود دروازہ مسجد کھل گیا۔ اور آپ اندر داخل ہو گئے آپ نے مسئلہ کا جواب حاصل کیا اوا آپ مطمئن ہو کر برآمد ہوئے۔

جناب بحر العلوم کا امام زمانہ سے ملاقات کرنا :

کتاب قصص العلما مولفہ علامہ تنکابنی ص ۵۵ میں مجتہد اعظم کربلائے معلی جناب آقا محمد مہدی بحر العلوم کے تذکرہ میں مرقوم ہے کہ ایک شب آپ نماز میں اندرون حرم مشغول تھے کہ اتنے میں امام عصر اپنے اب وجد کی زیارت کے لئے تشریف لائے جس کی وجہ سے ان کی زبان میں لکنت ہوئی اور بدن میں ایک قسم کا رعشہ پیدا ہو گیا پھر جب وہ واپس تشریف لے گئے تو ان پر جو ایک خاص قسم کی کیفیت طاری تھی وہ جاتی رہی۔ اس کے علاوہ آپ کے اسی قسم کے کئی واقعات کتاب مذکورہ میں مندرج ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام کا حمایت مذہب فرمانا واقعہ انار :

کتاب کشف الغمہ ۱۳۳ میں ہے کہ سید باقی بن عطوہ امامیہ مذہب کے تھے اور ان کے والد زیدیہ خیال رکھتے تھے ایک دن ان کے والد عطوہ نے کہا کہ میں سخت علیل ہو گیا ہوں اور اب بچنے کی کوئی امید نہیں۔ ہر قسم کے اطبا کا علاج کرا چکا ہوں، اے نور نظر ! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے تمہارے امام نے شفا دیدی، تو میں مذہب امامیہ اختیار کر لونگا یہ کہنے کے بعد جب یہ رات کو بستر پر گئے تو امام زمانہ کا ان پر ظہور ہوا، امام نے مقام مرض کو اپنا ہاتھ سے مس کر دیا اور وہ مرض جاتا رہا عطوہ نے اسی وقت مذہب امامیہ اختیار کر لیا اور رات ہی میں جا کر اپنے فرزند باقی علوی کو خوشخبری دیدی۔

اسی طرح کتاب جواہر البیان میں ہے کہ بحرین کا والی نصرانی اور اس کا وزیر خارجی تھا، وزیر نے بادشاہ کے سامنے چند تازہ انار پیش کئے جن پر خلفا کے نام علی الترتیب کندہ تھے اور بادشاہ کو یقین دلایا کہ ہمارا مذہب حق ہے اور ترتیب خلافت منشا قدرت کے مطابق درست ہے بادشاہ کے دل میں یہ بات کچھ اس طرح بیٹھ گئی کہ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا کہ وزیر کا مذہب حق ہے اور امامیہ راہ باطل پر گامزن ہیں، چنانچہ اس نے اپنے خیال کی تکمیل کے لئے جملہ علما امامیہ کو جو اس کے عہد حکومت تھے بلا بھیجا اور انھیں انار دکھا کر ان سے کہا کہ اس کی رد میں کوئی معقول دلیل لاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کر کے تمام مذہب کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں گے، اس واقعہ نے علما کرام میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا کر دیا، بالآخر سب علماء آپس میں مشورہ کے بعد ایسے دس علما پر متفق ہو گئے

جوان میں نسبتاً مقدس تھے اور پروگرام یہ بنایا کہ جنگل میں ایک ایک عالم بوقت شب جاکر امام زمانہ سے استعانت کرے ،چونکہ ایک شب کی مہلت ومدت ملی تھی ،اس لئے پریشانی زیادہ تھی غرضکہ علماء نے جنگل میں جاکر امام زمانہ سے فریاد کا سلسلہ شروع کیا۔دوعالم اپنی اپنی مدت ،فریادوفغاں ختم ہونے پرجب واپس آئے اور تیسرے عالم حضرت محمدبن علی کی باری آئی توآپ نے بدستور صحرا میں جاکر مصلی بچھادیا ،اور نماز کے بعد امام زمانہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوکر واپس آتے ہوئے انھیں ایک شخص راستے میں ملا اس نے پوچھا ۔کیابات ہے کیوں پریشان ہو،آپ نے عرض کی امام زمانہ کی تلاش ہے اور وہ تشریف لانہیں رہے ۔اس شخص نے کہا :" اناصاحب العصرفاذکرحاجتک " میں ہی تمہارا امام زمانہ ہوں ،کہو کیاکہتے ہو محمدبن علی نے کہاکہ اگرآپ صاحب العصرہیں توآپ سے حاجت بیان کرنے کی ضرورت کیا،آپ کو خود ہی علم ہوگا ۔

اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ سنو ! وزیر کے فلاں کمرہ میں ایک لکڑی کا صندوق ہے اس مٹی کے چند سانچے رکھے ہوئے ہیں جب انار چھوٹا ہوتاہے وزیر اس پرسانچہ چڑھادیتاہے ۔ اور جب وہ بڑھتاہے تواس پروہ نام کندہ ہوجاتے ہیں جوسانچہ میں کندہ ہیں محمد بن علی ! تم بادشاہ کواپنے ہمراہ لے جاکر وزیر کے دجل وفریب کوواضح کردو،وہ اپنے ارادہ سے بازآجائے گا اور وزیر کوسزا دے گا چنانچہ ایساہی کیاگیا اور وزیربرخواست کردیا گیا ۔(کتاب بدایع الاخبار ملا اسماعیل سبزواری ص ۱۵۰ وسفینۃ البحار جلد ۱ ص ۵۳۶ طبع نجف اشرف)۔

امام عصر کا واقعہ کربلا بیان کرنا :

حضرت امام مہدی علیہ السلام سے پوچھاگیا کہ " کھیعص "کاکیا مطلب ہے توفرمایاکہ اس میں (ک) سے کربلا (ہ) سے ہلاکت عترت (ی) سے یزیدملعون (ع) سے عطش حسینی (ص) سے صبرآل محمدمراد ہے ۔آپ نے فرمایاکہ آیت میں جناب زکریاکاذکر کیاگیا ہے ۔جب زکریاکوواقعہ کربلاکی اطلاع ہوئی تو وہ تین روزتک مسلسل روتے رہے ۔(تفسیرصافی ص ۲۷۹) ۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے طول عمرکی بحث :

بعض مستشرقین وماہرین اعمارکاکہناہے کہ "جن کے اعمال وکرداراچھے ہوتے ہیں اور جن کا صفائے باطن کامل ہوتاہے ان کی عمرےں طویل ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ علما فقہاء اور صلحاکی عمرےں اکثرطویل دیکھی گئی ہیں اور ہوسکتاہے کہ طول عمرمہدی علیہ السلام کی یہ بھی ایک وجہ ہو ،ان سے قبل جوآئمہ علیہم السلام گزرے وہ شہید کردیئے گئے ،اوران پردشمنوں کادسترس نہ ہوا ،تویہ زندہ رہ گئے اوراب تک باقی ہیں لیکن میرے نزدیک عمرکاتقرروتعین دست ایزد میں ہے اسے اختیارہے کہ کسی کی عمرکم رکھے کسی کی زیادہ اس کی معین کردہ مدت عمرمیں ایک پل کابھی تفرقہ نہیں ہوسکتا ۔

تواریخ واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوندعالم نے بعض لوگوں کوکافی طویل عمرےں عطاکی ہیں ۔ عمرکی طوالت مصلحت خداوندی پر بمبنی ہے اس سے اس نے اپنے دوست اوردشمن دونوں کونوازا ہے ۔دوستوں میں حضرت عیسی، حضرت ادریس ،حضرت خضروحضرت الیاس، اوردشمنوں میں سے ابلیس لعین،دجال بطال،یاجوج ماجوج وغیرہ ہیں اورہوسکتا ہے کہ چونکہ قیامت اصول دین اسلام سے ہے اور اس کی آمدمیں امام مہدی کاظہورخاص حیثیت رکھتا ہے لہذا ان کازندہ وباقی رکھنامقصودہاہو ،اوران کے طول عمرکے اعتراض کوردا ور رفع ودفع کرنے کے لئے اس نے بہت سے افرادکی عمرےں طویل کردی ہوں مذکورہ افراد کوجانے دیجئے ۔ عام انسانوں کی عمروں کودیکھئے بہت سے ایسے لوگ ملےں گے جن کی عمرےں کافی طویل رہی ہیں، مثال کے لئے ملاحظہ ہو:

١) ۔ لقمان کی عمر ٣٥٠٠ سال ۔(٢) عوج بن عنق کی عمر ٣٣٠٠ سال اوربقولے ٣٦٠٠ سال ۔ (٣) ذوالقرنین کی عمر ٣٠٠٠ سال۔ (۴) حضرت نوح و(۵) ضحاک و(۶) طمہورث کی عمرےں ١٠٠٠ سال۔(٧) قینان کی عمر ٩٠٠ سال ۔ (٨) مہلائیل کی عمر٨٠٠سال (٩) نفیل بن عبداللہ کی عمر ٧٠٠ سال۔ (١٠) ربیعہ بن عمرعرف سطیح کاہن کی عمر ۶٠٠ سال ۔ (١١) حاکم عرب عامربن ضرب کی عمر ۵٠٠ سال ۔ (١٢) سام بن نوح کی عمر ۵٠٠ سال۔ (١٣) حرث بن مضاض جرہمی کی عمر ۴٠٠ سال ۔ (١۴) ارفخشد کی عمر ۴٠٠ سال ۔ (١۵) دریدبن زیدکی عمر ۴۵۶ سال۔ (١۶) سلمان فارسی کی عمر ۴٠٠ سال۔ (١٧) عمروبن روسی کی عمر ۴٠٠ سال۔ (١٨) زہیربن جناب بن عبداللہ کی عمر ۴٣٠ سال۔ (١٩) حرث بن ضیاص کی عمر ۴٠٠ سال۔ (٢٠) کعب بن جمجہ کی عمر ٣٩٠ سال ۔ (٢١) نصربن دھمان بن سلیمان کی عمر ٣٩٠ سال۔ (٢٢) قیس بن ساعدہ کی عمر ٣٨٠ سال ۔ (٢٣) عمربن ربیعہ کی عمر ٣٣٣سال۔ (٢۴) اکثم بن ضیفی کی عمر ٣٣۶ سال ۔ (٢۵) عمربن طفیل عدوانی کی عمر ٢٠٠ سال تھی (غایۃ المقصود ص ١٠٣ اعلام الوری ص ٢٧٠) ان لوگوں کی طویل عمروں کودیکھنے کے بعدہرگزنہیں کہاجاسکتا کہ "چونکہ اتنی عمرکاانسان نہیں ہوتا، اس لئے امام مہدی کاوجود ہم تسلیم نہیں کرتے ۔ کیونکہ امام مہدی علیہ السلام کی عمراس وقت ١٣٩٣ ہجری میں صرف گیارہ سواڑتالیس سال کی ہوتی ہے جومذکورہ عمروں میں سے لقمان حکیم اورذوالقرنین جیسے مقدس لوگوں کی عمروں سے بہت کم ہے ۔

الغرض قرآن مجید، اقوال علما اسلام اوراحادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی پیداہوکر غائب ہوگئے ہیں اورقیامت کے قریب ظہورکریں گے، اورآپ اسی طرح زمانہ غیبت میں بھی حجت خداہیں جس طرح بعض انبیاء اپنے عہدنبوت میں غائب ہونے کے دوران میں بھی حجت تھے (عجائب القصص ص ١٩١) اورعقل بھی یہی کہتی ہے کہ آپ زندہ اورباقی موجودہیں کیونکہ جس کے پیداہونے پرعلماکااتفاق ہواوروفات کاکوئی ایک بھی غیر متعصب عالم قائل نہ ہو اور

طویل العمرانسانوں کے ہونے کی مثالےں بھی موجود ہوں تولامحالہ اس کاموجود اورباقی ہونا ماننا پڑے گا ۔ دلیل منطقی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے لہذا امام مہدی زندہ اورباقی ہیں ۔

ان تما شواہد اور دلائل کی موجودگی میں جن کا ہم نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے، مولوی محمد امین مصری کا رسالہ "طلوع اسلام" کراچی جلد ۱۴ ص ۵۴# و ۹۴# میں یہ کہنا کہ:

"شیعوں کو ابتداء روی زمین پر کوئی ظاہری مملکت قائم کرنے میں کامیابی نہ ہوسکی، ان کو تکلیفیں دی گئیں اور پراکندہ اور منتشر کردیا گیا تو انھوں نے ہمارے خیال کے مطابق امام منتظر اور مہدی وغیرہ کے پر امید عقائد ایجاد کرلئے تا کہ عوام کی ڈھارس بندھی رہے۔"

اور ملا اخوند درویزہ کا کتاب ارشاد الطالبین ص ۳۹۶ میں یہ فرمانا کہ:

"ہندوستان میں ایک شخص عبداللہ نامی پیدا ہوگا جس کی بیوی کا ایمنہ (آمنہ) ہوگی، اس کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نان محمد ہوگا وہی کوفہ جاکر حکومت کرے گا

لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں کہ امام مہدی وہی ہیں جو امام حسن عسکری کے فرزند ہیں۔ الخ حد درجہ مضحکہ خیز، افسوس ناک اور حیرت انگیز ہے، کیونکہ علما فریقین کا اتفاق ہے کہ "المھدی من ولد الامام الحسن العسکری۔" امام مہدی حضرت امام حسن عسکری کے بیٹے ہیں اور ۱۵ شعبان ۲۵۵ کو پیدا ہو چکے ہیں، ملاحظہ ہو، اسعاف الراغبین، وفیات الاعیان، روضۃ الاحباب، تاریخ ابن ا لوردی، ینابع المودۃ، تاریخ کامل، تاریخ طبری، نور الابصار، اصول کافی، کشف الغمہ، جلا العیون، ارشاد مفید، اعلام الوری، جامع عباسی، صواعق محرقہ، مطالب السول، شواہد النبوت، ارجح المطالب، بحار الانوار و مناقب وغیرہ۔

حدیث نعثل اور امام عصر:

نعثل ایک یہودی تھا جس سے حضرت عائشہ، حضرت عثمان کو تشبیہ دیا کرتی تھیں، اور رسول اسلام علیہ السلام کب بعد فرمایا کرتی تھیں: اس نعثل اسلامی کو عثمان کو قتل کردو۔ (ملاحظہ ہو، نہاےۃ اللغۃ علامہ ابن اثیر جزری ص ۳۲۱) یہی نعثل ایک دن حضور رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوا مجھے اپنے خدا، اپنے دین، اپنے خلفا کا تعارف کرائیے اگر میں آپ کے جواب سے مطمئن ہوگیا تو مسلمان ہوجاؤں گا۔ حضرت نے نہآیت بلیغ اور بہترین انداز میں خلاق عالم کا تعارف کرایا، اس کے بعد دین اسلام کی وضاحت کی۔ "قال صدقت۔" نعثل نے کہا آپ نے بالکل درست فرمایا پھر اس نے عرض کی مجھے اپنے وصی سے آگاہ کیجئے اور بتائیے کہ وہ کون ہے یعنی جس طرح ہمارے نبی حضرت موسی کے وصی یوشع بن نون ہیں اس طرح آپ کے وصی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالب اور ان کے فرزند حسن و حسین پھر حسین کے صلب سے نو بیٹے قیامت تک ہوں گے۔ اس نے کہا سب کے نام بتائیے آپ نے بارہ اماموں کے نام بتائے ناموں کو سننے کے بعد وہ مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں نے کتب آسمانی میں ان بارہ ناموں کو اسی زبان کے الفاظ میں دیکھا ہے، پھر اس نے ہر وصی کے حالات بیان کئے، کربلا

کا ہونے والا واقعہ بتایا، امام مہدی کی غیبت کی خبردی اور کہا کہ ہمارے بارہ اسباط میں سے لادی بن برخیا غائب ہوگئے تھے پھر مدتوں کے بعد ظاہر ہوئے اورازسرنودین کی بنیادیں استوار کیں۔ حضرت نے فرمایا اسی طرح ہمارا بارہواں جانشین امام مہدی محمد بن حسن طویل مدت تک غائب رہ کر ظہور کرے گا۔ اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھردے گا۔ (غایۃ المقصود ص ۱۳۴ بحوالہ فرائد السمطین حموینی)۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور موفور السرور:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے پہلے جو علامات ظاہر ہوں گے ان کی تکمیل کے دوران ہی نصاری فتح ممالک عالم کا ارادہ کرکے اٹھ کھڑے ہوں گے اور بیشمار ممالک پر قابو حاصل کرنے کے بعد ان پر حکمرانی کریں گے اسی زمانہ میں ابوسفیان کی نسل سے ایک ظالم پیدا ہوگا جو عرب وشام پر حکمرانی کرے گا۔ اس کی دلی تمنا یہ ہوگی کہ سادات کے وجود سے ممالک محروسہ خالی کردیئے جائیں اور نسل محمدی کا ایک فرزند بھی باقی نہ رہے۔ چنانچہ وہ سادات کو نہایت بے دردی سے قتل کرے گا۔ پھر اسی اثنا میں بادشاہ روم کو نصاری کے ایک فرقہ سے جنگ کرنا پڑے گی شاہ روم ایک فرقہ کو ہمنوا بناکر دوسرے فرقہ سے جنگ کرے گا اور شہر قسطنطنیہ پر قبضہ کرلے گا۔ قسطنطنیہ کا بادشاہ وہاں سے بھاگ کر شام میں پناہ لے گا، پھر وہ نصاری کے دوسرے فرقہ کی معاونت سے فرقہ مخالف کے ساتھ نبرد آزما ہوگا یہاں تک کہ اسلام کی زبردست فتح نصیب ہوگی فتح اسلام کے باوجود نصاری شہرت دیں گے کہ ”صلیب“ غالب آگئی، اس پر نصاری اور مسلمانوں میں جنگ ہوگی اور نصاری غالب آجائیں گے۔ بادشاہ اسلام قتل ہوجائے گا۔ اور ملک شام پر بھی نصرانی جھنڈا لہرانے لگے گا اور مسلمانوں کا قتل عام ہوگا۔ مسلمان اپنی جان بچاکر مدینہ کی طرف کوچ کریں گے اور نصرانی اپنی حکومت کو وسعت دیتے ہوئے خیبر تک پہونچ جائیں گے اسلامیان عالم کے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی۔ مسلمان اپنی جان بچانے سے عاجز ہوں گے اس وقت وہ گروہ درگروہ سارے عالم میں امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کریں گے، تاکہ اسلام محفوظ رہ سکے اوران کی جانیں بچ سکیں اور عوام ہی نہیں بلکہ قطب، ابدال، اور اولیا جستجومیں مشغول ومصروف ہوں گے کہ ناگاہ آپ مکہ معظمہ میں رکن ومقام کے درمیان سے برآمد ہوں گے۔ (قیامت نامہ قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدین دہلوی ص ۳ طبع پشاور ۱۹۲۶) علما فریقین کا کہنا ہے کہ آپ قریہ ”کرعہ“ سے روانہ ہوکر مکہ معظمہ سے ظہور فرمائیں گے (غایۃ المقصود ص ۱۶۵، نورالابصار ۱۵۴) علامہ گنجی شافعی اور علی بن محمد صاحب کفاےۃ الاثر کا بحوالہ ابوہریرہ بیان ہے کہ حضرت سرورکائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام مہدی قریہ کرعہ جومدینہ سے بطرف مکہ تیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے (مجمع البحرین ۴۳۵) نکل کر مکہ معظمہ سے ظہور کریں گے، وہ میری زرہ پہنے ہونگے اورمیرا عمامہ باندھے ہوں گے ان کے سر پر ابر کا سایہ ہوگا اور ملک آواز دیتا ہوگا کہ یہی امام مہدی ہیں ان کی

اتباع کرو ایک روآیت میں ہے کہ جبرئیل آوازدیں گے اور "ہوا" اس کو ساری کائنات میں پہنچا دے گی اور لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوجائیں گے (غایۃ المقصود ۱۶۵) ۔

لغت سروری ۵۳۰ میں ہے کہ آپ قصبہ خیرواں سے ظہور فرمائیں گے ۔ معصوم کا فرمانا ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے متعلق کسی کا کوئی وقت معین کرنا فی الحقیقت اپنے آپ کو علم غیب میں خدا کا شریک قرار دینا ہے ۔ وہ مکہ میں بے خبر ظہور کریں گے ، ان کے سر پر زرد رنگ کا عمامہ ہوگا بدن پر رسالت مآب صلعم کی چادر اور پاؤں میں انھیں کی نعلین مبارک ہوگی ۔ وہ اپنے سامنے چند بھیڑیں رکھیں گے ، کوئی انھیں پہچان نہ سکے گا ۔ اور اسی حالت میں یکہ وتنہا بغیر کسی رفیق کے کعبۃ اللہ میں آجائیں گے جس وقت عالم سیاہی شب کی چادر اوڑھ لے گا اور لوگ سوجائیں گے اس وقت ملائکہ صف بہ صف ان پر اتریں گے اور حضرت جبرئیل ومیکائیل انھیں نوید الٰھی سنائیں گے کہ ان کا حکم تمام دنیا پر جاری وساری ہے ۔ یہ بشارت پاتے ہی امام علیہ السلام شکر خدا بجالائینگے اور رکن حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوکر بآواز بلند ندادیں گے کہ اے وہ گروہ جو میرے مخصوصوں اور بزرگوں سے ہوا اور وہ لوگو! جن کی حق تعالی نے روئے زمین پر میرے ظاہر ہونے سے پہلے میری مدد کے لئے جمع کیا ہے ۔ "آجاؤ ۔" یہ ندا حضرت کے ان لوگونتک خواہ وہ مشرق میں ہونیا مغرب میں پہنچ جائے گی اور وہ لوگ یہ آواز سن کر چشم زدن میں حضرت کے پاس جمع ہوجائینگے یہ لوگ ۳۱۳ ہوں گے ، اور نقیب امام کہلائینگے ۔ اسی وقت ایک نور زمین سے آسمان تک بلند ہوگا جو صفحہ دنیا میں ہر مومن کے گھر میں داخل ہوگا جس سے ان کی طبیعتیں مسرور ہوجائینگی مگر مومنین کو معلوم نہ ہوگا کہ امام علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے صبح امام علیہ السلام مع ان ۳۱۳ ، اشخاص کے جورات کوان کے پاس جمع ہوگئے تھے کعبہ میں کھڑے ہونگے اور دیوار سے تکیہ لگاکر اپنا ہاتھ کھولیں گے جو موسی کے ید بیضا کی مانند ہوگا اور کہیں گے کہ جو کوئی اس ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ ایسا ہے گویا اس نے "یداللہ" پر بیعت کی ۔ سب سے پہلے جبرئیل شرف بیعت سے مشرف ہونگے ۔ ان کے بعد ملائکہ بیعت کریں گے ۔ پھر مقدم الذکر نقبا (۳۱۳) بیعت سے مشرف ہوں گے اس ہلچل اور اژدھام میں مکہ میں تہلکہ مچ جائے گا اور لوگ حیرت زدہ ہوکر ہر سمت سے استفسار کریں گے کہ یہ کون شخص ہے ، یہ تمام واقعات طلوع آفتاب سے پہلے سرانجام ہوجائینگے پھر جب سورج چڑھے گا تو قرص آفتاب کے سامنے ایک منادی کرنے والا ظاہر ہوگا اور بآواز بلند کہے گا جس کو تمام ساکنان زمین وآسمان سنیں گے کہ "اے گروہ خلائق یہ مہدی آل محمد ہیں ، ان کی بیعت کرو ، پھر ملائکہ اور (۳۱۳) آدمی تصدیق کریں گے اور دنیا کے ہر گوشہ سے جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے لوگ روانہ ہوجائیں گے ، اور عالم پر حجت قائم ہوجائے گی ، اس کے بعد دس ہزار افراد بیعت کرینگے ۔ اور کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ چھوڑا جائے گا ۔ صرف اللہ کا نام ہوگا اور امام مہدی کا کام ہوگا جو مخالفت کرے گا اس پر آسمان سے آگ برسے گی اور اسے جلاکر خاکستر کردے گی ۔" (نور الابصار امام شبلنجی شافعی ۱۵۵ ، اعلام الوری ۲۶۴) ۔

علما نے لکھا ہے کہ ۲۷ مخلصین آپ کی خدمت میں کوفہ سے اس قسم کے پہونچ جائینگے جوحاکم بنائےں جائیں گے جن کے اسما(کتاب منتخب بصائر) یہ ہیں: یوشع بن نون، سلمان فارسی، ابودجانہ انصاری، مقداد بن اسود، مالک اشتر، اورقوم موسی کے ۱۵ افراد اورسات اصحاب کہف (اعلام الوری ۲۶۴، ارشاد مفید ۵۳۶) علامہ عبدالرحمن جامی کا کہنا ہے کہ قطب، ابدال، عرفا سب آپ کی بیعت کریں گے، یہاں آپ جانوروں کی زبان سے بھی واقف ہوں گے اور آپ انسانوں اورجنوں میں عدل و انصاف کریں گے۔(شواہدالنبوت ۲۱۶) علامہ طبرسی کا کہنا ہے کہ آپ حضرت داؤد کے اصول پر احکام جاری کریں گے، آپ کو گواہ کی ضرورت نہ ہوگی آپ ہرایک کے عمل سے بالہام خداوندی واقف ہوں گے۔ (اعلام الوری ۲۶۴) امام شبلنجی شافعی کا بیان ہے کہ جب امام مہدی کا ظہورہوگا توتمام مسلمان خواص اورعوام خوش ومسرورہوجائیں گے ان کے کچھ وزرا ہونگے جوآپ کے احکام پر لوگوں سے عمل کروائےں گے۔ (نورالابصار ۱۵۳ بحوالہ فتوحات مکیہ) علامہ حلبی کا کہنا ہے کہ اصحاب کہف آپ کے وزراہونگے (سیرت حلبیہ) حموینی کا بیان ہے کہ آپ کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔(غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۵۰) حضرت علی کا فرمانا ہے کہ انصارواصحاب امام مہدی، خالص اللہ والے ہونگے (ارجح المطالب ۱۴۶۹)ورآپ کے گرد لوگ اس طرح جمع ہوجائینگے جس طرح شہدکی مکھی اپنے "یعسوب" بادشاہ کے گرد جمع ہوجاتی ہیں۔ ارجح المطالب ۱۴۶۹ ایک روآیت میں ہے کہ ظہورکے بعد آپ سب سے پہلے کوفہ تشریف لے جائینگے اوروہاں کے کثیر افراد قتل کریں گے۔

امام مہدی کے ظہورکا سن:

خلاق عالم نے پانچ چیزوں کا علم اپنے لئے مخصوص رکھا ہے جن میں ایک قیامت بھی ہے (قرآن مجید) ظہورامامہدی علیہ السلام چونکہ لازمہ قیامت سے ہے، لہذا اس کا علم بھی خداہی کوہے کہ آپ کب ظہورفرمائے نگے کونسی تاریخ ہوگی۔ کونسا سن ہوگا، تاہم احادیث معصومین جوالہام اورقرآن سے مستنبط ہوتی ہیں ان میں اشارے موجودہیں۔علامہ شیخ مفید، علامہ سید علی، علامہ طبرسی ،علامہ شبلنجی رقمطرازہیں کہ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ آپ طاق سن میں ظہورفرمائے نگے جو ۱، ۳، ۵، ۷، ۹ سے مل کر بنے گا۔ مثلا ۱۳ سو، ۱۵ سو، ۱۷ سو، ۱۹ سو یا ایک ہزار ۳ ہزار، ۵ ہزار، ۷ ہزار، ۹ ہزار۔ اسی کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے فرمایاہے کہ آپ کے اسم گرامی کا اعلان بذریعہ جناب جبرئیل ۲۳ تاریخ کوکردیاجائے گا اورظہوریوم عاشورہ کوہوگا جس دن امام حسین علیہ السلام بمقام کربلا شہید ہوئے ہیں (شرح ارشادمفید ۵۳۲، غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۶۱، اعلام الوری ۲۶۲، نورالابصار ۱۵۵) میرے نزدیک ذی الحجہ کی ۲۳ تاریخ ہوگی کیونکہ نفس زکیہ کے قتل اورظہورمیں ۱۵ راتوں کا فاصلہ ہونا مسلم ہے امکان ہے کہ قتل نفس زکیہ کے بعد ہی نام کا اعلان کردیا جائے، پھراس کے بعد ظہورہو، ملاجواد ساباطی کا کہنا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام یوم جمعہ بوقت صبح بتاریخ ۱۰ محرم الحرام ۷۱۰۰ میں ظہور فرمائےں گے۔غایۃ المقصود ۱۶۱ بحوالہ

جراہین ساباطیہ) امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ امام مہدی کا ظہور بوقت عصر ہوگا اور وہی عصر آیۃ "والعصر ان الانسان لفی خسر" سے مراد ہے شاہ نعمت اللہ ولی کاظمی المتوفی ۸۲۷ (مجالس المومنین ۲۷۶) جو شاعر ہونے کے علاوہ عالم اور منجم بھی تھے آپ کو علم جفر میں بھی دخل تھا۔ آپ نے اپنی مشہور پیشین گوئی میں ۱۳۸۰ ہجری کا حوالہ دیا ہے جس کا غلط ہونا ثابت ہے کیونکہ ۱۳۹۳ ہے (قیامت نامہ قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدین ص ۳۸)۔(والعلم عند اللہ)۔

ظہور کے وقت امام علیہ السلام کی عمر:

یوم ولادت سے تا بظہور آپ کی کیا عمر ہوگی؟ اسے تو خدا ہی جانے لیکن یہ مسلمات سے ہے کہ جس وقت آپ ظہور فرمائےں گے مثل حضرت عیسی آپ چالیس سالہ جوان کی حیثیت میں ہوں گے،(اعلام الوری ۲۶۵، وغایۃ المقصود ص ۱۱۹، ۷۶)۔

آپ کا پرچم

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے جھنڈے پر " البیعۃ اللہ " لکھا ہوگا اور آپ اپنے ہاتھوں پر خدا کے لئے بیعت لےں گے اور کائنات میں صرف دین اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ (ینابع المودۃ ۴۳۴)۔

ظہور کے بعد:

ظہور کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوں گے۔ ابر کا سایہ آپ کے سر مبارک پر ہوگا، آسمان سے آواز آتی ہوگی کہ "یہی امام مہدی ہیں" اس کے بعد آپ ایک منبر پر جلوہ افروز ہونگے لوگوں کی خدا کی طرف دعوت دیں گے اور دین حق کی طرف آنے کی سب کو ہدآیت فرمائےں گے آپ کی تمام سیرت پیغمبر اسلام کی سیرت ہوگی اور انھےں کے طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے ابھی آپ کا خطبہ جاری ہوگا کہ آسمان سے جبرئیل و مکائیل آکر بیعت کریں گے، پھر ملائکہ آسمانی کی عام بیعت ہوگی ہزاروں ملائکہ کی بیعت کے بعد وہ ۳۱۳ مومن بیعت کرینگے۔ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکے ہونگے پھر عام بیعت کا سلسہ شروع ہوگا دس ہزار افراد کی بیعت کے بعد آپ سب سے پہلے کوفہ تشریف لے جائینگے، اور دشمنان آل محمد کا قلع قمع کریں گے آپ کے ہاتھ میں عصا موسی ہوگا جو اژدھے کا کام کرے گا اور تلوار حمائل ہوگی۔(عین الحیات مجلسی ۹۲) تواریخ میں ہے کہ جب آپ کوفہ پہونچےں گے تو کئی ہزار کا ایک گروہ آپ کی مخالفت کے لئے نکل پڑے گا، اور کہے گا کہ ہمیں بنی فاطمہ کی ضرورت نہیں، آپ واپس چلے جائیے یہ سن کر آپ تلوار سے ان سب کا قصہ پاک کردیں گے اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑےں گے جب کوئی دشمن آل محمد اور منافق وہاں باقی نہ رہے گا تو آپ ایک منبر پر تشریف لے جائیں گے اور کئی گھنٹے تک رونے کا سلسہ جاری رہے گا پھر آپ حکم

دیں گے کہ مشہد حسین تک نہر فرات کاٹ کرلائی جائے اورایک مسجد کی تعمیر کی جائے ۔ جس کے ایک ہزار درہوں ،چنانچہ ایسا ہی کیاجائے گا اس کے بعد آپ زیارت سرورکائنات کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے ۔ (اعلام الوری ۲۶۳ ، ارشادمفید ۵۳۲ ،نورالابصار ۱۵۵) ۔

قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدین رقمطرازہیں کہ حضرت امام مہدی جو علم لدنی سے بھرپور ہونگے تجب مکہ سے آپ کاظہورہوگا اور اس ظہورکی شہرت اطراف واکناف عالم میں پھیلے گی تو افواج مدینہ ومکہ آپ کی خدمت میں حاضرہونگی اورشام وعراق ویمن کے ابدال اوراولیا خدمت شریف میں حاضرہونگے اورعرب کی فوجیں جمع ہوجائیں گی ،آپ ان تمام لوگوں کو اس خزانہ سے مال دیں گے جوکعبہ سے برآمد ہوگا ۔ اورمقام خزانہ کو "تاج الکعبہ" کہتے ہوں گے ،اسی اثنا میں ایک شخص خراسانی عظیم فوج لے کر حضرت کی مدد کے لئے مکہ معظمہ کوروانہ ہوگا ،راستے اس لشکرخراسانی کے مقدمہ الجیش کے کمانڈر منصور سے نصرانی فوج کی ٹکرہوگی ،اورخراسانی لشکرنصرانی فوج کوپسپا کرکے حضرت کی خدمت میں پہنچ جائے گا اس کے بعد ایک شخص سفیانی جوبنی کلب سے ہوگا حضرت سے مقابلہ کے لئے لشکرعظیم ارسال کرے گا لیکن بحکم خدا جب وہ لشکرمکہ معظمہ اورکعبہ منورہ کے درمیان پہنچے گا اورپہاڑیں قیام کرے گا توزمین میں وہیں دھنس جائے گاپھر سفیانی جودشمن آل محمد ہوگا نصاری سے سازباز کرکے امام مہدی سے مقابلہ کے لئے زبردست فوج فراہم کرے گا نصرانی اورسفیانی فوج کے اسی نشان ہوں گے اورہرنشان کے نیچے ۱۲ ہزار کی فوج ہوگی ۔ ان کا دارالخلافہ شام ہوگاحضرت امام مہدی علیہ السلام بھی مدینہ منورہ ہوتے ہوے جلد سے جلد شام پہنچیں گے جب آپ کاورود مسعود دمشق میں ہوگا ،تودشمن آل محمد سفیانی اوردشمن اسلام نصرانی آپ سے مقابلہ کے لئے صف آرا ہونگے ،اس جنگ میں فریقین کے بے شمار افراد قتل ہونگے بالاخر امام علیہ السلام کوفتح کامل ہوگی ،اورایک نصرانی بھی زمین شام پر باقی نہ رہے گا اس کے بعد امام علیہ السلام اپنے لشکریوں میں انعام کوتقسیم کریں گے اوران مسلمانوں کو مدینہ منورہ سے واپس بلالیں گے جونصرانی بادشاہ کے ظلم وجور سے عاجزآکر شام سے ہجرت کرگئے تھے ۔(قیامت نامہ ۴) اس کے بعد مکہ معظمہ واپس تشریف لے جائینگے اور مسجد سہلہ میں قیام فرمائیں گے ے(ارشاد ۵۲۳) اس کے بعد مسجد الحرام کوازسرنو بنائیں گے اوردنیا کی تمام مساجد کو شرعی اصول پرکردیں گے ہربدعت کوختم کرینگے اورہرسنت کوقائم کریں گے ،نظام عالم درست کریں گے اورشہروں میں فوجیں ارسال کرینگے ،انصرام وانتظام کے لئے وزراء روانہ ہونگے ۔(اعلام الوری ۲۶۴،۲۶۲) ۔

اس کے بعد آپ مومنین ،کاملین اورکافرین کوزندہ کریں گے ،اوراس زندگی کامقصد یہ ہوگا کہ مومنین اسلامی عروج سے خوش ہوں اورکافرین سے بدلہ لیاجائے ۔ ان زندہ کئے جانے والوں میں قابیل سے لے کر امت محمدیہ کے فراعنہ تک زندہ کئے جائیں گے ،اوران کے کئے کاپوراپورا بدلہ انھیں دیاجائے گا جوجوظلم انھوں نے کئے ان کامزہ چکھیں گے غریبوں ، مظلوموں اوربیکسوں

پر جو ظلم ہوا ہے اس کی (ظالم کو) سزادی جائے گی ، سب سے پہلے جو واپس لایا جائے گا وہ یزید بن معاویہ ملعون ہوگا اور امام حسین علیہ السلام تشریف لائیں گے ۔ (غایۃ المقصود)۔

دجال اور اس کا خروج :

دجال ،دجل سے مشتق ہے جس کے معنی فریب کے ہیں ،اس کا اصل نام صائف ،باپ کا نام صائد ،ماں کا نام ہستہ عرف قطامہ ہے ، یہ عہد رسالت مآب میں بمقام تیہ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے ، چہار شنبہ کے دن بوقت غروب آفتاب پیدا ہوا ہے ، پیدائش کے بعد آنا فانا بڑھ رہا تھا ، اس کی داہنی آنکھ پھوٹی تھی اور بائےں آنکھ پیشانی پر چمک رہی تھی ، وہ چند دنوں میں کافی بڑھ کر دعوی خدائی کرنے لگا ، سرو کائنات جو حالات سے برابر مطلع ہو رہے تھے ۔ انھوں نے سلمان فارسی اور چند اصحاب کو لیا اور بمقام تہیہ جا کر اس کو تبلیغ کرنا چاہی ، اس نے بہت برا بھلا کہا اور چاہا کہ حضرت پر حملہ کردے ۔ لیکن آپ کے اصحاب نے مدافعت کی ، آپ نے اس سے یہ فرمایا تھا کہ خدائی کا دعوی چھوڑ دئے اور میری نبوت کو مان لے علماء نے لکھا ہے کہ دجال کی پیشانی پر بخط یزدانی "الکافر باللہ " لکھا ہوا تھا اور آنکھ کے ڈھیلے پر بھی (ک ،ف ،ر) مرقوم تھا غرضکہ آپ نے وہاں سے مدینہ منورہ واپس تشریف لانے کا ارادہ کیا دجال نے ایک سنگ گراں جو پہاڑ کی مانند تھا حضرت کی راہ میں رکھ دیا یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل آسمان سے آئے اور اسے ہٹادیا ابھی آپ مدینہ پہونچے ہی تھے کہ دجال لشکر عظیم لے کر مدینہ کے قریب جا پہنچا حضرت نے بارگاہ احدیت میں عرض کی ، خدایا ! اسے اس وقت تک کے لئے محبوس کردے جب تک اسے زندہ رکھنا مقصود ہے ، اسی دوران میں حضرت جبرئیل آئے اور انھوں نے دجال کی گردن کو پشت کی طرف سے پکڑ کر اٹھا لیا اور اسے لے جا کر جزیرہ طبرستان میں محبوس کردیا ہے ۔ لطیفہ یہ ہے کہ جبرئیل اسے لے کر جانے لگے تو اس نے زمین پر دونوں ہاتھ مار کر تحت الثری تک کی دو مٹھی خاک لے لی ، اور اسے طبرستان میں ڈال دیا جبرئیل نے حضرت سرور کائنات کے سوال کے جواب میں کہا کہ آپ کی وفات سے ۹۷۰ سال بعد یہ خاک عالم میں پھیلے گی اور اسی وقت سے آثار قیامت شروع ہوجائیں گے ۔ (غایۃ المقصود ۶۴ ، ارشاد الطالبین ۳۹۴) پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے کہ دجال کو محبوس ہونے کے بعد تمیم دارمی نے جو پہلے نصرانی تھا ، جزیرہ طبرستان میں بچشم خود دیکھا ہے۔ اس کی ملاقات کی تفصیل کتاب صحاح المصابیح ، زہرۃ الریاض ، صحیح بخاری ، صحیح مسلم میں موجود ہے ۔

غرضکہ اکثر روایات کے مطابق دجال حضرت امام مہدی کے ظہور فرمانے کے ۱۸ یوم بعد خروج کرے گا (مجمع البحرین ۵۶۰ وغایۃ المقصود جلد ۲ ص ۶۹) ظہور امام اور ضروج دجال سے پہلے تین سال تک سخت قحط پڑے گا ۔ پہلے سال ۱ زراعت ختم ہوجائیگی دوسرے سال آسمان وزمین کی برکت ورحمت ختم ہوجائے گا تیسرے سال بالکل بارش نہ ہوگی ، اور ساری دنیا والے موت کی آغوش میں پہنچنے کے قریب ہوجائیں گے دنیا ظلم وجور ، اضطراب وپریشانی سے بالکل پر ہوگی ۔ امام مہدی کے ظہور کے

بعد ۱۸ ہی دن میں کائنات نہایت اچھی سطح پر پہنچی ہوگی کہ ناگاہ دجال ملعون کے ضروج کا غلغلہ اٹھے گا وہ بروآیت اخوند درویزہ ہندوستان کے ایک پہاڑ پر نمودار ہوگا اور وہاں سے باآواز بلند کہے گا۔ "میں خدائے بزرگ ہوں، میری اطاعت کرو۔" یہ آواز مشرق ومغرب میں پہنچے گی۔ اس کے بعد تین یوم یا بروآیت ۴۰ یوم اسی مقیم رہ کر لشکر تیار کرے گا۔ پھر شام وعراق ہوتا ہوا اصفہان کے ایک قریہ "یہودیہ" سے خروج کرے گا۔ اس کے ہمراہ بہت بڑا لشکر ہوگا، جس کی تعداد ستر لاکھ مرقوم ہے جن، دیو، پری، شیطان ان کے علاوہ ہوں گے۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا۔ جو ابلق رنگ کا ہوگا اس کے جسم کا بالائی حصہ سرخ، ہاتھ پاؤں تازانو سیاہ اس کے بعد سے سم تک سفید ہوگا۔ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ۴۰ میل کا فاصلہ ہوگا۔ وہ ۲۱ میل اونچا اور ۹۰ میل لمبا ہوگا اس کا ہر قدم ایک میل کا ہوگا اس کے دونوں کانونمیں خلق کثیر بیٹھی ہوگی چلنے میں اس کے بالوں سے ہر قسم کے باجوں کی آواز آئے گی، وہ اسی گدھے پر سوار ہوگا۔ سواری کے بعد جب وہ روانہ ہوگا تو اس کے داہنے طرف ایک پہاڑ ہوگا جس میں ہر قسم کے سانپ بچھو ہوں گے، وہ لوگوں کو انھیں چیزوں کے ذریعہ سے بہکائے گا اور کہے گا کہ میں خدا ہوں جو میرا حکم مانے گا جنت میں رکھوں گا جو نہ مانے گا اس جہنم میں ڈال دونگا۔ اسی طرح چالیس یوم میں ساری دنیا کا چکر لگا کر اور سب کو بہکا کر امام مہدی علیہ السلام کی اسکیم کو ناکامیاب بنانے کی سعی میں وہ خانہ کعبہ کو گرانا چاہے گا اور ایک عظیم لشکر بھیج کر کعبہ اور مدینہ کو تباہ کرنے پر مامور کرے گا اور خود بارادہ کوفہ روانہ ہوگا اس کا مقصد یہ ہوگا کہ کوفہ جو امام مہدی کی آماجگاہ ہے اسے تباہ کردے "چون آن لعین نزدیک کوفہ برسد امام مہدی باستیصال اوبرسد" لیکن خدا کا کرنا دیکھئے کہ جب وہ کوفہ کے نزدیک پہنچے گا، تو حضرت امام مہدی علیہ السلام خود وہاں پہنچ جائیں گے، اور اسے بحکم خدا بیخ وبن سے اکھاڑیں گے غرضکہ گھمسان کی جنگ ہوگی اور شام تک پھیلے ہوئے لشکر پر امام مہدی علیہ السلام زبردست حملے کریں گے، بالاخر وہ ملعون آپ کی ضربوں کی تاب نہ لا کر شام کے مقام عقبہ رفیق یا بمقام لد جمعہ کے دن تین گھڑی دن چڑھے مارا جائے گا اس کے مرنے کے بعد دس میل تک دجال اور اس کے گدھے اور لشکر کا خون زمین پر جاری رہے گا علما کا کہنا ہے کہ قتل دجال کے بعد امام علیہ السلام اس کے لشکریوں پر ایک زبردست حملہ کریں گے اور سب کو قتل کرڈالیں گے۔ اس وقت جو کافر زمین کے کسی گوشہ میں چھپے گا، وہ آواز دے گا کہ فلاں کافر یہاں روپوش ہے۔ امام علیہ السلام اسے قتل کردیں گے آخر کار زمین پر کوئی دجال کا ماننے والا نہ رہے گا۔ (ارشاد الطالبین ۳۹۷، معارف الملۃ ۳۴۸، صحیح مسلم، لمعات شرح مشکوۃ عبد الحق، مرقات شرح مشکوۃ مجمع البحار) بعض روایات میں ہے کہ دجال کو حضرت عیسی بحکم حضرت مہدی علیہ السلام قتل کریں گے۔

نزول حضرت عیسی علیہ السلام:

حضرت مہدی علیہ السلام سنت کے قائم کرنے اوربدعت کومٹانے نیز انصرام وانتظام عالم میں مشغول ومصروف ہونگے کہ ایک دن نماز صبح کے وقت بروآیتے نماز عصر کے وقت حضرت عیسی علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پرہاتھ رکھے ہوئے دمشق کی جامع مسجد کیم منارہ شرقی پرنزول فرمائےں گے حضرت امام مہدی ان کا استقبال کریں گے اورفرمائے نگے کہ آپ نمازپڑھئے ،حضرت عیسی کہینگے کہ یہ ناممکن ہے ،نمازآپ کوپڑھانی ہوگی ۔چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام امامت کریں گے اورحضرت عیسی علیہ السلام ان کے پیچھے نمازپڑھےں گے اوران کی تصدیق کرینگے ۔(نورالابصار ۱۵۴ ،غایۃالمقصود ۱۰۴ ۔ ۱۰۵ ،بحوالہ مسلم وابن ماجہ ،مشکوۃ ۴۵۸) اس وقت حضرت عیسی کی عمرچالیس سالہ جوان جیسی ہوگی ۔وہ اس دنیامیں شادی کریں گے ،اوران کے دولڑکے پیداہونگے ایک کانام احمداوردوسرے کانام موسی ہوگا ۔(اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار ۱۳۵ ،قیامت نامہ ۹ بحوالہ کتاب الوفاابن جوزی ،مشکوۃ ۴۶۵ وسراج القلوب ۷۷) ۔

امام مہدی اور عیسی ابن مریم کادورہ :

اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام اورحضرت عیسی علیہ السلام بلاد ،ممالک کادورہ کرنے اورحالات کاجائزہ لینے کے لئے برآمد ہونگے اوردجال ملعون کے پہنچائے ہوئے نقصانات اوراس کے پیدکئے ہوئے بدترین حالات کوبہترین سطح پرلائینگے ،حضرت عیسی خنزیرکوقتل کرنے ،صلیبوں کوتوڑنے اورلوگونکے اسلام قبول کرنے کاانصرام وبندوبست فرمائے نگے ۔عدل مہدی سے بلاد عالم میں اسلام کاڈنکا بجے گا اورظلم وستم کا تختہ بتاہ ہوجائے گا ۔(قیامت نامہ قدوۃ المحدثین ۸ بحوالہ صحیح مسلم)۔

حضرت امام مہدی کاقسطنطنیہ کوفتح کرنا :

روآیت میں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام قسطنطنیہ ،چین اورجبل ویلم کوفتح کرینگے ،یہ وہی قسطنطنیہ ہے جسے استنبول کہتے ہیں اورجس پراس زمانہ میں نصاری کاقبضہ ہوگا ۔اوران کاقبضہ بھی مسلمان بادشاہ کوقتل کرنے کے بعد ہواہوگا ۔چین اورجبل دیلم پربھی نصاری کا قبضہ ہوگااوروہ حضرت امام مہدی سے مقابلہ کاپوراانتظام کریں گے ،چین جس کوعربی میں "صین" کہتے ہیں اس کے بارے میں روآیت کے حوالہ سے علامہ طریحی نے مجمع البحرین کے ۶۱۵ میں لکھا ہے کہ: (۱) صین ایک پہاڑی ہے (۲) مشرق میں ایک مملکت ہے (۳) کوفہ میں ایک موضع ہے ۔پتہ یہ چلتاہے کہ ساری چیزےں فتح کی جائیں گی ،ان کے علاوہ سندھ اورہند کے مکانات کی طرف بھی اشارہ ہے ،بہرحال امام مہدی علیہ السلام شہر قسطنطنیہ کوفتح کرنے کے لئے روانہ ہونگے اوران کے ہمرا ہجوسترہزار بنواسحاق کے نوجوان ہونگے انھےں دریائے روم کے کنارے شہرمیں جاکراسے فتح کرنے کاحکم ہوگا ،جب وہاں پہنچ کرفصیل کے کنارے نعرہ تکبیرلگائے نگے توخود بخود راستہ پیداہوجائے گا اوریہ داخل ہوکر اسے فتح کرلے نگے ،کفار قتل ہونگے

اوراس پر پورا پورا قبضہ ہوجائے گا۔(نورالابصار ۱۵۵ بحوالہ طبرانی ،غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۵۲ و بحوالہ ابو نعیم ، اعلام الوری بحوالہ امام جعفر صادق ۲۶۴ ، قیامت نامہ ، بحوالہ صحیح مسلم)۔

یاجوج ماجوج اوران کاخروج :

قیامت صغری یعنی ظہورآل محمداورقیامت کبری کے درمیان دجال کے بعدیاجوج اورماجوج کاخروج ہوگا ۔یہ سد سکندری سے نکل کرسارے عالم میں پھیل جائینگے اوردنیاکے امن وامان کوتباہ وبربادکردینے میں پوری سعی کرینگے ۔

یاجوج ماجوج حضرت نوح کے بیٹے یافث کی اولاد سے ہیں ، یہ دونوںچارسوقبیلہ اورامتوںکے سرداراورسربرآورہ ہیں ، ان کی کثرت کاکوئی اندازہ نہیںلگایاجاسکتا ۔ مخلوقات میں ملائکہ کے بعد انھیں کثرت دی گئی ہے ، ان میں کوئی ایسانہیں جس کے ایک ایک ہزار اولاد نہ ہو ۔یعنی یہ اس وقت تک مرتے نہیں جب تک ایک ایک ہزاربہادرپیدانہ کردیں ۔یہ تین قسم کے لوگ ہیں ، ایک وہ جوتاڑسے زیادہ لمبے ہیں ، دوسرے وہ جولمبے اورچوڑے برابرہیں جن کی مثال بہت بڑے ہاتھی سے دی جاسکتی ہے ، تیسرے وہ جواپناایک کان بچھاتے اوردوسرا اوڑھتے ہیںان کے سامنے لوہا ، پتھر، پہاڑتووہ کوئی چیزنہیںہے ۔یہ حضرت نوح کے زمانہ میں دنیاکے اخیرمیں اس جگہ پیداہوئے ، جہاں سے پہلے سورج نے طلوع کیاتھا زمانہ فطرت سے پہلے یہ لوگ اپنی جگہ سے نکل پڑے تھے اوراپنے قریب کی ساری دنیا کوکھاپی جاتے تھے یعنی ہاتھی ، گھوڑا ، اونٹ ، انسان ، جانور، کھیتی باڑی غرضکہ جوکچھ سامنے آتاتھا سب کو ہضم کرجاتے تھے ۔ وہاں کے لوگ ان سے سخت تنگ اورعاجزتھے ۔یہاں تک زمانہ فطرت میں حضرت عیسی کے بعد بروائتی جب ذوالقرنین اس منزل تک پہنچے توانھیں وہاں کاسارا واقعہ معلوم ہوا اوروہاں کی مخلوق نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں اس بلائے بے درمان یاجوج ماجوج سے بچائے ۔چنانچہ انھوں نے دوپہاڑوں کے اس درمیانی راستے کوجس سے وہ آیاکرتے تھے بحکم خدالوہے کی دیوارسے جودوسوگزاونچی اورپچاس یاساٹھ گزچوڑی تھی بند کردیا ۔اسی دیوارکوسد سکندری کہتے ہیں ۔کیونکہ ذوالقرنین کااصل نام سکندراعظم تھا ، سدسکندری کے لگ جانے کے بعد ان کی خوراک سانپ قراردی گئی ، جوآسمان سے برستے ہیں یہ تابظہورامام مہدی علیہ السلام اسی میں محصوررہینگے ان کااصول اورطریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی زبان سے سد سکندری کو رات چاٹ کرکاٹتے ہیں ، جب صبح ہوتی ہے اوردھوپ لگتی ہے توہٹ جاتے ہیں ، پھردوسری رات کٹی ہوئی دیواربھی پرہوجاتی ہے اوروہ پھراسے کاٹنے میں لگ جاتے ہیں ۔

بحکم خداسے یہ لوگ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں خروج کریں گے دیوارکٹ جائے گی اوریہ نکل پڑےں گے ۔اس وقت کاعالم یہ ہوگاکہ یہ لوگ اپنی ساری تعداد سمیت ساری دنیامیں پھیل کرنظام عالم کودرہم برہم کرنا شروع کردیں گے، لاکھوں جانےں ضائع ہوں گی اوردنیاکی کوئی چیزایسی باقی نہ رہے گی جوکھائی اورپی جاسکے ، اوریہ اس پرتصرف نہ کریں۔ یہ بلاکے جنگجولوگ

ہونگے دنیا کو مار کر کھاجائینگے اور اپنے تیر آسمان کی طرف پھینک کر آسمانی مخلوق کو مارنے کا حوصلہ کریں گے اور جب ادھر سے بحکم خدا تیر خون آلود آئے گا تو یہ بہت خوش ہونگے اور آپس میں کہیں گے کہ اب ہمارا اقتدار زمین سے بلند ہو کر آسمان پر پہنچ گیا ہے۔ اسی دوران میں امام مہدی علیہ السلام کی برکت اور حضرت عیسی کی دعا کی وجہ سے خداوند عالم ایک بیماری بھیج دے گا جس کو عربی میں "نغف" کہتے ہیں یہ بیماری ناک سے شروع ہو کر طاعون کیطرح ایک ہی شب میں ان سب کا کام تمام کردے گی پھر ان کے مردار کو کھانے کے لئے "عنقا" نامی پرندہ پیدا ہوگا، جو زمین کو ان کی گندگی سے صاف کرے گا۔ اور انسان ان کے تیر و کمان اور قابل سوختنی آلات حرب کو سات سال تک جلائیں گے (تفسیر صافی ۲۷۸، مشکوۃ ۳۶۶، صحیح مسلم، ترمذی، ارشاد الطالبین ۳۹۸، غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۷۶، مجمع البحرین ۴۶۶، قیامت نامہ ۸)۔

امام مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت اور خاتمہ دنیا:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا پایہ تخت شہر کوفہ ہوگا مکہ میں آپ کے نائب کا تقرر ہوگا۔ آپ کا دیوان خانہ اور آپ کے اجرا حکم کی جگہ مسجد کوفہ ہوگی۔ بیت المال، مسجد سہلہ قراردی جائیگی اور خلوت کدہ نجف اشرف ہوگا۔ (حق الیقین ۱۴۵) آپکے عہد حکومت میں مکمل امن و سکون ہوگا۔ بکری اور بھیڑ، گائے اور شیر، انسان اور سانپ، زنبیل اور چوہے سب ایک دوسرے سے بے خوف ہونگے (در منثور سیوطی جلد ۳ ص ۲۳)۔ معاصی کا ارتکاب بالکل بند ہوجائے گا اور تمام لوگ پاک باز ہوجائینگے۔ جہل، جبن، بخل کافور ہوجائیں گے۔ عاجزوں، ضعیفوں کی دادرسی ہوگی۔ ظلم دنیا سے مٹ جائے گا اسلام کے قالب بے جان میں روح تازہ پیدا ہوگی دنیا کے تمام مذاہب ختم ہوجائینگے۔ نہ عیسائی ہوں گے نہ یہودی، نہ کوئی اور مسلک ہوگا۔ صرف اسلام ہوگا۔ اور اسی کا ڈنکا بجتا ہوگا آپ دعوت بالسیف دیں گے جو آپ کے درپئے نزاع ہوگا قتل کردیا جائے گا۔ جزیہ موقوف ہوگا خدا کی جانب سے شہر عکا کے ہرے بھرے میدان میں مہمانی ہوگی، ساری کائنات مسرتوں سے مملو ہوگی۔ غرضکہ عدل وانصاف سے دنیا بھر جائے گی، (الیواقت الجواہر جلد ۲ ص ۱۲۷)۔

دنیا کے تمام مظلوم بلائیں جائینگے اور ان پر ظلم کرنے والے حاضر کئے جائیں گے، حتی کہ آل محمد تشریف لائیں گے اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والے بلائے جائینگے حضرت امام علیہ السلام مظلوم کی فریادرسی فرمائے نگے اور ظالم کو کیفر و کردار تک پہنچائےں گے۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام امور میں نگرانی کا فریضہ ادا کرنے کے لئے جلوہ افروز ہونگے اسی دوران میں حضرت عیسی علیہ السلام اپنی سابقہ ارضی ۲۳ سالہ زندگی میں ۷ سالہ موجودہ ارضی زندگی کا اضافہ کرکے چالیس سال کی عمر میں انتقال کرجائینگے اور آپ کو روضہ حضرت محمد مصطفی صلعم میں دفن کردیا جائے گا۔ (حاشیہ مشکوۃ ۴۶۳)، سراج القلوب ۷۷، عجائب القصص ۲۳) اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلاکی حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا اور حضرت امیر المومنین نظام کائنات پر حکمرانی

کریں گے جس کی طرف قرآن مجید میں "دابۃ الارض" سے اشارہ کیا گیا ہے اب رہ گیا یہ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت کیا ہوگی ؟اس کے متعلق سخت اختلاف ہے ارشاد مفید کے ۵۳۳ میں سات سال اور ۵۳۷ میں انیس سال اوراعلام الوری کے ۳۶۵ میں ۱۹ سال، مشکوۃ کے ۴۶۲ میں ۷، ۸، ۹ سال، نورالابصار کے ۱۵۴ میں ۷، ۸، ۹، ۱۰ سال۔ غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۶۲ میں بحوالہ حلیۃ الاولیا ۷، ۸، ۹ سال اور ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی بلخی کے ۴۳۳ میں بیس سال مرقوم ہے میں نے حالات احادیث، اقوال علما سے استنباط کرکے بیس سال کو ترجیح دی ہے ہوسکتا ہے کہ ایک سال دس سال کے برابر ہوں (ارشاد مفید ۵۳۳، نورالابصار ۱۵۵) غرضکہ آپ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کو غسل وکفن دینگے اور نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے، جیساکہ علامہ سید علی بن عبدالحمید نے کتاب انوار المضیئہ میں تحریر فرمایا ہے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عہد ظہور میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں۔ یہ رجعت ضروریات مذہب امامیہ سے ہے (مجمع البحرین ۴۲۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہور کے بعد بحکم خدا شدید ترین کافر اور منافق اور کامل ترین مومنین حضرت رسول کریم اور آئمہ طاہرین، بعض انبیا سلف برائے اظہار دولت حق محمدی دنیا میں پلٹ کر آئیں گے۔(تکلیف المکلفین فی اصول الدین ۲۵) اس میں ظالموں کا ظلم کا بدلہ اور مظلوموں کو انتقام کا موقع دیا جائے گا اور اسلام کو اتنا فروغ دے دیا جائے گا کہ "لیظہرہ علی الدین کلہ" دنیا میں صرف ایک اسلام رہ جائیگا (معارف الملۃ الناجیہ والناریہ ۳۸۰) امام حسین علیہ السلام کا مکمل بدلہ لیا جائے گا (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۸۴ بحوالہ تفسیر عیاشی) اور دشمنان آل محمد کو قیامت میں عذاب اکبر سے پہلے رجعت میں عذاب ادنی کا مزہ چکھایا جائے گا (حق الیقین ۱۴۷ بحوالہ قرآن مجید)۔ شیطان سرورکائنات کے ہاتھوں سے نہر فرات پر ایک عظیم جنگ کے بعد قتل ہوگا۔ آئمہ طاہرین کے ہر عہد حکومت میں اچھے برے زندہ کئے جائیں گے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عہد میں جو لوگ زندہ ہوں گے ان کی تعداد چار ہزار ہوگی (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۷۸) شہداء کو بھی رجعت میں ظاہری زندگی دی جائے گی تاکہ اس کے بعد جو موت آئے اس سے آیت کے حکم " کل نفس ذائقة الموت "کی تکمیل ہوسکے اور انھیں موت کا مزہ نصیب ہوجائے (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۷۳) اسی رجعت میں بوعدہ قرآنی آل محمد کو حکومت عامہ عالم دی جائے گی، اور زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہ ہوگا جس پر آل محمد کی حکومت نہ ہو، اس کے متعلق قرآن مجید میں :" ان الارض یرثھا عبادی الصالحون " و "نریدان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم الوارثین " موجود ہے (حق الیقین ۱۴۶)۔

اب رہ گیا کہ یہ کائنات کی ظاہی حکومت ووراثت آل محمد کے پاس کب تک رہے گی، اس کے متعلق ایک روآیت آٹھ ہزار سال کا حوالہ دے رہی ہے اور پتہ یہ چلتا ہے کہ امیرالمومنین، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیرنگرانی حکومت کریں گے اور دیگر آئمہ طاہرین ان کے وزرا اور سفرا کی حیثیت سے ممالک عالم میں انتظام وانصرام فرمائیں گے اور ایک روآیت میں یہ بھی

ہے کہ ہرامام علی الترتیب حکومت کرینگے حق الیقین وغایۃ المقصود۔ حضرت علی کے ظہوراورنظام عالم پر حکمرانی کے متعلق قرآن مجید میں بصراحت موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

'' اخرجنالهم دابة من الارض ''(پارہ ۲۰ رکوع ۱)

علماء فریقین یعنی شیعہ وسنی کا اتفاق ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال علامہ ذہبی ومعالم التنزیل علامہ بغوی وحق الیقین علامہ مجلسی وتفسیرصافی علامہ محسن فیض کاشانی اس کی طرف توریت میں بھی اشارہ موجود ہے۔(تذکرۃ المعصومین ۲۴۶) آپ کا کام یہ ہوگا کہ آپ ایسے لوگوںکی تصدیق نہ کریں گے جوخدا کے مخالف اوراس کی آیتوں پریقین نہ رکھنے والے ہونگے وہ صفا اورمروہ کے درمیان سے برآمد ہونگے، ان کے ہاتھ میں حضرت سلیمان کی انگوٹھی اور حضرت موسی کا عصا ہوگا جب قیامت قریب ہوگی توآپ عصا اورانگشتری سے ہر مومن وکافرکی پیشانی پرنشان لگائیں گے۔ مومن کی پیشانی پر ''هذا مومن حقا '' اور کافرکی پیشانی پر'' هذا كافرحقا'' تحریرہوجائے گا۔ملاحظہ ہو(کتاب ارشادالطالبین اخوند درویزہ ۴۰۰ وقیامت نامہ قدوۃ المحدثین علامہ رفیع الدین ص ۱۰) علامہ لغوی کتاب مشکوۃ المصابیح کے ص ۴۶۴ میں تحریرفرماتے ہیں کہ دابۃ الارض دوپہرکے وقت نکلے گا، اورجب اس دابۃ الارض کا عمل درآمد شروع ہوجائے گا توباب توبہ بند ہوجائے گا اوراس وقت کسی کا ایمان لانا کارگرنہ ہوگا حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی مسجد میں سورہے تھے، اتنے میں حضرت رسول کریم تشریف لائے، اورآپ نے فرمایا ''قم یادابة الله '' اس کے بعد ایک دن فرمایا:'' یاعلی اذا كان اخرجک الله الخ '' اے علی! جب دنیا کا آخری زمانہ آئے گا توخداوند عالم تمہیں برآمد کریگا اس وقت تم اپنے دشمنوں کی پیشانیوں پرنشان لگاؤ گے۔(مجمع البحرین ۱۲۷) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ '' علی دابة ا لجنة ''ہیں لغت میں ہے کہ دابہ کے معنی پیروں سے چلنے پھرنے والے کے ہیں۔(مجمع البحرین ۱۲۷)۔

کثیرروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آل کی حکمرانی جیسے صاحب ارجح المطالب نے بادشاہی لکھا ہے اس وقت تک قائم رہے گی جب تک دنیا کے ختم ہونے میں چالیس یوم باقی رہیں گے۔(ارشادمفید ۱۳۷، واعلام الوری ۲۶۵) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چالیس دن کی مدت قبروں سے مردوں کے نکلنے اورقیامت کبری کے لئے ہوگی۔ حشرونشر، حساب وکتاب، صورپھونکنا اوردیگر لوازمات کبری اسی میں اداہونگے۔(اعلام الوری ۲۶۵) اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام لوگوں کوجنت کا پروانہ دیں گے۔لوگ اس لے کرپل صراط پرسے گزریں گے۔(صواعق محرقہ علامہ ابن حجرمکی ۷۵) واسعاف الراغبین ۷۵ برحاشیہ نورالابصار) پھرآپ حوض کوثرکی نگرانی کرینگے جو دشمن آل محمد حوض کوثرپرہوگا، اسے آپ اٹھادینگے۔(ارجح المطالب ۷۶۷) پھرآپ لواء الحمد یعنی محمدی جھنڈا لے کرجنت کی طرف چلیں گے، پیغمبراسلام آگے آگے ہونگے انبیاء اورشہداء وصالحین اوردیگرآل محمد کے ماننے والے پیچھے ہونگے۔(مناقب اخطب خوارزمی قلمی وارجح المطالب ۷۷۴) پھرآپ جنت کے دروازہ پرجائینگے اوراپنے

دوستوںکو بغیر حساب داخل جنت کرینگے اور دشمنوںکو جہنم میں جھونک دینگے (کتاب شفا قاضی عیاض و صواعق محرقہ) اسی لئے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر حضرت عثمان اور بہت سے اصحاب کو جمع کر کے فرمادیا تھا کہ علی زمین اور آسمان دونوںمیں میرے وزیرہیں اگر تم لوگ خدا کو راضی کرنا چاہتے ہو تو علی کو راضی کرو، اس لئے کہ علی کی رضا خدا کی رضا اور علی کا غضب خدا کا غضب ہے۔(مودۃ القربی ص ۵۵ ۔ ۶۲) علی کی محبت کے بارے میں تم سب کو خدا کے سامنے جواب دیناپڑے گا اور تم علی کی مرضی کے بغیر جنت میں نہ جاسکوگے اور علی سے کہ دیا کہ تم اور تمہارے شیعہ "خیر البریہ" یعنی خدا کی نظر میں اچھے لوگ ہیں ۔یہ قیامت میں خوش ہونگے اور تمہارے دشمن ناشاد ونامراد ہونگے ، ملاحظہ ہو (کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۸ و تحفہ اثنا عشریہ ۶۰۴ تفسیر فتح البیان جلد ۱ ص ۳۲۳)۔

حضرت خدیجہ تاریخ کے آئینہ میں

حضرت خدیجہ کا شمار تاریخ انسانیت کی ان عظیم خواتین میں ہوتا ہے جنھوں نے انسانیت کی بقاء اور انسانوں کی فلاح و بھبود کے لئے اپنی زندگی قربان کردی

تاریخ بشریت گواہ ہے کہ جب سے اس زمین پر آثار حیات مرتب ہونا شروع ہوئے اور وجود اپنی حیات کے مراحل سے گزرتا ہوا انسان کی صورت میں ظھور پذیر ہوا اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اولین نمونہ انسانیت اور خلافت الھیہ کے عھدہ دار بن کر روئے زمین پر وارد ہوئے اور پھر آپکے بعد سے ہر مصلح بشریت جس نے انسانیت کے عروج اور انسانوں کی فلاح و بھبود کیلئے اسکو اسکے خالق حقیقی سے متعارف کرانے کی کوشش کی، کسی نہ کسی صورت میں اپنے دور کے خودپرست افراد کی سرکشی اور انانیت کا سامنا کرتے ہوئے مصائب وآلام سے دوچار ہوتا رہا دوسری طرف تاریخ کے صفحات پران مصلحین بشریت کے کچھ ھمدردوںؔاور جانثاروںؔکے نام بھی نظر آتے ھیںؔجو ہر قدم پر انسانیت کے سینہ سپر ہوگئے اور در حقیقت ان سرکش افراد کے مقابلے میں ان ھمدرد اور مخلص افراد کی جانفشانیوںؔھی کے نتیجے میں آج بشریت کا وجود برقرار ہے ورنہ ایک مصلح قوم یا ایک نبی یا ایک رسول کس طرح اتنی بڑی جمعیت کا مقابلہ کرسکتا تھا جو ھرآن اسکے درپئے آزار ھوںؔھی مٹھی بھر دوست اور فداکار تھے جنکے وجود سے مصلحین کے حوصلے پست نہیں ہونے پاتے تھے

مرور ایام کے ساتھ پرچم اسلام آدم (ع) و نوح (ع) و عیسی و ابراھیم علیھم السلام کے ہاتھوں سربلندی و عروج حاصل کرتا ہوا ھمارے رسول کے دست مبارک تک پھونچا اور عرب کے ریگزار میں آفتاب رسالت نے طلوع ہوکر ہر ذرہ کو رشک قمر بنا دیا، ھر طرف توحید کے شادیانے بجنے لگے از زمین تا آسمان لا الہ الا اللہ کی صدائیں باطل کے قلوب کو مرتعش کرنے لگیں، محمد رسول اللہ کا شور دونوں عالم پر محیط ہوگیا اور تبلیغ الٰھی کا آخری ذریعہ اور ھدایت بشری کے لئے آخری رسول رحمت بنکر عرب کے خشک صحرا پر چھاتا ہوا سارے عالم پر محیط ہوگیا دوسری طرف باطل کا پرچم شیطان و نمرود، فرعون و شداد کے ہاتھوں سے گذرتا ہوا ابولھب ، ابوجھل اور ابوسفیان کے ناپاک ہاتھوں بلند ہونے کی ناپاک کاوشوں میں مصروف ہوگیا رسول کے کلمہ توحید کے جواب میں ایذا رسانی شروع ہوگئی اور حق وباطل کی طرح برسرپیکار ہوگئے ایسے عالم میں کہ ایک طرف مکہ کے خاص وعام تھے اور دوسری طرف بظاہر ایک تنگ دست اور کم سن جوان جس کے اپنے اس کے مخالف ہو چکے تھے لیکن پیغام الٰھی کی عظمت، مصائب کی کثرت پر غالب تھی اور ہر اذیت کے جواب میں رسول اللہ کا جوش تبلیغ اور زیادہ ہوتا جاتا تھا

ایسے کسمپرسی کے عالم میں جھاں ایک طرف آپکے چچا ابو طالب نے آپ کی ہر ممکنہ مدد کی وھیں دوسری طرف آپ کی پاک دامن زوجہ حضرت خدیجہ نے آپ کی دلجوئی اور مدارات کے ذریعہ آپکو کفار مکہ سے پھنچنے والی تمام تکالیف کو یکسرہ فراموش کرنے پر مجبور کردیا حضرت خدیجہ نے آپ کی زبان سے خبر بعثت سنتے ہی اٰمنا وصدقنا کھ کر آپ کی رسالت کی پھلے ہی مرحلے میں تائید کردی جناب خدیجہ کا یہ اقدام رسول اکرم کیلئے بہت حوصلہ افزاء ثابت ہوا آپکی اسی تائید وتعاون کو رسول اکرم آپ کی وفات کے بعد بھی یاد فرماتے رہتے تھے اور اکثر وبیشتر آپ کی زبان اقدس پر حضرت خدیجہ کا تذکرہ رھتا تھا [1]

عائشہ نے جب آپ کے اس فعل پر اعتراض کرتے ہوئے کھا کہ خدیجہ ایک ضعیفہ کے سوا کچھ نہیں تھی اور خدا نے آپ کو اس سے بھتر عطا کردی ہے (عائشہ کا اشارہ اپنی طرف تھا) تو حضور ناراض ہو گئے [2]

اور غضب کے عالم میں فرمایا کہ خدا کی قسم خدا نے مجھکو اس سے بھتر عطا نہیں کی وللہ لقد اٰمنت بی اذکفر الناس واٰوتینی اذرفضنی الناس و صدقتنی اذکذبنی الناس [3] خدا کی قسم وہ (خدیجہ) اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگ کفر اختیار کئے ہوئے تھے اس نے مجھے اس وقت پناہ دی جب لوگوں نے مجھے ترک کردیا تھا اور اس نے میری اس وقت تصدیق و تائید کی جب لوگ مجھے جھٹلارہے تھے

خاندان ونام ونسب

شجر اسلام کی ابتدائی مراحل میں آبیاری کرنے والی اور وسطی مراحل میں اس کی شاخوں کو نمو بخشنے والی یہ خاتون قریش کے اصیل و شریف گھرانے میں پیدا ہوئی روایات میں آپ کی ولادت عام الفیل سے پندرہ سال قبل ذکر ہوئی اور بعض لوگوں نے اس سے کم بیان کیا ہے آپ کے والد خویلد ابن اسد بن عبد العزی بن قصی کا شمار عرب کے دانشمندوں میں ہوتا تھا اور آپکی والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن رواحہ ہیں [4] آپ کا خاندان ایسے روحانی اور فداکار افراد پر مشتمل تھا جو خانہ کعبہ کی محافظت کے عھدیدار تھے جس وقت بادشاہ یمن "تبع " نے حجر اسود کو مسجد الحرام سے یمن منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت خدیجہ کے والد ذات تھی جنھوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جس کے نتیجہ میں مجبور ہوکر "تبع " کو اپنے ارادہ سے منصرف ہونا پڑا [5]

حضرت خدیجہ کے جد اسد بن عبد العزی پیمان حلف الفضول کے ایک سرگرم رکن تھے یہ پیمان عرب کے بعض با صفا وعدالت خواہ افراد کے درمیان ہوا تھا جس میں متفقہ طور پر یہ عھد کیا گیا تھا کہ مظلومین کی طرف سے دفاع کیا جائے گا اور خود رسول اکرم بھی اس پیمان میں شریک تھے [6] "ورقہ بن نوفل " (حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی) عرب کے دانشمند ترین افراد میں سے تھے اور انکا شمار ایسے افراد میں ہوتا تھا جو بت پرستی کو نا پسند کرتے تھے ی [7] اور حضرت خدیجہ کو چندین بار اپنے مطالعہ کتب

عھدین کی بناپر خبر دار کرچکے تھے کہ محمد اس امت کے نبی ہیں[8] خلاصہ یہ کہ اس عظیم المرتبت خاتون کے خاندان کے افراد، متفکر ،دانشمند اوردین ابراھیم کے پیرو تھے

تجارت

ایسے با عظمت افراد کی آغوش عاطفت کی پرورده خاتون کی طبیعت میں اپنے آبا و اجداد کی طرح رفق ودانشمندی کی آمیزش تھی جس کے سبب آپ نے اپنے والد کے قتل کے بعد ان کی تجارت کو بطریقہ احسن سنبھال لیا اور اپنے متفکر اور زیرک ذھن کی بنا پر اپنے سرمایہ کوروز افزوں کرنا شروع کردیا آپ کی تجارت با تجربہ اور با کردار افراد کے توسط سے عرب کے گوشہ وکنار تک پھیلی ہوئی تھی روایت کی گئی ہے کہ "ھزاروں اونٹ آپ کے کارکنان تجارت کے قبضہ مین تھے جو مصر ،شام اور حبشہ جیسے ممالک کے اطراف میں مصروف تجارت تھے"[9] جن کے ذریعہ آپ نے ثروت سرشار حاصل کرلی تھی

آپ کی تجارت ایسے افراد پر موقوف تھی جو بیرون مکہ جاکر اجرت پر تجارت کے فرائض انجام دے سکیں چنانچہ حضرت ختمی مرتبت کی ایمانداری ،شرافت ،اوردیانت کے زیر اثر حضرت خدیجہ نے آپ کو اپنی تجارت میں شریک کرلیا اور باہم قرارداد ہوئی اس تجارت میں ہونے والے نفع اور ضرر میں دونوں برابر شریک ہوں گے [10] اور بعض مورخین کے مطابق حضرت خدیجہ نے آپ کو اجرت پر کاروان تجارت کا سربراہ مقرر کیا تھا [11] لیکن اس کے مقابل دوسری روایت ہے جس کے مطابق رسول اللہ اپنی حیات میں کسی کے اجیر نہیں ہوئے [12] بھر کیف حضرت کاروان تجارت کے ھمراہ روانہ شام ہوئے حضرت خدیجہ کا غلام میرہ بھی آپ کے ساتھ تھا[13] بین راہ آپ سے کرامات سرزد ہوئیں اور راھب نے آپ میں علائم نبوت کا مشاہدہ کیا اور "یسرہ"کوآپ کے نبی ہونے کی خبر دی [14] تمام تاجروں کو اس سفر میں ہر مرتبہ سے زیادہ نفع ہوا جب یہ قافلہ مکہ واپس ہوا تو سب سے زیادہ نفع حاصل کرنے والی شخصیت خودپیام اکرم کی تھی جس نے خدیجہ کو خوش حال کردیا اس کے علاوہ یسرہ (غلام خدیجہ)نے راستے میں پیش آنیوالے واقعات بیان کئے جس سے حضرت خدیجہ آنحضرت کی عظمت و شرافت سے متاثر ہوگئیں

ازدواج

حضرت خدیجہ کی زندگی میں برجستہ و درخشندہ ترین پھلو آپ کی حضرت رسالت مآب کے ساتھ ازدواج کی داستان ہےجیسا کہ سابقہ ذکر ہوا کہ "حضرت خدیجہ کی تجارت عرب کے اطراف واکناف میں پھیلی ہوئی تھی اور آپ کی دولت کا شھرہ تھا" چنانچہ اس بنا پر قریش کے دولت مند طبقہ سے تعلق رکھنے والے افرادچندین بارپیغام ازدواج پیش کرچکے تھے ،لیکن جنکو زمانہ جاہلیت میں "طاہرہ "کھا جاتا تھا[15] اپنی پاکدامنی اور عفت کی بنا پر سب کو جواب دے چکی تھیں ضرت جعفر مرتضی عاملی تحریر فرماتے ہیں

"ولقد کانت خدیجه علیها السلام من خیرة النساء القریش شرفا واکثر هن مالا واحسنهن جمالا ویقال لها سیدةالقریش وکل قومها کان حریصاً علی الاقتران بها لو یقدر علیها[16] الصحیح من سیرة النبی الاعظم ج/2/ص107)

"حضرت خدیجہ قریش کی عورتوں میں شرف و فضیلت ،دولت وثروت اور حسن وجمال کے اعتبار سے سب سے بلند و بالا تھیں اور آپ کو سیدہ قریش کہا جاتا تھا اور آپ کی قوم کا ہر افراد آپ سے رشتۂ ازدواج قائم کرنے کا خواہاں تھا"

حضرت خدیجہ کو حبالۂ عقد میں لانے کے متمنی افراد میں "عقبہ ابن ابی معیط "،"صلت ابن ابی یعاب "،"ابوجھل "اور "ابو سفیان "جیسے افراد تھے جن کو عرب کے دولتمند اورباحیثیت لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا[17] لیکن حضرت خدیجہ باوجودیکہ اپنی خاندانی اصالت ونجابت اورذاتی مال وثروت کی بناپر بے شمار ایسے افراد سے گھری ہوئی تھیں جو آپ سے ازدواج کے متمنی اوربڑے بڑے مھر دیکر اس رشتے کے قیام کو ممکن بنانے کیلئے ھمہ وقت آمادہ تھے ہمیشہ ازدواج سے کنارہ کشی کرتی رھتی تھیں کسی شریف اورصاحب کردار شخص کی تلاش میں آپ کاوجود صحراء حیات میں حیران وسرگرداں تھاایسے عالم میں جب عرب اقوام میں شرافت ودیانت کاخاتمہ ہوچکا تھا،خرافات وانحرافات لوگوں کے دلوں میں رسوخ کرکے عقیدہ ومذھب کی شکل اختیار کرچکے تھے خودباعظمت زندگی گذارنا اوراپنے لئے کسی اپنے ہی جیسے صاحب عزوشرف شوھر کاانتخاب کرناایک اہم اور مشکل مرحلہ تھا،ایسے ماحول میں جب صدق وصفاکافقدان تھاآپ کی نگاہ انتخاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آکر ٹھھر گئی جن کی صداقت ودیانت کا شھرہ تھا،حضرتخدیجہ نے کم ظرف صاحبان دولت واقتدار کے مقابلے میں اعلی ظرف ،مجسمہ شرافت ودیانت اور عظیم کردار کے حامل رسول کو جو بظاہر تنگ دست ،یتیم اور بے سھاراتھے ترجیح دے کر قیامت تک آنے والے جوانوں کو درس عمل دے دیاکہ دولت وشہرت اوراقتدار کی شرافت ،عزت اور کردار کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہیالمختصر برسر اقتدار افراد کومایوس کرنے والی "خدیجہ " نے باکمال شوق وعلاقہ ازطرف خودپیغام پیش کردیا[18]اور مھر بھی اپنے مال میں قراردیاجس پر حضرت ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھنے کے بعد فرمایا"لوگونگواہ رہنا" "خدیجہ " نے خود کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کیااور مھر بھی اپنے مال میں قرار دیاہے اس پر بعض لوگوں نے ابوطالب علیہ السلام پر طنز کرتے ہوئے کہا یاعجباہ!المھر علی النساء للرجل (تعجب ہے مرد عورت کے مال سے مھر کی ادائیگی کرے)جس پر حضرت ابوطالب نے ناراضگی کااظہار کرتے ہوئے غضب کے عالم میں فرمایا،"اذاکانوا مثل ابن اخی هذاطلبت الرجل باغلی الاثمان وان کانوا امثالکم لم یزوجوا الابالمهر الفالی"[19](اگرکوئی مرد میرے اس بھتیجے کے مانند ہوگاتو عورت اس کوبڑے بھاری مھر دے کرحاصل کرینگی لیکن اگر وہ تمھاری طرح ہوا تواسکو خود گرانبھاری مھر دیکر شادی کرناہوگی)ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت نے اپنا مھر (جو بیس بکرہ نقل ہوا ہے)خود ادا کیا تھا[20]اور ایک روایت کے مطابق آپ کے مھر کی ذمہ داری حضرت علی نے قبول کرلی تھی ،حضرت کی عمر کے سلسلے میں تمام مورخین کااس پراتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ سے آپ نے پہلی شادی 25/سال کی عمر میں کی لیکن خود حضرت خدیجہ کی عمر کے

بارے میں کثیر اختلاف وارد ہوا ہے چنانچہ25،28،30/ اور40سال تک بہت کثرت سے روایات وارد ہوئی ہیں [21] لیکن معروف ترین قول یہ ہے کہ آپ کی عمر شادی کے وقت 40سال تھی [22]

آیا حضرت خدیجہ (ع)رسول سے قبل شادی شدہ تھیں ؟

اس مسئلہ میں کہ آیارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہ عقد میں آنے سے قبل حضرت خدیجہ دوسرے افراد کے ساتھ بھی رشتہ مناکحت سے منسلک رہ چکی تھیں یا نھیں تاریخ کے مختلف اوراق پر متعدد راویوں کے اقوال میں کثیر اختلاف واقع ہوا ہے چنانچہ بعض راویوں کے نزدیک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کرنے سے قبل حضرت خدیجہ شادی شدہ تھیں اور سابقہ شوھروں سے آپ کی اولادیں بھی ہوئیں تھیں

تاریخ کے مطابق آپ کے سابق شوھروں کے نام بالترتیب "عتیق بن عایذبن عبد اللہ فخروی "اور" ابوھالہ تمیمی" ہیں [23] اس کے علاوہ خود آنحضرت کے بارے میں روایت وارد ہوئی ہے کہ "عائشھ "کے علاوہ آپ نے کسی کنواری خاتون سے شادی نہیں کی تھی [24] لیکن یہ تمام روایات جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ شادی شدہ تھیں اوررسول سے قبل بھی دوسرے کی شریک حیات رہ چکی تھیں ،دلائل اوردوسری روایات معتبرہ کی روشنی میں صحیح نظر نھیں آتیں ،بلکہ تمام تاریخ کو سیاست کے ہاتھوں مسخ کئے جانے کی ناکام کوششوں میں سے ایک کانتیجہ ہیں

تجزیہ و تحلیل

1)ابن شھر آشوب کا بیان ہے کہ "مرتضی شامی میں اورابو جعفر تلخیص میں رقم طراز ہیں کھ"ان النبی تزوج وکانت عذراء" [25] نبی نے آپ سے شادی کی درحالیکہ آپ کنواری تھیں"

اس کے علاوہ اسی مطلب کی تائید اس روایت سے بھی ہوئی ہے جو ثابت کرتی ہے"ان رقیہ وزینب کانتاابتی ھالۃاخت خدیجہ [26] رقیہ اور زینب خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں(نہ کہ خدیجہ کی)

2)ابو القاسم کوفی کا بیان ہے کہ "خاص وعام اس بات پر متفق ہیں کہ تمام اشراف سربرآوردہ افراد حضرت خدیجہ سے ازدواج کے آرزومند تھے لیکن خدیجہ کے بلند معیار کے سامنے ان کی دولت کی فراوانی اورشان وشوکت ھیچ نظر آتی تھی یھی وجہ تھی کہ حضرت خدیجہ نے سب کے رشتوں کو ٹھکرادیا تھا لیکن زمانے کی حیرت کی اس وقت کوئی انتھا نہ رہی جب اسی خدیجہ نے عرب کے صاحبان مال وزراورفرزندان دولت و اقتدار کو ٹھکرا کر حضرت رسالت مآب سے رشتہ ازدواج قائم کرلیا جن کے پاس مال دنیا میں سے کچہ نہ تھا اسی لئے قریش کی عورتیں خدیجہ سے تحیر آمیز ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے سوال کر بیٹھیں کہ اے خدیجہ !تو نے شرفا وامراء قریش کو جواب دے دیا اور کسی کو بھی خاطر میں نہ لائی لیکن یتیم ابوطالب کو جو تنگ دست وبے روزگار ہے انتخاب

کرلیا اس روایت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت خدیجہ نے مکہ کے صاحبان دولت وثروت کو رد کردیا تھا اور کسی سے بھی شادی کرنے پر آمادہ نہیں تھیں ،دوسری طرف اس روایت کی رد سے جو سابقا ذکر ہوئی آپ کے ایک شوھر کانام "ابوھالہ تمیمی " ھے جو بنی تمیم کا ایک اعرابی تھا، عقل انسانی اس بات پر متحیر ہوجاتی ہے کہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اشراف کے پیغام کو ٹھکرا دے اور ایک اعرابی کو اپنے شریک حیات کے طور پر انتخاب کرلے ،علاوہ براین اس سے بھی زیادہ تعجب کا مقام یہ ہے کہ خدیجہ کے اشراف کونظر انداز کرکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (جو خاندانی اعتبار سے بلند مقام کے حامل تھے)انتخاب کرنے پر تو قریش کی عورتیں انگشت نمائی کرتی نظر آئیں لیکن ایک اعرابی سے شادی کے خلاف عقل فعل پر، پر سخن زمانہ ساکت رہ جائے (الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج/2/ص/123)اس دلیل کی روشنی میں یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت خدیجہ نے رسول سے قبل کوئی شادی نہیں کی تھی اور اگر کی ہوتی توزمانے کے اعتراضات تاریخ میں محفوظ ہوتے

3)بعض لوگوں نے حضرت خدیجہ کے شادی شدہ ہونے پر اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ "راہ اسلام کا اولین شہید حارث بن ابی ہالہ فرزند حضرت خدیجہ ہے [27]

مذکورہ بالا روایت کے مقابلے میں دوسری روایات جن کی سندیں معتبر ہیں "ابو عمار اور ام عمار"کو اسلام کے پھلے شہید کی صورت میں پیش کرتے ہیں "ان اول شہید فی الاسلام سمیہ والدہ عمار "[28](اسلام کی راہ میں پھلی شہید ہونے والی سمیہ والدہ عمار ہیں)اورابن عباس اور مجاہد کی روایت کے مطابق "قتل ابوعماروام عماراول قتیلین قتلا من المسلمین"[29]

اسلام کی راہ میں شہید ہونے والے پھلے افراد ابو عمار اورام عمار ہیں

ان روایات سے کاملاًرد ہوتی ہیکہ یہ شخص جسکو حضرت خدیجہ کے بیٹے کی حیثیت سے تاریخ کے صفحات پر مرقوم کردیا گیا ہے اسلام کی راہ میں قربان ہونے والا پھلا شہید تھا،لھذا معلوم نھیں ھے کہ اس شخص کا وجود خارجی تھا بھی یا نھیںچہ جائیکہ حضرت خدیجہ کا فرزند ہونا پائے ثبوت کوپہنچے

4)،روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کی ایک بہن تھیں جن کانام 'ھالۃ تھا اس ہالہ کی شادی ایک مخزوی شخص کے ساتھ ہوئی جس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کانام "ہالہ "تھا،پھر اس ہالہ اولی (خواہر خدیجہ (ع)) سے ایک بنی تمیم سے تعلق رکھنے والے شخص نے شادی کرلی جو ابو ھند کے نام سے معروف ہیاس تمیمی سے ہالہ کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کانام ھند تھا اور اس شخص ابو ھند تمیمی (شوھر خواہر خدیجہ)کی ایک اور بیوی تھی جسکی دو بیٹیاں تھیں 'رقیہ'اور "زینب "کچھ عرصے کے بعد ابو ھند کی پھلی بیوی جو رقیہ اورزینب کی ماں تھی فوت ہوگئی اور پھر کچھ ہی مدت کے بعد "ابو ھند "بھی دنیا سے رخصت ہوگیا اوراس کا بیٹا "ھند "جو ھالہ سے تھا اوردو بیٹیاں جو اس کی پھلی بیوی سے تھیں جن کا نام تاریخ ،رقیہ اورزینب ذکر کرتی ہے "خدیجہ "کی بہن کے پاس باقی رہ گئے جن میں سے ھند اپنے باپ کی موت کے بعد اپنی قوم بنی تمیم سے ملحق ہوگیا اور "ھالہ "(حضرت خدیجہ کی بہن)اوراس

کے شوہر کی دونوں بیٹیاں حضرت خدیجہ کے زیر کفالت آ گئے ، اور آنحضرت سے آپ کی شادی کے بعد بھی آپ ہی کے ساتھ رہیں اور آپ ہی کے گھر میں دیکھا گیا تھا اس لئے عرب خیال کرنے لگے کہ یہ خدیجہ ہی کی بیٹیاں ہیں اورپھر ان کو حضرت سے منسوب کردیا گیا لیکن حقیقت امر یہ تھی کہ رقیہ اورزینب حضرت خدیجہ کی بہن "ھالہ " کے شوہر کی بیٹیاں تھیں(الصحیح من سیرۃ النبی الا عظم ج/2ص/126)

مذکورہ بالادلائل کی روشنی میں یہ بات پائے ثبوت کو پہنچی ہے کہ حضرت خدیجہ رسول کے حبالۂ عقد میں آنے سے قبل غیر شادی شدہ تھیں اورآپ کے شوہروں اورفرزندوں کے نام جوتاریخ میں نظر آتے ہیں یاتوکسی غلط فھمی کانتیجہ ہیں یاسیاست کے ہاتھوں عظمت رسول کو کم کرنیکی ایک ناکام کوشش ،مذکورہ دلائل کے علاوہ بھی حلّی اور نقضی جوابات دئے گئے ہیں جوتاریخ کی اس حقیقت سے پردہ اٹھانے والے ہیں لیکن یہ مختصر مضمون ان تمام دلائل اورروایات کا متحمل نھیںھوسکتاہے،آپ کی اولاد میں حضرت فاطمہ زھرا کے علاوہ کوئی فرزند زندہ نہیں رہ

رسول کی بعثت اور حضرت خدیجہ کا ایمان لانا

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث بہ رسالت ہونے کے بعد عورتوں میں جس شخصیت نے سب سے پھلے آپ کی تصدیق کی اورآپ پر ایمان لائی وہ حضرت خدیجہ کی ذات گرامی ہے [30]طبری نے واقدی سے روایت کی ہے کہ "اجتمع اصحابنا علی ان اول اهل القبلة استجاب لرسول الله خديجه بنت خويلد [31]علماء کااس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر سب سے پھلے لبیک کھنے والی حضرت خدیجہ کی ذات گرامی ہے)خود رسول اکرم صلی یللہ ع لیہ وآلہ وسلم کا ارشادہے "والله لقد امنت بی اذ کفر الناس واويتنی اذ رفضنی الناس وصدقتنی اذكذبنی الناس [32]خداکی قسم وہ(خدیجہ) مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگ کفر اختیار کئے ہوئے تھے اس نے مجھے اس وقت پناہ دی جب لوگوں نے مجھے ترک کردیا تھا اوراس نے ایسے موقع پر میری تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلارہے تھے)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :لم يجمع بيت واحد يومئيذ فی الاسلام غير رسول الله وخديجه واناثالثها [33]وہ ایسا وقت تھاجب روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ تھابجز اس خاندان کے جو رسول اور خدیجہ پر مشتمل تھا اورمیں ان میں کی تیسری فرد تھا)ابن اثیر کابیان ہے :اول امراء ةتزوجها واول خلق الله اسلم بالاجماع المسلمين لم يتقد مهاوجل ولاامراء ة" [34]حضرت خدیجہ پھلی خاتون ہیں جن سے آنحضرت نے رشتۂ ازدواج قائم کیااوراس امرپر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آپ سے پھلے نہ کوئی مرد ایمان لایا اورنہ کسی عورت نے اسلام قبول کیا)

آنحضرت کی حضرت خدیجہ(ع) سے محبت و عقیدت

حضرت خدیجہ کی آنحضرت کی نگاہ میں محبت و عقیدت اورقدرومنزلت کا اندازہ اس بات سے لگایاجاسکتاہے کہ آپکی زندگی میں آنحضرت نے کسی بھی خاتون کو اپنی شریک حیات بناناگوارہ نہیں کیا[35]آپ کے بارے میں حضرت کاارشادہیکہ "خدیجہ اس امت کی بھترین عورتوں میں سے ایک ہے

[36]آپ کی وفات کے بعد بھی ہمیشہ آپ کو یاد فرماتیرہے[37]عائشہ کابیان ہے کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ سے اتناحسد نہیں ہواجتناخدیجہ سے ہواحالانکہ خدیجہ کی وفات مجھ سے قبل ہوچکی تھی اوراس حسد کاسبب یہ تھاکہ آنحضرت آپ کاتذکرہ بہت زیادہ فرماتے تھے[38]چنانچہ یھی سبب ہے کہ دوسری جگہ عائشہ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ "ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ کی تعریف فرمارہے تھے مجھے حسدپیداہوااورمیں نے عرض کی یارسول اللہ خدیجہ ایک ضعیفہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھی جو مرگئی اورخدانے آپ کواس سے بھترعطاکردی ہے (عائشہ کااشارہ اپنی طرف تھا)رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کرناراض ہوگئے[39]اورغضب کے عالم میں فرمایا"لاواللہ مابدل لنی اللہ خیر امنھاآمنت بی اذکفر الناس وصدقتنی اذکذبنی الناس وواستنی بھالھااذحرمنی الناس ورزقنی منھااللہ ولدادون غیرھامن النساء"[40]خدا کی قسم خدانے مجھکو اس سے بھترعطانھیں کی وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگ کفر اختیار کئے ہوئے تھے اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب لوگ مجھکو جھٹلارہے تھے اوراس نے اپنے مال کے ذریعہ میری اس وقت مدد کی جب لوگوں نے مجھے ہرچیز سے محروم کردیاتھا اورخدانے صرف اسی کے ذریعہ مجھے اولاد عطافرمائی اورمیری کسی دوسری بیوی کے ذریعہ مجھے صاحب اولاد نہیں کیارسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب سے آنحضرت کی حضرت خدیجہ کیلئے محبت اورعقیدت واحترام کااندازہ ہوتاہےخدیجہ کااسلام کیلئے اپنااورسب کچھ قربان کرکے بھی اسلام کی نشرواشاعت کاجذبہ ہی تھاجس نے اسلام کودنیاکے گوشہ وکنارتک پھنچنے کے مواقع فراہم کئے اوریھی سبب تھاکہ "حضرت نے آپ کوخداکے حکم سے جنت کی بشارت دیدی تھی "عائشہ سے مسلم نے روایت نقل کی ہے کہ "بشر رسول اللہ ﷺ بنت خویلد ببیت فی الجنۃ "(حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجہ سلام اللہ علیھا کو جنت کی بشارت دی تھی)[41]حضرت خدیجہ اور ابوطالب رسول کے دو ایسے مدافع تھے جنکی زندگی میں کفارقریش کی طرف سے آپ کو کوئی گزند نہیں پھنچا لیکن رسول کے یہ دونوں جانثار ایک ہی سال بہت مختصر وقفہ سے یکے بعددیگرے دنیاسے رخصت ہوگئے اورروایات کے مطابق رسول پردونوں مصیبتیں ہجرت سے تین سال قبل اورشعب ابی طالب سے باہر آنے کے کچھ روز بعد واقع ہوئیں[42]رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا[43]اوریہ مصیبت رسول کیلئے اتنی سخت تھی کہ رسول خانہ نشین ہوگئے اورآپ نے حضرت خدیجہ اورابوطالب کی وفات کے بعد باہر نکلنا بھت کم کردیاتھا[44]ایک روز کسی کافرنے آپ کے سرپر خاک ڈال دی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں گھرمیں داخل ہوئے آپ کی زبان پر

یہ کلمات تھے "مانالت منی قریش شیا اکرھہ حتی مات ابوطالب "(45) قریش ابوطالب کی زندگی میں مجھکو کوئی گزند نہیں پھنچا سکے)آپ حضرت ابوطالب اورخدیجہ کی زندگی میں اطمینان سے تبلیغ میں مصروف رہتے تھےخدیجہ گھر کی چھار دیواری میں اور ابوطالب مکہ کی گلیوں میں آپ کے مدافع تھے

حضرت خدیجہ جب تک زندہ رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطمینان وسکون کا سبب بنی رہیں دن بھر کی تبلیغ کے بعد تھک کرچور اورکفار کی ایذارسانیوں سے شکستہ دل ہوجانے والارسول جب بجھے ہوئے دل اورپژمردہ چھرے کے ساتھ گھر میں قدم رکھتاتو خدیجہ کی ایک محبت آمیز مسکراہٹ رسول کے مرجھائے ہوئے چھرے کوپھر سے ماہ تمام بنادیاکرتی تھی ،خدیجہ کی محبتوں کے زیر سایہ کشتی اسلام کاناخدا عالمین کیلئے رحمت بنکر دنیاکی ایذارسانیوں کو بھلاکر ایک نئے جوش و جذبے اورولولے کے ساتھ ڈوبتے ہوئے ستاروں کاالوداعی سلام اورمشرق سے سرابھارتے ہوئے سورج سے خراج لیتاہواایک بارپھر خانہ عصمت وطھارت سے باہر آتا اورباطل کو لرزہ براندام کرنے والی لاالہ الااللہ کی بلند بانگ صداؤں سے مکہ کے درودیوارھل کررہ جاتے کفار جمع ہوتے رسول پر اذیتوں کی یلغار کردیتے لیکن انسانیت کی نجات اورانسانوں کی اصلاح کاخواب دل میں سجائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشاآیند مستقبل کے تصور میں ہر مصیبت کاخندہ پیشانی سے مقابلہ کرتیرہے اورآپ کے اسی صبر وتحمل اورآپ کی پاکدامن زوجہ کے تعاون اورجانثاری سے آج ہم مسلمانان جھان پرچم توحید کے علمبردار رسول کے اس خواب اصلاح کوشرمندہ تعبیر کرنے کے لئۓ آپ کے اس آخری جانشین کے انتظار میں سرگرداں ہیں جوزمین کوعدل وانصاف سے پر کردیگا

---

1 صحیح مسلم /44/76/2435، ترمذی کتاب مناقب حدیث /3901، کنزالعمال ح/ 13/ص/693

2 اسد الغابہ ج/5ص / 438 ، مسلم فضائل صحابہ / 3437 ، البدایہ والنھایہ ج/ 3ص / 158

3 بحارج / 16ص / 12 ، اسد الغابہ ج/ 5ص / 439

4 طبقات ابن سعدج / 1ص / 88

5سیرۃ ھشام ج / 4ص / 281 ، الاصابہ ج / 4ص / 281،طبری ج / 3ص / 33

6البدایہ والنھایہ ج / 2ص / 262

7 سیرۃ حلیہ ج / 1ص / 131 ، طبقات ابن سعدج / 1ص / 86 ، حیات النبی وسیرتہ ج / 1ص / 60

8 سیرۃ ھشام ج / 1ص / 259

9 البدایہ والنھایہ ج/ 2ص / 362 ، سیرۃ ھشام ج / 1ص / 338

10 بحار ج / 16 ص / 22

11 البدایہ و النھایہ ج / 2 ص / 258

12 البدء و التاریخ ج / 2 ص / 47

13 تاریخ یعقوبی ج / 1 ص / 376

14 بدایہ و النھایہ ج / 2 ص / 358 ، طبری ج / 2 ص / 204

15 الکامل فی التاریخ ج / 1 ص / 472 ، دلائل النبوۃ ج / 2 ص / 66

16 سیرۃ حلبیہ ج / 1 ص / 135 ، البدایہ و النھایہ ج / 2 ص / 358 ، الکامل فی التاریخ ج / 1 ص / 472

17 السیرۃ النبویہ (دحلان) ج / 1 ص / 92

18 بدایہ و النھایہ ج / 2 ص / 358، بحار الانوار ج / 16 ص / 22

19 بحار الانوار ج / 16 ص / 22

20 سیرۃ حلبیہ ج / 1 ص / 140 ، طبری ج / 2 ص / 205

21 الصحیح من سیرۃ النبی ج / 2 ص / 112 113 ، بحار الانوار ج / 16 ص / 14

22 سیرہ ھشام ج / 1 ص 227

23 البدایہ و النھایہ ج / 2 ص / 360 ، البدء و التاریخ ج / 2 ص / 48

24 سیرہ حلبیہ ج / 1 ص / 140، الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج / 2 ص / 115

25 فروغ ابدیت ج / 1 ص / 198

26 سیرہ حلبیہ ج / 1 ص / 140

27 طبری ج / 3 ص / 36

28 مناقب آل ابیطالب ج / 1 ص / 206 ، الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج / 2 ص / 122

29 مناقب آل ابیطالب ج / 1 ص / 26

30 الاصابہ ج / 1 ص / 293

31 الاصابہ ج / 4ص /335، اسد الغابہ ج / 5 ص / 481، حیاۃ النبی ج /1 ص / 121

32 الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج/ 2 ص 125

33 الانساب الاشراف ج / 2 ص / 23، الاصابہ ج / 8 ص /99، سیرۃ ھشام ج / 1 ص / 277، طبری ج/ 2 ص / 232 221

34 تاریخ طبری ج / 2 ص / 232

35 بحار الانوار ج / 16 ص / 12، اسد الگابہ ج / 2 ص / 439

36 نہج البلاغہ (خطبہ قاصعہ)

37 اسد الغابہ ج / 5 ص / 434

38 البدء و التاریخ ج / 2 ص / 48، اسد الغابہ ج/ 5 ص / 360

39 الاصابہ ج / 8 ص /101، اسد الغابہ ج/ 5 ص / 431، سنن ترمذی کتاب مناقب / 388

فہرست

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ 4
آنحضرت کی ولادت باسعادت 4
آنحضرت کی ولادت کے وقت حیرت انگیزواقعات کاظہور 4
آپ کی تاریخ ولادت 5
آپ کی پرورش وپرداخت اورآپ کا بچپنا 5
آپ کی سایہ رحمت مادری سے محرومی 6
حضرت ابوطالب کوحضرت عبدالمطلب کی وصیت وہدایت 6
حضرت ابوطالب کے تجارتی سفرشام میں آنحضرت کی ہمراہی اوربحیرئہ راہب کاواقعہ 7
جناب خدیجہ کے ساتھ آپ کی شادی خانہ آبادی 7
کوہ حرامیں آنحضرت کی عبادت گذاری 8
آپ کی بعثت 8
دعوت ذوالعشیرہ کاواقعہ اوراعلان رسالت ووزارت 9
حضرت رسول کریم شعب ابی طالب میں (محرم ۷ بعثت) 10
آپ کامعجزہ شق القمر(۹ بعثت) 12
آنحضرت صلعم کی معراج جسمانی (۱۲ بعثت) 12
بیعت عقبہ اولی. 13
بیعت عقبہ ثانیہ ۱۳ بعثت. 13
ہجرت مدینہ 13
تحویل قبلہ 15

تبلیغی خطوط 15
اصحاب کاتاریخی اجتماع اور تبلیغ رسالت کی آخری منزل 16
حضرت علی کی خلافت کا اعلان 16
حجۃ الوداع 16
واقعہ مباہلہ 17
سرورکائنات کے آخری لمحات زندگی 17
واقعہ قرطاس 18
وصیت اور احتضار 19
رسول کریم کی شہادت 19
وفات اور شہادت کا اثر 20
آنحضرت کی شہادت کا سبب 21
ازواج 21
اولاد 21
حضرت علی علیہ السّلام 23
نام 23
القاب 23
کنیت 23
والدین 23
ولادت 23
بچپن اور تربیت 24

پیغمبر اکرم (ص) کی بعثت اور حضرت علی (ع) 24
رسول کی ہجرت اور حضرت علی (ع) 26
شادی 27
کتابت وحی 28
حضرت علیہ ا اسلام ، پیغمبر اسلام (ص) کے بھائ 28
حضرت علی علیہ السلام اور اسلامی جہاد 28
غدیر خم 29
حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر اسلام (ص) کی نظر میں 30
رسول اللہ (ص) کی وفات اور حضرت علی علیہ السلام 30
حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت 31
حضرت علی علیہ السلام کی شہادت 32
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا 34
نام، القاب و کنیت 34
والدین 34
ولادت 35
بچپن اور تربیت 35
حضرت فاطمہ (س) کی شادی 35
حضرت فاطمہ (س) کا اخلاق و کردار 37
حضرت فاطمہ (س) کا نظام عمل 37
حضرت زہرا سلام اللہ کا پردہ 38

حضرت زہرا (س) اور جہاد 38
فاطمہ زہرا (س) اور پیغمبر اسلام 39
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیغمبر (ص) کی نظر میں 39
فاطمہ زہرا (س) پر پڑنے والی مصیبتیں 40
حضرت فاطمہ زہرا (س) کی وصیتیں 40
شہادت 41
اولاد.. 41
حضرت امام حسن علیہ السلام 42
آپ کی ولادت.. 42
آپ کانام نامی.. 42
زبان رسالت دہن امامت میں 42
آپ کاعقیقہ.. 43
کنیت والقاب 43
امام حسن پیغمبر اسلام کی نظر میں.. 43
امام حسن کی سرداری جنت 44
جذبہ اسلام کی فراوانی 45
امام حسن اورترجمانی وحی.. 45
حضرت امام حسن کا بچپن میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرنا.. 46
امام حسن کا بچپن اور مسائل علمیہ... 46
امام حسن اورتفسیر قرآن 49

امام حسن کی عبادت 49
آپ کا زہد... 50
آپ کی سخاوت.. 50
توکل کے متعلق آپ کا ارشاد.. 50
امام حسن حلم اور اخلاق کے میدان میں 51
عہد امیرالمومنین میں امام حسن کی اسلامی خدمات........................... 51
حضرت علی کی شہادت اور امام حسن کی بیعت 52
صلح.. 54
شرائط صلح.. 55
صلح نامہ پر دستخط... 55
شرائط صلح کا حشر... 56
کوفہ سے امام حسن کی مدینہ کو روانگی....................................... 57
صلح حسن اور اس کے وجوہ و اسباب 57
حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت 58
امام حسن کی تجہیز و تکفین 61
آپ کی ازواج اور اولاد... 62
حضرت امام حسین علیہ السلام... 63
آپ کی ولادت... 63
آپ کا اسم گرامی 64
آپ کا عقیہ... 64

کنیت و القاب 64
آپ کی رضاعت.. 64
خداوندعالم کی طرف سے ولادت امام حسین کی تہنیت اور تعزیت 65
فطرس کا واقعہ.. 65
امام حسین سینہ رسول پر.. 66
جنت کے کپڑے اور فرزندان رسول کی عید.. 67
امام حسین ک ا سردار جنت ہونا.. 67
امام حسین عالم نمازیں پشت رسول پر... 68
حدیث حسین منی 68
مکتوبات باب جنت 68
امام حسین اور صفات حسنہ کی مرکزیت.. 69
حضرت عمر کا اعتراف شرف آل محمد.. 69
ابن عمر کا اعتراف شرف حسینی 70
کرم حسین کی ایک مثال.. 70
امام حسین کی نصرت کے لیے رسول کریم کا حکم 71
امام حسین علیہ السلام کی عبادت 71
امام حسین کی سخاوت.. 71
جنگ صفین میں امام حسین کی جدوجہد 72
حضرت امام حسین علیہ السلام گرداب مصائب میں.. 72
واقعہ کربلا کا آغاز.. 72

مکہ معظمہ میں امام حسین کی جان نہ بچ سکی 75
امام حسین کی مکہ سے روانگی 76
حر بن یزید ریاحی 77
کربلا میں ورود 78
امام حسین کا خط اہل کوفہ کے نام 79
عبید اللہ ابن زیاد کا خط امام حسین کے نام 79
حضرت امام حسین میدان جنگ میں 79
امام حسین کی نبرد آزمائی 80
امام حسین عرش زین سے فرش زمین پر 82
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام 84
آپ کی ولادت باسعادت 84
نام، کنیت، القاب 84
لقب زین العابدین کی توجیہ 84
لقب سجاد کی توجیہ 85
امام زین العابدین علیہ السلام کی نسبی بلندی 85
امام زین العابدین کے بچپن کا ایک واقعہ 86
آپ کے عہد حیات کے بادشاہان وقت 87
امام زین العابدین کا عہد طفولیت اور حج بیت اللہ 87
آپ کا حلیہ مبارک 88
حضرت امام زین العابدین کی شان عبادت 88

آپ کی حالت وضو کے وقت 89
عالم نمازمیں آپ کی حالت 89
امام زین العابدین کی شبانہ روزایک ہزار رکعتیں 90
امام زین العابدین علیہ السلام منصب امامت پرفائزہونے سے پہلے 91
واقعہ کربلاکے سلسلہ میں امام زین العابدین کاشاندارکردار.. 91
واقعہ کربلااورحضرت امام زین العابدین کے خطبات.. 93
کوفہ میں آپ کاخطبہ.. 93
مسجددمشق (شام) میں آپ کاخطبہ.. 93
مدینہ کے قریب پہنچ کرآپ کاخطبہ.. 96
روضہ رسول پرامام علیہ السلام کی فریاد 96
امام زین العابدین اورخاک شفا 97
امام زین العابدین اورمحمدحنفیہ کے درمیان حجراسودکافیصلہ.. 98
ثبوت امامت میں امام زین العابدین کاکنکری پرمہرفرمانا.. 98
واقعہ حرہ اورامام زین العابدین علیہ السلام 98
واقعہ حرہ اورآپ کی قیام گاہ.. 99
خاندانی دشمن مروان کے ساتھ آپ کی کرم گستری..100
دشمن ازلی حصین بن نمیرکے ساتھ آپ کی کرم نوازی 100
امام زین العابدین اورفقراء مدینہ کی کفالت..101
امام زین العابدین اوربنیادکعبہ محترمہ ونصب حجراسود..101
امام زین العابدین اورعبدالملک بن مروان کاحج..102

امام زین العابدین علیہ السلام اخلاق کی دنیامیں 102
امام زین العابدین اور صحیفہ کاملہ 103
امام زین العابدین عمر بن عبد العزیز کی نگاہ میں..103
امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت..104
آپ کی اولاد..104
حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام..105
آپ کی ولادت باسعادت 105
اسم گرامی، کنیت اورالقاب..105
باقرکی وجہ تسمیہ..105
بادشاہان وقت..106
واقعہ کربلامیں امام محمدباقرعلیہ السلام کاحصہ..106
حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام اورجابربن عبداللہ انصاری کی باہمی ملاقات 106
سات سال کی عمرمیں امام محمدباقرکاحج خانہ کعبہ 107
حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام اوراسلام میں سکے کی ابتدا 108
حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی علمی حیثیت..110
آپ کے بعض علمی ہدایات وارشادات 112
سستی اورزیادہ تیزی برائیوں کی کنجی ہے۔ 113
آپ کی عبادت گذاری اورآپ کے عام حالات 115
حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام اورہشام بن عبدالملک 115
ہشام کاسوال اوراس کاجواب..116

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی دمشق میں طلبی 117
دمشق سے روانگی اور ایک راہب کا مسلمان ہونا 118
امام محمدباقرعلیہ السلام کی شہادت 119
ازواج اولاد 120
حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام 121
آپ کی ولادت باسعادت 121
اسم گرامی، کنیت، القاب 121
بادشاہان وقت 122
عبدالملک بن مروان کے عہدمیں آپ کا ایک مناظرہ 122
ابوشاکردیصانی کا جواب 123
امام جعفرصادق علیہ السلام اور حکیم ابن عیاش کلبی 124
۱۱۳ھ میں امام جعفرصادق کا حج 124
امام ابوحنیفہ کی شاگردی کا مسئلہ 125
امام جعفرصادق علیہ السلام کے بعض نصائح وارشادات 125
آپ کے اخلاق اورعادات واوصاف 127
کتاب اہلیلجیہ 129
حضرت صادق آل محمد کے فلک وقارشاگرد 129
صادق آل محمد کے علمی فیوض وبرکات 132
علمی فیوض رسانی کا موقع 133
کتب اصول اربعمایۃ 133

صادق آل محمد کے اصحاب کی تعداداوران کی تصانیف 134
حضرت صادق آل محمداور علم طب........................ 135
حضرت صادق آل محمدکاعلم القرآن........................ 135
علم النجوم........................ 135
علم منطق الطیر........................ 136
حضرت امام صادق علیہ السلام اور علم الاجسام........................ 136
حضرت امام صادق علیہ السلام کی انجام بینی اوردوراندیشی 136
امام جعفرصادق علیہ السلام کادربار منصورمیں ایک طبیب ہندی سے تبادلہ خیالات........................ 137
امام جعفرصادق علیہ السلام کوبال بچوں سمیت جلادینے کامنصوبہ 139
۱۴۷ ھ میں منصورکاحج اورامام جعفرصادق کے قتل کاعزم بالجزم........................ 140
حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کی شہادت........................ 141
آپ کی اولاد........................ 141
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام........................ 142
آپ کی ولادت باسعادت 142
اسم گرامی، کنیت، القاب........................ 142
لقب باب الحوائج کی وجہ........................ 143
باشاہان وقت........................ 144
نشوونمااورتربیت 144
آپ کے بچپن کے بعض واقعات 144
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت 146

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بعض کرامات 147
واقعہ شقیق بلخی 148
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے اخلاق وعادات اوشمائل واوصاف 150
خلیفہ ہارون الرشید عباسی اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام 152
ہارون الرشیدکاپہلاحج اورامام موسی کاظم علیہ السلام کی پہلی گرفتاری 153
قیدخانہ سے آپ کی رہائی.. 155
امام موسی کاظم علیہ السلام اورعلی بن یقطین بغدادی 155
علی ابن یقطین کوالٹاوضوکرنے کاحکم 156
وزیراعظم علی بن یقطین کوامام موسی کاظم کی فہمایش 157
امام موسی کاظم اورفدک کے حدوداربعہ... 157
امام موسی کاظم علیہ السلام کے دوبارہ گرفتاری 158
امام علیہ السلام کاقیدخانہ میں امتحان اورعلم غیب کامظاہرہ 161
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت 162
تعداداولاد... 163
حضرت امام علی رضا علیہ السلام.. 164
ولادت باسعادت.. 164
نام، کنیت، القاب.. 164
لقب رضاکی توجیہ 164
آپ کی تربیت.. 165
بادشاہان وقت... 165

جانشینی..165
امام موسی کاظم کی وفات اور امام رضا کے در امامت کا آغاز....................................166
ہارونی فوج اور خانہ امام رضا علیہ السلام..166
امام علی رضا کا حج اور ہارون رشید عباسی 169
حضرت امام رضا علیہ السلام کا مجدد مذہب امامیہ ہونا..170
حضرت امام رضا علیہ السلام کے اخلاق وعادات اور شمائل وخصائل..........................170
حضرت امام رضا علیہ السلام کا علمی کمال 172
حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض مرویات وارشادات...174
حضرت امام رضا علیہ السلام اور مجلس شہداء کربلا..175
مامون رشید کی مجلس مشاورت 176
مامون کی طلبی سے قبل امام علیہ السلام کی روضہ رسول پر فریاد...............................178
امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے مرو میں طلبی...178
امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی 179
حضرت امام رضا علیہ السلام کا نیشاپور میں ورود مسعود...181
شہر طوس میں آپ کا نزول وورود..183
اما رضا کا دار الخلافہ مرو میں نزول..183
جلسہ ولیعہدی کا انعقاد 184
حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کا دشمنوں پر اثر...185
واقعہ حجاب...186
حضرت امام رضا علیہ السلام اور نماز عید...186

حضرت امام رضاکی مدح سرائی اوردعبل خزاعی اورابونواس 187
مذاہب عالم کے علماء سے حضرت امام رضاکے علمی مناظرے..189
عالم نصاری سے مناظرہ..190
عالم یہود سے مناظرہ 191
عالم مجوسی سے مناظرہ..192
آپ کی تصانیف..193
مامون رشید عباسی اورحضرت امام رضاعلیہ السلام کی شہادت..193
تاریخ شہادت 194
شہادت امام رضاکے موقع پرامام محمدتقی کاخراسان پہنچنا 195
حضرت امام محمدتقی علیہ السلام..196
ولادت باسعادت 196
نام کنیت اورالقاب..197
بادشاہان وقت..197
امام محمدتقی کی نشونمااورتربیت..197
والدماجدکے سایہ عاطفیت سے محرومی..198
مامون رشید عباسی اورحضرت امام محمدتقی علیہ السلام کاپہلاسفرعراق 199
بازاراورمچلی کاواقعہ..199
ام الفضل کی رخصتی ، امام محمدتقی علی السلام کی مدینہ کوواپسی 200
اور 200
حضرت کے اخلاق واوصاف عادات وخصائل..200

امام محمد تقی علیہ السلام اور طی الارض 203
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعض کرامات 204
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ہدایات و ارشادات 206
امام محمد تقی کی نظر بندی، قید اور شہادت 208
آپ کی ازواج اور اولاد 209
حضرت امام علی نقی علیہ السلام 211
امام علی نقی علیہ السلام کی ولادت باسعادت 211
اسم گرامی، کنیت، اور القاب 211
آپ کا عہد حیات اور بادشاہان وقت 211
حضرت امام محمد تقی کا سفر بغداد اور حضرت امام علی نقی کی ولیعہدی 212
حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا علم لدنی 212
بچپن کا واقعہ 212
حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے کرامات اور آپ کا علم باطن 213
عہد واثق کا ایک واقعہ 215
تہتر زبانوں کی تعلیم 215
امام علی نقی کے ہاتھوں میں ریت کی قلب ماہیت 215
امام علی نقی اور اسم اعظم 216
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور صیحفہ کاملہ کی ایک دعا 216
حکومت کی طرف سے امام علی نقی کی مدینہ سے سامرہ میں طلبی 216
اور 216

راستہ کا ایک اہم واقعہ 216
امام علی نقی علیہ السلام کی نظر بندی 219
امام علی نقی علیہ السلام کا جذبہ ہمدردی 219
امام علی نقی کی حالت سامرہ پہنچنے کے بعد..220
حضرت امام علی نقی اور سواری کی برق رفتاری..221
دوماہ قبل عزل قاضی کی خبر 221
آپ کا احترام جانوروں کی نظر میں 221
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور خواب کی عملی تعبیر..221
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور فقہائے مسلمین..222
شاہ روم کو حضرت امام علی نقی کا جواب..223
متوکل کے کہنے سے ابن سکیت وابن اکثم کا امام علی نقی سے سوال 224
قضاوقدر کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کی رہبری ورہنمائی 224
علماء امامیہ کی ذمہ داریوں کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کا ارشاد..224
حضرت امام علی نقی اور عبدالرحمن مصری کا ذہنی انقلاب 225
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور برکتہ السباع 225
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور متوکل کا علاج..226
امام علی نقی علیہ السلام کے تصور حکومت پر خوف خدا غالب تھا..227
امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت..228
آپ کی ازواج واولاد..229
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام..230

امام حسن عسکری کی ولادت اور بچپن کے بعض حالات 230
آپ کی کنیت اور آپ کے القاب 230
آپ کا عہد حیات اور بادشاہان وقت 230
چار ماہ کی عمر اور منصب امامت 231
چار سال کی عمر میں آپ کا سفر عراق 231
یوسف آل محمد کنوئیں میں 231
امام حسن عسکری اور کمسنی میں عروج فکر 232
امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ بادشاہان وقت کا سلوک اور طرز عمل 232
امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت اور امام حسن عسکری کا آغاز امامت 235
اس کے بعد آپ ۳/ رجب ۲۵۴ ہجری کو درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ 235
اپنے عقیدت مندوں میں حضرت کا دورہ 236
امام حسن عسکری علیہ السلام کا پتھر پر مہر لگانا 237
حضرت امام حسن عسکری کا عراق کے ایک عظیم فلسفی کو شکست دینا 237
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور خصوصیات مذہب 238
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور عید نہم ربیع الاول 239
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پند سودمند 240
معتمد عباسی کی خلافت اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی گرفتاری 241
اسلام پر امام حسن عسکری کا احسان عظیم واقعہ قحط 242
امام حسن عسکری اور عبید اللہ وزیر معتمد عباسی 244
امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت 246

حضرت امام محمد مھدی علیہ السلام...247
حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت 247
آپ کا نسب نامہ...250
آپ کا اسم گرامی : 251
آپ کی کنیت : 251
آپ کے القاب : 251
آپ کا حلیہ مبارک..252
تین سال کی عمر میں حجت اللہ ہونے کا دعوی...252
پانچ سال کی عمر میں خاص الخاص اصحاب سے آپ کی ملاقات.......................................253
امام مہدی نبوت کے آئینہ میں 253
امام حسن عسکری کی شہادت : 254
حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اور اس کی ضرورت : 255
غیبت امام مہدی پر علما اہل سنت کا اجماع : 257
امام مہدی کی غیبت اور آپ کا وجود و ظہور قرآن مجید کی روشنی میں : 259
امام مہدی کا ذکر کتب آسمانی میں 260
امام مہدی کی غیبت کی وجہ : 260
غیبت امام مہدی جفر جامعہ کی روشنی میں : 263
غیبت صغری و کبری اور آپ کے سفرا..264
سفرا عمومی کے اسماء 265
حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے بعد:...265

۳۰۷ ہجری میں آپ کا حجر اسود نصب کرنا : 266
اسحاق بن یعقوب کے نام امام عصر کا خط : 267
شیخ محمد بن محمد کے نام امام زمانہ کا مکتوب گرامی..268
ان حضرات کے نام جنھوں نے زمانہ غیبت صغری میں امام کو دیکھا ہے 269
زیارت ناحیہ اور اصول کافی : 269
غیبت کبری میں امام مہدی کا مرکزی مقام : 270
جزیرہ خضرا میں امام علیہ السلام سے ملاقات 271
امام غائب کا ہر جگہ حاضر ہونا..271
امام مہدی اور حج کعبہ..271
زمانہ غیبت کبری میں امام مہدی کی بیعت : 272
امام مہدی کی مومنین سے ملاقات : 272
ملا محمد باقر داماد کا امام عصر سے استفادہ کرنا : 273
جناب بحر العلوم کا امام زمانہ سے ملاقات کرنا : 273
امام مہدی علیہ السلام کا حمایت مذہب فرمانا واقعہ انار : 273
امام عصر کا واقعہ کربلا بیان کرنا : 274
حضرت امام مہدی علیہ السلام کے طول عمر کی بحث : 274
حدیث ثقلین اور امام عصر : 276
حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور موفور السرور : 277
امام مہدی کے ظہور کا سن : 279
ظہور کے وقت امام علیہ السلام کی عمر : 280

آپ کا پرچم 280
ظہور کے بعد : 280
دجال اور اس کا خروج : 282
نزول حضرت عیسی علیہ السلام : 283
امام مہدی اور عیسی ابن مریم کا دورہ : 284
حضرت امام مہدی کا قسطنطنیہ کو فتح کرنا : 284
یاجوج ماجوج اور ان کا خروج : 285
امام مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت اور خاتمہ دنیا : 286
حضرت خدیجہ تاریخ کے آئینہ میں 290
خاندان و نام و نسب 291
تجارت 292
ازدواج 292
آیا حضرت خدیجہ (ع) رسول سے قبل شادی شدہ تھیں ؟ 294
تجزیہ و تحلیل 294
رسول کی بعثت اور حضرت خدیجہ کا ایمان لانا 296
آنحضرت کی حضرت خدیجہ (ع) سے محبت و عقیدت 297